"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ "......(التوبة)

"قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ "......(الحديث)

ارشاد المفتین

(جلد پنجم)

(بقیہ کتاب الصلوۃ، کتاب الزکوۃ)

فقیہ العصر، مفتی اعظم، شیخ الحدیث والتفسیر، ولی کامل

حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ

بانی جامعۃ الحمید لاہور

ناشر

مکتبہ الحسن

حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب: ارشادالمفتین (جلد پنجم)

مجموعہ فتاوی جات: حضرت اقدس مفتی حمید اللہ جان صاحب نوراللہ مرقدہ

بااہتمام: حضرت اقدس مفتی عارف اللہ خان صاحب

کمپوزنگ ترتیب وتبویب: مفتی محمد حامد علی نفیسی

تصحیح وتخریج: مفتیان و متخصصین جامعۃ الحمید لاہور

اشاعت اول: فروری 2018ء

قیمت:

ناشر: مکتبۃ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

ملنے کے پتے!

ضروری وضاحت:

اگرچہ انسانی وسعت کے مطابق کوشش کی گئی ہے کہ فتاوی ارشادالمفتین کی تصحیح وتخریج وکمپوزنگ میں کسی قسم کی لفظی غلطی نہ رہے، لیکن کبھی سہواً کوئی غلطی رہ جاتی ہے اگر کسی صاحب کو ایسی غلطی کا علم ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہوسکے، ادارہ آپ کے تعاون کا شکرگزار ہوگا۔ ازمرتب

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ط

ارشاد المفتین (جلد پنجم)

اجمالی فہرست

(کتاب الزکوٰۃ)

تفصیلی فہرست فتاویٰ ارشادالمفتین (جلد پنجم)

کتاب الصلوۃ

(بقیہ کتاب الجمعۃ)

الباب السادس عشر فی صلوۃ العیدین

الباب السابع عشر فی صلوۃ الجنائز

الباب الثامن عشر فی متفرقات الصلوۃ

کتاب الزکوۃ

الباب الاول فیمن تجب علیه ومن لاتجب وفیماتجب علیه وفیمالاتجب

الباب الثانی فی مصارف الزکوۃ

عرض مرتب!

اللہ تعالیٰ کا اس امت پر ایک عظیم احسان ہے کہ اس نے ہر دور میں ایسے رجال کار پیدا فرمائے جو اس امت کی ہدایت اور رہنمائی کا سبب بنتے رہے، اور امت کو اللہ سے ملاتے رہے، سیدھے راستے پر چلاتے رہے، گویا ان کی محنت کا میدان لوگوں کے قلوب تھے، ان کی ایک ہی مجلس سے لوگوں کو وہ کچھ ملا کرتا تھا کہ جو ہزاروں کتابوں کے مطالعہ سے نہیں ملا کرتا تھا، اور ان کی توجہ باطنی سے بہت سارے لوگوں کی کایا پلٹ جاتی تھی، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی ۔۔۔ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

انہی اللہ والوں میں سے ایک شخصیت ولی کامل، محدث کبیر، ابوحنیفہ دوراں، راس الاتقیاء، مفتی اعظم حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب نور اللہ مرقدہ کی ہے، جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔

ویسے تو استاذ محترم کی شخصیت مجمع کمالات واوصاف تھی علم وحلم، توکل واستغناء، اخلاص وللّٰہیت، وسعت مطالعہ، شفقت ومحبت، تمام علوم وفنون میں گہری بصیرت وغیرہ اوصاف جو آپ کی ذات گرامی کو دوسروں سے ممتاز کرتے تھے لیکن آپ کا ایک خاص وصف آپ کا علمی شغف اور افتاء کے میدان میں آپ کو یدِ طولیٰ کا حاصل ہونا تھا، اور ذات باری تعالیٰ نے آپ کو ایک تحقیقی اور فقہی ذوق عطا فرمایا تھا، آپ کی تحقیق کا انداز بہت نرالا تھا، جس کی بنیاد فقہ حنفی اور افتاء کے اصول وقواعد اور کلیات ہوتے تھے، آپ اپنے فتاویٰ جات میں اصول افتاء کا اور مراتب فقہاء کا اور فقہ حنفی کی کتب کے مراتب کا بہت خیال رکھتے تھے، اور تمام مسائل میں اصل مرجع کی طرف رجوع فرماتے اور اس کی تلقین کرتے تھے، جس کا مشاہدہ قارئین نے پہلی چار جلدوں میں کر لیا ہوگا۔

اور فتویٰ دینے میں انتہائی محتاط تھے، بلا وجہ کسی چیز کو جائز یا ناجائز کہنے کی بجائے ہمیشہ عربی کتب کی طرف رجوع کا حکم صادر فرماتے تھے، جواز اور عدم جواز کی علت اور ان کی حدود کی تعیین فرماتے، یعنی کسی مسئلہ کے ناجائز ہونے کی فقہاء نے جو علت ذکر کی ہے جہاں وہ علت پائی جائے گی تو وہ ناجائز ہوگا اور اگر وہ علت کراہت ختم ہو جائے تو پھر وہ جائز ہوگا، من کل الوجوہ اس پر کراہت کا فتویٰ صادر نہیں فرماتے تھے، شاید اسی وجہ سے بعض دوستوں کے ذہن میں پہلی جلد کے منظر عام پر آنے کے بعد کچھ اشکالات آئے اور وہ کہنے لگے کہ ہم تو آج تک ان چیزوں کو من کل الوجوہ ناجائز سمجھتے تھے لیکن حضرت کے فتاویٰ پڑھ کر معلوم ہوا کہ اس کے جواز اور عدم جواز کی کیا حد ہے، اور گہرائی

سے مطالعہ کرنے والا ہر آدمی اس چیز کو جانچ سکتا ہے کہ آپ نے کس طرح اپنے فتاویٰ جات میں ان چیزوں کو مدنظر رکھا ہے۔

آپ کے فتویٰ دینے کا انداز ''مختصر وپر اثر'' تھا تھوڑی سی عبارت میں بہت کچھ سمو دیتے تھے، کچھ قیودات لگا کر مسائل کو منقح فرمادیتے تھے، اور اس بات پر خصوصی توجہ دیتے تھے کہ اصل میں سائل کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ بس اس بات کا جواب دے دیا جائے، کوئی لمبی چوڑی تحریر نہ لکھی جائے، مگر کبھی کبھی آپ اپنے فقہی ذوق کے مطابق بعض اہم اور پیچیدہ مسائل کا جواب تفصیلاً اور تسلی بخش لکھتے جس سے ان مسائل کے تمام پہلو روشن ہو جاتے، اس طرح کے کچھ مسائل گذشتہ جلدوں میں بھی آچکے ہیں، اور بعض مسائل رسائل کی شکل میں چھپ بھی چکے ہیں اور آئندہ جلدوں میں بھی آئیں گے، اور اس جلد میں بھی آپ کے بعض مفصل مسائل شامل کتاب کیے جا رہے ہیں، مثلاً

''تکبیرات تشریق فی القریٰ کا حکم''

''دعا بعد الجنازہ کا حکم''

''توجیہ القبلہ فی القبر''

''قبر کے لیے تحفیر اور تعمیق ضروری ہے''

''حیلہ اسقاط کا حکم اور اس کا شرعی طریقہ''

''کیا مہتمم طلباء کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے؟''

الحمدللہ! جو طریقہ تحقیق آپ کا تھا وہی طریقہ تحقیق آپ کے فرزند ارجمند، آپ کی نسبت انعکاسی کے مظہر، استاذ محترم حضرت اقدس مفتی عارف اللہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا ہے، جو آپ کے بعد مدرسہ کا اہتمام اور شیخ الحدیث کی مسند کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ میدان افتاء میں بھی آپ کے علمی فیضان کو ملک کے طول وعرض میں پھیلا رہے ہیں، اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ تمام امور جو حضرت کی زندگی میں چل رہے تھے وہ اسی آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہیں، بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر چل رہے ہیں، اس موقع پر ایک شعر کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو باپ کو استاد کو   کہ اپنے سے بڑھ کر دیکھ لے شاگرد کو اولاد کو

اللہ تعالیٰ ان کا سایہ شفقت صحت وعافیت کے ساتھ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے اور ہمیں ان کے علوم اور فیضان سے مالا مال فرمائے (آمین)۔

اس پانچویں جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے مسائل مکمل ہو رہے ہیں، اور حضرت کی حیات مبارکہ میں ان مسائل پر نظر ثانی حضرتؒ کے فرزند حضرت اقدس مفتی کفایت اللہ حقانی صاحب مدظلہ نے بھی فرمائی، اور حضرتؒ کے معتمد

خاص اور خصوصی شاگرد، استاذ محترم مفتی محمد رئیس صاحب سروہی صاحب مدظلہ نے بھی فرمائی تھی، پھر جامعۃ الحمید کے متخصص مفتی مجیب الرحمٰن صاحب نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس پر کام کیا، اس کے بعد کتاب الصلوۃ کے اور بہت سے مسائل کو ساتھ شامل کر کے تمام مسائل کو ابواب میں تقسیم کیا گیا، اور آخر میں مفتی محمد فلک شیر صاحب مدرس جامعۃ الحمید اور مفتی محمد امیر معاویہ صاحب متخصص جامعۃ الحمید دونوں حضرات نے بڑی دل لگی کے ساتھ ان فتاویٰ کی پروف ریڈنگ کی اور عربی کتب کے حوالہ جات کو چیک کیا، اور مفتی نعمان صاحب مدرس جامعۃ الحمید نے بھی اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر اس کو چیک کیا اور مکررات کی نشاندہی فرمائی۔

استاذ محترم کی طرف سے اور ادارہ کی طرف سے یہ تمام حضرات شکریہ کے مستحق ہیں، اور وہ تمام حضرات بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی بہتری کے لیے وقتاً فوقتاً مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اپنی شایان شان اجر جزیل عطا فرمائے، اور استاذ جی کے اس فیض سے ہم سب کو حظ وافر نصیب فرمائے، اور استاذ جی کے لگائے ہوئے گلشن کی آبیاری فرمائے اور اس کو دن دگنی اور رات چگنی ترقی نصیب فرما کر چہار دانگ عالم میں اس کا فیض پھیلائے، اور اس جامعہ کو پورے عالم کے لیے رشد وہدایت کا عظیم مرکز بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم والصلوۃ والسلام علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واتباعہ اجمعین.

والسلام

دعاؤں کا طلب گار

محمد حامد علی نفیسی

یکے از تلامذہ وخادمین حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ

خادم ومدرس جامعۃ الحمید عظیم آباد رائیونڈ روڈ لاہور

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ

﴿بقیہ کتاب الجمعۃ﴾

سموں والا ضلع گوجرانوالہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں سموں والا ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل کامونکی کے نواح میں واقع ہے نیز ہمارے گاؤں سے شہر کامونکی آٹھ کلومیٹر دور واقع ہے جس کی آبادی تقریباً 120 گھروں پر مشتمل ہے، اس میں آٹھ دوکانیں ہیں جن سے ضروریات زندگی کی اشیاء میں سے دالیں، گھی، چینی، سبزی وغیرہ مل سکتی ہیں، سوائے گوشت، کپڑے اور جوتے وغیرہ کے کہ ان کے لیے تحصیل کامونکی جانا پڑتا ہے، اردگرد کے گاؤں اگرچہ آبادی کے لحاظ سے ہمارے گاؤں سے بڑے ہیں لیکن جوتے، گوشت، کپڑے وغیرہ وہاں بھی دستیاب نہیں ہیں، لہٰذا اس نوعیت کے گاؤں میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوسکتا ہے تو اس گاؤں میں جب سے پاکستان بنا ہے جمعہ پڑھایا جارہا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ جمعہ جاری رکھا جائے یا چھوڑ دیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عندالاحناف جمعہ کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے یا پھر ایسا قصبہ ہو جو کہ شہر کے حکم میں ہوتا ہے اور اس میں ضروریات زندگی میسر ہوں۔

”لاجمعة ولاتشريق الافي مصر جامع رواه ابن ابی شيبة عن علی رضی الله عنه“

جب کہ مذکورہ فی السوال بستی چھوٹا گاؤں (قریہ صغیرہ) ہے اور ضروریات زندگی بھی اس میں میسر نہیں ہیں لہٰذا یہاں والوں کو جمعہ کی نماز تو معاف ہے مگر نماز ظہر ادا کرنا فرض ہے، اور آج تک جتنی ظہر کی نمازیں جمعہ پڑھنے کی وجہ سے رہ گئی ہیں ان کی قضاء ذمہ میں لازم ہے۔

”ولاتصح الجمعة الافي مصر جامع اومصلی المصر ولاتجوز فی القری لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحی الافي مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود“

......(هدايه:۱/۷۷، فتاوىٰ الهندية:۱/۱۴۵، البحر الرائق:۲/۲۴۵)

”لاجمعة ولاتشريق ولاصلوة فطر ولااضحی الافي مصر جامع اومدينة

عظیمۃ ولم ینقل عن الصحابۃ انھم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المقابر والجمع الافی الامصار دون القری ولوکان لفعل "......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۰۳)

"ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ"......(فتاویٰ الھندیۃ:۱/۱۴۵)

"الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر وھذااذالم یتصل بہ حکم"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دیہات میں نماز جمعہ کی فرضیت کی کیفیت:

مسئلہ نمبر(۲): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات میں نماز جمعہ کی فرضیت کی کیفیت کیا ہے؟

(۲) فقہاء حنفیہ کی رائے میں کبھی ترمیم ہوئی ہے؟ کیا مزید ترمیم کی گنجائش ہے؟ حالات واحوال کے مطابق جمعہ کی تمام شرائط کیا ہیں؟

اصل سوالات یہ تھے۔

(۱) ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے جہاں رکشے ویگن اور ٹیلی فون سوئی گیس اور سات آٹھ دوکانیں بجلی اور پکی سڑک وغیرہ کی سہولت موجود ہو اور آبادی تقریباً دو ہزار کے قریب ہو۔

(۲) جمعہ کی تمام شرائط کیا ہیں؟

(۳) دیہاتی نے شہر میں آکر جمعہ یا عیدین کا وقت پایا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر جمعہ واجب ہوگا یا ظہر کے فرض ادا کرلے؟

(۴) اگر دیہاتی عید کے دن سورج طلوع ہونے کے بعد نماز عید سے پہلے قربانی کرلے تو درست ہے یا نہیں؟

(۵) نابینا، معذور، بیمار اور عورت پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس موضع میں بحالت مذکورہ جمعہ صحیح نہیں ہوسکتا، کیونکہ جمعہ اور عیدین واجب ہونے کے لیے مصر جامع (یعنی شہر) یا قصبہ کا ہونا شرط ہے، اور مصر جامع امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے۔

"انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۵)

یعنی وہ بڑا شہر جس میں شاہراہیں اور بازار ہوں (جس میں ضروریات روزمرہ موجود ہوں اور اس کے لیے دیہاتیں ہوں اور اس میں ایسا حاکم ہو جو مظلوم کو ظالم سے انصاف دلوانے پر قادر ہو اپنے دبدبے اور علم سے یا کسی اور کے علم سے اور لوگ اس کی طرف حادثات اور شدائد میں رجوع کرتے ہوں۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيهااسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب"......(ردالمحتار ۱/۵۹۰)

حاصل یہ کہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے مصر جامع (یعنی ایسا شہر جو مرکز تجارت ہو اور اس میں حاکم مجاز بھی رہتا ہو) کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) جمعہ کی تمام شرائط نہیں لکھی گئیں کیونکہ جب پہلی شرط مفقود ہے تو اور شرائط لکھنے کا کیا فائدہ؟

(۳) دیہاتی شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر وہ جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوا اور اس کی نیت جمعہ کے دن وہیں ٹھہرنے کی ہو تو اس پر جمعہ واجب ہوگا اور اگر اس نے وقت جمعہ کے داخل ہونے سے پہلے نکلنے کی نیت کر لی تو جمعہ واجب نہ ہوگا، البتہ اگر وقت کے دخول کے بعد نکلنے کی نیت کی ہو تو واجب ہوگا۔

"وفي الخلاصه القروى اذادخل المصر يوم الجمعة ان نوى الخروج من ذلك المصر من يومه قبل دخول وقت الصلوة لاتلزمه وبعددخول وقت الجمعة تلزمه"......(ردالمحتار: ۱/۶۰۸)

(۴) اگر دیہاتی عید کے دن نماز عید سے پہلے قربانی کرلے تو درست ہے، ہاں شہر اور قصبہ کے رہنے والے نماز عید کے بعد کریں گے، اس سے پہلے کرنا ان کے لیے جائز نہیں۔

"ووقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النهر الاانه لايجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلى الامام العيد فاما اهل السواد فيذبحون"......(الهداية: ۴/۴۳۵)

(۵) نابینا، بیمار اور عورت پر جمعہ واجب نہیں۔

"وشرط لافتراضها تسعة تختص بها صحة وحرية وذكورة ووجود بصر وغيرها " ......(ردالمحتار: ۱/۲۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سات سو افراد والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرصہ 30 سال سے ہماری بستی میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے، جب کہ ہماری بستی کی آبادی بشمول مردوزن اور بالغ ونابالغ 702 سات صدودو افراد ہیں، تقریباً 60 گھر ہیں لیکن آبادی گنجان نہیں ہے، ضروریات زندگی بھی میسر نہیں ہیں اور یہ ساٹھ گھر ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر ہیں، اب سوال یہ ہے کہ ہماری بستی میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے کہ گاؤں میں بازاریں ہوں اور وہ جگہ اردگرد کے دیہات کے لیے تجارتی مرکز ہو یا وہاں پر حاکم مجاز ہو جو مظلوم کو ظالم سے حق دلا سکے جب کہ مذکورہ گاؤں میں یہ تمام شرائط مفقود ہیں، گاؤں والے نماز ظہر باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کریں، بصورت دیگر ظہر کی نماز ذمہ میں باقی رہے گی جس کی وجہ سے آپ سخت گناہ گار اور مجرم ہوں گے۔

"لاتصح الجمعة الافى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولاتجوزفى القرى لقوله عليه الصلوة والسلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافى مصرجامع والمصر الجامع كل موضع له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود"......(الهداية: ۱/۱۷۷)

"عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث وهذاهوالاصح " ......(ردالمحتارعلى درالمختار: ۱/۵۹۰)

"وعبارۃ القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعۃ لان ھذامجتھدفیہ فاذااتصل بہ الحکم صارمجمعا علیہ وفیماذکرنااشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب "......(ردالمحتارعلی درالمختار: ۱/۵۹۰)

"وروی عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھاسکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشتمہ وعلمہ اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث "......(بدائع الصنائع :۱/۵۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
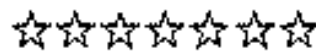
گاؤں مرمنڈی ملتان میں نمازجمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ ایمان وصحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔

عرض ہے کہ ہمارے گاؤں مرمنڈی ملتان میں نمازجمعہ کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بحث جوازیاعدم جواز سے بھی آگے نکل چکی ہے، ایک فریق مذکورہ گاؤں میں نمازجمعہ کوواجب کہتا ہے، جب کہ دوسرا فریق اسی گاؤں میں نمازجمعہ پڑھنے کوترک نمازظہر کہتا ہے، عوام پریشان ہیں، فسادکا بھی قوی اندیشہ ہے، اس لیے آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو قرآن وحدیث اورفقہاء کی کتابوں کی روشنی میں مکمل مدلل عام فہم اورمفصل فتویٰ ارسال کریں، نیز کتابوں کی عبارات اورحوالہ جات بھی ہوں۔

ہماراگاؤں مرمنڈی ملتان سرائے نورنگ بازار سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، آبادی ایک ہزارنوسو ہے، ایک گرلزپرائمری سکول اورچار بوائزپرائمری سکول ہیں، ایک بوائزمڈل سکول ہے، سات دوکانیں ہیں جن میں چینی، گھی، سبزی وغیرہ تو ملتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے لوگ سوداسلف وغیرہ کی خریداری کے لیے سرائے نورنگ بازار جاتے ہیں، دومیڈیکل سٹور ہیں، آٹھ عدد موٹرکاروغیرہ ہیں، نوعدد مساجد ہیں، دوعدد پولٹری فارم ہیں، آٹاپیسنے کی مشین ہے، پینے کے پانی کے لیے پریشر پمپ بھی ہے، بجلی اورٹیلی فون کاانتظام بھی ہے۔

ہمارے گاؤں مرمنڈی ملتان کے ساتھ ایک طرف بالکل متصل گاؤں مرمنڈی عظیم ہے، جب کہ دوسری طرف بالکل متصل کوٹکہ شادی خان ہے، گاؤں مرمنڈی عظیم کی کل آبادی گیارہ سو ہے، جو دو حصوں میں تقسیم ہے، اور دونوں حصوں کے مابین تقریباً دو سو فٹ چوڑائی کی زیر کاشت زمین ہے، ایک حصہ پرانی آبادی ہے، جو سات سواسی نفوس پر مشتمل ہے، جس میں ایک گرلز پرائمری سکول، ایک بوائز پرائمری سکول اور ایک گرلز مڈل سکول ہے، سات دوکانیں ہیں، دس عدد موٹر کار وغیرہ ہیں، دس پولٹری فارم ہیں، آب نوشی کا ٹیوب ویل ہے، آب پاشی کے سات ٹیوب ویلز ہیں، پانچ مساجد ہیں جب کہ مرمنڈی عظیم کا دوسرا حصہ جونئی آبادی ہے تین سو بیس نفوس پر مشتمل ہے، جس میں دو دو دکانیں اور حکیم کا دواخانہ ہے، ایک پولٹری فارم ہے۔

گاؤں مرمنڈی عظیم کی یہ نئی آبادی ہمارے گاؤں مرمنڈی ملتان کے ساتھ بالکل متصل ہے۔

گاؤں مرمنڈی عظیم میں بھی پچھلے چھ سال سے نماز جمعہ ہوتا رہا ہے، جس پر علاقے کے علماء کا ابھی تک زبردست اختلاف ہے، گاؤں مرمنڈی عظیم میں ایک آٹا پیسنے کی مشین ہے، بجلی اور ٹیلی فون کی سہولت بھی موجود ہے، اس گاؤں کا سرائے نورنگ بازار سے فاصلہ پونے تین میل ہے۔

گاؤں مرمنڈی ملتان کے ساتھ دوسری طرف بالکل متصل گاؤں کوٹکہ شادی ہے، اس گاؤں کی آبادی ایک سواسی ہے، ایک دوکان اور حکیم کا دواخانہ ہے، ایک دینی مدرسہ ہے جس میں حفظ و قرأت اور ابتدائی دینی کتب پڑھائی جاتی ہیں، تقریباً تیس طالب علم اس مدرسہ میں پڑھتے ہیں، دو بوائز پرائمری سکول ہیں، دو مساجد ہیں، آب پاشی کے دو ٹیوب ویل ہیں، پانچ عدد موٹر کار وغیرہ ہیں، سرائے نورنگ بازار سے فاصلہ تقریباً تین میل ہے۔

ان تینوں گاؤں کی سڑک الگ الگ ہیں، تینوں گاؤں کے لوگوں کے شناختی کارڈ الگ الگ ہیں، قبرستان علیحدہ ہیں، تینوں گاؤں کے لوگ ایک ہی پولنگ سٹیشن میں ووٹ ڈالتے ہیں، لیکن پولنگ سٹیشن کا نام سرکاری کاغذات میں پولنگ سٹیشن مرمنڈی عظیم ہے، عید الفطر کبھی ایک ہی دن میں تینوں گاؤں میں ہوتی ہے اور اس طرح بھی ہوتا ہے کہ کبھی دو گاؤں والے عید مناتے ہیں جب کہ تیسرے گاؤں والوں کا روزہ ہوتا ہے، ایک ہی یونین کونسل میں واقع ہیں، یونین کونسل کا نام مرمنڈی عظیم ہے۔

موضع پٹوار ایک ہے تینوں گاؤں کے لوگ ایک دوسرے کے غم و خوشی میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں، کاشت والی زمینیں ایک دوسرے کے گاؤں میں واقع ہیں، تینوں گاؤں کی ایک ہی مشترکہ اصلاحی کمیٹی ہے۔

محترم مفتی صاحب امید ہے کہ آپ میرے سوالات کے نمبر وار جوابات ارسال فرمائیں گے۔

(۱) کیا شریعت میں جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے ان تینوں گاؤں کو ایک ہی گاؤں سمجھا جاتا ہے، اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اگر شریعت میں ان تینوں دیہاتوں کو الگ الگ دیہات (گاؤں) تصور کیا جاتا ہے تو پھر

(الف) گاؤں مرمنڈی ملتان میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(ب) گاؤں مرمنڈی عظیم میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(د) کوٹکہ شادی خان میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر مرمنڈی عظیم میں نماز جمعہ جائز ہے تو جو لوگ پچھلے چھ سال سے نہیں پڑھتے ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۴) اگر مرمنڈی عظیم میں نماز جمعہ جائز نہیں تو جو لوگ پچھلے چھ سال سے جمعہ پڑھتے رہے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عندالاحناف جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ (قریہ کبیرہ) کا ہونا شرط ہے۔

"لاجمعة ولاتشريق الافي مصر جامع رواه ابن ابی شيبة عن علی رضی الله عنه تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

اور مصر کی تعریف امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ منقول ہے۔

"عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذاهو الاصح "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ گاؤں مرمنڈی ملتان قریہ صغیرہ ہے اسی طرح شادی خان اور مرمنڈی عظیم بھی چھوٹے قریہ ہیں، ان میں سے کسی کے اندر بھی جمعہ کی شرائط موجود نہیں ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی بستی میں جمعہ وعیدین قائم کرنا درست نہیں ہے، بلکہ ان کو ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے، اور ان کو ایک شمار کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ سب کے مفادات الگ الگ ہیں جیسا کہ سوال میں بھی مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موضع ہلڑ کے قصور میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵): بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

جناب عالی!

گزارش ہے کہ ہم لوگ موضع ہلڑ کے پیار ہٹھاڑ ضلع وتحصیل قصور کے رہائشی ہیں، اب اس کی صورت حال یہ ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے ہٹھاڑ میں آباد تھے، پانی کا سیلاب آنے کی وجہ سے وہ جگہ چھوڑ کر اوتاڑ والے رقبہ میں اپنے اپنے زمین کا موقع دیکھ کر آبادی کرلی، رقبہ ہلڑ کے پیار کا تقریباً 18000 ایکڑ پر مشتمل ہے، اس گاؤں کا حدبست نمبر 226 ہے، آبادی کی صورت حال یہ ہے کہ اس میں ہلڑ اور پیار ۲ خاندان آباد تھے، ہلڑ مسلمان تھے اور پیار سکھ تھے، پاکستان بننے سے تقریباً 15 سال پہلے سکھوں نے پانچ بستیاں بنالیں، اور جو مسلمان تھے انہوں نے بھی پانچ بستیاں اپنی زمینوں میں بنالیں، پاکستان بننے کے بعد ہم لوگ مہاجر ہو کر سکھوں والی بستیوں میں آباد ہوگئے، تقریباً تین سال بعد اپنی اپنی بستیوں میں مسجد کی تعمیر مکمل کر کے نماز باجماعت اور نماز جمعہ پڑھنا شروع کردیا، کیونکہ ہلڑ جو کہ مسلمان بستیاں تھیں اور ان کا آدھا رقبہ تھا یعنی ان کی ملکیت تھی اور ہم نے ان کو نماز جمعہ پڑھتے ہوئے پایا، آدھے رقبے کی ملکیت مہاجر مسلمانوں کو ملی جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ ان بستیوں کا نمبر 226 ایک ہی ہے، اس لیے ہم نے بھی نماز جمعہ پڑھنا شروع کردیا، تقریباً 55 سال ہمیں نماز جمعہ پڑھتے ہوئے گزر گئے، اب صورت حال یہ ہے کہ ہم مہاجر پانچ جگہ پر بستیوں کی شکل میں اسی حدود کے اندر آباد ہیں، اس وقت تقریباً 12000 افراد پر مشتمل ہلڑ کے پیار کی تمام بستیوں میں تقریباً 30 دوکانیں ہیں جن سے جوتے کپڑوں سمیت تمام ضروریات زندگی پوری ہوتی ہیں، علاج معالجہ کے لیے ہسپتال اور کلینک موجود ہیں فرنیچر اور تعمیرات کے ماہر افراد موجود ہیں جو مختلف جگہوں پر اسی گاؤں کی حدود میں اپنا کاروبار کررہے ہیں، مہاجر آبادی کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں اختلاف ہے کہ جمعہ نماز نہیں ہوئی، کچھ افراد اس کی وجہ آبادی کا چھوٹا ہونا بتاتے ہیں، جب کہ کچھ افراد یہ کہتے ہیں کہ یہ تمام آبادیاں ایک گاؤں ہیں اس لیے جمعہ کی نماز ترک نہ کرنی چاہیے، اب ہم علماء کرام سے گزارش کرتے ہیں کہ نماز جمعہ جاری رکھیں یا ترک کردیں۔

نوٹ : برائے مہربانی اس کی وضاحت بھی فرمائیں، ایسے گاؤں میں جس میں جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوتی ہوں اس گاؤں والے جمعہ کی نماز ترک کرنے پر گناہ گار ہوں گے یا جمعہ کی نماز سے بری الذمہ ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ بستیوں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام بستیاں ہیں اور جمعہ کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے، جو کہ یہاں نہیں پائی جارہی، لہٰذا ان بستیوں میں ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

"قوله وفی القهستانی الخ تایید للمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق "......(ردالمحتار :۵۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کو چھوڑ کر مصلیٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے لاہور شہر میں ایک جگہ نماز کے لیے مختص کی ہوئی ہے اور وہاں پر پانچ وقت کی نماز ہوتی ہے اور دیگر لوگوں کو نماز کے لیے اذن عام بھی ہے، سوال یہ ہے کہ اس مصلیٰ پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جمعہ پڑھنا تو شرعاً جائز ہے، البتہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے ثواب سے محروم ہوگی۔

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح "......(فتاویٰ شامی: ۵۹۰/۱)

"قوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اومدینة عظیمة ولم ینقل عن الصحابة انهم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الافی الامصار دون القری ولوکان لفعل "...... (طحطاوی علی المراقی الفلاح :۵۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک خطبہ سے نماز جمعہ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد غیر مقلد صرف ایک خطبہ جمعہ شریف کا پڑھ کر نماز جمعہ پڑھادیتے ہیں پوچھنے پر انہوں نے جواب دیا کہ میری تقریر یہ ایک خطبہ ہے، اب آپ فرمائیں کہ مسلک احناف کے مطابق صرف ایک خطبہ سے نماز جمعہ اداء ہوجاتی ہے یا کہ نہیں ہوتی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال نماز جمعہ سے پہلے عربی زبان میں دو خطبے پڑھنا سنت ہیں، مسلک احناف میں ایک خطبہ عربی میں پڑھنے سے جمعہ تو ادا ہوجائے گا لیکن ترک سنت پر استمرار کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، نیز غیر عربی زبان میں خطبہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو کہ گناہ ہے۔

”وفی الهداية وجامع المضمرات والمجتبى وغيرهما ان الخطبة على الاختلاف يعنى ان يجوز عندابى حنيفة رحمه الله تعالى بغير العربية للقادر والعاجز كليهما وعندهما لاحدهما ودليل قوله هو اطلاق قوله تعالىٰ يايها الذين امنوا اذانودى للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله الاية فان المراد بذكر الله هو الخطبة على ماذكره اهل التفاسير وهو مطلق غير مقيد بالعربى فيكون كالتذكير فى انه لايشترط فيه خصوصية لسان دون لسان ويجاب من قبلهما ان الخطبة تشابه الصلوة بل كانها قائمة مقام الصلوة فكما ان اذكار الصلوة لاتجوز لغير العاجز بغير العربية كذلك لاتجوز الخطبة الابالعربية “......(مجموعه رسائل اللكنوى:۴۴/۴)

”فلو خطب بالفارسية او بغيرها جاز كذاقالوا والمراد بالجواز هو الجواز فى حق الصلوة بمعنى انه يكفى لاداء الشرطية وتصح بها الصلوة فلا الجواز بمعنى الاباحة المطلقة لانه لاشك فى ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى ﷺ والصحابة فيكون مكروها تحريما “ ......(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية : ۲۴۲/۱)

”فعارضنى بعض الاعزة بان الخطبة انماهى لافهام السامعين وتعليم

الحاضرين وهو مفقود في العربية في الديار العجمية بالنسبة الى اكثر الحاضرين فينبغي ان يجوز مطلقا من غير كراهة فقلت الكراهة انماهي لمخالفة السنة لان النبي ﷺ واصحابه قدخطبوا دائمابالعربية ولم ينقل عن احدمنهم خطبوا الخطبة وهوخطبة غير الجمعة بغير العربية ، فعاد قائلافي ذلک الزمان والبلدان ان لم يکن احتياج التذيل اللسان لان الحاضرين كانوامن العرب ولغتهم كانت العرب وامافي هذه البلدان فليس كذلک فيحتاج الى التبديل لذلک فعدت قائلا قدكان يحضر في مجالس الخطب النبوية ﷺ رجال من الفرس والروم والحبش والعجم ولم يبدل النبي ﷺ خطبة ابدا ولاعلمه احدا ومن المعلوم ان منهم من لم يكن يفهم لسان العرب مطلقا ومنهم من لايقدر على فهم الكثير منه وان فهم قدرا قدرا ولايتوهم انه لم يکن النبي ﷺ يعلم اللغة العجمية وغيرها من اللغات الغير العربية ولوكان علمها لخطب بها لانانقول بعدالتسليم ذلک ان بعض الصحابة كزيد بن ثابت قدكان تعلم اللسان العجمي والرومي والحبش وغيرهما من الالسنة فلم لم يامره النبي ﷺ ان يخطبهم ويعظهم بالسنتهم وبالجملة فالاحتياج الى الخطبة بغير العربية لتفهيم اصحاب العجمية كان موجودافي القرون الثلاثة ومع ذكر ذلک فلم يروا احدذلک من احد في تلک الازمنة وهذادل دليل على الكراهة ،وبوجه آخر الخطبة بالفارسية وغيرها من اللغات الغير العربية بدعة فكل بدعة ضلالة والضلالة ادنى درجاتها الكراهة فلايخلوا الخطبة بغير العربية عن الكراهة ووجه كونه بدعة انه لم يكن في القرون الثلاثة "......(آكام النفائس في اداء الاذكار بلسان الفارس :۳۳)

"ولما كانت اكثر شريعتنا بالعربية يلزم على الناس ان يعلموا اللسان العربي بقدرما يرتفع به الحاجة فان مالايتم الواجب الابه واجب ،ومن هنا صرحوا ان تعلم الصرف والنحووغيرهمامن مبادى العلوم بقدرمايحتاج اليه في فهم الشريعة واجب فاذالم يفهم الحاضرون الخطبة العربية فالتزام عدم الفهم

الیھم لاالی الخطباء ولایلزم الخطباء ان یغیرواللسان العربی ویخطبوا بلسان یفھمه الجھلاء "......(آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس:۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا جمعہ کا خطبہ دو رکعتوں کے قائم مقام ہے؟

مسئلہ نمبر(۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کا خطبہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے کہ نہیں؟

(۲) نابالغ، عاقل بچے کی اذان کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز نہیں ہے اور اذان دے دے تو اعادہ ہے کہ نہیں ہے؟ فقہ حنفی کی رو سے جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال جمعہ کا خطبہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام نہیں ہے البتہ اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کہ جمعہ کا جزء ہو۔

"وھل ھی قائمة مقام رکعتین الاصح لا ذکرہ الزیلعی بل کشرطھا فی الثواب قوله الاصح لا ولذا لایشترط لھا سائر شروط الصلوۃ کالاستقبال والطھارۃ وغیرھما قوله بل کشطرھا فی الثواب ھذاتاویل لماوردبه الاثر من ان الخطبة کشطر الصلوۃ فان مقتضاہ انھاقامت مقام رکعتین من الظھر کماقامت الجمعة مقام رکعتین منه فیشترط لھاشروط الصلوۃ کماھوقول الشافعی"......(الدرمع الرد : ۵۹۹،۶۰۰/۱)

(۲) نابالغ عاقل بچے کی اذان جائز ہے مگر بالغ کی اذان افضل ہے۔

"واماالصبی الذی یعقل فاذانه صحیح من غیر کراھة فی ظاھرالروایة الاان اذان البالغ افضل " ......(البحرالرائق: ۲۶۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹے دیہات میں اگر نماز جمعہ شروع ہو جائے تو اس کو بند کرنا ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۹): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک چھوٹا سا دیہات ہے، آبادی تقریباً تین سو کے قریب ہے، ہمارے گاؤں سے بڑا قصبہ تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، ہمارے دیہات کی زیادہ تر آبادی کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور مویشی پالنا ہے، دیہات کے لوگوں کو بڑے قصبے میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے دو سے تین گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے، جو کھیتی باڑی اور مویشیوں کی پرورش کرنے والے لوگوں کے لیے کافی مشکل ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر لوگ نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے ،ہم نے ابھی اپنے دیہات میں جمعہ شروع کیا ہے، شریعت کی رو سے ہم جمعہ پابندی سے ادا کرتے رہیں یا کہ ترک کردیں، برائے مہربانی مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

آپ کے بیان کے مطابق چھوٹے سے دیہات میں نماز جمعہ شروع کی گئی ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا اس کو فی الفور بند کرنا ضروری ہے۔

"شرط ادائها المصر وهو كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود اومصلاه قوله شرط ادائها المصر اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولامفازة لقول على رضى الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحى الافى مصرجامع اوفى مدينة عظيمة رواه ابن ابى شيبة وصححه ابن حزم وكفى بقوله قدوة واماما واذالم تصح فى غيرالمصر فلاتجب على غيراهله "......(البحر الرائق: ۲/۲۴۵)

"لاتجوزفى الصغيرة التى ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافى المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لوصلوافى القرى لزمهم اداء الظهر " ......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"لاتصح الجمعة الافى مصرجامع اوفى مصلى المصر ولاتجوز فى القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافى مصرجامع

والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود "

......(الهداية: ١٧٧/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں کوٹڑا میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(١٠): کیا فرماتے ہیں علماء حضرات مشائخ عظام اور مفتیان حضرات مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ

گاؤں کوٹڑا (مرکز تراڑکھل) جس کے مشرق میں تراڑکھل شہر تقریباً ۲ کلومیٹر کے فاصلے پر اور شمال کی جانب بن جونسہ مرکز تقریباً اڑھائی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، گاؤں کوٹڑا کا مشرقی کونہ ٹاؤن ایریا تراڑکھل سے منسلک ہے، اس گاؤں کی عوام تقریباً تمام لوگ فقہ حنفیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس گاؤں کے عوام آج سے ایک سو سال قبل سے گاؤں میں عید پڑھتے تھے، اس زمانے میں مرکز تراڑکھل یا بن جونسہ میں جمعہ نہیں پڑھایا جاتا تھا اور نہ ہی کوٹڑا میں جمعہ پڑھایا جاتا تھا، ایک مسجد جو تقریباً سو سال پرانی ہے اور یہاں کے لوگ گاؤں میں نماز عیدین پڑھتے تھے، اب گاؤں کے کچھ لوگ مرکز تراڑکھل جامع مسجد میں عیدین ادا کرتے ہیں اور بعض لوگ سابقہ طریقے سے گاؤں میں عیدین ادا کرتے ہیں، جو لوگ گاؤں میں عیدین ادا کرتے ہیں ان کا استدلال ہے کہ چونکہ یہاں سو سال قبل عیدین پڑھی جاتی تھیں اس لیے اب یہاں عیدین کی نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ بچے، بوڑھے اور معذور افراد تراڑکھل نہیں جاسکتے، اس کے علاوہ برفباری اور بارش میں تراڑکھل جانا مشکل ہے، گاؤں ہذا میں گرلز مڈل سکول اور بوائز پرائمری سکول کے علاوہ چند ایک مقامات پر چیدہ چیدہ دوکانیں ہیں، گاؤں کے اندر مختلف جگہوں پر چار مساجد موجود وآباد ہیں، اور چار مساجد میں نماز تراویح ادا کی جاتی ہے، آبادی تقریباً 500 افراد پر مشتمل ہے، ضروریات زندگی کی تقریباً چیزیں گاؤں سے میسر ہو جاتی ہیں، لہٰذا عیدین گاؤں میں ادا کرنا جائز ہے (گاؤں کوٹڑا) اور بعض کا اعتراض ہے کہ گاؤں میں چونکہ جمعہ نہیں پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی عیدگاہ موجود ہے، اس لیے فقہ حنفی کے مطابق گاؤں میں نماز عیدین ادا نہیں ہوتی، اس وجہ سے گاؤں میں لوگوں کے درمیان اختلافات ہیں، لہٰذا تمام معاملے پر نظر رکھتے ہوئے بتایا جائے کہ کیا تمام لوگ گاؤں میں عیدین ادا کرسکتے ہیں یا ان کو مرکز تراڑکھل میں ادا کرنی چاہیئے؟ چونکہ معاملہ شدت اختیار کر چکا ہے اس لیے مسئلہ ہذا کے بارے میں تفصیلاً وضاحت کے ساتھ فتویٰ جاری فرمایا جائے، تاکہ گاؤں کے عوام ایک فتنے سے بچ سکیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال جمعہ کی نماز کے لیے جوشرائط ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ وہ قریہ کبیرہ ہو یاوہ شہر ہوتو وہاں جمعہ اورعیدین کی نماز جائز ہے، اور صورت مذکورہ میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں ،لہذا یہاں پر جمعہ اورعیدین کی نماز نہیں ہوگی۔

"قوله وفي القهستاني تائيدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کی رکعتوں کی ترتیب:

مسئلہ نمبر(۱۱): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ جمعہ کی رکعات کی ترتیب بیان فرمادیجئے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں، پھر فرض پڑھنے کے بعد چھ رکعت سنت مؤکدہ ثابت ہیں پہلے چار پھر دو رکعت پڑھنی چاہئیں۔

"وقبل الظهر والجمعة وبعدها اربع"......(كنز الدقائق على البحر الرائق: ۲/۴۷)

"وعن ابي يوسف انه ينبغي ان يصلي اربعا ثم ركعتين وذكر محمدفي كتاب الاعتكاف ان المعتكف يمكث في المسجد الجامع مقدارمايصلي اربعا اوستاه وفي الذخيرة والتجنيس وكثيرمن مشايخنا على قول ابي يوسف وفي

منية المصلي والافضل عندنا ان يصلي اربعاثم ركعتين "......(البحر الرائق: ۲/۴۹)

"قال في الذخيرة وعن علي انه يصلي ستا ركعتين ثم اربعا وعنه رواية اخرى انه يصلي بعدها ستا اربعا ثم ركعتين وبه اخذابويوسف والطحاوي وكثير من المشايخ رحمهم الله تعالى وعلى هذا قال شمس الائمة الحلواني رحمه الله تعالى الاصل ان يصلي اربعا ثم ركعتين ......لكن الافضل تقديم الاربع كيلايصير متطوعا بعدالفرض مثلها اه "......(منحة الخالق على البحر الرائق: ۲/۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں نماز جمعہ پر اصرار کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲): کیا فرماتے ہیں علمائے عظام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بولی میں دو مساجد ہیں، ایک مین سڑک کے کنارے پر مسجد خضریٰ اور دوسری بستی کے درمیان، اکتوبر 2005ء کے زلزلے کے بعد امہ ویلفیئر ٹرسٹ نے سڑک کے کنارے پر واقع اس مسجد کی توسیع کی اور جامع مسجد قرار دے کر جمعہ کی نماز شروع کی گئی، اور اپنا امام وخطیب مقرر کر دیا، روڈ پر واقع ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے لوگ جمعہ کی نماز میں شریک ہوجاتے تھے، ہوٹل، کچھ تنظیموں کے دفاتر اور تین چار دوکانیں اس پوری بستی میں تھیں، اب سیلاب سے جامع مسجد خضریٰ شہید ہوگئی تو دوسری مسجد مدنی مسجد کے امام نے لوگوں کو جمع کیا اور جمعہ پڑھایا اور باقاعدہ مدنی مسجد میں جمعہ شروع کر دیا، حالانکہ اس پورے گاؤں میں چار دوکانیں اور ایک پرائمری سرکاری سکول اور تنظیم کا ایک سکول ہے۔

مفتی صاحب برائے مہربانی مندرجہ ذیل امور کا قرآن وسنت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

(۲) اگر نہیں ہوتی تو امام صاحب جو پڑھانے پر اصرار کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ امام کو بخوبی مسئلہ کا علم ہے؟

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جمعہ کی نماز ادا ہو یا نہ ہو ہمارا ذمہ دار تو امام ہے، کیا واقعی ان کا ذمہ دار امام ہے؟ اور لوگوں کو مسئلہ معلوم ہوجانے کے بعد بھی اگر وہ جمعہ پڑھنے پر اصرار کریں تو وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟

(۴) اگر جمعہ کی نمازادانہیں ہوتی تو لوگ ظہر کی نمازادا کریں یانہیں؟اور گزشتہ جو جمعے پڑھے ہیں ان کے بدلے ظہر کی قضاء کریں گے یانہیں؟اوراگر لوگ جمعہ پڑھنے پر ہی اصرار کریں تو جولوگ گھروں میں ظہر کی نمازادا کرلیں وہ گناہ گار ہوں گے یانہیں؟

(۵) بعض لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ جب ایک دفعہ جمعہ شروع ہوگیا تواب فساد کی وجہ سے اسے ختم نہیں کیا جاسکتا، اس کی کیا حقیقت ہے؟

(۶) بعض لوگ شہر میں جا کر جمعہ یا عید کی نمازادا کرتے ہیں،بعض لوگ ازراہ محبت ان سے کہتے ہیں کہ گاؤں ہی میں جمعہ یاعید کی نماز پڑھو،اب گاؤں کی مسجد کو چھوڑ کران کا شہر میں جانا کیسا ہے؟

(۶) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ معذور،ضعیف اور بوڑھے افراد شہر میں نہیں جاسکتے لہٰذا اگر گاؤں کی اس مسجد میں جمعہ ہوتو یہ افراد باآسانی شامل ہوسکتے ہیں،واقعی معذورین اور بوڑھوں پر جمعہ واجب ہے کہ اس مسجد میں ادا کریں؟

(۷) جامع مسجد خضریٰ کے امام نے لوگوں کو مسئلہ بتایا کہ اس مسجد میں جمعہ صحیح نہیں توان لوگوں نے دوٹوک کہا، اگر خضریٰ مسجد میں جمعہ ادا ہوجاتا تھا تو یہاں بھی ہوجائے گا،اگر وہاں نہیں ہوتا تھا تو یہاں بھی نہیں ہوگا،مفتی صاحب بندہ خضریٰ مسجد میں امام رہااور جمعہ بھی پڑھاتا رہا کیونکہ لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم نے لوگوں سے مسئلہ پوچھا ہوا ہے،لیکن مجھے اب اس مسئلہ کی تحقیق معلوم ہوئی کہ اس گاؤں میں جمعہ ادانہیں ہوتا جب لوگوں کو بتایا توانہوں نے کہا کہ آپ کی مسجد میں کیوں جمعہ ہوجاتا تھا؟اور واضح رہے کہ اس گاؤں میں تین چار دوکانیں 200 نمازی جمعہ کے لیے ہیں،ایک سرکاری اورایک غیر سرکاری سکول ہے۔

مفتی صاحب برائے مہربانی ان مسائل کا تسلی بخش جواب دیں تاکہ لوگوں کی نمازوں کو بچایا جاسکے،اور ماضی کے گناہوں کی تلافی ہوسکے اوراظہار حق ہوسکے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس گاؤں میں فقہاء حنفیہ کے نزدیک جمعہ اداء کرنا صحیح نہیں۔

مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود جو اصرار کرتے ہیں وہ گناہ گار ہیں کیونکہ جمعہ اداء کرنے کے باوجود ان کے ذمہ ظہر کی فرض نماز باقی رہتی ہے جس وجہ سے وہ عنداللہ ماخوذ ہوں گے۔

اس گاؤں میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں وہ ظہر کی نمازادا کریں گے۔

جولوگ ثواب کمانا چاہیں وہ شہر جا کر جمعہ اداء کریں اور جولوگ نہیں جاسکتے ان کے ذمہ ضروری نہیں ہے۔

اس گاؤں میں جہاں پہلے سے جمعہ اداء کیا جاتا ہے حکمت عملی سے منع کیا جائے تاکہ ان کے ذمہ جو ظہر کی نماز فرض ہے وہ وقت پر اداء کی جائے۔

"قوله شرائط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قرية ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحی الافی مصر جامع اوفی مدينة عظيمة ......واذالم تصح فی غير المصر فلاتجب علی غير اهله "......(البحر الرائق :۲/۲۴۵)

"فلاتجب علی اهل القریٰ التی ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها "......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

"قوله فی مصر بخلاف القری لانه لاجمعة عليهم فكان هذااليوم فی حقهم كغيره من الايام شرح المنية وفی المعراج عن المجتبی من لاتجب عليهم الجمعة بعدالموضع صلواالظهر بجماعة "......(ردالمحتار :۱/۶۰۴)

"وفيماذكرنا اشارة الی انه لاتجوز(ای الجمعة)فی الصغيرة التی ليس فيهاقاض ومنبر وخطيب كمافی المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهرلوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مارکیٹ کے کمرے کی مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک مارکیٹ کے اندر ایک چھوٹی سی تقریباً دس فٹ کی ایک دوکان کرائے پر لی ہوئی ہے۔

ہم وہاں تین نمازیں، ظہر، عصر، مغرب باجماعت کرواتے ہیں مغرب کے بعد تالہ لگادیتے ہیں، اتوار کو مکمل چھٹی ہوتی ہے، اس لیے جائے نماز بھی بند رہتی ہے، جمعہ کے دن بھی تقریباً آدھی چھٹی ہوتی ہے، کوئی اور سرکاری چھٹی

ہوتو بھی مارکیٹ بندرہتی ہے، مارکیٹ کے اوپر رہائشی فلائٹس ہیں وہاں بھی ایک کمرے کی مسجد ہے اس میں پانچ وقت کی نماز ہوتی ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ فلائٹس والے مولوی صاحب نیچے مارکیٹ کی مسجد میں نماز جمعہ کروانا چاہتے ہیں، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ بلڈنگ تو ایک ہی ہے، تو آیا ایسی چھوٹی جگہوں پر جمعۃ المبارک کی نماز کروانا سنت کے مطابق ہے یا خلاف شرع ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جامع مسجد میں نماز جمعہ اداء کرنی چاہیے تا کہ شوکت اسلام ظاہر ہو اور کسی بھی ایسی جگہ شہر میں نماز جمعہ اداء ہوسکے گی جہاں اذن عام ہو البتہ چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں نماز جمعہ شروع کرنا تکثیر جمعہ کی وجہ سے خلاف سنت ہے۔

"ولان الجمعة من اعظم الشعائر فتختص بمكان اظهار الشعائر وهو المصر"......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۴)

"تعدد المساجد التي تقام فيها الجمعة ، الغرض من صلاة الجمعة هو ان يجتمع الناس في مكان واحد خاشعين لربهم فتتوثق بينهم روابط الالفة وتقوى صلاة المحبة وتحيا في انفسهم عاطفة الرحمة والرفق وتموت عوامل البغضاء والحقد وكل منهم ينظر الى الآخر نظرة المودة والاخاء فيعين قويهم ضعيفهم ويساعد غنيهم فقيرهم ويرحم كبيرهم صغيرهم ويوقر صغيرهم كبيرهم ويشعرون جميعا بانهم عبيدالله وحده وانه هو الغني الحميد ذوالسلطان القاهر والعظمة التي لاحدلها ، ذلك بعض اغراض الشريعة الاسلامية من حث الناس على الاجتماع في العبادة ومما لاريب فيه ان تعدد المساجد لغير حاجة يذهب بهذه المعاني السامية لان المسلمين يتفرقون في المساجد فلايشعرون بفائدة الاجتماع ولاتتأثر انفسهم بعظمة الخالق الذي يجتمعون لعبادته خاضعين متذللين"......(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة : ۱/۳۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جمعہ کے خطبہ سے پہلے سنتوں کے لیے وقت دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کی دوسری اذان سے پہلے اور اردو والی تقریر کے بعد چار سنتوں کے پڑھنے کے لیے وقفہ دیا جانا درست ہے کہ نہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خطبہ جمعہ سے پہلے چار سنتوں کو پڑھا جائے، اور لوگ عام طور پر سے تقریر کے آخر میں آتے ہیں اس لیے ان کو ادائیگی سنن کے لیے موقع دے دینا چاہیے۔

"وقدتعلق بماذکرنا بعض من نفی ان للجمعة سنة فانه من المعلوم انه کان علیه الصلوة والسلام اذارقی المنبر اخذبلال رضی الله عنه فی الاذان فاذااکمله اخذﷺ فی الخطبة فمتی کانوا یصلون السنة ومن ظن انهم اذافرغ من الاذان قاموا فرکعوا فهومن اجهل الناس وهذا مدفوع بان فروجه ﷺ کان بعدالزوال بالضرورة فیجوزکونه بعدماکان یصلی الاربع ویجب هذاالحکم بوقوع هذاالمجوز لماقدمنا فی باب النوافل انه ﷺ یصلی اذازالت الشمس اربعا ویقول هذا ساعة تفتح ابواب السماء ویجب ان یصعدلی فیهاعمل صالح وکذایجب فی حقهم "......(فتح القدیر : ۲/۳۹،۳۸)

"عن ابن مسعود انه کان یصلی قبل الجمعة اربعا وبعدالجمعة اربعا"......(فتح القدیر : ۲/۳۹)

"عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ وهویخطب اذاجاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب لیرکع رکعتین ولیتجوز فیهما رواه مسلم قیل ینبغی ان ینوی سنة الجمعة لان تحیة المسجد تحصل بها بخلاف عکسه "......(مرقاة المفاتیح : ۳/۳۵٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں والے جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں گے:

مسئلہ نمبر (۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی ایک مسجد ہے اور اس مسجد میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوتی ہے اور اس گاؤں سے شہر دور ہے اور چند ایک دو دو کانیں جو کہ لوگوں نے اپنے گھروں میں ڈالی ہوئی ہیں اور ہر ایک چیز جو ضرورت زندگی کی وہ تمام اشیاء وہاں میسر نہیں ہیں، وہاں پر عرصہ دراز سے جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے، آیا کہ اس مسجد میں نماز جمعہ اور عید کی شرعی اجازت ہے اور اگر اجازت نہیں تو جو نمازیں لوگ پڑھ چکے ہیں جمعہ کی وہ لوٹائیں یا پھر وہ نمازیں صحیح ہیں اور اسی مسجد میں کیا حکم ہے؟ جمعہ کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط میں سے قریہ کبیرہ یا شہر یا حاکم مجاز ہونا ہے، لہذا یہاں نہ قریہ کبیرہ نہ اور نہ ہی یہاں کوئی حاکم مجاز ہے تو ان لوگوں کے لیے نماز جمعہ جائز نہیں ہے اور عیدین کی نمازیں پڑھنا بھی جائز نہیں، یہ لوگ جمعہ کی بجائے نماز ظہر باجماعت ادا کریں گے، اگر وہ پڑھ چکے ہیں تو اتنی مقدار میں ظہر کی نمازیں لوٹائیں گے۔

"قوله وفي القهستاني تائيدللمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنااشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات "......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"اماالمصرالجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه كذاك لايصح اداء الجمعة الافي المصر وتوابعه فلاتجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها "......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لوصلوافى القرى لزمهم اداء الظهر "......(ردالمحتار : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نئی مسجد میں جمعہ شروع ہونے کی وجہ سے پرانے جمعہ کو بند نہیں کیا جائے گا:

مسئلہ نمبر(۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں۔

تفصیلی پس منظر:

(۱) ضلع استور گلگت کے ضلعی ہیڈکوارٹر شہر استور کی مرکزی جامع مسجد میں قیام پاکستان سے پہلے سے جمعہ کی نماز ہورہی ہے۔

(۲) آبادی میں اضافہ اور مسجد کی تنگی کی وجہ سے ایک قطعہ اراضی بغرض تعمیر جامع مسجد خرید کر تعمیر شروع کی گئی۔

(۳) 1996ء میں جمعہ کی نماز مذکورہ بالا جگہ پر جو کہ بغیر دیوار چھت تھی، زیر تعمیر مسجد میں منتقل کی گئی۔

(۴) اس دوران جامع مسجد کے خطیب صاحب سے چند خلاف شرع کام سرزد ہوئے۔

i۔ اہل تشیع حضرات استور شہر کے ایک (غیر روایتی) غیر پرمٹ یافتہ روڈ سے ماتمی جلوس گزارنا چاہتے تھے، جس کے خلاف اہل سنت نے اعتراض واحتجاج کیا (جو کہ حق بجانب تھے) مگر خطیب صاحب نے حکومت اور شیعوں سے ساز باز کر کے رقم لے کر متنازعہ اور غیر اجازت یافتہ راستہ سے جلوس گزارنے کی اجازت دے دی (حالانکہ قبل ازیں خود خطیب صاحب اس کے خلاف کفر اور حرام کا فتویٰ دے چکے ہیں)

ii۔ خطیب صاحب مذکور نے کوآپریٹو بنک استور سے مروجہ طریقہ کار کے مطابق دوضامنوں اور اپنے دستخطوں سے فارم پر کر کے مبلغ پچاس ہزار روپے سودی قرضہ وصول کیا (مذکورہ بینک کا منیجر شیعہ تھا)

iii۔ طالبان کے دور کے آخری ایام میں طالبان حکومت کے لیے چندے کی مد میں تقریباً آٹھ تنگ کپڑے اور بقول خطیب صاحب 390.000 روپے سے کچھ زائد رقم جمع ہوئے تھے جن کی تفصیلی کاروائی رجسٹر میں درج ہے، طالبان حکومت کے سفیر تک اسلام آباد پہنچانے کی ذمہ داری خود خطیب صاحب نے ازخود قبول کی تھی مگر پہنچانے میں تاخیری حربے استعمال کرتے رہے، مجاہدین کمانڈر کے طلب کرنے پر بھی لیت ولعل سے کام لیتے رہے، تاوقتیکہ طالبان حکومت کا سقوط ہوا، بعدازاں کمیٹی کے ذریعے مذکورہ رقم کی واپسی کی شدید کوشش پر خطیب صاحب بمشکل 330.000 روپے واپس کردیے، اور 60.000 روپے ہضم کرگئے۔

مذکورہ بالا ومزید کئی غیر شرعی الزامات کی بناء پر اکثر نمازی حضرات خطیب صاحب سے ناراض ہوگئے، ان کو خطابت سے الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو نمازی دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے، فتنے اور نقض امن سے بچنے کے لیے خطیب صاحب کے غیر شرعی افعال کی وجہ سے ناراض حضرات نے اسی پرانی مرکزی جامع مسجد میں تقریباً چھ سات سال قبل دوبارہ مستقل جمعہ شروع کروادیا ہے، واضح رہے کہ پرانی جامع مسجد میں مستقل امام متعین ہیں جب کہ سن 2010ء سے قبل نئی مسجد میں پانچ وقت آذان ونماز نہیں ہوتی تھی۔

(۵) خطیب صاحب موصوف نے فتویٰ دیا ہے کہ نئی جامع مسجد میں نماز جمعہ شروع ہونے کے بعد پرانی مرکزی جامع مسجد میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے (حالانکہ قبل ازیں بارش کے دوران خود پرانی مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے رہے ہیں) واضح رہے کہ استور ضلعی ہیڈ کوارٹر ہے جس میں متعلقہ تمام افسران، عدالت، چھاؤنی اور بڑے بڑے بازار کئی ہزار مکانوں پر مشتمل آبادی اور زندگی کی ہر سہولت میسر ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالات کے شریعت شریف کی روشنی میں جوابات مرحمت فرمائے جائیں۔

(۱) کیا خطیب موصوف کا فتویٰ درست ہے کہ پرانی جامع مسجد میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

(۲) جس شہر میں ستر اسی سال سے جمعہ کی نماز ہو رہی ہو کیا وہاں ایک سے زائد جگہوں پر نماز جمعہ ادا کرنا ناجائز ہے؟

(۳) کیا جس مسجد سے کسی مصلحت کے تحت جمعہ منتقل ہو چکا ہو دوبارہ بحال نہیں ہوسکتا؟

(۴) جس مسجد میں پانچ وقت اذان ونماز نہ ہوتی ہو اس میں نماز جمعہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) کیا خطیب موصوف مذکورہ بالا شرعی الزامات وعیوب کے ہوتے ہوئے بھی امامت اور خطابت کے اہل ہیں، اور کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں پرانی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، خطیب موصوف کا دعویٰ درست نہیں ہے اور اسی طرح وہ مسجد جس میں پانچ وقت اذان وجماعت نہ ہوتی ہو اگر وہ شہر میں واقع ہے تو اس میں نماز جمعہ درست ہے، اور خطیب موصوف کے متعلق جو باتیں کی گئی ہے اگر وہ حقیقت پر مبنی ہیں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

"وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذهب وعلیه الفتویٰ"...... (الدر علی الرد: ۱/۵۹۵)

"تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم لماذکرنا "......(فتاویٰ شامی : ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس جگہ شرائط جمعہ نہ پائی جاتی ہوں وہاں ظہر کی ادائیگی فرض ہے:

مسئلہ نمبر(۱۷): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے ۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے لیکن درمیان میں کم وبیش فاصلے کے ساتھ چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں جس کی وجہ سے اس گاؤں کا اتصال شہر کے ساتھ ہو رہا ہے اور اس مذکورہ گاؤں میں دیگر مسالک یعنی غیر مقلدین وبریلوی کے لوگ عرصہ دراز سے میں نماز جمعہ ادا کر رہے ہیں۔

جب کہ اس گاؤں کی صورت حال یہ ہے کہ متصل بازار موجود نہیں ہے اور اس کی آبادی 1500 گھر کے لگ بھگ ہے، اور حسب ضرورت اشیاء خورد ونوش بھی دستیاب ہیں، اور سکول بھی موجود ہے آیا اس مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس مذکورہ گاؤں کے قریب واقع بستی جو کہ 30 گھروں پر مشتمل ہے اور اس کا فاصلہ اس گاؤں سے 14 ایکڑ ہے اور مزید یہ کہ اس بستی میں پہلے سے جمعہ شروع ہوا پھر امام کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ سے جمعہ رک گیا، اور اب دوبارہ شروع ہو چکا ہے اور مسلسل ایک سال سے ادا کیا جا رہا ہے، اس مذکورہ بستی والوں کا جمعہ ادا کرنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے، جس میں گلیاں، بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہات کے لیے مرکز تجارت ہو، صورت مسئولہ میں مذکورہ دونوں مقامات کے رہائشی لوگوں پر نماز ظہر کی ادائیگی فرض ہے اور نماز جمعہ کے عنوان سے نماز ظہر کا چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، اور جو ظہر کی نمازیں اس بنیاد پر نہیں پڑھ چکے ہیں اس کی قضاء ضروری ہے۔

"فی التحفة عن ابی حنیفه انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیهاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھااسواق ......لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبر وخطیب کمافی المضمرات والظاھر انہ اریدبہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"وفی الخانیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینہ وبین عمران المصر فرجۃ من مزارع لاجمعۃ علیہ وان بلغہ النداء وتقدیر البعد بغلوۃ اومیل لیس بشیء ھکذا رواہ ابوجعفر عن الامامین وھواختیار الحلوانی وفی التتارخانیۃ ثم ظاھرروایۃ اصحابنا لاتجب الاعلی من یسکن المصر اومایتصل بہ فلاتجب علی اھل السواد ولوقریباوھذا اصح ماقیل فیہ"

......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

250افرادوالی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے اندر پانچ مسجدیں ہیں اور تمام مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہوتی ہے، گاؤں میں چند گھر ہیں جن کی تقریباً آبادی 250 کے قریب ہے اور بڑے گاؤں سے تقریباً 16 ایکڑ دور ہے اور پٹواری کے کاغذات میں بھی گاؤں ایک ہی ہے لیکن اپنی زمین میں بیٹھے ہیں، بڑے گاؤں میں ہائی سکول ہے اور ہمارے گاؤں میں پرائمری سکول ہے، ہمارا گاؤں تقریباً دو ایکڑ دور ہے، ایک ڈیرے کی آبادی 150 کے قریب ہے، اور دوسرے ڈیرے کی آبادی 200 ہے اور تین چار ڈیروں کے درمیان مسجد صرف ہمارے ڈیرے میں ہے اور یہ تمام ڈیرے اور ہمارے گاؤں کا تعلق اس بڑے گاؤں سے ہے، اب آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ہماری مسجد میں نماز جمعہ ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت موجودہ گاؤں میں شرائط جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ جائز نہیں ہے۔

"وفیماذکرنااشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبر وخطیب "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبل اززوال خطبہ جمعہ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چند ہفتے پہلے ایک مراسلہ امریکہ سے موصول ہوا جس میں کچھ وضاحت طلب کی گئی ہے، انگریزی کے اس مراسلہ کا ترجمہ ممکنہ حد تک پیش خدمت ہے از راہ کرم اس مراسلہ پر فتویٰ جاری فرمائیں۔

ترجمہ مراسلہ:

امید ہے کہ آپ صحت سے ہوں گے ایک مسئلہ درپیش ہے، ہماری مسجد جو کہ (pitts Buygh) میں ہے، نماز جمعہ کا خطبہ تقریباً زوال سے آدھا گھنٹہ پہلے شروع ہوتا ہے، اس وقت زوال تقریباً 12:32 پر ہے اور جمعہ کا خطبہ 12:10 پر شروع ہوتا ہے جب کہ نماز جمعہ 12:45 پر ادا کی جاتی ہے، موسم بہار میں زوال تقریباً 01:30 بجے ہوتا ہے، جب کہ جمعہ (خطبہ) کا وقت 01:10 پر ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ چاروں فقہ میں جائز ہے کہ نہیں؟

میں نے مسجد انتظامیہ سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ حنبلی فقہ کے مطابق جمعہ زوال سے پہلے جائز ہے (درحقیت انہوں نے کہا کہ یہ طلوع آفتاب سے عصر تک جائز ہے) پہلی چیز تو یہ ہے کہ اس جگہ حنبلی فقہ کے ماننے والے ہی نہیں رہتے، جہاں تک مجھے علم ہے یہ محض اپنی صوابدید کے مطابق جائز نہیں ہے، انسان کسی بھی فقہ پر عمل پیرا ہوسکتا ہے، یا تو انسان مجتہد ہو یا کسی مجتہد کا پیروکار ہو۔

یہاں پر زیادہ تر حنفی اور شافعی ہیں، مالکی فقہ کے فتویٰ کے مطابق یہ جائز نہیں ہے (ہم نے شیخ کہتری جو موریطانیہ سے تعلق رکھتے ہیں ان سے دریافت کیا) انہوں نے جواب دیا کہ یہ حرام ہے، اور ہمیں چار رکعت ظہر کی جمعہ کے بعد ادا کرنی چاہئیں، لہٰذا مجھے حنفی فقہ کے مطابق اس مسئلہ پر فتویٰ درکار ہے کہ مجھے اس صورت حال میں کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جمعہ کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ خطبہ جمعہ (یعنی وہ خطبہ جو دوسری اذان کے بعد عربی زبان میں دیا جاتا ہے) وقت داخل ہونے کے بعد پڑھا جائے ،لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر اذان اول وقت داخل ہونے کے بعد دی جاتی ہے، اسی طرح اذان ثانی اور خطبہ عربی بھی وقت داخل ہونے کے بعد پڑھے جاتے ہیں تو اس صورت میں نماز جمعہ صحیح ہے،اور اگر عربی خطبہ قبل از وقت پڑھتے ہیں تو نماز جمعہ صحیح نہیں۔

”والرابع الخطبة فيه فلو خطب قبله وصلى فيه لم تصح اه في الشامية (الخطبة فيه) اى في الوقت وهذا احسن من قول الكنز والخطبة قبلها اذلاتنصيص فيه على اشتراط كونها في الوقت “......(درمختار مع ردالمحتار: ۲/۱۴۷)

”ووجب سعي اليها وترک البيع بالاذان الاول في الاصح (قوله في الاصح) والاصح انه الاول باعتبار الوقت وهو الذى يكون على المنارة بعدالزوال اه“

......(در مختار مع ردالمحتار: ۱/۱٦۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
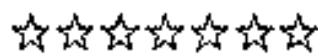
روہیلہ میتلا میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کا نام روہیلہ میتلا تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ ہے، ہمارے گاؤں میں کوئی ڈاکخانہ نہیں ہے،کوئی ہسپتال نہیں ہے،گھروں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو ہے،اور کل آبادی تقریباً چھوٹے بڑوں سمیت پانچ یا چھ سو تک ہیں،اور دو مسجدیں ہیں،دونوں میں آج کل جمعہ پڑھایا جارہا ہے، ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے،دو تین آڑھتی ہیں،اور تقریباً سات کریانہ کی دوکانیں ہیں، رمضان کے علاوہ جمعہ میں تقریباً 20 سے 25 تک آدمی ہوتے ہیں، کپڑوں کی وودوکانیں بھی ہیں،اور ایک عام سی پکی سڑک بھی گزرتی ہے،مہربانی فرما کر ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ہمارے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور شرائط پر بھی روشنی ڈالیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مندرجہ بالا گاؤں میں جمعہ کی ادائیگی درست نہیں ہے،کیونکہ مذکورہ گاؤں نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے، جب کہ ادائیگی جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے،اور ظہر کی نماز کا ترک پایا جارہا ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔

"کمافی الهداية ولاتجوزفی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحی الافی مصرجامع"......(هدایه :۷۷ا/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ساٹھ گھروں والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک گاؤں ہے اس میں تقریباً ساٹھ گھر ہیں، اس گاؤں میں تقریباً نو دوکانیں ہیں، اور ایک پولیس چوکی ہے اور ایک ہسپتال نیز پرائمری اور ہائی سکول بھی موجود ہے، اس گاؤں کی جو دوکانیں ہیں ان میں تقریباً عمارتی اشیاء اور کپڑے اور گوشت کے علاوہ ہر چیز مل جاتی ہے، اس گاؤں کے ساتھ تقریباً چھ گاؤں اور ہیں اور اس گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھائی جاتی ہے، اور جمعہ کی نماز نہیں پڑھائی جاتی، اور ان گاؤں میں فاصلہ تقریباً ایک کلومیٹر ہے، اور ان میں سے ہر گاؤں کا قبرستان الگ الگ ہے، اس گاؤں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ ہزار بنتی ہے، کیا اس گاؤں میں عید کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی وجہ بالتفصیل تحریر کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس گاؤں کے اندر جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے، کیونکہ شرائط جمعہ مفقود ہیں، ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ جگہ مصر ہو۔

"عن علي رضي الله عنه قال لاجمعة ولاتشريق ولاصلوة فطر ولااضحى الافي مصرجامع "......(نصب الراية :۲/۲۰۲، مکتبه رحمانيه)

"عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيها وال يقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمة "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"ولادائها شرائط في غيرالمصلي منهاالمصر هكذافی الكافی والمصر فی ظاهرالرواية الموضع الذی يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منی "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۴۵)

"قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه "......(البحر الرائق : ۲/۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک شہر میں تکثیر جمعہ خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر (۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ادارہ کی ایک مسجد ہے جس کی تقریباً 10 صفیں بنتی ہیں اور 115 آدمیوں کی گنجائش ہے، رمضان المبارک سے قبل صرف نماز ظہر ہی ادا کی جاتی تھی، اب پانچ نمازیں باجماعت اداء ہوتی ہیں، کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ کا اہتمام کرنا جائز اور ٹھیک ہے یا نہیں؟

جب کہ اس مسجد کے قریب دوسری مارکیٹوں میں تین بڑی جامع مساجد بھی موجود ہیں اور مسجد ہذا میں پہلے کبھی بھی جمعہ کا اہتمام نہیں ہوا، کیا ایسی مسجد میں نماز جمعہ اداء کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ ادارہ شہر کے اندر ہے اور اس مسجد میں عام مسلمانوں کو نماز کے لیے آنے کی عام اجازت ہے تو اس مسجد میں نماز جمعہ درست ہے، مگر بلاضرورت جمعوں کی تکثیر ایک شہر میں خلاف سنت ہے۔

"الشرط السادس الاذن العام حتی لوان السلطان اوالامیر اذاغلق باب قصره وصلی فیه بحشمه لاتجوز جمعته وان فتحه واذن للناس بالدخول جازت سواء دخلوا اولا وذلک لما مر غیر مرة انها شرعت بخصوصیات لاتجوز بدونها والاذن العام والاداء علی سبیل الشهرة من جملة تلک الخصوصیات فلاتجوز بدونه "......(حلبی کبیری: ۴۸۰)

"ولاشک فی جواز الجمعة فی البلاد والقصبات انتهی وهذاالذی قاله من حیث کون الموضع مصرا اولا وامامن حیث جواز التعدد وعدمه فالاول هوالاحتیاط لان فیه قوی اذاالجمعة جامعة للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الافی موضع واحدمن المصر وکون التصحیح جواز التعدد للضرورة للفتوی لایمنع شرعیة الاحتیاط للتقوی وذکر فی فتاوی "

......(حلبی کبیری: ۴۷۵)

"لان الجمعة جامعة للجماعات ،قوله جامعه ولهذا لم يرد في عهد النبی ﷺ وعهد الصحابة اداء الجمعة في موضعين او اكثر كما صرح به الحافظ ابن حجر العسقلانی فی بعض رسائله ومن ثم اجمع العلماء علی ان المسنون هو التوحد وانما اختلفوا في الجواز وعدمه "......(حاشية عمدة الرعاية علی شرح الوقاية :۲۴۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر کھیوڑہ سے پون کلومیٹر دور مسجد میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳): السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے حوالے سے کہ شہر کھیوڑہ سے تقریباً پون میل کے فاصلے پر صاحب ثروت لوگ چھوٹی سی مسجد کو الحمدللہ انفرادی طور پر خاصی توسیع کے ساتھ تیار کرا رہے ہیں، مسجد میں چھوٹا سا مدرسہ بھی ہے، صبح وشام تقریباً پانچ سات نمازی ہوتے ہیں، ظہر عصر مغرب میں پندرہ سے بیس نمازی ہوتے ہیں، رمضان شریف میں مسجد آباد ہوتی ہے، مسجد ہذا کے ساتھ ملحقہ قدیمی قبرستان بھی ہے، مسجد کے قریب ایک چھوٹی سی دوکان بھی ہے، مسجد کے اردگرد پندرہ بیس گھر ہیں، باقی نصف فرلانگ پون فرلانگ اور ایک فرلانگ تک کافی ڈیرہ جات ہیں، بفضل تعالیٰ شہر کھیوڑہ کی تین مساجد میں جمعہ اہتمام وانتظام سے ہورہا ہے، متعلقہ مسجد والوں میں سے کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ مسجد ہذا میں بھی جمعہ کی نماز شروع کی جائے، جب کہ شہر کی تینوں مساجد انہیں نمازیوں کی وجہ سے آباد وشاداب ہیں، لہٰذا آپ حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ اپنی جملہ مصروفیات کے باوجود اپنی پہلی فرصت میں ہماری مکمل راہنمائی فرمائیں، اور حوصلہ افزائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مذکورہ جگہ فناء مصر میں داخل ہے تو اس صورت میں فی نفسہ تو اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے باقی بہتر یہی ہے کہ تمام چھوٹی چھوٹی جگہوں پر جمعہ کا اہتمام کرنے کی بجائے ایک مرکزی جگہ پر نماز جمعہ کا اہتمام کیا جائے اور اس مرکزی جگہ کا انتخاب باہمی افہام وتفہیم سے طے کیا جاسکتا ہے۔

" والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذی يكون فيه مفت وقاض يقيم

الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی وکمایجوزاداء الجمعة فی المصر یجوزاداؤھا فی فناء المصر وھوالموضع المعدلمصالح المصر متصلابالمصر“ ......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۴۵)

”وکماتجوز اقامة الجمعة فی المصر تجوزاقامتھا خارج المصر قریبامنه نحومصلی العید (الھدایة) الحکم غیر مقصور علی المصلی بل تجوز فی جمیع افنیة المصر وفی فتاوی الشیخ الامام الفقیه ابی اللیث شرط الفناء نصافقال تجوزاقامة الجمعة خارج المصر اذاکان فی فناء المصر وفی النوازل وبه نأخذ وفی الخانیة فناء المصرھوالموضع المعد لمصالح المصر المتصل به“......(التاتارخانیة : ۲/۴۱،مطبوعه کوئٹه: ۲/۵۵۰

”وفی التفرید والافضل ھوالجامع الواحد اذالم یکن عذر وضرورة“ ......(التاتارخانیه : ۲/۴۱)

”وانمایجوزتعطیل المساجدیوم الجمعة لاھل المصر فقط فیستحب لھم ان یجمعوا فی مسجدواحد“ ......(اعلاء السنن : ۸/۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سوگھروں پرمشتمل بستی میں نماز جمعہ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی بستی تقریباً سوگھروں پرمشتمل ہےاورسارے لوگ مسلمان ہیں اور جن کی عمراٹھارہ سال ہے مردوعورتیں تقریباً پانچ سوافراد ہیں،گاؤں میں پرچون کی تین دوکانیں ہیں ایک مسجد ہےاورایک سرکاری سکول ہےاور بڑاگاؤں ہم سےتقریباً ڈیڑھ میل دور ہے اور ہمارے گاؤں میں جب سے مسجد بنی ہے یعنی پچاس سال سے جمعہ پڑھایاجارہاہے،اورگاؤں کے سارے لوگ نماز جمعہ جاری رکھنے کےحق میں ہیں اورنماز جمعہ نہ ہونے کی صورت میں اختلاف بھی ہوسکتاہے،آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سےآگاہ کریں کیاہماری نماز جمعہ صحیح ہورہی ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں یہ گاؤں چھوٹاہےاس میں نماز جمعہ پڑھنادرست نہیں ہے۔

”وتقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق.....وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر وخطیب الخ“ ......(الدرعلی الرد: ۵۹۰/۱)

لہٰذاوہاں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرے، ترک ظہر وہاں حرام ہے اور معصیت ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔

”صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ومثلہ الجمعۃ“......(الدرعلی الرد : ۶۱۱/۱)

”ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ“......(فتاویٰ الھندیۃ : ۱۴۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے 33 کلومیٹر دور فیکٹری میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک فیکٹری خوشاب شہر سے جو کہ بڑا شہر ہے ضلع و تحصیل بھی ہے اس سے 33 کلومیٹر دور ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔

(۲) یہ فیکٹری منگوال گاؤں سے 5 کلومیٹر دور پہاڑوں میں واقع ہے ،اور یہ منگوال گاؤں خوشاب سے 28 کلومیٹر دور ہے بلکہ زیادہ ہے۔

(۳) یہاں سے منگوال گاؤں تک جہاں روڈ ہے جو کہ خوشاب جاتی ہے، وہاں تک اس ایریا میں ٹریفک کی کوئی سہولت نہیں ہے، اگر ایمرجنسی ہو جائے تو پھر فیکٹری کی گاڑی لینی پڑتی ہے۔

(۴) اس فیکٹری میں تقریباً 250 آدمی ہیں جو کہ مزدور ہیں اور یہ فیکٹری ابھی بن رہی ہے مکمل تیار نہیں ہے۔

(۵) مسجد بھی نہیں بنی ہوئی اور مسجد کے لیے جگہ مختص نہیں ہوئی ، ویسے ایک عارضی جگہ ہے جس پر نماز ادا کرتے ہیں۔

(۶) فیکٹری کی طرف سے کھانا پینا ہے سب کے لیے رہائش بھی ہے، ایک دوکان فیکٹری میں ہے جس میں بسکٹ وغیرہ ہیں۔

(۷) ادھر منگوال گاؤں میں ایک پرائمری سکول ہے ہسپتال نہیں ہے، تھانہ نہیں ہے، دوکانیں نہیں ہیں۔

(۸) جمعہ والے دن 25,30 آدمی ہوتے ہیں کبھی اس سے بھی کم ہوتے ہیں آج تک چالیس نہیں ہوئے۔

(۹) پانچوں نمازوں میں تقریباً 10 آدمی ہوتے ہیں کبھی نہیں بھی ہوتے۔

کیا ادھر جمعہ ہوسکتا ہے؟ کیا فیکٹری والوں پر یا گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے؟
قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں جمعہ کی ادائیگی کی شرائط نہیں پائی جاتیں، اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے، یعنی وہاں پر حاکم مجاز ہو یا کئی بازار ہوں۔

"قوله عليه الصلوة والسلام لاجمعة ولاتشريق الافى مصر جامع وقال على رضى الله عنه لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافى مصر جامع ولان الصحابة حين فتحوا الامصار والقرى ماشتغلوا بنصب المنابر وبناء الجوامع الافى الامصار والمدن وذلک اتفاق منهم على ان المصر من شرائط الجمعة"......(المبسوط للسرخسى : ۲/۳۷)

"واماشرائط التى ترجع الى غيرالمصلى فخمسة فى ظاهرالروايات المصر الجامع والسلطان والخطبة والجماعة والوقت امالمصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا فى توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافى المصر وتوابعه فلاتجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصر ولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع : ۱/۵۸۳)

"والقرى الكبيرة التى فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالى اوالقاضى ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعا عليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافى المضمرات "......(فتاوىٰ شامى: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے 4 کلومیٹر دور بستی میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶): انتہائی قابل قدر حضرت اقدس حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ہماری بستی پرانی جو کہ شہر سے تقریباً 4 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، جس کے قریب کی آبادیوں کی مساجد بھی ہم سے اسی قدر دور ہیں کہ بغیر لاؤڈ اسپیکر ان کی اذان کی آواز ہماری بستی تک نہیں پہنچتی، ہماری بستی تقریباً ۹۰ گھرانوں پر مشتمل ہے جس میں تقریباً بچے اور خواتین سمیت ۷۵۰ افراد رہائش پذیر ہیں، دو مسجدیں ہیں اور علیحدہ علیحدہ دو دکانیں ہیں جو کہ ایک ساتھ آمنے سامنے بازار کی شکل میں نہیں ہیں، نیز ہماری بستی کے قریب دس دس پندرہ پندرہ گھروں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی ہیں، بایں صورت واحوال کیا ہماری یہ بستی شرعاً شہر کے حکم میں ہے؟ یا مذکورہ بالا شہر کی آبادی میں داخل ہے؟ اور کیا ہماری اس بستی میں نماز جمعہ شرعاً جائز ہے؟

وضاحت: راقم سے بہت پہلے جمعہ کی شرط ہماری اس مسجد میں تمام افراد کا جمع ہونا بتلایا جاتا تھا لیکن پھر ختم ہو گیا۔

الجواب باسم الملک الوہاب

واضح رہے کہ نماز جمعہ کے انعقاد کے لیے شرعاً کئی شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے اور قریہ کبیرہ اس گاؤں کو کہا جاتا ہے جس میں گلیاں بازاریں ہوں اور چھوٹے دیہاتوں کے لیے وہ جگہ مرکز تجارت ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز جمعہ کا ادا کرنا درست نہیں ہے۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافي المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى انه في الجواهر لوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهر وهذااذالم يتصل به الحكم "......(فتاویٰ شامی: ۲/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جس گاؤں میں اٹھارہ دوکانیں ہوں اس میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی پانچ ہزار سے کم ہے اور مساجد کی تعداد ۹ ہے جب کہ دوکانوں کی تعداد اٹھارہ ہے، کیا اس قسم کے گاؤں میں شریعت مطہرہ کی رو سے جمعہ پڑھنے کی اجازت ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر کیا گیا ہے فقہاء کی تعریف کے مطابق نہ شہر ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے، لہٰذا اس میں جمعۃ المبارک کی نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

"وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق..... وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

"عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم .....يرجع الناس اليه فيمايقع من الحوادث".....(فتاویٰ شامی : ۲/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہر سے متصل آبادی کی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۲۸): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں:

کہ مدنی مسجد جو شیخوپورہ شہر کے مضافات کی آبادی کی اختتامی حدود میں واقع ہے، مذکورہ آبادی شیخوپورہ روڈ پر سڑک کی جنوبی جانب ہے جب کہ سڑک کی شمالی جانب ہاؤسنگ کالونی کی آبادی ہے جو مغربی جانب سے شیخوپورہ شہر کے متصل ہے نیز مذکورہ آبادی شمال مغربی جانب سے بھی شیخوپورہ سے اتصال رکھتی ہے، اس صورت حال کے پیش نظر مذکورہ مسجد میں نماز جمعہ کا قیام جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

سوال میں ذکر کردہ تفصیل اور مذکورہ مقام کا معائنہ کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ مذکورہ آبادی

کا شہر سے اتصال واضح ہے اور مذکورہ آبادی شیخوپورہ شہر کے مضافات کی آبادی ہے لہٰذا اس آبادی کی مسجد واقع تبلیغی مرکز شیخوپورہ میں نماز جمعہ کا قیام جائز ہے۔

"او فناؤہ بکسر الفاء وھوما حولہ اتصل بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتیٰ ورکض الخیل والمختار للفتویٰ تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی" ......(درمختار علی ھامش الرد : 1/591)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

900 افراد والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً 900 افراد پر مشتمل ہے، اور اس گاؤں کے ساتھ دو اور گاؤں ہیں جن میں سے ایک گاؤں اور اس کی ملحقہ آبادی 450 افراد پر مشتمل ہے، اور دوسرا گاؤں موڑی منڈیاں ہے جس کی آبادی تقریباً 700 افراد پر مشتمل ہے اس کی جامع مسجد میں بریلوی مسلک والے جمعہ ادا کرتے ہیں، باقی دو گاؤں اور ملحقہ علاقہ جن کی مجموعی آبادی 1350 تقریباً ہے، ایک جامع مسجد ہے جس میں تقریباً دوسو آدمی نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، اس گاؤں میں نماز جمعہ تقریباً 15 سال قبل شروع کیا گیا تھا، اور اس گاؤں کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس وقت مفتی شفیق الرحمٰن صاحب ایبٹ آباد والوں کے فتویٰ سے نماز جمعہ شروع کیا گیا تھا۔

ان تینوں گاؤں میں ایک سٹاپ موڑہ منڈیاں ہے جہاں پر دو ہوٹل اور حمام کی دو دکانیں، دو کریانہ اور ایک جنرل سٹور موجود ہے، اور اس سٹاپ سے تقریباً دو تین کلومیٹر دور سرائے صالح کا بازار موجود ہے اور ایک کلومیٹر دور پولیس چوکی شاہ مقصود ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہاں حنفی المسلک کی شرائط جمعہ پوری نہیں ہوتی، جب کہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جس جگہ نماز جمعہ شروع ہو جائے وہاں اس کا چھوڑنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ فتنہ وفساد کا اندیشہ ہوتا ہے، برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں کہ ان تینوں گاؤں میں دو مسلک کے لوگ ہیں اور دونوں الگ الگ نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، کیا یہاں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہیں تو جن حضرات نے ابھی تک ان مساجد میں نماز جمعہ ادا کی ان کی نمازوں کا کیا ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ضروری وضاحت: اسٹاپ کا فاصلہ گاؤں سے ایک کلومیٹر کے لگ بھگ ہے جب کہ گاؤں کا ایک دوسرے سے فاصلہ صرف راہ گزر ہے، اور گاؤں کے اندر بھی اشیائے ضروریہ کی چھوٹی چھوٹی دوکانیں موجود ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کی بستی نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔

”وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة الخ“......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واضح رہے کہ جو حضرات ایسی بستی میں نماز ظہر ادا نہیں کر چکے ہیں ان کی قضاء ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رنگپور اڈہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مین روڈ پر واقع ایک جگہ موسوم بہ ”رنگپور اڈا“ ہے جہاں پر رہائشی آبادی بالکل نہیں ہے البتہ تین چار سو دوکانیں مارکیٹ کی شکل میں موجود ہیں، ان میں ہر قسم کی دوکانیں ہیں، مثلاً میڈیکل سٹور، جنرل سٹور، کریانہ سٹور، سبزی وغیرہ، ہر قسم کی تھوک و پرچون کی دوکانیں ہیں، اڈہ پر دو بڑی مسجدیں ہیں ایک پوسٹ آفس ہے، جب کہ عنقریب بینک کی برانچ بھی آنے والی ہے، لیکن رہائشی آبادی یعنی مکان بالکل نہیں ہیں البتہ دور دراز کے دوکان داروں نے اپنے گذر بسر کے لیے مارکیٹ کی چھتوں پر کچھ رہائشی کمرے بنائے ہوئے ہیں، جب کہ موجودہ اڈہ سے آدھا کلومیٹر کے فاصلہ پر رنگپور شہر کے نام سے کافی آبادی ہے جو ایک دیہی علاقہ ہے اس میں ایک ہائی سکول اور ضرورت کی چند دوکانیں بھی ہیں، گاؤں کی آبادی تقریباً تین ہزار تک ہوگی، رنگپور اڈہ اور رنگپور شہر میں آدھ کلومیٹر کا فاصلہ ہے جس میں ایک نہر اور زرعی اراضی حائل ہیں، مذکورہ دونوں جگہ یعنی رنگپور اڈہ اور رنگپور شہر میں فقہ حنفی کے مطابق نماز جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں رنگپور اڈہ اور رنگپور شہر کے نام سے موسوم جو دیہی علاقہ ہے ان دونوں جگہوں کے درمیان کیونکہ زرعی اراضی حائل ہیں اس لیے یہ ایک آبادی نہیں ہے، لہٰذا ان میں سے ایک پر بھی علیحدہ علیحدہ مصر کی تعریف صادق نہیں آتی، اس بناء پر ان دونوں جگہوں میں فقہ حنفی کے مطابق نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

”وفی الخانية المقيم فی موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لاجمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوه اوميل ليس بشيء هكذا رواه ابوجعفر عن الامامين وهواختيار الحلوانی وفی التتارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لاتجب الاعلی من يسكن المصر اومايتصل به فلاتجب علی اهل السواد ولوقريبا وهذااصح ماقيل فيه اھ “ ......(فتاویٰ شامی: ۱/۱۰۲)

”وشرط ادائهاالمصر وهوكل موضع له اميروقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود اومصلاه “......(البحرالرائق : ۲/۲۴۵)

”فی التحفة عن ابی حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هوالاصح اھ “ ......(ردالمحتار : ۱/۵۹۰)

”وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذامجتهد فيه فاذااتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كمافی المضمرات والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر“ ......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جیل میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱): ذی المجد والکرم حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته !

ازراہ کرم اس سوال کا جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

سائل فیروز پور روڈ پر واقع ڈسٹرکٹ جیل کا سپرنٹنڈنٹ ہے ،جیل کے اندر جمعہ اور عید کی نماز کا اہتمام موجود ہے، میں اور میرا ماتحت عملہ نماز عید اور کبھی کبھی نماز جمعہ جیل کے اندر قیدیوں کے ساتھ ادا کر لیتے ہیں، میرے ایک مخلص دوست عالم دین نے مجھے کہا کہ جیل کے قیدیوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں، آپ پر فرض ہے ،لہٰذا جیل کے اندر آپ کی نہ جمعہ کی نماز ادا ہوتی ہے اور نہ عید کی ،جواب سے مشرف فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

جیل میں چونکہ اذن عام نہیں پایا جاتا اس وجہ سے وہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہیں۔

”ومنها اذن العام وهوان تفتح ابواب الجامع فيؤذن للناس كافة حتى ان جماعة لواجتمعوا فى الجامع واغلقو ابواب المسجد على انفسهم وجمعوا لم يجز “.....(فتاوىٰ الهندية : ۱۴۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں مالی سنگھ اوکاڑہ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲): کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گاؤں مالی سنگھ حجرہ شاہ مقیم تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں 2 جنرل سٹور 8 پرچون کی دوکانیں اور تین کلینک اور دو سبزی اور دو گوشت کی دوکانیں موجود ہیں، اور کپڑے سلائی کرنے والی اور آٹا نکالنے والی دو، دو، دوکانیں موجود ہیں، جب کہ اس گاؤں میں 235 گھر اور آبادی 1600 ہے ،اور بچوں اور بچیوں کے لیے پرائمری گورنمنٹ سکول بھی موجود ہے اور ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر سرکاری ہسپتال بھی موجود ہے ،اور گاؤں میں چار مساجد ہیں جب کہ دیوبندی مسلک کی اور دو بریلوی مسلک کی ہیں، بریلوی اپنی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں، کیا ہم بھی اپنی مسجد میں نماز جمعہ ادا کر سکتے ہیں؟ ان تمام امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال آپ کا گاؤں نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس گاؤں والے اپنی ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں۔

”وفي القهستاني اذن الحاكم ببناء الجامع في الرستاق اذن الجمعة اتفاقا على ماقاله السرخسي (قوله وفي القهستاني تائيد للمتن وعبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابو القاسم هذا بلاخلاف اذا اذن الوالي او القاضي ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فيه فاذا اتصل به الحكم صار مجمعا عليه وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر “......(در مع الرد: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اڑھائی سو گھروں پر مشتمل بستی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہمیں نماز جمعہ کا مسئلہ درپیش ہے امید ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں گے، ہم موضع پانڈوکی میں رہائش پذیر ہیں جس کی آبادی تقریباً سولہ ہزار نفوس پر مشتمل گاؤں میں تین مساجد ہیں تینوں میں علیحدہ علیحدہ نماز جمعہ ہوتا ہے، یہ کہ ہماری رہائش گاؤں سے تقریباً پندرہ بیس ایکڑ دور ہے اور تقریباً اڑھائی سو گھرانوں پر مشتمل ہے اور تقریباً سولہ سو افراد پر مشتمل ہیں، ہماری مسجد میں عرصہ 12 سال سے نماز جمعہ ہو رہی ہے، ہمارا لین دین خرید وفروخت گاؤں سے ہی ہوتا ہے، ہماری بستی کا قبرستان اور گاؤں کی قبرستان مشترکہ ہے، یہ کہ جناب محترم آپ مولوی حضرات نے ہماری بستی کا نماز جمعہ بند کر دیا ہے، لہٰذا آپ ہمیں اس مسئلہ سے آگاہ کریں، موضع پانڈوکی میں ایک بڑا گاؤں ہے اس کے ارد گرد ۲۴ بستیاں ہیں، ان کا آپس میں فاصلہ ۱۰ سے ۱۲۰ ایکڑ ہے، باہر سے جب کوئی شخص آتا ہے تو وہ موضع پانڈوکی کہتا ہے، اور مقامی لوگ بھی ان بستیوں کو موضع پانڈوکی کہتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کی یہ بستی جو تقریباً اڑھائی سو گھروں پر مشتمل ہے چھوٹی بستی ہے جس میں نماز جمعہ اور نماز عید دونوں جائز نہیں آپ کے اوپر ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

”قال فی البدائع ،وروی عن ابی حنیفة انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھارساتیق وفیھاوال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحکمہ وعلمہ اوعلم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث وھوالاصح “......(بدائع الصنائع : ۵۸۵/۱،کذافی البحرالرائق: ۲۴۶/۲)

”ولادائھا شرائط فی غیرالمصلی منھاالمصر ھکذافی الکافی والمصرفی ظاھرالروایة الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیة منی“......(فتاویٰ الھندیة: ۱۴۵/۱)

”باب صلوۃ الجمعة الجمعة فریضة علی الرجال الاحرارالعاقلین المقیمین فی الامصار ولایکون الموضع مصرافی ظاھرالروایة الاان یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذالاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیة منی وکمایجوز اداء الجمعة فی المصریجوز اداؤھا فی فناء المصر وفناء المصر ھوالموضع المعدلمصالح المصر المتصل بہ ومن کان مقیما فی عمران المصر واطرافہ ولیس بین ذلک الموضع وبین المصر فرجة فعلیہ الجمعة ولوکان بین ذلک الموضع وبین عمران المصر فرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخارا لاجمعة علی اھل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغھم والغلوۃ والمیل والامیال لیس بشیء “......(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیة: ۱۷۴/۱)

”ومن لاتجب علیھم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة“ ......(فتاویٰ الھندیة: ۱۴۵/۱)

”قولہ وفی القھستانی الخ تاییدللمتن وعبارۃ القھستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجعمة لان ھذامجتھدفیہ فاذااتصل بہ الحکم صارمجمعاعلیہ وفیماذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاھر انہ اریدبہ الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر

وهذا اذالم يتصل به حكم فان في فتاوى الديناري اذابني مسجد في الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقاعلى ماقال السرخسي فافهم والرستاق القرى كمافي القاموس "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سو والی آبادی میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ اپنے گاؤں کی ایک مسجد میں مسلسل پچاس سال سے نماز جمعہ ادا کرتے آرہے ہیں، جب کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پندرہ سو سے زیادہ نہیں ہے، تین چار دوکانیں ہیں لیکن ان سے روزمرہ کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں، مساجد کی تعداد پانچ تک ہے، تھوڑے دن ہوئے ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اب ہمارے ساتھی (متعلقہ دیوبندی مسلک) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے گاؤں پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی، اب ان ساتھیوں نے ایک دوسری مسجد میں نماز ظہر پڑھنا شروع کردی ہے، براہ کرم از روئے شریعت ہماری رہنمائی فرمائیں کہ کیا ہم لوگ الگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرسکتے ہیں؟ کیا ہمارا یہ فعل انتشار اور عدم اتحاد کا باعث نہ ہوگا؟ جب ہمارے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں تو کیا جو لوگ جمعہ پڑھ رہے ہیں ان کی نماز جمعہ ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ تحریر کی روشنی میں مذکورہ بستی میں فی الحال جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے اور ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا ضروری ہے اس کے باوجود اگر کوئی جمعہ قائم کرتا ہے تو ان کے ذمہ سے وقتی فرض ساقط نہ ہوگا۔

"وهو كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود...... وفي حدالمصر اقوال كثيرة اختاروامنهاقولين احدهما مافي المختصر ثانيهما ماعزوه لابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيهاسكك واسواق ولهارساتيق وفيهاوال يقدرعلى انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث"......(البحر الرائق: ۲/۲۴۶)

"وقیدبالمصر لان الجماعۃ غیرمکروھۃ فی حق اھل السواد لانہ لاجمعۃ علیھم"......(البحرالرائق: ۲/۲۶۹)

"ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ" ......(فتاویٰ قاضی خان علی ھامش الھندیۃ: ۱/۱۷۷)

"قولہ فی مصر بخلاف القری لانہ لاجمعۃ علیھم"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۰۳)

"لاتجوز ای الجمعۃ فی صغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاھرانہ اریدبہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوافی القری لزمھم اداء الظھر"......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فوج کی ورکشاپ میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے متعلق کہ حکومت پاکستان کے ادارے فوج کی ایک ورکشاپ ہے، سیکورٹی کے لحاظ سے وہاں اذن عام نہیں، تاہم مسجد میں پانچوں نمازیں ادا کی جاتی ہیں، اب کرنل صاحب اس مسجد میں جو مذکورہ ورکشاپ میں واقع ہے جہاں اذن عام نہیں، نماز جمعہ شروع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں نماز جمعہ جماعت کے ساتھ شروع کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر جمعہ کی نماز میں شرکت کے لیے اذن عام دیا جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے، اذن عام کے ہوتے ہوئے بھی سیکورٹی کے انتظام کی کئی شکلیں ہوسکتی ہیں۔

"للجمعۃ شرائط بعضھا فی نفس المصلی وبعضھا فی غیرہ اماالشرائط التی فی غیرالمصلی فستۃ ....والشرط السادس الاذن العام وھوان یفتح ابواب الجامع ویؤذن للناس کافۃ حتی ان جماعۃ لواجتمعوا فی الجامع واغلقوا ابواب المسجد علی انفسھم وجمعوا لم یجزھم وکذلک السلطان اذاارادان یجمع

بحشمة في داره فان فتح باب الدار واذن للناس اذنا عاما جازت صلاته شهدها العامة اولم يشهدوها وان لم يفتح باب الدار واغلق الابواب واجلس البوابين عليها ليمنعوا عن الدخول لم تجزهم الجمعة لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفويتها على الناس ولايحصل ذالك الابالاذن العام فكمايحتاج العام الى السلطان لاقامة الجمعة فالسلطان ايضا محتاج الى العامة بان ياذن لهم اذنا عاما حتى تجوز صلوة الكل"......(المحيط البرهانی :۲/۴۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تار محمد خان غزنی خیل میں نماز جمعہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک گاؤں "تار محمد خان غزنی خیل" میں جمعہ کی نماز کے سلسلہ میں پوچھنا چاہتے ہیں، گاؤں کی صورت حال درج ذیل ہے۔

(۱) کل آبادی 3250 (۲) 8 مسجدیں (۳) ایک ہائی سکول، ایک مڈل سکول لڑکیوں کا 2 پرائمری لڑکیوں کے 3 پرائمری سکول لڑکوں کے (۴) 10 دوکانیں (۵) 3 میڈیکل اسٹور ہیں (۶) زرگر، ڈاکخانہ، ہسپتال، تھانہ وغیرہ چوکی نہیں ہے، دوکانیں متفرق ہیں، ان 3250 میں 14 گھرانے متاثرین کے بھی شمار کیے گئے ہیں، جو کہ ذاتی گھر نہیں رکھتے کرایہ اور عاریۃً کے مکانوں میں عارضی سکونت اختیار کی ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ یعنی یہ قریہ کبیرہ ہوگا یا صغیرہ؟ مدلل جواب دے کر ممنون فرمائیں، عین مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مذکورہ گاؤں میں جمعہ کی نماز شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ کی نماز کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس میں بازاریں ہوں اور اس جگہ کو آس پاس کے دیہاتوں کے لیے تجارتی مرجعیت و مرکزیت حاصل ہو یا اس میں حاکم مجاز ہو، جب کہ مذکورہ گاؤں میں ان شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی، لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے، شریعت کے سامنے انسان کو سر تسلیم خم کر دینا چاہیے۔

"وفی القهستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعة اتفاقاعلی ماقاله السرخسی (قوله وفی القهستانی) تایدللمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیهااسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذااذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذااتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوافی القری لزمهم اداء الظهر"......(درمع الرد: ۱/۵۹۰)

"قوله شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ولاصلوة فطر ولااضحی الافی مصرجامع او فی مدینة عظیمة"......(البحرالرائق: ۲/۲۴۵)

"اماالمصرالجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائهاعنداصحابنا حتی لاتجب الجمعة الاعلی اهل المصر ومن کان ساکنا فی توابعه وکذالایصح اداء الجمعة الافی المصر وتوابعه فلاتجب علی اهل القری التی لیست من توابع المصر ولایصح اداء الجمعة فیها"......(بدائع الصنائع: ۱/۵۸۳)

"عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیهاسکک واسواق ولهارساتیق وفیها وال یقدرعلی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غیره یرجع الیه الناس فیما یقع من الحوادث وهذاهوالاصح اه"......(حاشیة ابن عابدین: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب السادس عشر فی صلوۃ العیدین﴾

نمازِ عید میں اگر تکبیرات بھول جائیں تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازِ عید الاضحیٰ میں امام صاحب دوسری رکعت میں قراءۃ کے بعد تکبیرات زوائد کو بھول کر رکوع میں چلے گئے مقتدیوں کے اللہ اکبر کہنے کی وجہ سے امام صاحب رکوع سے قیام کی طرف آ گئے تکبیرات زوائد کہہ کر دوبارہ رکوع میں چلے گئے اور آخر تک نماز مکمل کرائی آخر میں سجدہ سہو کیا اب آیا اس طرح کرنے سے عید الاضحیٰ کی نماز ادا ہو گئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو ان کا گناہ کس پر ہے اور چھٹکارے کی کیا صورت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز ادا ہو گئی ہے لیکن امام صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ قیام کی طرف نہ لوٹتے بلکہ رکوع میں ہی تکبیرات کہہ دیتے۔

”کما لو رکع الامام قبل ان یکبر فان الامام یکبر فی الرکوع ولایعود الی القیام لیکبر فی ظاھر الروایۃ فلوعاد ینبغی الفساد قال ابن عابدین تحت قولہ فلو عادینبغی الفساد تبع فیہ صاحب النھر وقدعلمت ان العود روایۃ النوادر علی انہ یقال علیہ ماقالہ ابن ھمام فی ترجیح القول بعدم الفساد فیما لوعاد الی القعودالاول بعدمااستتم قائما بان فیہ رفض الفرض لاجل الواجب وھووان لم یحل فھوبالصحۃ لایخل“......(درمع الرد: ۱/۶۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے یا بعد میں کھانا کھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں کیا چیز کھانا مستحب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عید الاضحیٰ کے دن عید کی نماز سے پہلے کچھ نہیں کھانا چاہیئے بلکہ صبر کر کے عید کی نماز کے بعد قربانی کے گوشت

سے کھائے اور یہ مستحب ہے البتہ وہ فقراء جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے عید کی نماز سے پہلے بھی کھاسکتے ہیں مگر ان کے لیے بھی صبر کرنا بہتر ہے۔

”وفی یوم النحر لایطعم حتی یرجع فیاکل من اضحیته وفی الحجة اماالفقراء الذین لایضحون لیس لهم ان یؤخروا قال الحجة جاء فی الاخبار فضیلة لمن صبر حتی یصلی مطلقا فترجی لکل من صبر کما روی عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ من صام یوم الترویة فکانما عبدالله اثنی عشر الف سنة ومن صام یوم عرفة فکانما عبدالله اربعة وعشرین الف سنة ومن صام یوم النحر الی ان یصلی صلاة العید فکانما عبدالله ستین الف سنة،(قلت هذا الحدیث وان کان ضعیفا لکن الفقهاء اتفقوا علی استحباب هذه الصیام المذکورة لروایات اخر)“......(الفتاوی التاتارخانیة : ۲/ ۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عیدالاضحیٰ کو جاتے ہوئے تکبیرات کہنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیرات کہنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ کو جاتے ہوئے جہراً (بلندآواز سے) تکبیرات پڑھنا اور عیدالفطر میں سراً پڑھنا مستحب ہے۔

”قوله لا یکبر فی طریق المصلی عند ابی حنیفة یعنی جهرا اما سرا فمستحب وهذا فی عید الفطر لان الاصل فی الثناء الاخفاء قال الله تعالی(واذکر ربک فی نفسک تضرعا وخیفة ودون الجهر)قال علیه السلام خیرالذکر الخفی“......(الجوهرة النیرة: ۱/ ۱۱۲)

”وفی الکافی وفی الاضحی یکبر فی الطریق جهرا ثم یقطعها کما انتهی الی

الجبانة فی روایة وفی روایةحتی یشرع الامام فی الصلاة وفی الحجة قال الفقیه ابو جعفر وبه ناخذ "......(الفتاوی التاتارخانیة : ۲/ ۷۱،۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عید کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

"قال محمد فی الاصل ولیس قبل العیدین صلاة یرید انه لایتطوع قبل صلاة العیدین وفی التفرید وعندالشافعی لاباس به وفی الحجة هذا فی الجبانة امافی البلدة لاباس بها فی بیته اوفی ناحیة المسجد وقال اکثر المشائخ یکره مالم یصل العید "......(الفتاوی التاتارخانیة : ۲/ ۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عیدالفطر کی نماز سے پہلے میٹھی چیز کھانا:

مسئلہ نمبر (۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدالفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے کیا چیز کھانا مستحب ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عیدالفطر کے دن عید کی نماز سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

"واستحب فی عیدالفطر ان یاکل قبل الخروج الی المصلی تمیرات ثلاثا اوخمسا اوسبعا اواقل اواکثر بعدان یکون وترا والا ماشاء من ای حلو کان کذا فی العینی شرح الکنز"......(الهندیة: ۱/ ۱۴۹، ۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز سے واپسی پر نفل پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کی نماز کے بعد عیدگاہ سے واپسی پر نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

عید کی نماز کے بعد عیدگاہ سے واپسی پر گھر میں نفل پڑھنا مستحب ہے۔

"المستحب ان یصلی اربعا بعدالرجوع الی منزله کذا فی الزاد"......

(الھندیة: ۱/۱۵۰)

"وفی الزاد وان احب ان یصلی فیه بعدھا صلی اربعا ھکذا قال صاحب الکتاب الا ان مشایخنا قالوا ان المستحب ان یصلی اربعا بعدالرجوع الی منزله کیلایظن ظان انه ھو سنة متوارثة"......(الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی نماز نہ پڑھنے کی صورت میں نماز عید کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی نماز نہ پڑھنے کی صورت میں عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

فجر کی نماز نہ پڑھنے کی صورت میں بھی نماز عید پڑھ سکتے ہیں۔

"وفی الحجة واذاقضی صلاة الفجر قبل صلوة العید لاباس به ولولم یصل صلاة الفجر لایمنع جواز صلوة العید"...... (الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۷۵)

"اذا قضی صلاة الفجر قبل صلاة العید لاباس به ولولم یصل صلاة الفجر لایمنع جواز صلاة العید"......(الھندیة: ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات عیدین اور دعائے قنوت میں فرق:

مسئلہ نمبر(۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کی تکبیرات واجب ہیں، اگر مقتدی امام کو رکوع میں پائے تو وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تکبیرات رکوع میں کہے گا، جب کہ وتروں میں دعائے قنوت بھی واجب ہے اور دعائے قنوت سے قبل تکبیر بھی واجب ہے، عیدین کی تکبیرات ادا کرنی لازمی ہیں جب کہ دعائے قنوت کو ادا کرنے میں یہ مسئلہ نہیں ہے؟ دونوں میں فرق کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دعائے قنوت اور تکبیرات عید میں فرق معلوم کرنے کے لیے چند باتیں مدنظر رکھیں۔

نمبر۱: رکوع اگرچہ قیام کامل نہیں لیکن فقہاء اس کو من وجہ قیام کا حکم دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مدرک رکوع کو مدرک رکعت کہا گیا ہے، حدیث میں بھی اور فقہ میں بھی۔

"ان للرکوع حکم القیام الاتری ان مدرکہ یکون مدرکاللرکعۃ"..... (بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

نمبر۲: دعائے قنوت اگرچہ حقیقتاً قراءۃ نہیں لیکن فقہاء نے اس کو بھی حکماً اور معناً قراءۃ ہی میں شمار کیا ہے، کیونکہ بعض مصحف قرآنی مثلاً مصحف ابن مسعود میں اس کو سورۃ القنوت کے نام سے قرآن میں شامل کیا گیا، اسی وجہ سے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو حالت جنابت میں پڑھنے سے منع کیا ہے۔

"واذااراد ان یقنت کبرلان الحالۃ قداختلفت من حقیقۃ القراءۃ الیٰ شبیھتھاالقول انماقال شبیھتھالان قولہ اللھم انانستعینک کان مکتوبافی مصحف ابی وابن مسعودوکان ابن مسعودیسمیہ سورۃ القنوت ولھذاکرہ ابوحنیفۃ ومحمدقراءتہ للجنب"...... (فتح القدیر: ۱/۳۷۸)

لہٰذا جب دعائے قنوت قراءۃ کے معنی میں ہے تو جس طرح قراءت حالت رکوع میں نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کے لیے قیام کامل اور حقیقتاً قیام کا ہونا ضروری ہے ایسے ہی دعائے قنوت بھی حالت رکوع میں جائز نہیں، اور جیسے امام کی قراءۃ مقتدی کو کافی ہوجاتی ہے ایسے ہی دعائے قنوت بھی کافی ہوجائے گی، بخلاف تکبیرات عیدین کے کہ اس کا محل بھی اگرچہ قیام ہی ہے لیکن یہ قراءۃ کی طرح نہیں ہے کہ جس کا قیام کامل اور حقیقی قیام میں ہی کرنا ضروری ہو لہٰذا مقتدی رکوع میں آکر شامل ہو تو بالکل تکبیرات واجب کو ترک کرنے کی بجائے حالت رکوع میں ہی کہہ لے جو کہ من وجہ قیام ہی ہے۔

کیونکہ فقہی ضابطہ ہے کہ کسی واجب کو بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے کہ اس کو ایسے محل میں ادا کرلیا جائے جو من وجہ محل بن سکتا ہے۔

"لانہ لوتابع الامام لایخلواماان یاتی بھذاالتکبیرات اولایاتی بھافان کان لایاتی بھا فھذاتفویت الواجب وان کان یاتی بھافقدادی الواجب فیماھومحل لہ من وجہ دون وجہ فکان فیہ تفویتہ عن محلہ من وجہ ولاشک ان اداء الواجب فیماھومحل لہ من وجہ اولی من تفویتہ راسا"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

"ثم اذارکع یکبرتکبیرات العیدفی الرکوع عندابی حنیفۃ ومحمد......الی قولہ بخلاف القنوت لانہ بمعنی القراءۃ فکان محلہ القیام المحض وقدفات"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز عید کے بعد دعا کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عید کے خطبوں کے بعد دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو دلائل سے آگاہ فرمائیں، اگر ثابت نہیں تو یہ دعا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز عیدین کے بعد دعا کرنا صحابہ اور تابعین یا تبع تابعین سے اگرچہ منقول نہیں لیکن چونکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مسنون ہے اس لیے عیدین میں بھی مسنون ہوگا لیکن اس کو ضروری نہ سمجھنا چاہیئے۔

"اذاانصرف من صلوتہ استغفر اللہ ثلثاوقال اللھم انت السلام الی قولہ ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین لقولہ علیہ السلام واللہ انی لاحبک اوصیک یامعاذلاتدعن دبر کل صلوۃ ان تقول اللھم اعنی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک"......(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۱۲،۳۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مقررہ امام کی اجازت کے بغیر کسی اور کا نماز عید پڑھانا:

مسئلہ نمبر(۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں

کیا امام اور خطیب کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا آدمی جو وہاں صرف بچوں کو درس دیتا ہو وہ اپنی من مانی کے طور پر عید پڑھائے تو نماز عید ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

امامت اور خطابت کا حق مقررہ امام کو ہے دوسرے شخص کو اس کی اجازت کے بغیر امامت وغیرہ کرنا درست نہیں ہے۔

"فصاحب البیت والمجلس وامام المسجد أحق بالامامة من غیرہ وان کان الغیر افقہ واقرأ وأورع وأفضل منہ، ان شاء تقدم وان شاء قدم من یریدہ اھ"

......(الطحطاوی علی المراقی: ۲۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا نماز عید فرداً فرداً پڑھنا:

مسئلہ نمبر(۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مختلف گھروں والی عورتیں مل کر ایک گھر میں نماز عید اکھٹی ہو کر فرداً فرداً پڑھتی ہیں ایک کی آواز اونچی ہوتی ہے باقی اپنی اپنی آہستہ آواز میں پڑھتی ہیں پھر سلام پھیرنے کے بعد ایک عورت کھڑی ہو کر خطبہ دیتی ہے پھر دعا مانگتی ہیں آیا ان کا ایسا جمع ہونا خطبہ پڑھنا یا عورتوں کا امامت کروانا کیسا ہے؟ کیا کوئی صورت اس کے علاوہ عورتوں کی نکل سکتی ہے کہ وہ عید ادا کر سکیں؟ مفصلاً قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز عیدین کے لیے جماعت شرط ہے فرداً فرداً نماز عید پڑھنے سے نماز عید ادا نہیں ہوتی، نیز عورتوں پر عید کی نماز واجب بھی نہیں ہے، اور عورتوں کی جماعت بھی مکروہ ہے اور اس طرح عورت کا عیدگاہ میں جانا بھی عید کی نماز پڑھنے کے لیے مکروہ ہے، لہٰذا عورتیں عید کی نماز ادا نہ کریں۔

"(ویکرہ حضورھن الجماعة) ولو لجمعة وعید ووعظ (مطلقا) ولو

عجوز الیلا(علی المذهب) المفتی به لفساد الزمان"..... (الدر المختار: ۱/۳۱۸)

"ویکره تحریما(جماعة النساء) ولو فی التراویح"......(الدر مع الرد: ۱/۳۱۸)

"باب العیدین(تجب صلاتهما)فی الاصح(علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها) المتقدمة(سوی الخطبة) فانها سنة بعدها (تحت قوله بشرائطها وجزم به فی البحر قلت وفی امامة البحران الجماعة فی العیدتسن علی القول بسنیتها وتجب علی القول بوجوبها اه وظاهره انها غیر شرط علی القول بالسنیة لکن صرح بعده بانها شرط لصحتها علی کل من القولین ای فتکون شرط الصحة الاتیان بها علی وجه السنة والا کانت نفلا مطلقا تأمل"......(الدر مع الرد: ۱/۶۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی عیدین کے لیے بھی ہیں:

مسئلہ نمبر(۴۸): السلام علیکم کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ایک سو گھروں پر مشتمل ہے وہاں ایک مسجد ہے جس میں نماز جمعہ نہیں ہوتی اور دیگر نمازوں کا وہاں اہتمام بھی نہیں اور وہ گاؤں شہر سے ایک میل دور ہے اس گاؤں میں لوگ نماز عید ادا کرتے ہیں، کیا وہاں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے؟ تفصیل سے جواب دے کر ممنون فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو شرائط جمعہ کے لیے ہیں وہی شرائط عیدین کی نماز کے لیے بھی ہیں جیسا کہ نماز جمعہ چھوٹی بستی میں جائز نہیں ہے اسی طرح نماز عید بھی چھوٹی بستی میں جائز نہیں ہے۔

"واما شرائط وجوبها وجوازها فکل ما هو شرط وجوب الجمعة وجوازها فهو شرط وجوب صلوة العیدین وجوازها من الامام والمصر

والجماعة والوقت الا الخطبة فانها سنة بعد الصلاة ولو تركها جازت صلاة العيد اما الامام فشرط عندنا لما ذكرنا في صلاة الجمعة وكذا المصر لما روينا عن علي رضي الله عنه انه قال لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا أضحى الا في مصر جامع ولم يرد بذلك نفس الفطر ونفس الاضحى ونفس التشريق لان ذلك مما يوجد في كل موضع بل المراد من لفظ الفطر والأضحى صلاة العيدين ولانها ما ثبتت بالتوارث من الصدر الاول الا في الامصار"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بڑی جامع مسجد میں نماز عید ادا کرنا:

مسئلہ نمبر (۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر میں بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر عید گاہ قدیم آبادی کے اندر آ گئی ہے اور جگہ بھی کم پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو ساتھ سڑک اور ناپاک جگہ گلیوں میں بھی کھڑا ہونا پڑتا ہے اور ابھی تک آبادی سے باہر کسی میدان میں بھی عید پڑھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے، جبکہ کچھ مساجد میں لوگ پہلے سے عید پڑھتے ہیں ہم نے بھی اپنی بڑی جامع مسجد میں عید کی نماز پڑھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری عید نہیں ہوئی بڑی جامع مسجد میں نماز عید منع ہے یا جائز ہے؟ خصوصاً مذکورہ بالا صورت میں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں بڑی مسجد میں نماز عید جائز ہے لیکن حتی الامکان کوشش کی جائے کہ چھوٹے چھوٹے اجتماعات کی بجائے کسی میدان میں عید کے لیے اجتماع عظیم ہو اس لیے کہ یہ سنت ہے اور اس میں شوکت اسلام کا مظاہرہ بھی ہے۔

"والخروج اليها اى الجبانة لصلوة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع تحت قوله هو الصحيح قال في الظهيرية وقال بعضهم ليس بسنة وتعارف الناس ذلك لضيق المسجد وكثرة الزحام والصحيح هو الاول وفي الخلاصة والخانية السنة ان يخرج الامام الى الجبانة ويستخلف غيره ليصلي في

المصر بالضعفاء بناء علی ان صلاۃ العیدین فی موضعین جائزۃ بالاتفاق وان لم یستخلف فلہ ذلک"......(الدرمع الرد: ۱/ ۲۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

صحت جمعہ اور عیدین کا مدار آبادی پر نہیں:

مسئلہ نمبر (۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں تحصیلدار، فوجی حوالدار، صوبہ دار، ڈاکٹر، بڑا ہسپتال، چار، پانچ پرائمری سکولز، ڈاکخانہ، دواخانہ اور ۲۰۰ دکانیں اسلامی مدرسہ پولیس اسٹیشن موجود ہے مردم شماری ۲۵۰۰ ہے، پندرہ مساجد ہیں ہر مسجد اپنے اپنے محلہ میں واقع ہے محلوں کے درمیان میں گلیاں اور کھیت ہیں لیکن تمام محلے ایک ہی نام سے موسوم ہیں اس گاؤں پر قریہ کبیرہ کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس گاؤں میں عیدین پڑھنے والے کراہت تحریکی کے مرتکب ہیں یا نہیں؟ پڑھنے والے تارک واجب عمل ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرطِ صحت سوال مذکورہ بالا گاؤں میں جمعہ وعیدین پڑھنا پڑھانا درست ہے یہ قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے، کیونکہ اس میں حاکم مجاز (اے،سی) موجود ہے اور صحت جمعہ وعیدین کا دارومدار آبادی پر نہیں بلکہ حاکم یا حاکم مجاز پر بھی ہے۔

"(قولہ شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریۃ ولامفازۃ لقول علیؓ لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلاۃ فطرولا اضحی الافی مصر جامع اوفی مدینۃ عظیمۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وصححہ ابن حزم وکفی بقولہ قدوۃ واماما،واذالم تصح فی غیرالمصرفلاتجب علی غیراهلہ " ...... (البحر الرائق: ۲/ ۲۴۵)

"(ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهکذافی الکافی والمصرفی ظاهرالروایۃ الموضع الذی یکون فیہ مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیتہ ابنیۃ منی،هکذافی الظهیریۃ،وفتاوی قاضی خان،وفی الخلاصۃ وعلیہ الاعتماد کذافی التتارخانیۃ"......(الهندیۃ: ۱/ ۱۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات تشریق واجب ہیں:

مسئلہ نمبر(۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریق سنت ہیں یا واجب؟ اور تکبیرات تشریق کتنی مرتبہ پڑھنی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

تکبیرات تشریق واجب ہیں، ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اور ایک سے زائد مرتبہ سنت نبوی سمجھ کر کہنا بدعت ہے اور ذکر الٰہی سمجھ کر کہنا مستحب ہے۔

"فصل وأمابيان وجوبه:فالصحيح أنه واجب،وقدسماه الكرخي سنة ثم فسره بالواجب فقال تكبير التشريق.....واطلاق اسم السنة على الواجب جائز".....(بدائع الصنائع: ۱/۴۵۸)

"(ويأتي به مرة) ومازاد فهومستحب قال البدرالعيني في شرح التحفة،وأقره في الدروفي الحموي عن القراحصاري الاتيان به مرتين خلاف السنة،وفي مجمع الأنهران زادفقدخالف السنة اه ولعل محله ما اذا أتى به على أنه سنة وأما اذا أتى به على أنه ذكر مطلق، فلا(حاشية الطحطاوي: ۵۳۹) وأماعدده وماهيته فهو أن يقول مرة واحدة"...... (الهندية : ۱/۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوست کے گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا لیکن اب وہاں پر کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھیں گے پوچھنا یہ ہے کہ آیا وہاں عید کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عید کی نماز بھی جائز نہیں، لہٰذا اس گاؤں میں عید کی نماز نہ پڑھیں۔

"تجب صلاۃ العید علی کل من تجب علیه صلاۃ الجمعة"......(الھندیة : ۱/۱۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں عید کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی گاؤں میں عیدگاہ نہ ہو تو عید کی نماز مسجد میں کروانا کیسا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسجد میں ادا کرنا منع ہے اور کیا سرکاری جگہ یا کسی کی ذاتی جگہ حجرہ وغیرہ میں ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں آپ کے گاؤں میں عید کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ عید کی نماز کے لیے شرط ہے کہ وہ مصر جامع یا قریہ کبیرہ میں پڑھی جائے جیسا کہ جمعہ کے لیے شرط ہے۔

"وأما شرائط وجوبها وجوازها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة وجوازها فهو شرط وجوب صلاة العيدين وجوازها"......(بدائع الصنائع: ۱/۲۷۶)

"(ولادائهاشرائط في غير المصلي) منها المصرهكذافي الكافي والمصرفي ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذافي الظهيرية وقاضي خان وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذافي التتارخانية ومعنى اقامة الحد ودالقدرة عليهاهكذافي الغياثية وكمايجوزاداء الجمعة في المصريجوز اداؤهافي فناء المصروهو الموضع المعدلمصالح المصر متصلا بالمصر و من كان مقيمابموضع بينه وبين المصرفرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشئ هكذافي الخلاصةاه"......(الھندیة : ۱/۱۴۵)

" قوله (وفي القهستاني) تأييدلمتن وعبارة القهستاني تقع فرضافي القصبات

والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال ابوالقاسم ھذا بلاخلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان ھذامجتھدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارۃ الی انه لاتجوزفی الصغیرۃ التی لیس فیھاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواھرلوصلوافی القری لزمھم اداء الظھراہ"......(ردالمحتار: ۱/ ۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شرائط معدوم ہونے کی وجہ سے جمعہ وعیدین پڑھنا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۵۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ضروریات زندگی کے میسر ہونے میں اور شرائط کی موجودگی میں جمعہ اور عیدین جائز ہے یانہیں؟ مدلل اور مفصل حوالہ جات تحریر کر کے مطمئن فرمائیں تحقیق حدیث(لاجمعة فی القری وغیرہ بمذھب)عندالاحناف جائز ہے یانہیں؟ یاعدول عن المذہب کے ضمن میں اتباع الھواء کے زمرے میں تونہیں آتا، گاؤں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ کل گھروں کی تعدادایک سو بہتر ہے اور کل مرد بالغ افراد کی تعداد ۴۴۱ ہے ٹرانسپورٹ کی سہولت بھی موجود ہے دوکانوں کی تعداد گیارہ ہے جس سے روزمرہ زندگی کی سہولیات پوری ہوتی ہیں ٹیلفون بجلی روڈ کی سہولت بھی موجود ہے گاؤں اور مضافات میں چار مساجد ہیں جس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا ہوتی ہے ڈاکٹر اور ٹیلرز کی سہولت بھی موجود ہے جبکہ آٹے کی چار مشینیں ہیں گاؤں سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک تھانہ بھی موجود ہے کئی سال پہلے نماز جمعہ اور عیدین پڑھی جاتی تھیں اول نماز جمعہ بند ہوگیا اب تین سال سے نماز عید بھی بند ہوئی ہے جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب اور پریشانی کا سماں ہے جبکہ قریب گاؤں میں بریلویوں کے ہاں لوگ جاتے ہیں عیدین اور نماز جمعہ میں وہاں خرافات سنتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے ذہن خراب ہوجاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا بیان کو مدنظر رکھ کر ہمیں ہمارے گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین کے جواز اور عدم جواز پر مدلل فتویٰ دے کر ہمیں مطمئن فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں نماز جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ کا ہونا ضروری ہے آپ کی بستی نہ مصر جامع ہے اور نہ ہی قریہ کبیرہ ہے، لہٰذا ایسے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں، اور نہ ہی عیدین ، بلکہ اپنی ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے رہا کریں، بدعتیوں کے ساتھ مقابلہ کرنے میں احکام شرعیہ پر عمل چھوڑنا عقلمندی نہیں۔

"اما المصر الجامع فشرط وجوب الجمعة وشرط صحة ادائها عنداصحابنا حتى لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنافي توابعه وكذالايصح اداء الجمعة الافي المصروتوابعه فلاتجب على اهل القرى التى ليست من توابع المصرولايصح اداء الجمعة فيها"......(بدائع الصنائع:۱/۵۸۳)

" و عبارة القهستاني تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالي اوالقاضي ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفيه فاذا اتصل به الحكم صارمجمعاعليه وفيماذكرنا اشارة الى انه لاتجوزفي الصغيرة التي ليس فيهاقاض ومنبروخطيب كمافي المضمرات،والظاهر انه اريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان في الجواهرلوصلوافي القرى لزمهم اداء الظهر"......(ردالمحتار:۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات عیدین سے متعلق بعض مسائل:

مسئلہ نمبر(۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) عیدین کی زائد تکبیروں کے درمیان امام فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر رکھے گا یا اس سے کم؟

(۲) اگر امام تکبیرات کو پہلی رکعت میں بھول گیا اور سورت فاتحہ شروع کر دی اور درمیان سورت فاتحہ کے یاد آگیا تو کیا وہ تکبیرات کو کہے گا اور پھر سورت فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟

(۳) اگر امام عید کی نماز میں بغیر زائد تکبیر کہے رکوع میں چلا گیا اور رکوع سے کھڑا نہ ہوا بلکہ اس نے تکبیرات جہرا رکوع ہی میں کہہ لیں تو صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) تکبیرات عیدین کے موقع پر تکبیرات کے درمیان فاصلہ تین تسبیحات کے مقدار ہونا چاہیے۔

(۲) اگر امام تکبیرات عیدین بھول گیا اور اسے سورت فاتحہ کے درمیان یاد آیا تو اسے چاہیے کہ وہ پہلے تلاوت مکمل کرے پھر تلاوت کے بعد تکبیرات کی قضا کرے اور اگر چاہے تو رکوع میں کرے اور آخر میں سجدہ سہو ادا کرے اور اگر مجمع زیادہ ہو اور فتنہ کا خوف ہو تو سجدہ سہو نہ کرنا اولیٰ ہے۔

(۳) اسی طرح اگر امام بغیر زائد تکبیریں کہے رکوع میں چلا گیا ہے تو پھر رکوع میں تکبیر کہہ لے اور سجدہ سہو کرے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

”والمختار عند المتأخرين أن لا يسجد للسهو في الجمعة والعيدين لتوهم الزيادة من الجهال كذا في السراج وغيره بحر، وليس المراد عدم جوازه بل الاولى تركه كيلا يقع الناس في فتنة“...... ردالمحتار: ۲/۱۷۱)

”قال ابو حنيفةؒ اذانسي الامام تكبيرات العيدحتى قرأ فانه يكبر بعدالقرأة اوفي الركوع مالم يرفع رأسه ويسجدللسهو، وقال ابن ابي ليلى: يكبر في السجود...... والصحيح قول ابي حنيفةؒ لانهاواجبة فحكمهاحكم القراءة“

......(التتارخانية: ۲/۶۹) و(الهندية: ۱/۱۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تین مساجد والے قصبے میں نماز جمعہ وعیدین کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قصبہ گیارہ سو کی آبادی والا ہے، پانچ دکانیں اور ایک کارخانہ آٹے کی پسائی اور تیل وغیرہ کا ہے، تین مساجد ہیں جن میں سے ایک مسجد آبادی سے ایک مربعہ پر واقع ہے پانی کے لیے واٹر سپلائی سسٹم ہے آسانی ہے سرکاری اردو سکول بھی ہے روزانہ آمد ورفت کے لیے موٹر وغیرہ سفر کے لیے سہولت میسر ہے، کلومیٹر سے بھی کم فاصلہ پر قریب بستی میں چھ سات سو آبادی موجود ہے، اکثر حضرات نمازی صحیح العقیدہ قرآن وسنت کی تعلیم وتفہیم کے مشتاق ہیں، کیا یہاں جمعہ وعیدین ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرطِ صحت سوال صورت مرقومہ میں مذکورہ جگہ نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز نہیں، کیونکہ نماز جمعہ وعیدین کی ادائیگی کے لیے شہر یا بڑا قصبہ کا ہونا شرط ہے جبکہ مذکورہ جگہ میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔

"(ولادائهاشرائط فی غیرالمصلی) منها المصرهکذافی الکافی،والمصرفی ظاهرالروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدودوینفذالاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذافی الظهیریة وفتاویٰ قاضی خان وفی الخلاصة وعلیه الاعتمادکذافی التتارخانیة ومعنی اقامة الحدودالقدرة علیهاهکذافی الغیاثیة وکمایجوزاداء الجمعة فی المصریجوزاداؤهافی فناء المصروهوالموضع المعدلمصالح المصرمتصلابالمصرومن کان مقیمابموضع بینه وبین المصرفرجة من المزارع والمراعی نحوالقلع ببخاریٰ لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ هکذافی الخلاصةاه"......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

" قوله(وفی القهستانی) تأییدلمتن وعبارة القهستانی تقع فرضافی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق قال ابوالقاسم هذابلاخلاف اذا اذن الوالی اوالقاضی ببناء المسجدالجامع واداء الجمعة لان هذامجتهدفیه فاذا اتصل به الحکم صارمجمعاعلیه وفیماذکرنا اشارة الی انه لاتجوزفی الصغیرة التی لیس فیهاقاض ومنبروخطیب کمافی المضمرات....الاتری ان فی الجواهرلوصلوافی القری لزمهم اداء الظهراه"......(ردالمحتار : ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں والوں پر شہر میں جاکر نماز جمعہ وعیدین پڑھنا فرض نہیں:

مسئلہ نمبر(۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جناب ہم گاؤں ''گھنکے'' کے باشندے ہیں اور آج کل اپنی رہائش کھیتوں میں گاؤں سے تقریباً ایک کلومیٹر دور ہے، گاؤں اور ہمارے گاؤں کی آبادی سو یا سوا سو گھروں پر مشتمل ہے تقریباً پانچ چھ عام دکانیں خوردونوش کی ہیں بچوں اور بچیوں کے لیے دو علیحدہ علیحدہ پرائمری سکول ہیں اس کے علاوہ گاؤں میں ان تمام چیزوں کے علاوہ دونوں گاؤں میں کوئی دوسری چیزیں نہیں پائی جاتیں، حالانکہ ہمیں اپنی تمام حاجتوں کو پورا کرنے کے لیے دوسرے گاؤں ''ہڈیارہ'' میں جانا پڑتا ہے یا پھر لاہور شہر سے رجوع کرنا پڑتا ہے جب کہ میں نے پہلے تحریر کیا کہ دونوں گاؤں میں کل پانچ

مساجد ہیں اور پانچوں مساجد میں نماز جمعہ پڑھائی جاتی ہے پانچوں مساجد مقرر حضرات سوائے ایک حافظ قرآن کے عالم پڑھے لکھے ہیں، دین کا علم محض کتابوں سے پڑھا ہے، مسائل سے کوئی خاص واقفیت نہیں، اب سوال یہ ہے کہ نماز جمعہ کی کیا شرائط ہیں ان مساجد میں جمعہ پڑھائی جانی چاہیے یا نہیں؟ اگر کہنے کے بعد بھی کوئی شخص نہ مانے تو اس کے لیے کیا وعید ہے؟ کیا یہاں کے لوگوں پر جمعہ کی نماز پڑھنا واجب ہے؟ اور نماز جمعہ نہ ہونے کی صورت میں امام صاحب نماز جمعہ پڑھائے تو کیا دوسرے نمازیوں کی نماز ظہر رہ جانے کی صورت میں نماز کا وبال امام صاحب پر ہوگا؟ اور جو پہلے ہو چکا ہے اس کے ازالہ کے لیے کیا کیا جائے؟ مکمل تفصیل کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان تمام سوالوں کا جواب ارسال کریں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں نماز جمعہ کی صحت کے لیے مصر جامع یا قریہ کبیرہ شرط ہے، لہٰذا مذکورہ دونوں گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں اور جو لوگ گاؤں کے رہنے والے ہیں نہ تو ان پر گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے اور نہ ہی کسی شہر میں آکر پڑھنا فرض ہے، بلکہ ان کے ذمہ ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے، لہٰذا جتنی ظہر کی نمازیں مذکورہ گاؤں میں جمعہ ادا کرنے کی وجہ سے رہ گئی ہیں ان کی قضاء کرنا ضروری ہے۔

”(ولادائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هکذا فی الکافی، والمصر فی ظاهر الروایة الموضع الذی یکون فیه مفت وقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وبلغت ابنیته ابنیة منی هکذا فی الظهیریة وفتاویٰ قاضی خان وفی الخلاصة وعلیه الاعتماد کذا فی التتارخانیة ومعنی اقامة الحدود القدرة علیها هکذا فی الغیاثیة وکما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداؤها فی فناء المصر وهو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر ومن کان مقیما بموضع بینه وبین المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاریٰ لاجمعة علی اهل ذلک الموضع وان کان النداء یبلغهم والغلوة والمیل والامیال لیس بشئ هکذا فی الخلاصة اه“......(الهندیة : ۱/۱۴۵)

”قوله (وفی القهستانی) تأیید لمتن وعبارة القهستانی وتقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق قال ابو القاسم هذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعة لان هذا مجتهد فیه فاذا اتصل

بہ الحکم صار مجمعا علیہ وفیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض ومنبر وخطیب کما فی المضمرات....الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر اھ"......(ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

"وعن ابی حنیفۃؒ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح"...... (ردالمحتار: ۱/۵۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عیدین کے خطبے کے بعد دعا مانگنا:

مسئلہ نمبر(۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دفعہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہماری مسجد میں دو مولانا صاحبان کے اختلافات کی وجہ سے جھگڑا کھڑا ہوگیا اور کافی شور شرابہ ہوا جسے مشکل سے رفع کیا گیا وجہ یہ تھی کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ عید کے خطبہ کے بعد دعا مانگنی ہے اور دوسرے صاحب کہتے تھے کہ نہیں مانگنی، عوام بے چارے جو کہ اتنی گہرائی تک دینی علم نہیں رکھتے، وہ تذبذب کا شکار ہیں، مہربانی فرما کر اس مسئلہ کے بارے میں سمجھائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں طریقہ متعارفہ کے طور پر نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا رسول ﷺ سے صراحتاً واضح ثابت نہیں لیکن کسی خاص موقع کا حکم ثابت کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کا نام بھی تعیین کے ساتھ وارد ہو بلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں، عیدین کے بعد دعا بھی اسی قبیل سے ہے کہ عام نمازوں کے بعد دعا کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے تو نماز عید کے بعد بھی دعا کرنا جائز اور مستحب ہے اور خطبہ کے بعد بھی مانگ سکتے ہیں لیکن اس کو لڑائی جھگڑے کی بنیاد بنانا درست نہیں ہے جو شرعی مسئلہ جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھا جائے، اس لیے کہ اکابر کی آراء دونوں طرف ہیں۔

"حدثنا محمد وھو البخاری نفسہ حتی تخرج الحیض ولیس لھن غیر التکبیر ویدعون بدعائھم ای بدعائھم للمؤمنین فی خلال الخطبۃ لانہ

لم یثبت عنہ ﷺ بعدصلاۃ العیدین دعاء فالسنۃ الخاصۃ فی ذلک قاضیۃ علی عموم الاحادیث فی الاذکار بعدالصلوات وفی المدخل لابن الحاج المالکی ان السلف الصالحین کانوا یجلسون بعدالصبح والعصر فی المسجد لهم زمزمۃ ودوی کدوی النحل فهذه احوالهم لانفسهم دون حال الجماعۃ اھ‘‘......(فیض الباری: ۲/۳۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات التشریق فی القریٰ:

مسئلہ نمبر(۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیا تکبیرات تشریق بستی والوں پر واجب ہیں یا نہیں؟ نیز کس دن تک پڑھنا چاہیے؟ بسط وتفصیل سے مکمل ومدلل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالا مسئلہ غور طلب ہے، لہٰذا تفصیل میں جانے سے پہلے مقدمہ کے طور پر اس کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ فقہاء کرام کا اپنی کتب میں طریقہ ترجیح کا انداز مختلف ہے جو فقہاء کرام اپنی کتب میں صرف مسائل کو بغیر دلائل کے ذکر کرتے ہیں ان کا طریقہ ترجیح یہ ہوتا ہے کہ پہلے راجح قول کو ذکر کرتے ہیں اور بعد میں مرجوح کو ذکر کرتے ہیں جیسا کہ صاحب فتاویٰ قاضی خان اور صاحب ملتقی الابحر رحمہما اللہ کا طرز عمل ہے۔

اور جو فقہاء کرام اپنی کتب میں مسائل کو دلائل کے ساتھ جمع فرماتے ہیں تو وہ سب سے آخر میں جو قول ودلیل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ راجح ہوتا ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ، صاحب بدائع، صاحب مبسوط سرخسی اور صاحب فتح القدیر وغیرہم رحمہم اللہ کا طرز عمل ہے علامہ شامیؒ اپنے رسالہ شرح عقود رسم المفتی میں اس ضابطہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

’’ای ان اول الاقوال الواقعۃ فی فتاوی الامام قاضی خان له مزیۃ علی غیره فی الرجحان لانه قال فی اول الفتاوی وفیما کثرت فیه الاقاویل من المتأخرین اقتصرت علی قول اوقولین وقدمت ماهو الاظهر وافتتحت بماهو الاشهر اجابۃ للطالبین وتیسیرا علی الراغبین انتهی وکذاصاحب ملتقی الابحر التزم تقدیم

القول المعتمدوماعداهمامن الكتب التي تذكر فيها الاقوال بادلتها كالهداية وشروحها وشروح الكنز وكافي النسفي والبدائع وغيرهامن الكتب المبسوطة فقدجرت العادة فيهاعندحكاية الاقوال انهم يؤخرون قول الامام ثم يذكرون دليل كل قول ثم يذكرون دليل الامام متضمناللجواب عما استدل به غيره وهذاترجيح له الا ان ينصواعلى ترجيح غيره"......(شرح العقود: ۴۰)

ترجمہ:''امام قاضی خان کے فتاویٰ میں تمام واقع اقوال میں سے سب سے پہلے قول ترجیح کے باب میں خصوصیت حاصل ہے، کیونکہ وہ فتاوی کے شروع میں فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ میں متاخرین علماء کے اقوال زیادہ ہوں تو میں نے ایک یا دو اقوال پر اکتفاء کر کے''اظہر''قول کو مقدم کیا،اور مشہور قول کو طلبہ کے قبول کرنے اور رغبت رکھنے والوں کی سہولت کے لیے شروع میں ذکر کیا ہے،اسی طرح صاحب''ملتقی الابحر''نے بھی معتمد علیہ قول کو مقدم کرنے کا التزام کیا ہے،اس کے علاوہ دیگران کتابوں میں جن میں اقوال کو دلائل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جیسے ہدایہ اور شروحات،کنز کی شروحات،علامہ نسفی کی''کافی''،بدائع وغیرہ ان مفصل کتابوں میں عادت یہ جاری ہوئی ہے کہ اقوال کو ذکر کرتے وقت امام صاحبؒ کے قول کو مؤخر کرتے ہیں، پھر اس کے بعد ہر قول کی دلیل ذکر کرتے ہیں، پھر(آخر میں)امام صاحبؒ کی دلیل کو ذکر کرتے ہیں جو دوسرں کے مستدل کے جواب کو متضمن ہوتی ہے،لہٰذا اس سے امام صاحبؒ کے قول کو ترجیح دینا مقصود ہوتا ہے،ہاں البتہ اگر غیر کے قول کی ترجیح کی تصریح ہو (تو اس لیا جائے گا)''

واضح رہے کہ ان دونوں قسم کی کتابوں میں مذکورہ انداز ترجیح اس وقت قابل اعتبار ہے جبکہ اسی کتاب میں اس انداز کے خلاف صراحتاً ترجیح کا ذکر موجود نہ ہو۔

اس تمہیدی مقدمہ کے بعد تفصیلاً عرض ہے کہ تکبیرات تشریق کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین رحمہما اللہ کے درمیان دو چیزوں میں اختلاف ہے پہلا اختلاف انتہاء وقت کے بارے میں ہے،امام صاحب کے نزدیک یوم النحر کی نماز عصر تک تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک ایام تشریق کے آخر تک پڑھنا واجب ہے دوسری چیز جس میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ کیا یہ تکبیرات صرف شہر میں رہنے والوں پر واجب

ہیں یا دیہات کے رہنے والوں پر بھی واجب ہیں؟ توامام صاحبؒ کے نزدیک اس کے لیے مصر جامع شرط ہے لہٰذا دیہات والوں پرواجب نہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک مصر جامع شرط نہیں ہے،لہٰذا تکبیرات دیہات والوں پر بھی ایسے ہی واجب ہیں جیسا کہ شہر والوں پرواجب ہیں صاحب ہدایہ،صاحب بدائع اور محقق ابن ہمام وغیرہم نے دونوں (یعنی انتہاء وقت اور شرطیت مصر) کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

”ویبدابتکبیر التشریق بعدصلاۃ الفجر من یوم عرفۃ ویختم عقیب صلاۃ العصر من یوم النحر عندابی حنیفۃؒ وقالایختم عقیب صلاۃ العصر من آخر ایام التشریق والمسئلۃ مختلفۃ بین الصحابۃ فأخذابقول علیؓ اخذابالاکثر اذھوالاحتیاط فی العبادات واخذبقول ابن مسعودؓ اخذا بالاقل لان الجھر بالتکبیر بدعۃ....وھوعقیب الصلوات المفروضات علی المقیمین فی الامصار فی الجماعات المستحبۃ عندابی حنیفۃؒ ولیس علی جماعات النساء اذالم یکن معھن رجل ولاعلی جماعۃ المسافرین اذالم یکن معھم مقیم وقالا ھوعلی کل من صلی المکتوبۃ لانہ تبع للمکتوبۃ ولہ مارویناہ من قبل الخ“.....(الھدایۃ :۱۸۵،۱۸۶/۱)

ترجمہ:”امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق کو یوم عرفہ (۹ذی الحجہ) فجر کی نماز سے شروع کر کے یوم النحر (۱۰ذی الحجہ) کی عصر کی نماز کے بعد ختم کریں گے، جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے آخری دن بعد از نماز عصر ختم کریں گے، چنانچہ یہ مسئلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان مختلف فیہ ہے، تو صاحبین رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ کے قول اکثر کو لیا، کیونکہ عبادات میں یہی قول احتیاط پرمبنی ہے اور امام صاحبؒ نے حضرت ابن مسعودؓ کے قول اقل کو لیا کیونکہ جہراً تکبیر کہنا بدعت ہے اور حال یہ ہے کہ یہ تکبیرات مقیمین پر ہر فرض نماز کے بعد شہر میں مستحب جماعت کے بعد امام صاحبؒ کے نزدیک پڑھنا واجب ہے، جبکہ عورتوں کی جماعت پرواجب نہیں، جب ان کے ساتھ جماعت میں کوئی مرد شریک نہ ہو اور نہ ہی مسافروں کی جماعت پرواجب ہے، جب تک اس کے ساتھ کوئی مقیم شریک نہ ہو، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہراس شخص پرواجب ہیں جو فرض نماز ادا کرے، کیونکہ یہ فرض نماز کے تابع ہے امام صاحبؒ کی دلیل ہم نے اس سے پہلے بیان کی۔“

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”وقول من جعل الفتوی علی قولھما خلاف مقتضی الترجیح فان الخلاف فیہ

مع رفع الصوت لافی نفس الذکر والاصل فی الاذکار الاخفاء والجهربه بدعة"......(فتح القدیر : ۴۹/۲)

ترجمہ:''جن حضرات نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ دیا ان کا قول ترجیح کے خلاف ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف رفع صوت میں ہے، نفس ذکر میں نہیں، جبکہ اذکار میں اصل اخفاء ہے اوراس کو جہراً پڑھنا بدعت ہے۔''

صاحب بدائع انتہاء وقت کو بیان کرتے ہوئے صاحبین کا مذہب اوران کے دلائل کو ذکر کرنے کے بعد آخر میں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل کو ذکر کرتے ہوئے اور صاحبینؒ کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ولابی حنیفةؒ ان رفع الصوت بالتکبیر بدعة فی الاصل لانه ذکر والسنة فی الاذکار المخافة....ولهذا هواقرب الی التضرع والادب وابعدعن الریاء فلایترک هذا الاصل الاعندقیام الدلیل المخصص جاء المخصص للتکبیرمن یوم عرفة الی صلاة العصرمن یوم النحروهوقوله تعالیٰ ویذکرااسم الله فی ایام معلومات وهی عشرذی الحجة والعمل بالکتاب واجب الافیماخص بالاجماع وانعقدالاجماع فیماقبل یوم عرفة انه لیس بمرادولا اجماع فی یوم عرفة ویوم النحرفوجب العمل بظاهرالکتاب عندوقوع الشک فی الخصوص وامافی ماوراء العصرمن یوم النحرفلاتخصیص لاختلاف الصحابة وترددالتکبیربین السنة والبدعة فوقع الشک فی دلیل التخصیص فلایترک العمل بدلیل عموم قوله تعالیٰ ادعواربکم تضرعاوخفیة وبه تبین ان الاحتیاط فی الترک لافی الاتیان لان ترک السنة اولی من اتیان البدعة"......(بدائع الصنائع: ۱۹۶/۱)

ترجمہ:''امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تکبیرات کو بلند آواز سے پڑھنا اصل میں بدعت ہے، کیونکہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اذکار میں اخفاء سنت ہے، اسی وجہ سے یہ تضرع اورادب کے زیادہ قریب ہے اورریاکاری سے دور ہے چنانچہ اس اصل کو اس وقت چھوڑا جائے گا، جب کوئی مخصص دلیل موجود ہو، لہٰذا یوم عرفہ سے لیکر یوم نحر کی عصر تک تکبیرات کہنے کا مخصص ہے، جوکہ اللہ تعالیٰ کا قول:''ویذکروااسم الله فی ایام معلومات'' اور یہ دس ذی الحجہ کا دن ہے، اورحال یہ ہے کہ کتاب اللہ پر عمل کرنا اس وقت واجب ہے جب تک کسی مسئلہ کی تخصیص میں شک کے وقت کتاب اللہ کے ظاہر پر عمل کرنا واجب ہو اور یوم نحر کی عصر کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ سے کوئی تخصیص نہیں،

اور تکبیرات تشریق کے سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہوا، چنانچہ اس کی تخصیص کی دلیل میں بھی شک پیدا ہو گیا، تو (اس صورت) میں اللہ تعالی کے عمومی قول: "ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة" والی دلیل پر عمل نہیں چھوڑا جائے گا، اس سے ظاہر ہوا کہ احتیاط ترک میں ہے، تکبیرات کہنے میں نہیں، کیونکہ بدعت عمل کرنے سے ترک سنت اولی ہے۔"

اور "من یجب علیہ" کو بیان کرتے ہوئے صاحب بدائع نے صاحبین رحمہما اللہ کی دلیل کو ذکر کرنے کے بعد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل کو ذکر کرتے ہوئے صاحبین کی دلیل کا جواب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

" ولان رفع الصوت بالتکبیر من شعائر الاسلام واعلام الدین وماھذا سبیله لایشرع الافی موضع یشتھر فیه ویشیع ولیس ذلک الافی المصر الجامع ولھذا اختص بالجمعة والاعیاد وھذا المعنی یقتضی ان لایأتی به المنفرد والنسوان لان معنی الاشتھار یختص بالجماعة دون الافراد ولھذا لایصلی المنفرد صلاة الجمعة والعید وامر النسوان مبنی علی الستر دون الشتھار واما الایة الثانیة فقد ذکرنا اختلاف اھل التأویل فیھا واما الاولی فنحملھا علی خصوص المکان والجنس والحال عملا بالدلیلین بقدر الامکان وماذکروا من معنی التبعیة مسلم عند وجود شرط المصر والجماعة وغیرھما من الشرائط واما عند عدمھا فلانسلم التبعیة الخ" (بدائع الصنائع: ۱/۱۹۸)

ترجمہ: " کیونکہ تکبیرات کو بلند آواز سے کہنا شعائر اسلام اور دین کے اعلام میں سے ہے اور جو اس طرح کے ہو تو وہ صرف اس جگہ میں مشروع ہے جس میں وہ مشہور ہو اور وہ صرف مصر جامع ہی ہے اسی وجہ سے یہ جمعہ اور عیدین کے ساتھ مختص ہو گیا تو لہٰذا اس معنی کا تقاضا یہ ہے کہ منفرد اور عورتیں ان تکبیرات کو نہ کہے، کیونکہ اشتہار (مشہور ہونے) کا یہ معنی جماعت کے ساتھ خاص ہے نہ کہ اکیلے نمازی کے ساتھ، اسی وجہ سے اکیلے نمازی پر جمعہ اور عیدین نہیں، جبکہ عورتوں کا معاملہ ستر پر مبنی ہے نہ کہ اشتہار پر اور رہی بات دوسری آیت کی تو ہم نے اہل تاویل کا اختلاف اس میں ذکر کیا اور پہلی آیت خصوصی مکان اور جنس پر محمول کی جائے گی، اور حال یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دونوں دلیلوں پر عمل کریں گے اور انہوں نے جو تبعیت کا معنی ذکر کیا تو وہ اس وقت مسلم ہے جب مصر، جماعت وغیرہ اور دیگر شرائط پائی جائیں، البتہ ان شرائط کے عدم موجودگی کے وقت ہمیں تبعیت مسلم نہیں۔"

علامہ حلبی رحمہ اللہ کافی تفصیل لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"وبهذاظهرانه لاوجه لمن جعل الفتوى على قولهما الخ"......(غنية المستملى: ۴۹۴)

ترجمہ: اس سے ظاہر ہوا کہ جنہوں نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ قرار دیا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں۔"

جبکہ صاحب بحر، صاحب درمختار اور صاحب نورالایضاح وغیرہم حضرات نے اپنی کتب میں ایام وقری دونوں میں صاحبین کے قول کی ترجیح کو بیان کیا ہے۔

صاحب بحر لکھتے ہیں:

"واماعندهمافهوواجب على كل من يصلى المكتوبة لانه تبع لهافيجب على المسافروالمرأة والقروى قال فى السراج الوهاج والجوهرة والفتوى على قولهمافي هذا ايضافالحاصل ان الفتوى على قولهمافي اخروقته وفيمن يجب عليه الخ"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۹۰)

ترجمہ: "البتہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہر اس شخص پر واجب ہے جو فرض نماز پڑھتا ہو کیونکہ یہ فرائض کے تابع ہیں چنانچہ مسافر، عورت اور دیہاتی سب پر واجب ہے، "سراج الوہاج" اور "جوہرہ" میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں بھی فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے، پس حاصل یہ ہے کہ (تکبیرات تشریق) کے آخری وقت اور کن لوگوں پر واجب ہے کے بارے میں فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔"

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

"(يجب تكبير التشريق...... عقب كل فرض) عينى بلافصل يمنع البناء(ادى بجماعة) اوقضى فيهامنهامن عامة القيام وقته كالاضحية (مستحبة) خرج جماعة النساء والغزاة لا العبيد فى الاصح جوهرة اوله(من فجرعرفة) وآخره(الى عصرالعيد) بادخال الغاية فهى ثمان صلوات ووجوبه(على امام مقيم) بمصر(و)على مقتد(مسافراوقروى اوامرأة) بالتبعية لكن المرأة تخافت ويجب على مقيم اقتدى بمسافر(وقالابوجوبه فوركل فرض مطلقا) ولومنفردا اومسافرا اوامرأة لانه تبع للمكتوبة (الى) عصراليوم الخامس(آخرايام التشريق وعليه الاعتمادوالعمل والفتوى فى عامة الامصاروكافة الاعصار"......(درمع الرد: ۱/ ۶۲۰)

(تکبیرات تشریق واجب ہیں...... ہر فرض نماز کے بعد) بغیر ایسے فصل کے جو بناء کے لیے مانع ہو (جو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو) یا ان دنوں کی قضاء نمازوں کو انہی دنوں میں پڑھنے کے بعد عام لوگوں پر واجب ہے، کیونکہ ان (تکبیرات تشریق) کا وقت ابھی قائم اور باقی ہے، جیسے قربانی، تو اصح قول میں اس سے عورت اور مجاہدین کی جماعت نکل گئی نہ کہ غلاموں کی جماعت، اس کی ابتداء یوم عرفہ کے فجر سے عید کے دن (یوم نحر) کے عصر تک ہے غایت کو مغیہ میں داخل کرنے کی وجہ سے یہ آٹھ نمازیں بنتی ہیں، یہ مقیم امام پر شہر میں واجب ہیں، جبکہ مقتدی چاہے مسافر ہو یا دیہاتی ہو یا عورت پر تبعاً واجب ہیں، لیکن عورت ان کو اخفاء کے ساتھ کہے گی اور اس مقیم مقتدی پر بھی واجب ہیں، جس نے مسافر کے پیچھے اقتداء کی، صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد مطلقاً واجب ہیں، اگر چہ منفرد ہو یا مسافر یا عورت، کیونکہ یہ فرض نماز کے تابع ہے ایام تشریق کے آخری پانچویں دن تک پڑھنا ہے، اسی قول پر اعتماد، عمل، عام شہروں اور ہر زمانے میں فتویٰ ہے۔“

صاحب نورالایضاح لکھتے ہیں:

”ویجب تکبیر التشریق من بعدفجر عرفة الی عصر العیدمرۃ فور کل فرض ادی بجماعة مستحبة علی امام مقیم بمصر ومن اقتدی به ولو کان مسافرا اورقیقا اوانثی عندابی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ وقالایجب فور کل فرض علی من صلاہ ولو منفردا اومسافرا اوقرویا الی عصر الخامس من یوم عرفة وبه یعمل وعلیه الفتوی“......(نورالایضاح علی حاشیة الطحطاوی:۵۳۸، ۵۴۰)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات تشریق یوم عرفہ کی فجر سے لیکر عید کی عصر تک ہر فرض نماز جو مستحب جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو، مقیم امام پر شہر میں واجب ہے اور جن لوگوں نے اس امام کی اقتداء کی، اگر چہ مسافر ہو یا غلام ہو یا عورت ہو یوم عرفہ ایام تشریق کے پانچویں دن تک (تکبیرات) کہنی واجب ہیں، یہی قول معمول بہ اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد ہر نمازی پر واجب ہیں، اگر چہ منفرد ہو یا مسافر ہو یا دیہاتی ہو۔“

جبکہ خلاصۃ الفتاوی، شرح الوقایہ، فتاوی ہندیہ، تاتارخانیہ اور فتاوی سراجیہ میں صرف ایام کے بارے میں صاحبین کے قول کی ترجیح کو بیان کیا گیا ہے خلاصۃ الفتاوی میں ہے:

”واختلفوا فی القطع قال ابن مسعودؓ یکبر الی صلاۃ العصر من اول یوم النحر وھو ثمانی تکبیرات وبه اخذ ابوحنیفةؒ وقال علیؓ الی صلاۃ العصر من

آخر ایام التشریق وهو ثلاث وعشرون تکبیرة وبه اخذابویوسف ومحمدرحمهما الله وعلیه الفتوی وعلیه عمل الناس الیوم ثم هذا التکبیرعلی اهل الامصارفی الصلاة المکتوبات المؤدیات بالجماعة مستحبة حتی لایجب علی النسوان وان صلین بجماعة وعندهماکل من صلی المکتوبة فی هذه الایام فعلیه التکبیرمقیماکان اومسافرارجلاکان اوامرأة فی المصراوفی غیرالمصرفی الجماعات اووحده"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۱۵)

تکبیرات تشریق کی انتہاء میں اختلاف ہے چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نحر کی عصر تک کہیں گے، جوکہ آٹھ تکبیریں بنتی ہیں، اسی قول کوامام ابوحنیفہؒ نے لیا ہے، اورحضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن کی عصر کی نماز تک کہیں گے جوکہ تیئیس (۲۳) تکبیریں بنتی ہیں اس قول کوامام ابویوسف اورامام محمدؒ نے لیا ہے، اسی پر فتویٰ اورآج کل لوگوں کاعمل ہے، پھر یہ تکبیرات شہروالوں پر ہراس فرض نماز کے بعدواجب ہیں جومستحب جماعت سے اداکی گئی ہو یہاں تک کہ عورتوں پرواجب نہیں، اگرچہ انہوں نے جماعت کے ساتھ نمازاداکی ہو، اورصاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ان ایام میں ہرفرض نماز پڑھنے والے پرواجب ہیں، چاہے مقیم ہویامسافر، مردہو یاعورت، شہر میں ہویادیہات میں، جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہو یامنفرد۔

شرح الوقایہ میں ہے:

"ویجب تکبیرات التشریق.....من فجریوم عرفة عقیب کل فرض ادی بجماعة مستحبة) احترازعن جماعة النساء وحدهن(علی المقیم بالمصروالمقتدیة برجل ومسافرمقتدبمقیم الی عصرالعید) وقالا الی عصرآخرایام التشریق وبه یعمل"......(شرح الوقایة: ۹۵ نولکشور)

ترجمہ: "تکبیرات تشریق شہری مقیم پر، مقتدی عورت جومرد کی اقتداء میں ہواوراس مسافر پرجومقیم کی اقتدا میں ہوسب پرواجب ہیں، یوم عرفہ کی فجر سے ہراس فرض نماز کے بعدجومستحب جماعت کے ساتھ اداکی گئی ہو، اس سے عورتوں کی اکیلی جماعت سے احترازکیا، اورصاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن عصرتک اوراسی قول پر عمل ہے۔"

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”واماوقته واوله عقيب صلاة الفجر من يوم عرفة وآخره في قول ابي يوسف ومحمدرحمهما الله تعالىٰ عقيب صلاة العصر من آخر ايام التشريق هكذافي التبيين والفتوى والعمل في عامة الامصار وكافة الاعصار على قولهما“......(الهندية : ۱۵۲/۱)

ترجمہ:”(تکبیرات تشریق کا وقت یہ ہے کہ یوم عرفہ فجر کی نماز کے بعد سے صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر کے بعد تک ہے اسی طرح ”تبیین“ میں ہے فتویٰ، اور اکثر شہروں اور ہر زمانے میں عمل صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔“

”واما الاختلاف في انتهائه قال ابن مسعودؓ يكبر الى صلاة العصر من اول يوم النحر ويقطع فيكون الجملة عنده ثماني صلوات وبه اخذابوحنيفةؒ وقال عليؓ يكبر الى صلاة العصر من آخر ايام التشريق ويقطع فيكون الجملة ثلاث وعشرين صلاة وبه اخذابويوسف ومحمدرحمهما الله وفي الاسبيجابي والفتوى على قولهما“......(التتارخانية : ۷۹/۲)

ترجمہ:”(تکبیرات تشریق) کے انتہاء وقت میں اختلاف ہے، حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نحر کی عصر تک کہیں گے اس کے بعد چھوڑ دیں گے، تو یہ ساری امام صاحبؒ کے نزدیک آٹھ نمازیں بنتی ہیں، اسی قول کو امام صاحبؒ نے لیا ہے اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیرات کہیں گے، اس کے بعد چھوڑ دیں گے تو یہ کل تئیس (۲۳) نمازیں بنتی ہیں اس قول کو صاحبین رحمہما اللہ نے لیا ہے، ”اسبیجابی“ میں ہے کہ فتویٰ صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہے۔“

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

”قال شمس الائمة السرخسي بانهاواجبة وهوعقيب صلاة الفجر من يوم العرفة الى ثماني صلوات عندابي حنيفةؒ وهومذهب عبدالله بن مسعودؓ وقال عليؓ الى ثلاث وعشرين صلاة وبه اخذابويوسف ومحمدرحمهما الله وعليه الفتوى قاله الامام الاسبيجابي اهل الرساتيق لاتكبير عليهم خلافالهمالاتكبير على المنفردعندابي حنيفة ولاعلى جماعة المسافرين ولاعلى نسوان الا اذاكان امامهن رجلا“......(سراجية على هامش الخانية : ۱۰۸/۱)

ترجمہ: ''شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق یوم عرفہ کی فجر کی نماز کے بعد سے آٹھ نمازوں تک امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہیں، یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب ہے اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ کل تیئس (۲۳) نمازیں ہیں، اس قول کو صاحبین رحمہما اللہ نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، امام اسبیجابیؒ نے فرمایا ہے کہ دیہاتیوں پر تکبیرات نہیں، بخلاف صاحبین رحمہما اللہ کے اور نہ ہی منفرد پر، نہ مسافروں کی جماعت پر اور نہ عورتوں پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تکبیرات واجب ہیں، ہاں البتہ جب عورتوں کا امام مرد ہو واجب ہیں۔''

جبکہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب البنایہ فی شرح الہدایہ میں ایام کے بارے میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے وہ لمبی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

''والخلاصۃ الفتوی علی قولھما ای قول ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالیٰ وعلیہ عمل الامصار فی اغلب الاعصار''......(البنایۃ : ۱/ ۱۳۹)

ترجمہ: ''اور خلاصہ یہ ہے کہ (اس مسئلہ میں) فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور اسی پر بیشتر شہروں اور ہر زمانے میں تعامل رہا ہے۔''

اور ''من یجب علیہ'' کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی ترجیح کو بیان کرتے ہیں ہوئے صاحبین کی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وقالا ھو علی کل من صلی المکتوبۃ لانہ تبع للمکتوبۃ'' ای لان التکبیر تبع للمفروضۃ یکبر کل من صلاھا قلنا التبعیۃ عرفت شرعا بخلاف القیاس لانہ لم یشرع فی غیر ھذہ الایام فتراعی لھذہ التبعیۃ جمیع ماورد بہ النص جعل من احدہ شرائطہ المصر فوجب ان یشترط القوم الخاص والجماعۃ الخاص کما فی الجمعۃ والعید''...... (البنایۃ : ۱/ ۱۴۱)

ترجمہ: ''اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات تشریق ہر اس شخص پر واجب ہیں جو فرض نماز پڑھتا ہے کیونکہ یہ اس کے تابع ہیں، یعنی تکبیرات تشریق فرض نماز کے تابع ہیں، ہر فرض نماز پڑھنے والا تکبیرات پڑھے گا، ہم کہتے ہیں یہ تبعیت شرعاً معلوم ہوئی ہے، بخلاف قیاس کے، کیونکہ تکبیرات ان ایام کے علاوہ میں مشروع نہیں تو تبعیت کی وجہ سے ہر اس چیز کی رعایت رکھی جائے گی، جس کے بارے میں نص وارد ہو تو اس کی شرائط میں سے ایک شرط مصر قرار دیا، چنانچہ یہ کسی خاص قوم اور خاص جماعت پر واجب ہیں جیسا کہ جمعہ اور عیدین میں ہے۔''

اورعلامہ زیلعی رحمہ اللہ کے طرزِعمل سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، علامہ تحریر فرماتے ہیں:

”واماشروطه فقدقال في الكتاب بشرط اقامة ومصرومكتوبة وجماعة مستحبة احترازاعن المسافرين والقرى والنافلة والوتروصلاة العيدين وصلاة الجنازة والمنفردوجماعة غيرمستحبة كجماعة النساء والعبيدفحاصله ان شروطه شروط الجمعة غيرالخطبة والسلطان والحرية في رواية وهوالاصح وهذاعندابي حنيفة وقال هوعلى كل من يصلي المكتوبة لانه تبع للمكتوبة وله ماروينامن اثرعلي في الجمعة“.....(تبيين الحقائق: ١/٢٢٧)

ترجمہ:”اور بہرحال جوان کی شروط ہیں تو کتاب میں فرمایا کہ اقامت ،شہر،فرض نماز،مستحب جماعت اس کے لیے شرط ہیں اور مسافروں ،دیہات ،نفل ،وتر،عیدین ،نماز جنازہ ،منفرد،غیر مستحب جماعت ،جیسے عورتوں اور غلاموں کی جماعت سے احتراز کیا،چنانچہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تکبیرات کی شرائط وہی ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں،سوائے خطبہ، سلطان اور ایک روایت کے مطابق حریت کے،یہی اصح ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات ہر اس شخص پر واجب ہیں،جوفرض نماز پڑھتا ہو،کیونکہ یہ فرض کے تابع ہیں،اور امام صاحبؒ کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ہم نے حضرت علیؓ سے جمعہ کے بارے میں اثر نقل کیا ہے۔“

لہٰذا تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جن فقہاءِ کرام نے دونوں چیزوں میں ترجیح امام صاحب کے قول کو دی ہے ان میں اہل ترجیح اور اصحاب تحقیق موجود ہیں جیسے صاحب ہدایہ،صاحب فتح القدیر وغیرہ اور جن حضرات نے صرف ایام کے بارے میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں بھی صاحب خلاصۃ الفتاوی جیسے اہل ترجیح موجود ہیں لیکن جن حضرات نے دیہات میں تکبیرات تشریق کے حق میں صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں کوئی بھی اہل ترجیح نہیں ہے بلکہ بعض ایسی کتب سے ترجیح نقل کی گئی ہے جن کو فقہاءِ کرام کتب غیر معتبرہ میں سے شمار کرتے ہیں مثلاً صاحب بحر نے السراج الوہاج اور جوہرہ سے ترجیح نقل کی ہے نہ تو خود صاحب بحر اہل ترجیح میں سے ہیں اور نہ ان کتابوں والے جن سے صاحب بحر نے ترجیح کو نقل کیا ہے بلکہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کتب غیر معتبرہ کو شمار کرتے ہوئے سراج الوہاج کے بارے میں فرماتے ہیں:

”ومنها السراج الوهاج شرح مختصرالقدوري من مؤلفات ابي بكربن علي الحدادي المتوفى سنة ثمان مائة كمانقله صاحب كشف الظنون عن المولى البركلي الخ “.....(مقدمة عمدة الرعاية : ١٢)

ترجمہ:''ان میں ''مختصر القدوری کی شرح سراج الوہاج'' جو امام ابوبکر بن علی الحدادیؒ متوفی ۸۰۰ھ کے مؤلفات میں سے ہے، جیسا کہ ''کشف الظنون'' کے مصنف نے مولی برکلیؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔''

صاحب بحر کے بارے میں علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ویؤخذ من قول صاحب البحر یجب علینا الافتاء بقول الامام الخ انه نفسه لیس من اهل النظر فی الدلیل فاذاصحح قولا مخالفالتصحیح غیره لا یعتبر فضلاعن الاستنباط والتخریج علی القواعدالخ''......(شرح عقود رسم المفتی: ۲۲)

ترجمہ:''صاحب ''بحر'' کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دینا ہم پر واجب ہے، کیونکہ ہم دلیل میں غور و فکر کی اہلیت نہیں رکھتے، پس جب امام صاحبؒ کسی ایسے قول کی تصحیح کریں جو دوسروں کی تصحیح کے مخالف ہو، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، چہ جائیکہ اس سے استنباط کیا جائے، جبکہ تخریج ایسے قواعد کے مطابق ہوگی۔''

اور علامہ شامیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ورأیت فی حاشیة ابی السعود الازهری علی شرح مسکین انه لایعتمد علی فتاوی ابن نجیم ولا علی فتاوی الطوری''...... (ردالمحتار: ۱/۵۲)

ترجمہ:''شرح مسکین'' پر ابوسعودؒ کے حاشیہ میں میں نے دیکھا کہ ابن نجیمؒ اور طوریؒ کے فتاویٰ پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔''

لہٰذا دونوں (انتہاء وقت اور عدم اشتراط مصریت) میں صاحبین کے قول کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے بلکہ انتہاء وقت کے بارے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ صحیح ہے اور اشتراط مصریت کے بارے میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ صحیح ہے اور اس طرف مبسوط میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ کا طرز عمل مشیر ہے کیونکہ انتہاء وقت کے بارے میں دلائل کے ساتھ صاحبین کے قول کو آخر میں ذکر فرمایا ہے جبکہ اشتراط مصریت کے بارے میں امام صاحب کے قول کو دلیل کے ساتھ آخر میں ذکر فرما چکے ہیں:

''وانما اخذنابقول علی وابن مسعود(رضی الله عنهما) لانه عمل الناس فی الامصارولانه یشتمل علی التکبیر والتهلیل والتحمیدفهواجمع وهذا التکبیر علی الرجال المقیمین من اهل الامصارفی الصلوات المکتوبات فی الجماعة عندابی حنیفة رحمه الله تعالی وقال أبویوسف ومحمدرحمهما الله

تعالیٰ کل من یصلی مکتوبة فی هذه الایام فعلیه التکبیر مسافر کان اومقیمافی المصر اوالقریة رجلا اوامرأة فی الجماعة اووحده وهوقول ابراهیم رحمه الله تعالیٰ لان هذه التکبیرات فی حق غیرالحاج بمنزلة التلبیة فی حق الحاج وفی التلبیة لاتراعی هذه الشروط فکذلک فی التکبیرات وابوحنیفة رحمه الله تعالیٰ احتج بماروینالاجمعة ولاتشریق الافی مصرجامع قال الخلیل والنضربن شمیل رحمهما الله تعالیٰ التشریق فی اللغة التکبیرولایجوزان یحمل علی صلاة العیدفقدقال فی حدیث علیؓ لاجمعة ولاتشریق ولافطرولا اضحی الافی مصرجامع فقدثبت فی الحدیث انه بمنزلة الجمعة فی اشتراط المصرفیه فکذلک فی اشتراط الذکورة والاقامة والجماعة ولهٰذالم یشترط ابوحنیفة رحمه الله فیه الحریة کمالاتشترط فی صلاة الجمعة" ......(مبسوط سرخسی:۲/۶۸)

ترجمہ:

اصول بالا کے تحت دیکھئے علامہ سرخسی رحمہ اللہ بھی اشتراط مصریت کے بارے میں امام صاحب کے قول کو آخر میں دلیل کے ساتھ ذکر فرماچکے ہیں اور علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وفی آخرالمستصفی للامام النسفی اذاذکرفی المسئله ثلاثة اقوال فالراجح هوالاول اوالأخیرلا الاوسط انتهی(قلت) وینبغی تقییده بما اذالم تعلم عادة صاحب ذلک الکتاب ولم یذکرالادلة اما اذاعلمت کمامرعن الخانیة والملتقی فتتبع واما اذاذکرت الادلة فالمرجح الاخیرکماقلنا الخ"......(شرح عقودرسم المفتی :ص ۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات تشریق فی القریٰ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریقات کا پڑھنا شہراور دیہات میں رہنے والے سب پرضروری ہے یاصرف شہر میں رہنے والوں پرضروری ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں راہنمائی فرما کرعنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

تکبیرات تشریق کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے درمیان دو چیزوں میں اختلاف ہے۔

اختلاف اول:

پہلا اختلاف انتہائے وقت کے بارے میں ہے۔

اختلاف اول کی تفصیل:

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک عید کی عصر تک تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے آخر تک تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے۔

اختلاف ثانی:

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ تکبیرات تشریق صرف شہر میں رہنے والوں پر واجب ہے یا دیہات میں رہنے والوں پر بھی واجب ہے۔

اختلاف ثانی کی تفصیل:

امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مصر جامع شرط ہے، لہٰذا دیہات والوں پر واجب نہیں ہے، جب کہ صاحبین رحمہما اللہ کے مصر جامع شرط نہیں ہے لہٰذا دیہاتیوں پر بھی ان کے نزدیک ایسے ہی واجب ہے جیسے شہر والوں پر واجب ہے۔

صاحب ہدایہ، صاحب بدائع علامہ کاسانی، محقق ابن ہمام رحمہم اللہ وغیرہ دونوں مسئلوں میں (انتہاء وقت اور شرط مصر) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دے چکے ہیں، ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وقول من جعل الفتوی علی قولهما خلاف مقتضی الترجیح فان الخلاف فیه مع رفع الصوت لافی نفس الذکر والاصل فی الاذکار الاخفاء الجهر به بدعة"......(فتح القدیر: ۲/۴۹)

علامہ حلبی رحمہ اللہ کافی تفصیل لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"وبهذا ظهر انه لاوجه لمن جعل الفتویٰ علی قولهما "......(غنیة المستملی: ۵۴۲)

جب کہ صاحب بحر اور صاحب درمختار اور صاحب نور الایضاح رحمہم اللہ وغیرہ دونوں مسئلوں میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دے چکے ہیں، چنانچہ صاحب بحر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"واما عندهما فهو واجب على كل من يصلي المكتوبة لانه تبع لها فيجب على المسافر والمرءة والقروى قال فى السراج الوهاج والجوهرة والفتوىٰ على قولهما فى هذا ايضا فالحاصل ان الفتوىٰ على قولهما فى آخر وقته وفيمن يجب عليه" ......(البحر الرائق : ۲/۲۹۰)

جب کہ خلاصۃ الفتاویٰ، وقایۃ الروایۃ، اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں صرف ایام کے بارہ میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ جن فقہاء کرام نے دونوں چیزوں میں ترجیح امام صاحب رحمہ اللہ کے قول کو دی ہے ان میں اہل ترجیح اور اصحاب تحقیق موجود ہیں، جیسے صاحب ہدایہ رحمہ اللہ، صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ وغیرہ، اور جن حضرات نے صرف ایام کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں خلاصۃ الفتاویٰ والے اہل ترجیح وتخریج موجود ہیں، لیکن جن حضرات نے دیہات میں تکبیرات تشریق کے حق میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں سے کوئی بھی اہل ترجیح نہیں ہے، بلکہ اکثر ایسی کتابوں سے ترجیح نقل کی گئی ہے جن کو فقہاء کرام نے کتب غیر معتبرہ میں شمار کیا ہے، مثلاً صاحب بحر رحمہ اللہ نے السراج الوہاج اور جوہرۃ سے ترجیح نقل کی ہے، نہ خود صاحب بحر رحمہ اللہ اہل ترجیح میں ہیں اور نہ ہی ان کتابوں والے اہل ترجیح ہیں جن سے ترجیح انہوں نے نقل کی ہے، بلکہ السراج الوہاج کے متعلق مولانا عبدالحیی رحمہ اللہ کتب غیر معتبرہ میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ومنها السراج الوهاج شرح مختصر القدورى من مؤلفات ابى بكر بن على الحدادى المتوفى سنة ثمان مأة كما نقله صاحب كشف الظنون عن المولى البركلى" ......(مقدمه عمدة الرعاية : ۱۲)

جب کہ صاحب بحر رحمہ اللہ کے متعلق علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"ويؤخذ من قول صاحب البحر يجب علينا الافتاء بقول الامام الخ انه نفسه ليس من اهل النظر فى الدليل فاذا صح قولا مخالفا لتصحيح غيره لايعبر فضلا عن الاستنباط والتخريج على القواعد شرح الوسالة المنظومة المسماة بعقود رسم المفتى" ......(رسائل ابن عابدين : ۲۵)

لہٰذا دونوں مسئلوں (انتہاء وقت اور عدم اشتراط مصریت) میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے، بلکہ صرف انتہاء وقت کے بارے میں صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر فتویٰ صحیح ہے، اور اشتراط مصریت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ صحیح ہے، اور اسی طرف مبسوط میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ کا طرز عمل مشیر ہے، کیونکہ انہوں نے انتہاء وقت کے بارے میں دلائل کے ساتھ صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو آخر میں ذکر کیا ہے۔

"وفی آخر المستصفی للامام النسفی اذاذکر فی المسئلة ثلاثة اقوال فالراجح هوالاول اوالاخیر لاالوسط انتهیٰ(قلت)وینبغی تقییده بما اذالم یعلم عادة صاحب ذالک الکتاب ولم یذکر الادلة امااذا علمت کمامرعن الخانیة والملتقی فتتبع واما اذا ذکرت الادلة فالمرجح الاخیر کماقلنا"......(شرح عقود رسم المفتی: ۳۰)

اور صاحب مبسوط رحمہ اللہ کی ترجیح کے بعد میرے خیال میں کسی اور ترجیح کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

"قال الشیخ اسماعیل النابلسی قال العلامة الطرطوسی مبسوط السرخسی لایعمل بمایخالفه ولایرکن الاالیه ولایفتی ولایعول الاالیه "......(شرح عقود رسم المفتی :۱۳)

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیہات میں تکبیرات تشریق نہ پڑھنے پر معتمد اہل ترجیح اور اصحاب تخریج جیسے علامہ سرخسی، صاحب الخلاصۃ، صاحب ہدایہ، محقق ابن ہمام، ملک العلماء علامہ کاسانی رحمہم اللہ وغیرہ متفق ہیں، جب کہ ایام کے بارے میں ان کے درمیان تصحیح کے متعلق اختلاف موجود ہے، جن میں سے علامہ سرخسی رحمہ اللہ اور صاحب خلاصۃ رحمہ اللہ صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو اس بارہ میں ترجیح دے چکے ہیں، اور ان دونوں کا مقام فقاہت اور ترجیح کے لحاظ سے دیگر مذکورہ بالا فقہاء کرام پر مقدم ہے لہٰذا دیہات میں قول راجح یہ ہے کہ تکبیرات تشریق ان میں واجب نہیں ہیں جب کہ شہروں میں ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک پڑھنا واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز عید میں سہو ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر (۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک گاؤں جس میں تین مسجدوں میں جمعہ پڑھا جاتا ہے ایک مسجد میں عیدالفطر کی نماز میں خطیب صاحب بھول گئے، دوسری رکعت کی ایک تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے یعنی ان سے تین تکبیریں رہ گئی، سلام پھیرنے کے بعد لوگوں نے اصرار کیا تو خطیب نے کہا یہ نماز واجب ہے اس کی کوئی وقعت نہیں نہ اس کا اعادہ صلوۃ اور نہ سجدہ سہو ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں تکبیرات عیدین علاوہ تکبیر افتتاح والرکوع ہر رکعت میں تین تین واجب ہیں، صاحب تنویر الابصار واجبات کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وقنوت السلام وقنوت الوتر وتکبیرات العیدین ھی ست تکبیرات فی کل رکعة ثلاثة"

اس پر علامہ شامیؒ وضاحت فرماتے ہیں۔

"وکذا احدھا افاد ان کل تکبیرۃ واجب مستقل اه"...... (ردالمحتار: ۱/۳۴۶)

ان میں سے کسی تکبیر کا چھوڑنا ترک واجب ہوگا اور ترک واجب پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لہٰذا امام صاحب کا یہ کہنا کہ عید کی نماز کی کوئی وقعت نہیں یہ صحیح نہیں، مگر صلاۃ جمعہ وعید میں جم غفیر کیوجہ سے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی سہو ہو تو بوجہ اندیشہ انتشار کے سجدہ سہو نہ کیا جائے، لہٰذا اگر سجدہ سہو نہ کیا گیا تب بھی نماز عید درست ہو جائے گی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

"(والسھو فی صلاۃ العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عندالمتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة) انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولیٰ ترک لئلا یقع الناس فی الفتنة (کمافی جمعة البحر اقرہ المصنف وبه جزم فی الدر)"......(درمع الرد: ۱/۵۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عید کی نماز پڑھنے والا اگر امام کو رکوع میں پائے تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر (۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عید کی نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ پہنچا تو امام صاحب پہلی رکعت مکمل کر چکے تھے یعنی رکوع تک پہنچ چکے تھے اب آیا کہ وہ شخص جو تاخیر سے عیدگاہ میں پہنچا، اب وہ کیا کرے؟ رکوع میں ملتا ہے تو پہلی رکعت کی تین زائد واجب تکبیروں کا کیا بنے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر وہ شخص اس حالت میں پہنچا کہ امام رکوع میں ہے تو اگر غالب گمان یہ ہو کہ امام کے اٹھنے سے پہلے تکبیرات کہہ لوں گا تو کہہ کر رکوع میں جائے، ورنہ رکوع میں جا کر کہہ لے اور ہاتھوں کو نہ اٹھائیں اگر رکوع میں تکبیریں پوری ہونے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ جائے تو بقیہ تکبیریں ساقط ہو جائیں گی۔

”اما لو ادرکہ راکعا فان غلب علی ظنہ ادراکہ فی الرکوع کبر قائما برای نفسہ ثم رکع والا رکع وکبر فی رکوعہ خلافا لابی یوسف ولا یرفع یدیہ لان الوضع علی الرکبتین سنۃ فی محلہ والرفع لا فی محلہ وان رفع الامام راسہ سقط عنہ مابقی من التکبیر لئلا تفوتہ المتابعۃ“......(ردالمحتار: ۱/۲۲۶)

”ولو انتھی رجل الی الامام فی الرکوع فی العید فانہ یکبر للافتتاح قائما فان امکنہ ان یاتی بالتکبیرات ویدرک الرکوع فعل ویکبر علی رأی نفسہ وان لم یمکنہ رکع واشتغل بتسبیحات الرکوع عندابی یوسف وعندھما یشتغل بالتکبیرات فاذاقلنا یکبر فی الرکوع ھل یرفع یدیہ قال الخجندی لا یرفع وقیل یرفع ولو رفع الامام راسہ بعدماادی بعض التکبیرات...... لان متابعۃ الامام واجبۃ“......(الجوھرۃ النیرۃ: ۱/۱۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطبہ عید کے بعد دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ ختم کرنے پر اجتماعی دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حضور ﷺ کے اقوال وافعال کو دیکھتے ہوئے یہ خلاصہ نکلتا ہے کہ ہر اجتماعی عمل کے بعد اجتماعی دعا ہے اور انفرادی عمل کے بعد انفرادی دعا کرنا مرغوب ومطلوب ہے۔

"فائدة واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم تثبت عن النبی ﷺ ولم يثبت عنه رفع الايدى دبر الصلوات فی الدعوات الا اقل قليل ومع ذلک وردت فيه ترغيبات قولية والامر فی مثله ان لايحكم عليه بالبدعة فهذه الادعية فی زماننا ليست بسنة بمعنی ثبوتها عن النبی ﷺ وليست ببدعة بمعنی عدم اصلها فی الدين والوجه فيه ماذكرته فی رسالتی نيل الفرقدين ص۱۳۳ ان اكثر دعاء النبی ﷺ كان علی شاكلة الذكر لايزال لسانه رطبا به ويبسطه علی الحالات المتواردة علی الانسان من(الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلی جنوبهم ويتفكرون فی خلق السموات والارض) ومثل هذا فی دوام الذكر علی الاطوار لاينبغی له ان يقصر امره علی الرفع فان حالة خاصة لمقصد جزئی وهو وعاء المسئلة فان ذقت هذا نفس عن كرب ضاق بها الصدر لاان الرفع بدعة فقدهدی اليه فی قوليات كثيرة وفعله بعدالصلاة قليلا وهكذا شانه فی باب الاذكار والاوراد اختار لنفسه مااختاره الله له وبقی اشياء رغب فيها للامة فان التزم احدمنا الدعاء بعدالصلوة برفع اليد فقد عمل بمارغب فيه وان لم يكثره بنفسه فاعلم ذلک "......(فيض الباری علی صحيح البخاری :۲/۱۶۷)

"عن ابی امامة قال قيل يارسول الله ای الدعاء اسمع ؟ قال جوف الليل الاخير ودبرالصلوات المكتوبات (الحديث) وقال العلامة ظفر احمد عثمانی ،قلت فيه اثبات الدعاء بعدالصلاة ......قدثبت ذلک عنه ﷺ قولا وفعلا فهذاحديث ابی امامة فيه ارشادالامة بالدعاء بعدالصلوات المكتوبات واماتاويله بان المراد من دبرالصلوات ماقبل السلام كمازعمه ابن القيم فباطل ......والحاصل ان ماجری به العرف فی ديارنا من ان الامام يدعوفی

دبر الصلوات مستقبلا للقبلة ليس ببدعة بل له اصل في السنة "......(اعلاء السنن : ۱۹۴، ۱۹۹/ ۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا تکبیرات تشریق مسبوق پر بھی واجب ہیں؟

مسئلہ نمبر(۶۴): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام مسنون عرض یہ ہے کہ آیا مسبوق پر بھی ایام تشریق میں تکبیرات کہنا واجب ہیں یا نہیں؟ یعنی مسبوق بقیہ نماز کے بعد تکبیرات تشریق کہے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سلام پھیرنے کے بعد مسبوق پر بھی تکبیرات تشریق واجب ہیں۔

"وكذا يجب على المسبوق لانه مقتدتحريمة لكن لايكبر مع الامام ويكبر بعدماقضى مافاته" ......(البحر الرائق: ۲/۲۹۰)

"والمسبوق يكبر وجوبا كاللاحق لكن عقيب القضاء لمافاته"......(درمع الرد: ۱/۶۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دعا بعد صلوۃ العید کا حدیث مبارکہ سے ثبوت:

مسئلہ نمبر(۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد صلوۃ العید کا ثبوت حدیث مبارکہ سے ہے یا نہیں؟ اور اس کا مطلق بدعت سمجھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال نماز عید کے بعد دعا کرنا احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا اسے بدعت سمجھنا درست نہیں ہے۔

"وعن ام عطية امرنا ان نخرج الحيض يوم العيدين وذوات الخدود فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم" ......(صحيح البخارى : ۱/۱۳۴)

"فیشھدن ای یحضرن جماعۃ المسلمین ودعوتھم ای دعائھم ویکثرن سوادھم...... قال الخطابی امرجمیع النساء بحضور المصلی یوم العید لتصلی من لیس لھاعذر وتصل برکۃ الدعاء"......(مرقاۃ المفاتیح : ۳/۴۸۳)

"عن ام عطیۃ قالت کذا نومران نخرج یوم العید حتی تخرا لبکر من خدرھا حتی نخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرھم ویدعون بدعائھم یرجون برکۃ ذالک الیوم وطھرتہ"......(عمدۃ القاری :۲/۴۲۶)

"قال الخطابی وابن بطال وفیہ تاخیر النساء عن الرجال وفیہ تساوی النساء والرجال فی التکبیر والدعاء وفیہ اخراج النساء یوم العید الی المصلی حتی الحیض فیھن ولکنھن یعتزلن المصلی"......(عمدۃ القاری :۲/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناپاک جگہ کو پاک کرکے وہاں نماز عید پڑھی جائے:

مسئلہ نمبر(۶۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسی زمین جو جانوروں کی چراگاہ ہو اس زمین پر جب کہ جانوروں کا گوبر کثیر طور پر ظاہر ہو اور اس کے برعکس ایک بڑی جامع مسجد موجود ہو لیکن چندافراد اپنی من مانی کے طور پر ناپاک جگہ پر نماز عید پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز عید ہو جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس جگہ کو صاف کیا جائے اور نماز عید پڑھی جائے کیونکہ حضورﷺ نے کبھی بھی بغیر عذر کے مسجد میں نماز عید نہیں پڑھی بلکہ آپ عیدگاہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

"عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال کان النبیﷺ یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی الخ وفی فتح القدیر والسنۃ ان یخرج الامام الی الجبانۃ ویستخلف من یصلی بالضعفاء فی المصر"......(اعلاء السنن : ۸/۱۱۳،۱۱۴)

"ثم خروجہ...... ماشیا الی الجبانۃ وھی المصلی العام والواجب مطلق التوجہ

والخروج الیھا ای الجبانۃ لصلاۃ العید سنۃ وان وسعھم المسجدالجامع ھوالصحیح "......(درمختار علی ھامش الشامی :۶۱۲/۱)

"قولہ وھوالصحیح قال فی الظھیریۃ وقال بعضھم لیس بسنۃ وتعارف الناس ذلک لضیق المسجد و کثرۃ الزحام والصحیح ھوالاول "......(فتاوی شامی: ۶۱۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس بستی میں جمعہ جائز نہیں وہاں نماز عید بھی جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۶۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام عرض یہ ہے کہ بندہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے جس کا بندہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل درکار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میں مسمی محمد اخلاق مظفر آباد میں ہٹیاں بالا کے ایک گاؤں میں رہتا ہوں ہمارے گاؤں میں بازار وغیرہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جامع مسجد ہے، بعض علماء کرام کی مشاورت کے بعد سنا ہے کہ جہاں بازار اور جامع مسجد نہ ہو وہاں نماز جمعہ اور نماز عیدین ادا نہیں کی جاتی، لیکن ہمارے گاؤں میں صرف نماز عید الاضحیٰ اور نماز عید الفطر ادا کی جاتی ہے، لہٰذا جناب سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اور فتویٰ صادر فرمائیں کہ ہمارے گاؤں میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ایک جامع مسجد جہاں جمعہ کی نماز ادا ہوتی ہے اور وہاں بازار بھی ہے وہ ہمارے گاؤں سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، کیا اس کی وجہ سے ہم نماز عید پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جس بستی میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے تو وہاں عیدین کی نماز بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ آپ کے گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی ان گاؤں والوں پر جمعہ وعیدین کی نماز واجب ہے۔

"تجب صلوۃ العیدین علی من تجب علیہ صلوۃ الجمعۃ "......(فتاویٰ التاتارخانیۃ: ۶۶۱/۱، ھدایہ : ۱۷۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات عیدین میں فاصلہ اور ان میں سہو کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۸): (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مذکورہ مسائل کے بارے میں کہ عید کی زائد تکبیروں کے درمیان امام فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر رکھے گا یا اس سے کم؟

(۲) اگر امام عید کی تکبیرات کو پہلی رکعت میں بھول گیا اور سورۃ الفاتحہ شروع کر دی اور درمیان سورۃ الفاتحہ کے یاد آ گیا تو کیا وہ پہلے تکبیرات کہے پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے گا یا کہ کوئی دوسری صورت ہوگی؟

(۳) اگر امام عید کی نماز میں بغیر زائد تکبیر کہے رکوع میں چلا گیا اور رکوع سے کھڑا نہ ہوا بلکہ اس نے تکبیرات جہراً رکوع ہی میں کہہ لیں تو صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) تکبیرات عیدین کے کے موقع پر تکبیرات کے درمیان فاصلہ تین تسبیحات کے بقدر ہونا چاہئے۔

"قال محمد فی الاصل یستحب المکث بین کل تکبیرتین مقدار مایسبح ثلاث تسبیحات "......(فتاویٰ التاتارخانیة :۲/۸۸)

(۲) سورۃ الفاتحہ پڑھ کر تکبیرات کہے اور سجدہ سہو کرے۔

(۳) اگر تکبیرات عیدین رکوع میں جہراً پڑھ لے تو بھی صحیح ہے۔

"قال ابو حنیفة اذانسی الامام تکبیرات العید حتی قرأ فانه یکبر بعدالقراءۃ اوفی الرکوع مالم یرفع ویسجدللسھو "......(فتاویٰ التاتارخانیه :۲/۸۸)

نوٹ: اگر عوام زیادہ ہو تو سجدہ سہو ترک کر دے، خواہ نماز جمعہ ہو نماز عیدین ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیدگاہ نہ ہو تو مسجد میں عید کی نماز کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی گاؤں میں عیدگاہ نہ ہو تو عید کی نماز مسجد میں کروانا کیسا ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ مسجد میں ادا کرنا منع ہے، اور کیا سرکاری جگہ یا کسی ذاتی جگہ حجرہ وغیرہ میں ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مطلق عید کی نماز پڑھنا واجب ہے اور عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے، اگر عیدگاہ نہ ہو تو مسجد میں پڑھ سکتے ہیں، نیز جس گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں اس میں عید کی نماز بھی جائز نہیں ہے، البتہ جس آبادی میں شرائط جمعہ و عیدین موجود ہیں تو ہر جگہ عیدین کی نماز پڑھنی درست ہے، مسجد ہو یا عیدگاہ، جب کہ متعدد مقامات پر پڑھنا شریعت کی منشاء کے خلاف ہے، جو کہ مظاہرہ عظمت اسلام ہے۔

"ثم خروجه ماشيا الى الجبانة وهي المصلى العام والواجب مطلق التوجه والخروج اليها اى الجبانة لصلاة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح "......(الدر المختار على هامش الرد المحتار: ۱/۶۱۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں والے لوگ مصر یا فناء مصر میں جا کر عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر (۷۰): السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کے لوگ عید کی نماز پڑھتے تھے اپنے قریب شہر کی حدود میں جا کر کیونکہ اس گاؤں میں لوگ عید کی نماز ادا نہیں کرتے تھے شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے، پھر کسی عارضی وجہ سے لوگوں نے اس عمل کو ترک کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس گاؤں کے لوگ عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اپنی پرانی ترتیب پر شہر کی حدود میں جا کر کسی کھیت میں کیونکہ مستقل عیدگاہ نہیں ہے، اگر لوگ اس عمل کو شروع نہ کریں تو لوگ غیر مقلدین کی اقتداء میں جا کر عید کی نماز ادا کرتے ہیں کیونکہ اس گاؤں میں ایک غیر مقلدین کی مسجد بھی ہے اور جو قریب شہر ہے اس میں بھی غیر مقلدین اور بریلویوں کی مساجد ہیں جہاں لوگ نماز ادا کرتے ہیں، اور میں آپ کے سامنے اس مسئلے کو بھی وضاحت سے بیان کر دوں کہ جہاں لوگ عید کی نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں وہاں قریب شہر کی کوئی آبادی نہیں صرف اور صرف اس شہر کی حدود ہے، اور ایک چھوٹی سی آبادی جس میں ۳ یا ۴ گھر ہیں اس شہر اور اس آبادی کا فاصلہ تقریباً ۲ کلومیٹر ہے، آیا یہاں پر نماز عیدین ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں گاؤں والوں پر عید کی نماز واجب نہیں ہے کیونکہ شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، باقی پرانی ترتیب کے مطابق بھی ان پر نماز عید پڑھنا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر شہر میں یا فناء شہر میں حسب سابق جا کر کھلے میدان میں نماز عید ادا کریں گے تو باعث اجر وثواب ہوگا۔

"تجب صلوة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة كذافي الهداية ويشترط للعيد مايشترط للجمعة الاالخطبة كذافي الخلاصة فانها سنة بعدالصلاة "......(فتاوىٰ الهندية: ١٥٠/١)

"لاتصح الجمعة الافي مصرجامع اوفي مصلى المصر ولاتجوز في القرى لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولااضحى الافي مصرجامع والمصرالجامع كل موضع له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود وهذاعندابي يوسف وعنه انهم اذااجتمعوا في اكبرمساجدهم لم يسعهم والاول اختيارالكرخي وهوالظاهر والثاني اختيار الثلجي "......(الهداية: ١/١٧٧)

"ولادائها شرائط في غيرالمصلي منهاالمصر هكذافي الكافي والمصر في ظاهرالرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذالاحكام وبلغت ابنيته ابنية منى هكذافي الظهيرية وفتاوى قاضي خان، وفي الخلاصة وعليه الاعتماد كذافي التتارخانية ،ومعنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذافي الغياثية وكمايجوزاداء الجمعة في المصر يجوز اداؤها في فناء المصر وهوالموضع المعدلمصالح المصر متصلابالمصر ومن كان مقيما بموضع بينه وبين المصر فرجة من المزارع والمراعي نحوالقلع ببخارا لاجمعة على اهل ذلك الموضع وان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشيء هكذافي الخلاصة هكذاروى الفقيه ابوجعفر عن ابي حنيفة وابي يوسف رحمهما الله تعالى وهواختيار الشمس الائمة الحلواني كذافي فتاوى قاضي خان "......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٤٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً تین سو سے زائد ہے اور وہ شہر اور مضافات شہر میں بھی نہیں ہے، اس میں عید کی نماز پڑھنا اور پڑھانا از روئے شرع متین کیسے ہے؟ اور اگر کسی علاقہ میں بیس پچیس سال سے عید کی نماز پڑھی جا رہی ہو اور وہ لوگ اس کو ترک کرنے پر راضی نہ ہوں تو اس کو جاری رکھنا چاہیئے یا روک دینا چاہیئے؟ اور روکنے کے لیے کونسا طریقہ اپنایا جائے؟

اور دعا نماز عید میں خطبہ سے پہلے مسنون ہے یا بعد میں؟ اور اگر کسی علاقہ میں کئی سالوں سے خطبہ کے بعد کا طریقہ چلا آرہا ہو تو اس کو تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

گاؤں میں عید کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس کو روک دینا چاہیئے۔

"تجب صلوتهما في الاصح على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة فانها سنة بعدها وفي القنية صلوة العيد في القرى تكره تحريما اى لانه اشتغال بما لايصح لان المصر شرط الصحة"

......(درمختار: ۱/۱۱۶)

"لقوله عليه السلام لاجمعة ولاتشريق ولاصلاة فطر ولااضحى الافي مصر جامع اومدينة عظيمة ولم ينقل عن الصحابة رضى الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الافي الامصار دون القرى"......(مراقي الفلاح شرح نور الايضاح: ۵۰۴)

نماز عیدین کے بعد دعا کا ثبوت تو ملتا ہے لیکن اس دعا کے تعیین کا ثبوت نہیں ملتا کہ نماز کے متصل بعد دعا ہے یا خطبہ کے بعد البتہ بہتر یہی ہے کہ خطبہ مکملات نماز میں سے ہے تو خطبہ کے بعد ہی دعا ہونی چاہیئے۔

"عن ام عطية قالت كنانؤمران نخرج يوم العيد حتى نخرج البكر من خدرها حتى نخرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرون بتكبيرهم ويدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم وطهرته"......(صحيح البخارى: ۱/۱۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مسجد میں نمازعیدادا کرنا خلاف سنت ہے:

مسئلہ نمبر(۲۷): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بھیرکنڈ میں پہلے عیدگاہ نہیں تھی اب عرصہ تین چارسال سے اللہ تعالیٰ نے عیدگاہ کی نعمت سے نوازا ہے لیکن اس کے باوجود کچھ ائمہ جو پہلے مساجد میں نمازعید پڑھاتے تھے وہ اب بھی مساجد میں نمازعید پڑھاتے ہیں، توکیا شرعاً عیدگاہ کے ہوتے ہوئے مساجد میں نمازعید کا پڑھنا مسنون ہوگا یانہیں؟اورکیا اس عمل سے ائمہ مساجد گناہ گار ہوں گے یانہیں؟شریعت کی روشنی میں اس مسئلہ کاحل بتلائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگرآپ کی بستی میں تمام شرائط جمعہ پائی جاتی ہوں تونمازعید کی ادائیگی کے لیے عیدگاہ کی طرف جانا مسنون ہے اورعیدگاہ کے ہوتے ہوئے مساجد میں نمازعیدادا کرنا اورعیدگاہ کی طرف نہ جانا یہ خلاف سنت ہے، اگرچہ نماز ہوجائے گی ،اگرشرائط جمعہ پوری نہ ہوں توعید کی نماز نہ عیدگاہ میں جائز ہے اورنہ مسجدوں میں جائز ہے۔

”فصل واماشرائط وجوبها وجوازها فكل ماهوشرط وجوب الجمعة وجوازها فهوشرط وجوب صلوة العيدين وجوازها“......(بدائع الصنائع: ۱/۶۱۶)

”وفي التجنيس والخروج الى الجبانة سنة لصلاة العيد وان كان يسعهم المسجدالجامع عندعامة المشائخ هوالصحيح اه وفي المغرب: الجبانة المصلى العام في الصحراء......فان كانت صلوة العيد واجبة حتى لوصلى العيدفي الجامع ولم يتوجه الى المصلى فقدترك السنة “ ......(البحرالرائق:۲/۲۷۸)

”ومطلق الخروج من بيته الى الصلوة وان كان واجبا بناء على ان مايتم به الواجب واجب لكن الخروج الى الجبانة سنة مؤكدة وان وسعهم المسجدالجامع فان صلوا في مساجد المصر من غيرعذر جازت صلوتهم وتركوا السنة هذا هوالصحيح كمافي الظهيرية “......(عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية :۱/۲۴۵)

"درنمازعیدین رفتن بصحراء سنت مؤکده است یامستحب ،بینوا توجروا،هوالمصوب،بعض فقهاء قائل باستحباب شده اندلیکن صحیح ومعتبرنزدایشایان بودنش سنت مؤکده است دربحرالرائق ازتجنیس نقل میسازدالخروج الی الجبانة سنة لصلوٰة العید وان کان یسعهم المسجد الجامع عندعامة المشائخ هوالصحیح انتهی وهمچنیں ست دربزازیه وجامع الرموز ومنح الغفار شرح تنویرالابصار وغیره وازکتب احادیث وسیرثابت است که آنحضرت ﷺ دائما برای نمازعیدین بصحراء تشریف بردند وفی عمره بجزیک مرتبه بعذربارش کاهی درمسجد خودکه ازجمله اماکن افضل است نمازعیدین ادانفرموده اند وخلفاء راشدین هم برین مواظبت فرموده اندواین مواظبت نه برسبیل عادت بود ونه بوجه ضرورت ملکه علی سبیل العبادة تابوجه کثرت جمعیت تزائد ثواب کردوشوکت اسلام ظاهر کرده وهذاآية للمنية علی سبیل التاکید"......(مجموعة الفتاوی علی هامش الخلاصة :۱/۱۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تکبیرات تشریق کا شرعی ثبوت:

مسئلہ نمبر(۷۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) تکبیرات تشریق کا شرعی ثبوت کیا ہے؟

(۲) ان تکبیرات کو تین مرتبہ پڑھنا چاہیئے یا کہ ایک دفعہ سے ادا ہوجاتی ہیں؟

(۳) اگر کوئی ان تکبیرات کو فرضوں کے بعد پڑھنا بھول جائے تو کیا نماز مکمل کر کے ان کو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) تکبیرات تشریق کا شرعی ثبوت قرآن وحدیث سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے"واذکروا اللہ فی ایام معدودات "

"وقال عکرمة (واذکروا اللہ فی ایام معدودات)یعنی التکبیر فی ایام التشریق بعدالصلوات المکتوبات اللہ اکبر اللہ اکبر "......(تفسیر ابن کثیر:۱/۳۹۶)

"اجمع اهل العلم علی العمل به والاصل فیه قول اللہ تعالی:(واذکروا اللہ فی ایام معدودات)جاء فی التفسیر واللہ اعلم ان المراد به التکبیر فی هذه الایام عقیب الصلوات وعن ابن عمر رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ ﷺ قال افضل ماقلت وقالت الانبیاء من قبلی یوم عرفة اللہ اکبر اللہ اکبر لااله الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ،عن جابر رضی اللہ عنه ان رسول اللہ ﷺ صلی الفجر یوم عرفة وقال اللہ اکبر اللہ اکبر لااله الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد "......(فتاویٰ التاتارخانیة : ۲/۷۸)

(۲) ایک دفعہ پڑھنے سے واجب تکبیر ادا ہو جاتی ہے۔

"واما عدده وماهیته فهوان یقول مرة واحدة اللہ اکبر اللہ اکبر لااله الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبروللہ الحمد " ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۵۲)

(۳) اگر نماز پڑھ کر کوئی ایسا عمل کرلیا جو نماز کے منافی ہو تو تکبیر تشریق نہیں پڑھے گا۔

"واما محل ادائه فدبرالصلوة وفورها من غیر ان یتخلل مایقطع حرمة الصلوة حتی لوضحک قهقهة اواحدث متعمدا اوتکلم عامدا اوساهیا اوخرج من المسجد اوجاوز الصفوف فی الصحراء لایکبر لان التکبیر من خصائص الصلوة حیث لایؤتی به الاعقب الصلوة ......والاصل ان کل مایقطع البناء یقطع التکبیر ومالافلا" ...... (البحرالرائق : ۲/۲۸۸،۲۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
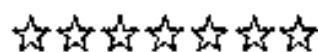
سورج گرہن کے وقت کیا کرنا چاہیے؟

مسئلہ نمبر(۴۷): سورج گرہن کے وقت مرد کو کیا حکم ہے کیونکہ ہمارا علاقہ دیہاتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ جو عورت حاملہ ہو جب تک سورج گرہن رہے اتنی دیر تک چارپائی پر لیٹی رہے قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ سورج گرہن کے وقت مرد کو فوراً مسجد جا کر نماز اور ذکر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اگر ہو سکے تو جب تک سورج گرہن ختم نہ ہو مسجد میں نماز وذکر میں مشغول رہے اور آپ کے علاقے میں حاملہ کے بارے میں مشہور بات کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

"قال النبی ﷺ اذا رأیتم شیئامن ھذہ فافزعوا الی الصلاۃ قال ولانھاصلاۃ تقام علی سبیل الشھرۃ فکان شعار اللدین حال الفزع"...... (فتح القدیر: ۲/ ۵۱)

"عن النعمان بن بشیرؓ قال انکسفت الشمس علی عھدرسول اللہ ﷺ فخرج یجرثوبہ فزعا....الخ"......(فتح القدیر: ۲/ ۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز استسقاء دو رکعت باجماعت مسنون ہے:

مسئلہ نمبر(۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء کتنی رکعت مسنون ہے؟ کیا امام صاحبؒ نے صاحبینؒ کے قول کی طرف رجوع فرمایا ہے یا نہیں؟ اور کیا اگر کوئی شخص نماز استسقاء کی دو رکعت باجماعت پڑھتا ہے یہ شخص وہابی ہے؟ اور جو لوگ صلاۃ استسقاء چار رکعت پڑھتے ہیں ان پر بدعت کا حکم لگانا ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صلاۃ استسقاء دو رکعت باجماعت مسنون ہے یہی امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے امام اعظمؒ کے نزدیک بھی جائز ہے بلکہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی مستحب ہے۔

"قلت والظاهر ان المراد به الندب والاستحباب الخ"......(ردالمحتار: ۱/۲۲۴)

اس مقام پر علامہ شامیؒ نے تفصیل لکھی ہے استسقاء اگرچہ مختلف طریقوں سے منقول ہے مگر بہتر اور افضل طریقہ صرف دو رکعت باجماعت پڑھنا ہے اسی کو فقہاء کرام نے مختار کہا ہے اور شیخ عبدالحقؒ نے بھی اسی کو مختار کہا ہے وفتوی الان نزد حنفیہ بر مذہب صاحبین است از جہت ثبوت فعل آنحضرت ﷺ وعدم دلیل بہ اختصاص آں با آنحضرت ﷺ اس لئے دو رکعت استسقاء پڑھنے والوں کو وہابی کہنا گناہ اور جرم ہے۔

صلاۃ استسقاء کی چار رکعت کسی محدث اور فقیہ کے قول میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی کہیں منقول ہیں اس لئے چار رکعت پڑھنے کو موجب ثواب سمجھنا بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

الباب السابع عشر فی صلوۃ الجنازۃ

دعا بعد الجنازۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۶): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد وہیں بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر قبل از دفن دعا کرنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے؟ نیز کتب فقہ حنفی میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اگر شرعی حیثیت کچھ نہیں تو اس کو شعار اہل سنت قرار دینا اور سنت نبوی قرار دینا اور اس کے تارک کو ملامت شدیدہ سے پریشان کرنا کیسا ہے؟

اگر کوئی اس کو سنت نبوی یا شعار اہل سنت تصور کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دعاء بعد صلوۃ الجنازۃ میں فقہاء کرام کی عبارات چار قسم کی ہیں۔

(۱) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

”ولا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ“ ......(مرقاۃ المفاتیح: ۱۴۹/۴)

”لا یدعو ابعد التسلیم کمافی الخلاصۃ“......(البحر الرائق: ۳۲۱/۲)

(۲) وہ عبارات جن سے کھڑے ہوکر دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

”اذافرغ من الصلوۃ لایقوم داعیالہ“......(فتاوی سراجیہ معہ قاضی خان: ۱۴۱/۱)

(۳) وہ عبارات جن سے دونوں کی ممانعت مراد لی جاسکتی ہے، مطلق دعا کی ممانعت بھی اور کھڑے ہوکر دعا کی ممانعت بھی۔

”ولا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنائز لانہ دعامرۃ لان اکثرھادعاء“......(فتاوی بزازیہ: ۷۲/۱)

”ولا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ“......(خلاصۃ الفتاوی: ۲۲۵/۱)

ان عبارات میں جن میں صلہ با آیا ہوا ہے فقہاء کرام نے دونوں معنی مراد لیے ہیں صاحب بحر نے خلاصۃ الفتاوی کی عبارت سے نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے کا معنی مراد لیا ہے اور مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ

صاحب نور اللہ مرقدہ نے محیط کی عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

(۴) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

"وعن الفضلی لاباس به"......(البحر الرائق : ۲/۳۲۱)

پہلی قسم کی عبارات تو مقید بالہیئۃ الخصوصہ ہیں کیونکہ نفس دعا بعد صلاۃ الجنازۃ کے بارے میں احادیث وآثار صحابہ کرام موجود ہیں، اگر اختلاف ہے تو ہیئت مخصوصہ کی تشریح میں ہے بعض اکابر نے اس کی تشریح ہیئت الاجتماع سے کی ہے اور بعض اکابر نے ہیئت القیام سے ہیئت مخصوصہ کی تشریح کی ہے، لہٰذا اکابر کے اقوال میں ترجیح کی ضرورت پڑ گئی اس کی وضاحت یوں ہے۔

حکم کی علت کراہت معلوم کی جائے کیونکہ حکم کے لیے مدار علت ہوتی ہے، جس صورت میں علت موجود ہو اس صورت میں کراہت ہوگی جس صورت میں علت نہ ہو اس میں کراہت نہ ہوگی، دعا بعد صلوۃ الجنازۃ کی کراہت کے لیے علت فقہاء کرام نے دو چیزیں ذکر کی ہیں، بعض نے صورت تکرار جنازہ کو اور بعض نے صورت زیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ کو علت کراہت قرار دیا ہے، جیسا کہ بزازیہ مرقات اور محیط کی عبارات میں اس کی واضح تصریح موجود ہے۔

لہٰذا جس صورت میں علت ختم ہو جائے گی حکم کراہت بھی ختم ہو جائے گا الحاصل کھڑے ہو کر دعا کرنے میں تکرار جنازہ اور شبہ فی صلاۃ الجنازۃ کی علت کراہت موجود ہے چاہے صورت اجتماعی ہو یا انفرادی اس لیے نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے، لیکن بیٹھ کر دعا کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں علت کراہت موجود نہیں ہے، البتہ اس کو عقیدتاً لازم سمجھنا بدعت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۷۷): شہید کی نماز جنازہ غائبانہ سنت کے مطابق ہے یا خلاف سنت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ کے جواز کی شرائط میں سے ایک شرط میت کا امام کے سامنے ہونا ہے، غائبانہ نماز جنازہ میں میت کی حاضری چونکہ نہیں ہوتی اس لیے غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

"شرط صحتها شرائط الصلوۃ المطلقة واسلام المیت وطهارته ووضعه امام المصلی وبهذا القید علم انها لاتجوز علی غائب ولاحاضر محمول علی دابة اوغیرها لاختلاف المکان"......(حلبی کبیری: ۵۰۲)

"وشرائط الجنائز الرابع حضوره اوحضور اکثر بدنه اونصفه مع راسه والصلاۃ علی النجاشی کانت بمشهده کرامة له ومعجزۃ للنبی ﷺ"......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے ارکان:

مسئلہ نمبر(۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ میں اگر تکبیرات کے علاوہ کچھ نہ پڑھا جائے تو کیا اس سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جنازہ میں ارکان صرف تکبیرات وقیام ہیں لہٰذا اگر تکبیرات کے علاوہ کچھ نہ پڑھا جائے تو پھر بھی نماز جنازہ ادا ہو جائے گی۔

"وارکانها التکبیرات والقیام"......(حاشیة الطحطاوی علی المراقی: ۱/۵۸۰)

"وفی الفتاوی الحجة والامی والهنود الذین لایعلمون الادعیة یکبر تکبیرات ویسلم تجوز صلاته لان الارکان فیها التکبیرات"......(الفتاوی التاتارخانیة: ۲/۱۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں درود ابراہیمی کا حکم:

مسئلہ نمبر(۷۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام نماز جنازہ کے اندر جو درود پڑھا جاتا ہے اس کو چھوڑ کر درود ابراہیمی پڑھ لے کیا اس سے نماز جنازہ کے اندر کوئی فرق تو نہیں پڑتا؟

الجواب باسم الملک الوہاب

نماز جنازہ میں اگر نماز والا درود شریف پڑھ لیا جائے تو اس سے نماز جنازہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"ویصلی علی النبی ﷺ کما فی التشہد(قولہ کما فی التشہد) ای المراد الصلاۃ الابراھیمیۃ التی یاتی بھا المصلی فی قعدۃ التشہد"...... (ردالمحتار: ۲۴۴/۱)

"واذا کبر الثانیۃ یاتی بالصلوۃ علی النبی ﷺ وھی الصلاۃ المعروفۃ وھی ان یقول(اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد) الی قولہ (انک حمید مجید)"......(بدائع الصنائع: ۵۱/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

متعدد میتوں پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر متعدد میتیں جمع ہو جائیں تو ہر ایک کی نماز جنازہ الگ الگ پڑھنا ضروری ہے یا ایک ہی نماز جنازہ سب کے لیے کافی ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر متعدد میتیں جمع ہو جائیں تو افضل یہ ہے کہ ہر ایک پر الگ الگ نماز جنازہ پڑھی جائے البتہ اگر سب پر ایک ہی نماز جنازہ پڑھی گئی تو یہ بھی جائز ہے۔

"واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل وان جمع جاز" ......(الدرالمختار: ۱۲۲/۱)

"ولو اجتمعت الجنائز یخیر الامام ان شاء صلی علی کل واحد علی حدۃ وان شاء صلی علی الکل دفعۃ بالنیۃ علی الجمیع"......(الھندیۃ: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا قبرستان جانا:

مسئلہ نمبر(۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا قبرستان جانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

درج ذیل شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مثلاً پردے کا اہتمام ہو، محرم ساتھ ہو، راستہ پرامن ہو، جزع فزع نہ کرتی ہو، فتنوں سے محفوظ ہو، تو عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے۔

"قال في البدائع ولا بأس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوا مومنين من غير وطء القبور لقوله عليه السلام انى كنت نهيتكم عن زيارة القبور الا فزوروها ولعمل الامة من لدن الرسول ﷺ الى يومنا هذا وصرح في المجتبى بانها مندوبة وقيل تحرم على النساء والاصح ان الرخصة ثابتة لهما"......(البحرالرائق : ۲/ ۳۴۲)

"ولا بأس بزيارة القبور وهوقول ابى حنيفة وظاهر قول محمد يقتضى الجواز للنساء ايضا لانه لم يخص الرجال وفي الاشربة واختلف المشايخ في زيارة القبور للنساء قال شمس الائمة السرخسي الاصح انه لا بأس بها"......(الهندية:۵/ ۳۵۰)

"قال الترمذى قدرأى بعض اهل العلم ان هذا قبل ان يرخص النبى ﷺ فى زيارة القبور فلما رخص دخل فى رخصة الرجال والنساء قال القارى وهذا هو الظاهر وقال بعضهم انما كره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن انتهىٰ قال القارى هذا المبحث موقوف على التاريخ والا فظاهر هذا الحديث العموم لان الخطاب في نهيتكم كما انه عام للرجال والنساء على وجه التغليب اواصالة الرجال فكذلك الحكم فى فزوروها مع ان ماقيل من ان الرخصة عامة لهن واللعن قبل الرخصة مبنى على الاحتمال ايضا...... وكذلك مااخرجه البخارى ان النبى ﷺ مربامرءة تبكى عند قبر فقال اتقى الله واصبرى الحديث ولم ينكر عليه الزيارة وكذلك مارواه الحاكم

ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ كانت تزور قبر عمها حمزة كل جمعة فتصلي وتبكي عنده فالصواب الذى ينبغي الاعتماد عليه هو جواز الزيارة للنساء اذاكان الامن من تضييع حق الزوجة والتبرج والجزع والفزع ونحو ذلک من الفتن لان الزيارة علل بتذكر الموت ويحتاج اليه الرجال والنساء فلامانع من الاذن لهن ".....(بذل المجهود :۴/۲۱۵،۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

توجیہ القبلۃ فی القبر:

مسئلہ نمبر(۸۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر میں میت کو قبلہ رو لٹانے کے وجوب یا مسنون ہونے میں علماء کرام کی مختلف آراء ہیں جن میں سے اس کے "سنت مؤکدہ" ہونے کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے فتاویٰ شامی میں اس کی تصریح کی ہے، فتاویٰ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"قلت ووجهه ان ظاهره التسوية بين الحياة والموت في وجوب استقباله لكن صرح في التحفة بانه سنة كمايأتي عقبه قوله ولاينبش ليوجه اليها اى لودفن مستدبرا لها واها لو التراب لاينبش لان التوجه الى القبلة سنة والنبش حرام"

......(ردالمحتار : ۱:۶۶۰)

مگر اس مسنون طریقے کو پورا کرنے کے لیے میت کو قبر میں قبلہ رخ پوری کروٹ دی جائیگی یا پھر اس کو چت لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دینا کافی ہوگا؟

چنانچہ اس مسئلہ میں علماء کرام کی عبارتوں میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، جن کی رو سے ایک رائے کے مطابق میت کو قبر میں قبلہ رو کرنے کی سنت کو پورا کرنے کے لیے دائیں کروٹ ہی پر لٹایا جائے گا، اور چت لٹا کر صرف چہرے کو قبلہ رو کرنا کافی نہ ہوگا، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۱) امداد الاحکام کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو قبر میں دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لٹانا چاہیئے اور اگر لحد ہو تو کمر کے نیچے کوئی پتھر یا کچی اینٹ رکھدینی چاہیئے تاکہ استقبال قبلہ باقی رہے (امداد الاحکام:۱/۸۳۸)

(۲) احکام المیت کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کرنا مسنون ہے صرف قبلہ رو کرنا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دے دینی چاہئے (ص ۶۵ بحوالہ بہشتی زیور)

(۳) فتاوی رحیمیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو قبر میں قبلہ کی جہت سے اتارنا مسنون ہے، قبر میں دائیں بازو پر لٹانا سنت موکدہ ہے قبلہ کی جہت پاؤں کرنا جائز ہے (فتاوی رحیمیہ: ۷/۶۵)

علاوہ ازیں یہی مسلک خیر الفتاوی: ۳/۱۵۳، عمدۃ الفقہ: ۲/۵۲۱، امداد الفتاوی: ۱/۵۶۲، احسن الفتاوی: ۱/ ۲۳۵، علم الفقہ: ۲/۳۵۳، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۳/۱۱۵، میں اختیار کیا گیا ہے۔

جب کہ دوسرے فریق کی رائے کے مطابق یہ ''سنت'' فقط چت لٹا کر چہرہ قبلہ رخ کر دینے سے بھی ادا ہو جائے گی۔

(۱) فتاوی حقانیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

احادیث مبارکہ میں میت کے چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کرنے کا حکم ہے اور یہ امر دونوں صورتوں میں پورا ہو سکتا ہے تاہم بائیں کروٹ پر لٹا کر قبلہ رخ کرنا بہتر ہے، اگر چہ چت لٹا کر قبلہ رخ کر دینا بھی جائز ہے (فتاوی حقانیہ: ۳/۴۵۱)

(۲) فتاوی دار العلوم دیو بند کی عبارت ملاحظہ ہو:

میت کو داہنی کروٹ کرنا اس میں شک نہیں کہ یہ عمدہ ہے کما صرح به الفقهاء لیکن اگر منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور داہنی کروٹ پر لٹانا مشکل ہو تو یہ توجیہ الی القبلہ یعنی منہ قبلہ کی طرف کر دینا بھی کافی معلوم ہوتا ہے (فتاوی دار العلوم دیو بند: ۵/۲۷۲)

جب کہ بعض کتابوں میں دونوں طرح کے فتوے موجود ہیں:

(۱) کفایۃ المفتی: ۴/۴۸، میں ہے کہ میت کو قبر میں چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی کے ڈھیلے سے ٹیک لگانا بھی جائز ہے اور یہ صورت چت لٹانے سے افضل ہے۔

(۲) جب کہ اسی کتاب میں ۴/۵۲، پر ذکر ہے کہ میت کو قبر میں یا لحد میں سیدھے کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کرنا سنت ہے، یہی طریقہ اہل اسلام اور زمانہ نبی کریم ﷺ سے مقبول اور زمانہ سلف وخلف میں معمول ومتوارث ہے، ہمارے ائمہ کرام وفقہائے عظام رحمہم اللہ کا مذہب ہے اور امام شافعی واحمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ صاحبان کا بھی یہی مسلک ہے، صغیری وکبیری، شرح منیہ اور امام شافعیؒ نے اپنی کتاب الام میں مردے کو روبقبلہ رکھنے کی

کیفیت میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ مردے کی پیٹھ کی طرف ڈھیلا یا مٹی کی روک کردے تا کہ مردہ اوندھا یا چت نہ ہوجائے ،آخر میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے تصدیقی دستخط کے ساتھ یہ عبارت درج ہے" یہ صحیح ہے کہ قبر میں مردے کو دائیں کروٹ پر لٹانا مسنون ہے" لہٰذا آنجناب کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا عبارات میں سے راجح کو متعین فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

راجح یہ ہے کہ مطلقاً توجیہ الی القبلہ سنت ہے اور جس حدیث سے درمختار اور طحطاوی وغیرہ میں وجوب پر استدلال کیا گیا ہے اس کو فقہاء نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے"**قوله يوجهه الى القبلة بذلك امر رسول الله ﷺ ، غريب**" ......(فتح القدیر:۲/۹۹)اور بنایہ میں ہے کہ "**وورود الامر بذلك من رسول الله ﷺ لم يثبت**"......(البناية:۳/۲۵۴) اور شامی میں ہے "**لكن لم يجده المخرجون وفي الفتح انه غريب واستؤنس الى قوله لكن صرح في التحفة بانه سنة كماسياتي عقبه ....لان التوجه الى القبله سنة والنبش حرام**"......(شامی : ۱/۶۶۰)

پھر توجیہ کی دو صورتیں ہیں (۱) چت لٹا کر منہ قبلہ کی طرف کردیا جائے (۲) داہنی کروٹ پر لٹا کر روبقبلہ کیا جائے ،اس میں شک نہیں کہ افضل تو داہنی کروٹ پر لٹانا ہی ہے لیکن سنت دونوں طرح ادا ہوجائے گی جیسا کہ فقہاء کی عبارات سے ظاہر ہے چنانچہ درمختار کی عبارت ملاحظہ ہو "**ويوجه اليها وجوبا وينبغي كونه على شقه الايمن**" ......(الدر علی حاشش الرد:۱/۶۶۰) اس میں توجیہ کو الگ بیان کیا ہے جو دونوں کو شامل ہے اور داہنی کروٹ کو الگ **ينبغي** کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے فقط اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کے لیے تیمم کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ فوت ہونے کے خوف سے پانی پر قدرت کے باوجود تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

غیر ولی کے لیے جائز ہے اگرچہ پانی پر قادر ہو،اور اس ولی کے لیے بھی جائز ہے جس سے مقدم ولی موجود ہو۔

"وجازلخوف فوت جنازۃ ای ولوکان الماء قریبا"......(ردالمحتار: ۱/۱۷۵)

"ویجوزالتیمم اذا حضرتہ جنازۃ والولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالطھارۃ ان تفوتہ الصلاۃ ولایجوزللولی وھوالصحیح ھکذا فی الھدایۃ ولالمن امرہ الولی ھکذا فی الخلاصۃ ویجوزالتیمم للولی اذاکان من ھومقدم علیہ حاضرا اتفاقالانہ یخاف الفوت"......(الھندیۃ: ۱/۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کافرکی نمازجنازہ پڑھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۸۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک کافرکا نماز جنازہ پڑھتاہے کیااس شخص کودوبارہ مسلمان ہونے کے لیےکلمہ پڑھنے کی ضرورت ہے کہ نہیں؟نیزاس کا نکاح بھی ٹوٹ گیا ہے کہ نہیں؟قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن وسنت اوراجماع امت کے مطابق اگراس شخص کوان کاکفرمعلوم ہوپھراس نے اس کومسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھاہوتودائرہ اسلام سے خارج ہے،اوراس کانکاح ٹوٹ چکاہے،اوراس پرتجدیدایمان اورتجدیدنکاح ضروری ہے،اوراگراس کومسلمان سمجھ کرنہیں بلکہ کافرسمجھ کرجنازہ پڑھاہوتواس صورت میں فاسق اورفاجرہےلہٰذااس صورت میں توبہ اوراستغفارکریں اورآئندہ اس عمل سے احترازکریں۔

"والاصل ان من اعتقدالحرام حلالافان کان حرامالغیرہ کمال الغیرلایکفروان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفروالافلاوقیل التفصیل فی العالم اماالجاھل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینہ لغیرہ وانماالفرق فی حقہ انماکان قطعیا کفربہ والافلافیکفر اذاقال الخمرلیس بحرام"......(البحرالرائق:۵/۲۰۶)

"ولاتصل علی احدمنھم مات ابدا،قال علمائنا ھذا نص فی الامتناع من الصلوۃ علی الکفار یؤخذلانہ علل المنع من الصلوۃ علی الکفار"......(تفسیرقرطبی:۴/۲۲۱)

"ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح"......(شامی:۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کافر کے پیچھے نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک کافر کے پیچھے نماز جنازہ پڑھتا ہے کیا اس شخص کو دوبارہ مسلمان ہونے کے لیے کلمہ پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ نیز کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

قرآن وسنت واجماع امت کے مطابق اگر اس شخص کو ان کا کفر معلوم ہو پھر اس نے اس کو مسلمان سمجھ کر جنازہ پڑھا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کا نکاح ٹوٹ چکا ہے، اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے اور اگر اس کو مسلمان سمجھ کر نہیں بلکہ کافر ہی سمجھ کر جنازہ پڑھا ہو تو اس صورت میں فاسق وفاجر ہے، لہٰذا اس صورت میں توبہ واستغفار کریں اور آئندہ اس عمل سے احتراز کریں۔

"والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لایکفر وان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفر والا فلاوقیل التفصیل فی العالم اما الجاھل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینہ ولغیرہ وانما الفرق فی حقہ انما کان قطعیا کفربہ والافلافیکفر اذاقال الخمرلیس بحرام"...... (البحر الرائق : ۵/۲۰۶)

"ولاتصل علی احدمنھم مات ابدا قال علمائنا ھذانص فی الامتناع من الصلوۃ علی الکفار یؤخذ لانہ علل المنع من الصلوۃ علی الکفار"...... (تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

"ان مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح"......(فتاویٰ شامی:۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قریب المرگ آدمی کو پورا کلمہ پڑھانا چاہیے:

مسئلہ نمبر(۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث میں ہے کہ سب سے افضل ذکر''لاإله إلا الله'' ہے،اور ایک دوسری حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جس شخص کا آخری کلام''لاإله إلا الله'' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا ان دونوں احادیث پاک میں کلمہ طیبہ کا دوسرا حصہ "محمد رسول اللہ"نہیں آیا اس کی کیا وجہ ہے؟اگر کوئی شخص کلمہ طیبہ کا ورد کرنا چاہے تو کیا اسے صرف''لاإله إلا الله'' کا ورد ہی کرنا چاہیے؟اسی طرح اگر کسی قریب المرگ شخص کو اللہ تعالیٰ کلمہ شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمادے تو کیا اس شخص کو صرف''لاإله إلا الله'' ہی پڑھنا چاہیے یا پورا کلمہ پڑھنا چاہیے۔؟

الجواب باسم الملک الوهاب

۱۔ پہلی حدیث''افضل الذکر لاإله إلا الله''میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ "لاإله الا الله" تمام اذکار میں سے افضل ذکر ہے کیونکہ''لاإله الا الله''تمام انبیائے کرام کے کلموں کا جزء ہے (یعنی یہاں ذکر بتایا ہے) دوسری حدیث میں''لاإله إلا الله''سے موت کے وقت ایمان پر خاتمہ ہونا مراد ہے،اسی وجہ سے ان احادیث کے آخر میں''محمد رسول الله''نہیں آیا کیوں کہ پورا کلمہ ذکر کرنا مقصود نہیں،بلکہ افضل ذکر اور ایمان پر خاتمہ ہونا بتلانا مقصود ہے لیکن جہاں ایمان لانے کا ذکر آئے گا وہاں مکمل ایمانیات کے کلمات بیان کیے جائیں گے،جیسے (پہلا کلمہ،ایمان مفصل،ایمان مجمل وغیرہ) وہاں''لاإله إلا الله''کے ساتھ''محمد رسول الله'' بھی آئے گا،کلمہ طیبہ کا ورد کرتے وقت اگر مکمل طور پر پڑھ لیں تو پھر بھی صحیح ہے اور اگر تسبیح کے آخر میں دو تین مرتبہ پڑھ لیں اور باقی تسبیح''لاإله إلا الله'' ہی کی کرلیں تو بھی ٹھیک ہے یا پھر بھی اپنے شیخ کامل کی ہدایت کے مطابق ذکر کریں۔قریب المرگ آدمی کے سامنے مکمل کلمہ طیبہ پڑھنا چاہیے وہ بھی پورا کلمہ پڑھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو غسل دینا مسلمانوں پر واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

۱۔ ایک آدمی سرکاری ملازم تھا کچھ دن مرض میں مبتلا رہا بعد میں فوت ہوگیا ڈاکٹر نے اس کے مرض کو بہت مہلک قرار دیا اور کہا کہ کوئی اس کو غسل نہ دیں بلکہ پلاسٹک میں بند کردیں نہیں تو دوسروں کو بھی یہ مرض لاحق

ہوسکتا ہے، ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ بغیر غسل کفن دیئے اسی طرح ہی جنازہ پڑھائیں اور گھر پہنچا کر دفن کردیں چونکہ ڈاکٹر صاحب اس مرض کے متعدی ہونے کا قوی سے قوی تر اندیشہ بتاتے ہیں واضح رہے کہ ڈاکٹر حضرات پائپ یالوٹے کے ساتھ بھی میت پر پانی ڈالنے کی اجازت نہیں دیتے، بلکہ مطلقاً یہ کہتے ہیں کہ بغیر غسل اور کفن، جنازہ پڑھائیں کیا ڈاکٹر کے اس قول صریح کو شریعت میں کوئی وقعت ہے کہ نہیں؟

۲۔ کیا میت کو غسل دینا نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے یا کہ اعزاز میت ہے واضح ہو کہ امام سرکاری ملازم ہیں وہ بذات خود بے اختیار ہیں اور افسران بالا ڈاکٹر کی بات کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور بغیر غسل کفن کے جنازہ پڑھانے کو کہتے ہیں تو کیا امام ایسی صورت میں بغیر غسل کے جنازہ پڑھائے اور بغیر غسل کفن کے جنازہ دفن کردیں؟

۳۔ کیا ایسے مردہ کو جو گزشتہ صورت میں ذکر کیا گیا یا بد بودار میت کو جو کچھ دن بعد جنگل میں مردہ پایا گیا ہو شریعت طیبہ کے حکم سے تیمم کی گنجائش ہے یا کہ نہیں؟ ان تینوں صورتوں کا شریعت طیبہ کی رو سے حکم الگ الگ جواب عنایت فرمائیں تا کہ مابعد اسی طرح عمل کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ڈاکٹروں کے اس بے بنیاد دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں کہ یہ مرض مہلک اور متعدی ہے اس لیے اس میت کو کفن وغسل نہ دیا جائے بلکہ بغیر غسل وکفن کے پلاسٹک میں لپیٹ کر جنازہ پڑھا کر دفن کردیا جائے، غسل دینا نماز جنازہ کے لیے شرط ہے جس طرح ڈاکٹر حضرات خود کسی مہلک ومتعدی مرض کا علاج کرتے وقت حفاظتی تدابیر اختیار کرتے ہیں اسی طرح ناک اور منہ پر کپڑا لپیٹ کر ہاتھوں میں پلاسٹک کے دستانے چڑھا کر پانی میں ڈیٹول وغیرہ ڈال کر لوٹے یا کپ کے ذریعے پانی اس میت پر خوب بہا دیا جائے اگر غسل نہ دیا تو سارے مسلمان گناہ گار ہوں گے کیونکہ یہ میت کا حق واجب ہے کہ اس کو غسل دیا جائے۔

"غسل الميت حق واجب على الاحياء بالسنة واجماع الامة كذافي النهاية"......(الهندية: ۱/۱۵۸)

۲۔ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا اور اس کی طہارت شرط ہے۔

"وشرطها إسلام الميت وطهارته مادام الغسل ممكنا وان لم يكن بأن دفن قبل الغسل ولم يكن إخراجه إلا بالنبش تجوز الصلوة على قبره للضرورة ولو صلى عليه قبل الغسل ثم دفن تعاد الصلوة لفساد الاولى هكذا في التبيين"......(الهندية: ۱/۱۵۸)

اگر میت کا جسم پھولا ہوا ہے اور بدبو آرہی ہے اور ہاتھ سے اس کا ملنا مشکل ہے تو اس پر صرف پانی ڈال دینا کافی ہے، غسل مسنون اس کے لیے واجب نہیں۔

"ولو كانت الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه. كذا في التتارخانية ناقلا عن العتابية"..... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نابالغ بچی کو غسل کون دے گا:

مسئلہ نمبر(۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر چار پانچ مہینے کی بچی فوت ہو جائے تو کیا کوئی محرم مرد اس کو غسل دے سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مرد نابالغ بچی کو غسل دے سکتا ہے۔

"والصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد الشهوة يغسلهما الرجال والنساء"..... (فتح القدير: ۲/۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر محرم میت کا چہرہ دیکھنا:

مسئلہ نمبر(۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیر محرم عورتوں کا میت مرد کا چہرہ یعنی منہ دیکھنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

غیر محرم مرد کے لیے زندگی میں اور موت کے بعد اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا ممنوع ہے، اسی طرح غیر محرم عورت بھی اجنبی مرد کا چہرہ زندگی میں اور موت کے بعد نہیں دیکھ سکتی۔

"سئل الحسن بن علي المرغيناني..... عن النظر إلى عظام المرأة بعد موتها مثل

جمجمتهاهل یجوزفقال لاکذافی التتارخانیة ناقلاعن الیتیمیة فی متفرقات الکراهة".....(الهندیة :۵/۳۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا:

مسئلہ نمبر(۹۰): کیا دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

دفن سے پہلے میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے لیکن اگر مجمع بہت زیادہ ہو تو اس سے بچنا چاہیے کیونکہ اس سے دفن میں تاخیر ہوگی، اور میت کو جلدی دفن کرنا چاہیے۔

"ولا بأس بأن یرفع ستر المیت لیری وجهه وإنما یکره ذلک بعدالدفن کذافی القنیة".....(الهندیة :۵/۳۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر(۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے کرام قرآن وسنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا جنازہ پڑھنے کے لیے جاتے وقت آگے آگے جانا چاہیے اور بلند آواز سے یا خاموشی سے تلاوت وذکر ورود شریف پڑھتے ہوئے جانا چاہیے، تفصیل کے ساتھ جنازہ میں سنت نبوی ﷺ گھر سے قبر تک میت کو لے جاتے وقت کیا ہے؟ ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

گھر سے قبر تک میت کا جنازہ لے جانے کا سنت طریقہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ میت کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے میت اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کی چارپائی کا اگلا داہنا پایا، اپنے داہنے کندھا پر رکھ کر کم ازکم دس قدم چلے اس کے بعد اس کا پچھلا داہنا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم ازکم دس قدم چلے، اس کے بعد اگلا بایاں پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر پچھلا بایاں پایا اپنے

بائیں کندھے پر رکھ کر کم ازکم دس قدم چلے، تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم پورے ہوجائیں، اگراس طرح میسر ہوتو بہتر ورنہ کوئی حرج نہیں، ضروری نہیں۔

"وإذاحمل الجنازة وضع تدبامقدمهاعلى يمينه عشر خطوات...... ثم وضع مؤخرهاعلى يمينه كذالك ثم مقدمهاعلى يساره ثم مؤخرهاكذالك الخ"......(الدرمع الرد: ١/٦٥٧)

٢۔ جنازہ اٹھا کر چلنے کی حالت میں سرہانہ آگے رکھنا چاہیے۔

"وفي حالة المشي بالجنازة يقدم الرأس كذافي المضمرات اه"......(الهندية : ١/١٦٢)

٣۔ جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر اس قدر تیز نہ ہو کہ نعش کو حرکت واضطراب ہونے لگے۔

"ويسرع بهابلاخبب قوله بلاخبب...... وحدالتعجيل المسنون أن يسرع به بحيث لايضطرب الميت على الجنازة الخ"......(الدرمع الرد: ١/٦٥٧)

٤۔ جولوگ جنازہ کے ہمراہ جائیں ان کے لیے قبل اس کے کہ جنازہ کندھوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی درپیش ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

"كماكره لتبعهاجلوس قبل وضعها الخ"......(در مع الرد: ١/٦٥٨)

٥۔ مختار اور مستحب یہ ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلے، اگرچہ آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن اگر سب لوگ جنازہ کے آگے چلیں تو مکروہ ہے۔

"وندب المشي خلفهاولومشى أمامهاجازولكن إن تباعدعنها أوتقدم الكل أوركب أمامهاكره الخ"......(درمع الرد: ١/٦٥٨)

٦۔ میت کو اٹھا کر لے جانے والے اور دوسرے پیچھے چلنے والوں کو حکم یہ ہے کہ وہ خاموش ہو کر چلیں، اپنے دل میں آہستہ آہستہ ذکر کرتے ہوئے چلیں۔

"وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقرأة القرآن وغيرهمافي الجنازة......وفي الظهيرية :فإن أرادأن يذكر الله تعالى يذكره في نفسه اه...... ويكره النوح والصياح في الجنازة ومنزل الميت للنهي عنه الخ"......(البحرالرائق: ٢/٣٣٦)

۷۔ جو لوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوں بلکہ کہیں بیٹھے ہوں جنازہ دیکھ کر ان کو کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔

"ولایقوم من مرت به جنازة ولم یرد المشی معها الخ"......(مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی:۶۰۷)

۸۔ جنازہ کے ہمراہ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازہ کے پیچھے چلے۔

"اما الرکوب خلفها فلا بأس به والمشی افضل کما فی البحر"......(الردالمحتار: ۱/۶۵۸)

۹۔ نماز جنازہ پڑھ چکنے کے بعد میت کو دفن کرنے کے لیے جلدی اٹھا کر قبرستان لے جانا چاہیے۔

"وکذا یستحب الإسراع بتجهیزه کله الخ"......(مراقی الفلاح علی حاشیة الطحطاوی:۶۰۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ لے جاتے وقت راستے میں منزلیں طے کرلینا:

مسئلہ نمبر(۹۲): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رواج ہے کہ چارپائی گھر سے جنازہ گاہ کی طرف نکلتی ہے تو کہتے ہیں "رستے منزلیں کرلو" پھر ایک مولوی صاحب جنازہ پڑھانے والے منزلیں طے کرتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے۔ نمبر ایک والے سے پائے کو مولوی صاحب پکڑتے ہیں اور وہ دوسرے نمبر پر چلا جاتا ہے اور دوسرے نمبر والا تیسرے نمبر پر چلا جاتا ہے اور تیسرے نمبر والا چوتھے نمبر پر چلا جاتا ہے، پھر اس کے بعد چند قدم کھڑے ہوتے ہیں پھر مولوی صاحب دوسرے نمبر پر چلے جاتے ہیں جب کہ دوسرے والا تیسرے اور تیسرے والا چوتھے نمبر پر چلا جاتا ہے اور چوتھے والا پہلے نمبر پر آجاتا ہے اور اس طرح منزلیں ختم ہوجاتی ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جنازہ میں رش اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے آگے بڑھ کر کندھا دینے کا موقع میسر نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ میت کی چارپائی کے پایوں کو یکے بعد دیگرے پکڑے اور چالیس قدم پورے کرے، اور اگر آگے بڑھ کر کندھا دینے کا موقع میسر ہو تو سنت یہ ہے کہ اٹھانے والا میت کی چارپائی کی دائیں جانب کو پہلے اپنے

دائیں کندھے پر رکھے اوردس قدم چلے، پھر دائیں جانب ہی پاؤں والے پائے کی طرف آجائے اور یہاں بھی دس قدم چلے اسی طرح پھر بائیں جانب بائیں کندھے پر رکھے اوردس قدم چلے، پھر پیچھے کی طرف آجائے اوردس قدم چلے اس طرح چالیس قدم پورے ہوجائیں گے، اس کے بعد جنازہ کے پیچھے چلے، جنازہ کی چارپائی اٹھانے میں منزلیں مقرر کرنے کا جو طریقہ سوال میں مذکور ہے وہ اگر فقہاء کے اس بیان کردہ سنت کے طریقے کے مطابق ہے تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

"أمانفس السنة هي أن يأخذ بقوائمها الأربع على طريق التعاقب بان يحمل من كل جانب عشرخطوات جاء في الحديث"من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت له أربعون كبيرة "وهذايتحقق في الجمع"......(التتارخانية : ۱۱۵/۲، البدائع:۳۲/۲،الهندية: ۱۶۲/۱)

"واذاحمل الجنازة وضع) ندبا(مقدما) بكسرالدال وتفتح وكذا المؤخر(على يمينه) عشرخطوات لحديث من حمل جنازة أربعين خطوة كفرت عنه أربعين كبيرة (ثم) وضع(مؤخرهاعلى يمينه كذالک ثم مقدمهاعلى يساره ثم مؤخرها) كذلک فيقع الفراغ خلف الجنازة فيمشي خلفها" ...... (الدرالمختار: ۶۵۷/۱)

"قوله(وضع مقدمهاعلى يمينه ثم مؤخرهاثم مقدمهاعلى يسارک مؤخرها) بيان لإكمال السنة في حملهاعندكثرة الحاملين إذاتناوبوافي حملها" ...... (البحر الرائق: ۳۳۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر اور تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر(۹۳): بعض لوگ جنازہ کے ساتھ مختلف ٹولیوں میں بلند آواز کے ساتھ کلمہ طیبہ ذکرواذکاراور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور بعض حضرات مخالفت کرتے ہیں کیاایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کوخاموش رہنا چاہیے بلند آواز سے کلمہ طیبہ یاذکرواذکاراور تلاوت قرآن

کا پڑھنا مکروہ ہے اگر کوئی شخص ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے، مخالفت کرنے والے غلطی کرنے والوں کو محبت سے سمجھانے کی کوشش کریں۔

"وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن كذا في شرح الطحاوي فإن أراد أن يذكر الله في نفسه كذا في فتاوى قاضيخان الخ"......(الهندية: ۱/ ۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو لے جاتے وقت نعرے لگانا:

مسئلہ نمبر (۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام قرآن وسنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کیا یہ عمل صحابہ کرام وارآئمہ کرام سے ثابت ہے۔

۱۔ میت کو قبرستان لے جاتے وقت میت کے آگے آگے چند آدمی اردو اور پنجابی میں مختلف قسم کے اشعار پڑھتے ہیں عموماً شیعہ لوگ جو جنازہ میں ہوتے ہیں وہی پڑھتے ہیں۔

۲۔ وقفے وقفے سے ایک آدمی بلند آواز سے کلمہ شہادت کہتا ہے اور ہر شریک جنازہ بلند آواز سے ایک دفعہ دوسرا کلمہ پڑھتے ہیں، کیا اس طرح کرنا کہنا سنت ہے؟ یہ عمل میت کو جنازہ گاہ کی طرف لے جاتے وقت کیا جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ذکر خفی سے منع نہیں بلکہ اور اونچی آواز سے ذکر اور نعرے وغیرہ لگانا منع ہے میت کو اٹھا کر لے جانے والے اور دوسرے پیچھے چلنے والوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ خاموش ہو کر چلیں، بلند آواز سے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت اور قرآن پاک کی سورت کی تلاوت یا ذکر جہر وغیرہ سلف صالحین اور فقہاء محققین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، البتہ اپنے دل میں کوئی بھی ذکر خفی کر سکتا ہے۔

"وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة والكراهة فيها كراهة التحريم"......

(البحر الرائق: ۲/ ۳۳۶)

"وفيه عن الظهيرية: فإن أراد أن يذكر الله تعالى يذكره في نفسه لقوله تعالى

أنه لایحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء وعن إبراهیمؒ أنه کان یکره أن یقول الرجل وهو یمشی معها استغفروا له غفر الله لکم الخ قلت وإذا کان هذا فی الدعا والذکر فماظنک بالغناء الحادث فی هذا الزمان".....(ردالمحتار: ۱/۶۵۸)

"ویکره النوح والصیاح فی الجنازة ومنزل المیت للنهی عنه اه" .....(البحر الرائق: ۲/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ اور نماز عصر کا ایک وقت میں جمع ہونا:

مسئلہ نمبر(۹۵): اگر کسی مسجد میں باجماعت نماز ساڑھے چار بجے ہو (جبکہ سورج چھ بجکر چھ منٹ پر غروب ہوتا ہے) اسی محلے میں فوتگی ہو جائے اس کے جنازے کا وقت بھی ساڑھے چار بجے رکھا جائے تو آیا اس صورت میں نماز جنازہ پہلے پڑھی جائے گی یا کہ نماز عصر پہلے پڑھی جائیگی؟ اور جب جنازہ، جنازہ گاہ تک جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے آدھا گھنٹہ خرچ ہوتا ہو تو واپسی پر نماز عصر پانچ بجے پڑھنا بہتر ہے، یا پہلے، نیز سورج غروب ہونے سے کتنی دیر پہلے نماز جنازہ پڑھنا بہتر ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ اگر فرض نماز کا وقت تنگ ہو تو پہلے فرض نماز کا ادا کرنا ضروری ہے، بصورت دیگر نماز جنازہ کو فرض نماز پر مقدم کرنا بہتر ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کو نماز عصر سے پہلے پڑھنا بہتر ہے، تغیر شمس سے پہلے پہلے نماز جنازہ ادا کرنا ضروری ہے، جس کی حد یہ ہے کہ سورج پر نظر نہ ٹکتی ہو۔

"وینبغی تقدیم الجنازة والکسوف حتی علی الفرض مالم یضق وقته فتأمل (قوله: ینبغی).....وأما إذا اجتمع کسوف وجمعة أو فرض وقت لم أره وینبغی تقدیم الفرض إن ضاق الوقت وإلا فالکسوف لأنه یخشی فواته بالانجلاء الخ".....(ردالمحتار: ۱/۱۱۶)

"(ومنع عن الصلوة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عندالطلوع والاستواء

والغروب إلاعصريومه)......وذكرفي الأصل مالم ترتفع الشمس قدررمح فهي في حكم الطلوع واختارالفضلي أن الإنسان مادام يقدرعلى النظرإلى قرص الشمس في الطلوع فلاتحل الصلاة فإذاعجزعن النظرحلت وهومناسب لتفسيرالتغيرالمصحح كماقدمناه وارادبالغروب التغيركماصرح به قاضيخان في فتاواه حيث قال وعندإحمرارالشمس إلى أن تغيب"......(البحرالرائق: ۱/۲۳۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں ثناء میں "وجل ثنائک" پڑھا جائے گا:

مسئلہ نمبر(۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعلیم الاسلام میں جنازہ کی نماز میں ثناء "وجل ثنائک" پڑھنا بہتر بتایا گیا ہے جبکہ بہشتی زیور کے گیارہویں حصے میں "سبحانک اللھم" آخر تک پڑھنے کا حکم ہے "جل ثنائک" کا ذکر نہیں ہے، کس پر عمل کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جنازہ کی ثناء میں "وجل ثنائک" پڑھا جائے گا، بہشتی زیور میں اس کا عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

"(قرأ كما كبر"سبحانك اللهم تاركا) وجل ثناءك إلافي الجنازة (قوله تاركا) هوظاهرالرواية بدائع لأنه ينقل في المشاهيركافي فالأولى تركه في كل صلوة نظرا الى المحافظة على المروى بلازيادة وإن كان ثناء على الله بحروحلية وفيه اشارة أن قوله في الهداية لايأتي به في الفرائض لامفهوم له لكن قال صاحب الهداية في كتابه مختارات النوازل وقوله وجل ثناءك لم ينقل في الفرائض في المشاهيروماروى فيه فهوفي صلوة التهجد(قوله إلافي الجنازة) ذكره في شرح المنية الصغيرولم يعزه إلى أحدولم أره لغيره سوى ماقدمناه عن الهداية ومختارات النوازل الخ"......(ردالمحتار: ۱/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں تکبیرات فرض ہیں:

مسئلہ نمبر(۹۷): ایک مفتی صاحب جوکہ علمائے دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہیں انہوں نے نماز جنازہ پڑھاتے وقت صرف تین تکبیریں کہہ کرسلام پھیردیااورمیت کے وارثوں نے جنازہ کودفنادیا آیااس صورت میں نماز جنازہ ہوگئی یانہیں اگرادانہیں ہوئی توکیاصورت اختیارکرنی چاہیے؟ اس حال میں ان سے پوچھاگیاتو کہنے لگے کہ تکبیراولی واجب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ میں بشمول پہلی تکبیر کے تمام تکبیریں رکن ہیں ایک تکبیر بھی رہ جائے تو جنازہ نہیں ہوتا، لہٰذا جب تک میت کے گلنے اور پھٹنے کا غالب گمان نہ ہوتو لوگوں کو بتلائے بغیر دوتین آدمی ملکر قبر پرنماز جنازہ پڑھ لیں۔

"وصلوة الجنازه أربع تكبيرات ولوترک واحدة منهالم تجز صلوته هكذافي الكافي إلى قوله ولوسلم الامام بعدالثالثة ناسياكبررابعة ويسلم كذافي التاتارخانية"...... (الهندية: ۱/۱۶۴)

"فهي شرط من وجه ركن من وجه اه"......(ردالمحتار: ۱/۶۴۲)

" وإن دفن بغير صلوة صلى على قبره مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير وهوالأصح"......(در مع الرد: ۱/۶۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں تکبیرات ہوجانے کے بعد شامل ہونے والاکیاکرے؟:

مسئلہ نمبر(۹۸): میں ایک جنازہ میں شریک ہواتاکہ نماز جنازہ پڑھوں میراوضونہیں تھامیں وضومیں لگ گیا توادھرامام صاحب نے نماز جنازہ پڑھاناشروع کردیاجب میں آیاتودوتکبیرات کہہ چکاتھامیں نماز میں شریک ہوگیا اورامام کے سلام کے ساتھ میں نے سلام پھیردیااب پوچھنایہ ہے کہ اگرتکبیرات چھوٹ جائیں تووہ تکبیرات کس طرح کہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ سلام نہ پھیراجائے، بلکہ امام کے سلام سے فارغ

ہوجانے کے بعد فوت شدہ تکبیرات جنازہ اٹھانے سے پہلے ادا کرلے اور بعد میں سلام پھیرلے، جیسا کہ نماز جنازہ کے علاوہ نمازوں میں مسبوق، امام کے سلام کے بعد اپنی رکعتیں پوری کرتا ہے، اسی طرح یہاں پر بھی ہر تکبیر، ایک رکعت کے قائم مقام ہے، جتنی تکبیریں رہ جائیں، اتنی تکبیریں امام کے سلام کے بعد، جنازہ اٹھانے سے پہلے پہلے پوری کرکے سلام پھیردے۔

”وإذاجاء رجل وقد كبر الإمام التكبيرة الأولى ولم يكن حاضرا انتظره حتى يكبر الثانية ويكبر معه فإذافرغ الإمام كبر المسبوق التكبيرة التي فاتته قبل أن ترفع الجنازة وهذاقول أبي حنيفة ومحمدرحمهما الله تعالى وكذاإن جاء وقد كبر تكبيرتين أوثلاثا“......(الهندية ١٦٤/١، ١٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کی دعا یاد نہ ہو:

مسئلہ نمبر(۹۹): ایک آدمی جس کو نماز جنازہ کی مسنون دعاء نہیں آتی، اب وہ کیا کرے؟ اس کے متبادل کوئی دعاء پڑھ سکتا ہے؟ یا کوئی ذکر کرسکتا ہے؟ یا وہ خاموش کھڑا ہوگا؟ شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کی معروف دعاء ”اللهم اغفر لحينا وميتنا الخ“ یاد نہ ہو تو ”اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات الخ“ یا کوئی اور دعا جو یاد ہو پڑھے اور اگر کوئی دعا یاد نہ ہو تو سورۃ الفاتحہ بنیت دعا پڑھے یا مرد میت کے لیے ”اللهم اغفرله“ اور عورت میت کے لیے ”اللهم اغفرلها“ پڑھے، جنازہ کی دعاؤں کو یاد کرنے کا پختہ عزم کرے، جب تک یاد نہ ہو تو صرف تکبیرات جنازہ کہتا رہے، کیونکہ بغیر تکبیرات سے جنازہ کی نماز باطل ہوجاتی ہے۔

”ويدعوالخ أي لنفسه وللميت وللمسلمين لكي يغفرله فيستجاب دعاؤه في حق غيره، ولأن من سنة الدعا أن يبدأ بنفسه قال تعالى رب اغفرلي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمناجوهرة، ثم أفادأن من لم يحسن الدعاء بالمأثوريقول ”اللهم اغفرلناولوالدينا وله وللمؤمنين والمؤمنات“......(فتاویٰ شامي: ٦٤٤/١)

"ثم يكبر الثلثة ويستغفر للميت ويستشفع له ويذكر الدعاء المعروف "اللهم اغفر لحينا وميتنا الخ إن كان يحسن وإن كان لايحسن ذلك يذكر مايدعو به في التشهد "اللهم اغفر للمؤمنين والمؤمنات الخ...... وفي الولوالجية وليس في صلاة الجنازة دعاء مؤقت لأن الأخبار وردت بدعوات مختلفة"......
(التتارخانية : ۲/۱۱۸)

"ولايقرأ فيها القرآن ولو قرأ الفاتحة بنية الدعاء فلابأس به وإن قرأها بنية القراة لايجوز لانها محل الدعاء دون القراءة كذافي محيط السرخسي"......
(الهندية : ۱/۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ اسقاط کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۰): ہمارے علاقہ میں مردہ سے صوم وصلوۃ کے اسقاط کا یہ رواج ہے کہ چند سیر گندم یا چند ہزار روپیہ اور قرآن مجید یہ تینوں چیزوں کو ملا کر چند آدمی حلقہ بنا کر آپس میں ملکر تملیک کرتے ہیں اور قبرستان ہی میں روپیہ لوگوں کو بطور صدقہ دینا ضروری سمجھتے ہیں، اگر چہ یہ روپیہ قرض سے حاصل شدہ کیوں نہ ہو، میت امیر ہو یا فقیر، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، اور اس کے ذمے کچھ فرائض باقی ہوں یا نہ، بہر حال اس مذکورہ اسقاط کو نہایت ضروری سمجھتے ہوئے کرتے ہیں، آیا اس طرح کرنا ادلہ اربعہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ضرورت کی بنیاد پر مسکین کے لیے نفس حیلہ تملیک کے جواز میں احناف فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔

"وإن لم يترك مالايستقرض ورثته نصف صاع ويدفع إلى المسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلوة ماذكرنا كذافي الخلاصة الخ"......(الهندية : ۱/۱۲۵)

علامہ طحطاویؒ شرح مراقی الفلاح میں اور علامہ شامیؒ رسائل ابن عابدین میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں اور علامہ شامیؒ نے رسائل میں یوں بھی فرمایا ہے:

کہ تدفین سے قبل دینا بہتر ہے:

"وینبغی أن یفدی قبل الدفن"

البتہ آج کل عوام نے جو نقائص اس میں داخل کی ہیں اس کو نکالنے اور ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو لوگ ان نقائص کے ہوتے ہوئے اس پر مصر ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو حضرات حیلہ تملیک کے علی الاطلاق منکر ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں، دونوں طرف سے افراط وتفریط ہے اللہ کریم اعتدال کے راستہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ:

مسئلہ نمبر(۱۰۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت یا مرد خودکشی کرتا ہے کیا اس کا نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی یا نہیں؟ علماء نے جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا، کیا اس کا نماز جنازہ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے لیکن اس عمل سے ایسا شخص کافر نہیں ہوتا اس لیے اس کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، تاہم اس عمل کی قباحت دوسروں کے سامنے روشناس کرانے کے لیے کہ دوسرے لوگ اس عمل بد سے بچ سکیں مقتداء حضرات کو جنازہ پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

"وفی الدرالمختار:من قتل نفسه ولو عمدايغسل ويصلى عليه به يفتي وإن كان أعظم وزرامن قاتل غيره،ورجح الكمال قول الثاني بمافي مسلم أنه عليه السلام أتى برجل قتل نفسه فلم يصل عليه وفي الشاميه:أقول قديقال لادلالة في الحديث على ذلک لأنه ليس فيه سوى أنه عليه السلام لم يصل عليه فالظاهر أنه امتنع زجرالغيره عن مثل هذا الفعل كما امتنع عن الصلاة على المديون ولايلزم من ذلک عدم صلاة أحدعليه من الصحابة "......(الدرمع الرد: ۱/ ۶۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے لیے قبل از غسل تلاوت کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا، اب اس مردہ کے لیے قبل از غسل تلاوت کرنا کیسا ہے اور غسل کیوں دیا جاتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مردہ کے پاس قبل از غسل دینے کے تلاوت کو فقہاء کرام مکروہ لکھتے ہیں۔

”ویکرہ قراءۃ القرآن عندہ حتی یغسل کذافی التبیین“......(الھندیۃ : ۱/۱۵۷)

اور میت کو غسل دینا اجماع امت اور حدیث پاک سے زندوں پر واجب علی الکفایہ ہے۔

”غسل المیت واجب علی الأحیاء بالسنۃ والإجماع الأمۃ کذافی النھایۃ“ ......(الھندیۃ : ۱/۱۵۸)

ہاں سبب غسل کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے عراقیین کہتے ہیں:

”وجب علیہ لنجاسۃ الموت لالسبب الحدث لأن للآدمی دماسائلا“

(غسل واجب ہے موت کی نجاست کی وجہ سے، حدث کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہ آدمی میں بہنے والا خون ہوتا ہے دوسرے حیوانات کی طرح تو موت کی وجہ سے آدمی نجس ہو جاتا ہے دوسرے حیوانات پر قیاس کرتے ہوئے)

اور بعض کہتے ہیں:

”وجب لحدث یحل باسترخاء المفاصل لالنجاسۃ تحل بہ“......(العنایۃ علی ھامش الفتح القدیر : ۱/۴۴۷)

(اس حدث کی وجہ سے ہے جو اعضاء کے بند/ جوڑ ڈھیلے ہونے کی وجہ سے اس کو لاحق ہوا ہے اس نجاست کی وجہ سے نہیں ہے جو اس میں آ گئی ہے)

اس لیے کہ آدمی تکریماً موت کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا اگر وہ موت کی وجہ سے ناپاک ہوتا تو غسل سے پاک نہ ہوتا جیسا کہ دوسرے حیوانات ہیں وہ اگر مر جائیں تو دھونے سے پاک نہیں ہوتے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر اذان دینا:

مسئلہ نمبر(۱۰۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو قبر میں رکھ کراس کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے اگر جائز ہے تو حوالہ جات کے ساتھ جواب دیں اگر جائز نہیں تو بھی مدلل جواب دیں پوری تحقیق کے ساتھ کتابوں کے حوالے جتنی کتابوں میں لکھا ہے سب تحریر فرمادیں اجرکم علی اللہ۔

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کو قبر میں رکھ کراس کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ومکروہ ہے، درر البحار میں ہے کہ

"من البدع التی شاعت فی الھند الأذان علی القبر"

اور محمود بلخیؒ کی کتاب "توشیح شرح تنقیح" میں بھی اذان علی القبر کے متعلق "لیس بشیء" لکھا ہے (احسن الفتاوی)

علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"تنبیہ: فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد إشارۃ إلی أنہ لایسن الأذان عند إدخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بأنہ بدعۃ وقال ومن ظن أنہ سنۃ قیاسا علی ندبھما للمولود إلحاقا لخاتمۃ الأمر بابتدائہ فلم یصب اھ"......(ردالمحتار: ۱/ ٦٢٠)

"ویکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس إلا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کذا فی البحر الرائق"......(الھندیۃ: ۱/ ١٦٦)

"ویکرہ کل مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس إلا زیارتھا والدعاء عندھا قائما اھ"......(مرقاۃ: ۱/ ٢٩)

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح طور پر یہ ثابت ہوا کہ قبر پر اذان دینا خلاف سنت یعنی بدعت ومکروہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر کے لیے تطہیر اور تعمیق ضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۱۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے تقریباً نوسال پہلے

۱۶/ اگست ۶۲ء کو حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا وصال لاہور میں ہوا۔ حضرت اقدس کے حقیقی بھائی حضرت حافظ محمد خلیل صاحب (جو حضرت کے خواص مجازین میں سے بھی ہیں) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجلیل صاحب اور حضرت کے حقیقی بھانجے مولانا عبدالوحید صاحب (جو اہل علم ہونے کے علاوہ حضرت کے مجاز بھی تھے) ودیگر قریبی اعزاء جو وہاں موجود تھے انہوں نے اصل وطن ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا لے جاکر دفن کرنے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ گاؤں دریا کے قریب ہے اور برسات کا موسم تھا، اور اس سے قبل ایک سیلاب سے پورا گاؤں متاثر ہوا تھا، اور بیشتر مکانات گر گئے تھے اور شہر کی مسجد کو بھی نقصان پہنچنے کی وجہ اہل بستی نے مسجد کی کرسی پانچ، چھ فٹ بلند کر کے تعمیر کردی تھی، مسجد کے کمروں میں مٹی بھر دی تھی، مگر تا حال صحن مسجد میں مٹی ڈالنے کا کام باقی تھا نیز یہ بھی پہلے طے پاچکا تھا کہ مسجد کی شمالی جانب حجروں کے سامنے پلاٹ کو جو ۲۸ فٹ چوڑا اور ۳۸ فٹ لمبا ہے، پانچ، چھ فٹ مٹی بھر کر صحن مسجد کے ہم سطح کردیا جائے، تاکہ حسب سابق حجروں کے صحن کے طور پر بھی استعمال ہوتا رہے، یہ قطعہ زمین حضرت کے خاندان کی ملکیت تھا، جب ڈھڈیاں پہنچے تو پھر اسی قطعہ زمین میں حضرت اقدس کی تدفین کا فیصلہ ہوگیا اور قبر کی کھدائی شروع ہوئی، تو تقریباً ڈیڑھ فٹ کے قریب کھودنے پر نرم مٹی اور کباڑ نکلنے لگا، تو لوگوں نے سوچا کہ جب اسی جگہ کو صحن مسجد کے متوازی کرنا ہے اور لحد کا امکان پہلے سے نہیں ہے، کیونکہ گہرا کرنے سے سیم کے وجہ سے کیچڑ نکلنے کا خطرہ تھا برسات اور دیہات کی وجہ سے کچی اینٹ تو دستیاب نہ ہوئی جس پر پختہ اینٹوں کا فرش لگا کر اطراف کے دیواروں کو بصورت شق بنا کر درمیان لکڑی کا صندوق جس میں حضرت کی میت تھی اتار دیا گیا اور اوپر سے پختہ ڈاٹ لگا کر اطراف کو مٹی سے بھر دیا گیا۔

اور اوپر بھی اچھی طرح مٹی ڈال کر کوہان نما قبر بنادی گئی، اس قدر کام رات کو ہوگیا تھا صبح ہوتے ہی لوگوں نے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس پورے قطعہ زمین کو پانچ، چھ فٹ مٹی ڈال کر صحن مسجد کے برابر کردیا، اب تقریباً نو سال کے بعد بعض لوگ جو کہ حضرت اقدسؒ کے نسبتی اقرباء میں سے بھی نہیں ہیں، حقیقی ورثاء کے مرضی کے خلاف حضرت کے صندوق کو نکال کر ایک مسلم مملکت پاکستان سے منتقل کر کے غیر مسلم ملک بھارت رائے پور ضلع سہارنپور دفن کرنے پر مصر ہیں اور وہ جواز یہ بیان کرتے ہیں کہ تعمیر اور تعمیق قبر فرض تھا، جو کہ ”قال اللہ تعالیٰ فبعث اللہ غرابا یبحث في الأرض“ (الآیۃ) اور ”احفروا واعمقوا أوسعوا“ (الحدیث) سے معلوم ہوتا ہے نہیں پایا گیا اس لیے دفن متحقق نہیں ہوا۔

اور اب یہ انتقال قبل از دفن ہے علامہ شامیؒ کی اس عبارت سے (وافادہ أنہ لایجزئ دفنہ علی وجہ الأرض مبنیا علیہ کما ذکرہ الشافعیۃ الخ) سے بھی اور الفقہ علی المذاہب الاربعہ کی عبارت سے کہ

"لایجوز الدفن علی وجہ الأرض الخ" سے فرضیت حفر ثابت کر رہے ہیں، نیز یہ کہ حضرتؒ کی خواہش اور وصیت تھی کہ (جو کہ خلاف واقع ہے) کہ ضرور رائے پور ہی میں دفن ہوں، نیز اتخاذ تابوت اور خارجی مٹی ڈالنا بدعت سیئہ ہے اس لئے یہ نعش قبر نہیں، بلکہ سرے سے دفن ہی نہیں، اس لیے جب تک اس کو شرعی قبر نہ بنا کر یعنی نصف قامہ گہرا کر کے اور تابوت سے نکال کر بصورت لحد یا شق دفن نہ کیا جائے دفن متحقق نہیں ہوا، حالانکہ سیم وسیلاب کا عذر واضح تھا ڈیڑھ فٹ جو کھدائی کر لی گئی اس سے زیادہ کیچڑ نکلنے کا خطرہ تھا، نیز ارض رخوت میں تابوت کی تصریح ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی تحفیر وتعمیق قبر ایسا فرض ہے کہ (اعذار کے باوجود) یہاں دفن متحقق نہیں ہوا اور یہاں سے حضرت کے صندوق کو نکال کر رائے پور منتقل کرنا نعش قبر ہے یا نہیں؟ تحقیق شرعی سے مفصل آگاہ فرمایا جاوے، نیز اب نو سال کے بعد اس وصیت کو پورا کرنے کے لیے نعش قبر کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (جبکہ اس قسم کی وصیت تھی ہی نہیں) بینوا توجروا عند اللہ۔

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں اس تدفین کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے اور ایسا دفن کالعدم ہے کیونکہ دفن کے لیے مذہب اسلام میں حفر ارض باجماع امت ضروری ہے اور لحد اور شق سنت ہیں یہ مسئلہ بالکل واضح ہے، قرآن وسنت اور عبارات فقہاء کرام رحمہم اللہ اس کے لیے واضح اور صریح دلائل ہیں۔

الف) **فبعث الله غرابا يبحث في الأرض** کے ذیل میں علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

"فبعث الله غرابين قتل أحدهما الآخر وهو ينظر إليه ثم حفر له بمنقاره وبرجله حتى مكن له ثم دفعه برأسه حتى ألقاه في الحفرة ثم بحث عليه برجله حتى واراه...... البحث في الأصل التفتيش عن الشئ مطلقا أو في التراب والمراد به هنا الحفر"...... (روح المعاني: ۶/ ۱۱۵)

اس تفسیر سے صاف واضح ہے، کہ آیت میں حفر کی تعلیم مقصود ہے۔

(ب) حدیث شریف میں ہے:

"احفروا وأوسعوا وأعمقوا وأحسنوا وادفنوا"...... رواه أبو داؤد، نسائي ابن ماجه، احمد، ترمذي)

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوہ احد کے موقعہ پر یہ فرمایا تھا، جبکہ صحابہ تخفیف چاہتے تھے، لیکن حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کے تعب اور مشقت کے باوجود یہ درخواست

منظور نہیں فرمائی، ہاں چند نعشوں کو ایک قبر میں دفن کرنے کی اجازت عطا فرما کر ایک گونہ تخفیف پیدا کر دی، اس حدیث کی شرح میں صاحب بذل المجہود اور انوار المحمود لکھتے ہیں۔

"اعمقوا أی احفروا القبر عمیقا فهذا یدل علی أنه لابد من تعمیق القبر فإنه ﷺ أمرهم بتعمیقه مع حالة الشدة والجروح والمشقة والتعب ولذا قالت الحنفیة أن یعمق القبر إلی الصدر وإلا فإلی السرة"...... (بذل المجهود: ۲۱۳/۳)

(ج) قرون مشہود لہا بالخیر میں حفر کا طریق تعامل اور توارث متواتر چلا آ رہا ہے جو کہ عملی اجماع امت ہے۔

د) "قوله حفر قبره...... ومفاده أنه لایجزئ دفنه علی وجه الأرض ببناء علیه"......(ردالمحتار: ۲۵۹/۱)

یہ واضح دلیل فقہی ہے کہ کسی طرح بھی فریضہ تدفین اس طریقہ سے ادا نہیں ہوتا۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں تحریر ہے:

"ولا یجوز وضع المیت علی وجه الأرض والبناء علیه من غیر حفرة"......(۴۲۶/۱)

"وفی کتاب غایة المنتهی فی الجمع بین الإقناع والمنتهی: ودفنه بمحفور فرض کفایة"......(۲۴۷/۱)

اور فقہ شافعی کی معتبر کتاب تحفۃ المحتاج ۱۶۷/۱ میں بھی اشتراط حفر کی تصریح موجود ہے۔

(۲) صورت مرقومہ میں تدفین شرعی چونکہ نہیں ہوئی تو اس کو نبش نہیں کہا جا سکتا بلکہ لازم ہے کہ صندوق مبارک نکال کر اسی جگہ زمین میں قبر کھود کر دفن کو عمل میں لایا جائے، البتہ یہاں سے نقل کرنا مکروہ ہے۔

"وقال السرخسیؒ قول محمد بن سلمه ذلک دلیل علی أن نقله من بلد إلی بلد مکروه"......(فتح القدیر: ۴۷۲/۱) و(قاضیخان: ۹۳/۱) و(خلاصة الفتاوی: ۱۶۲/۱)

الحاصل: اعذار مذکورہ فی السوال کے باوجود بھی خشکی میں حفر ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۱۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلۂ اسقاط یعنی دائرہ اسقاط مفلس اور غنی میت دونوں کے لیے مفید اور واجب ہے یا کہ حیلۂ اسقاط صرف میت مفلس کے لیے مفید اور واجب ہے یا کہ مفلس کے لیے بھی واجب نہیں اور غنی میت کے لیے حیلۂ اسقاط نہ مفید اور نہ واجب ہے بلکہ غنی میت کا اسقاط بغیر حیلۂ اسقاط کرنے کے تقسیم کیا جاوے گا اور درست ہوگا، حضرات علمائے کرام جو صورت صواب اور درست ہو وضاحت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں حیلۂ اسقاط کسی صورت میں واجب نہیں، اگرچہ میت نے دَور کی وصیت کی ہو تب بھی علامہ شامی نے ۲/۷۳ مطبوعہ جدید میں لکھا ہے کہ دَور واجب نہیں۔

"لایجب علی الولی فعل الدور وإن أوصی به المیت لأنها وصیة بالتبرع"

بلکہ میت پر اگر واجبات ہوں اور وہ مال کا مالک ہو تو ثلث مال تک وصیت کر جائے اور بغیر حیلۂ دَور کے مساکین کو فدیہ کے طور پر تقسیم کیا جائے، ہاں اگر واجبات زیادہ ہیں، اور ثلث مال تھوڑا ہو یا میت کا متروکہ مال بالکل نہیں ہے تو پھر قرض لے کر یہ حیلہ کر لیا جائے۔

"ولو لم یترک مالا یستقرض وارثه نصف صاع مثلا ویدفعه للفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم ترکه"...... (الدر المختار: ۲/۷۳ جدید)

الحاصل جس میت کا مال متصرف فیہ شرعاً زیادہ ہے جس سے واجبات ادا ہو سکتے ہیں، اس کے لیے فقہاء نے یہ حیلہ نہیں لکھا بلکہ نادر یا قلیل المال کے لیے یہ حیلہ کیا جائے تو فقہاء کرامؒ نے اجازت دی ہے، آج کل تو لوگوں نے ایک رسم اور رواج بنالیا ہے کہ چاہے مالدار ہو یا غریب ہو ہر شخص کے لیے ائمہ حضرات کیا کرتے ہیں، ایسا نہ کیا جائے اور نہ اس کام کو واجب خیال کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو غیر مسلم سمجھ کر اس کی لاش جلانے کے بعد نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی فوت ہو گیا اس کو غیر مسلم سمجھ کر جلا دیا گیا اب اس پر نماز جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جب جسم کو جلا کر راکھ کردیا گیا تو اس پر اب نماز جنازہ نہیں پڑھی جاسکتی، کیونکہ نماز جنازہ کے لیے میت کا جسم سامنے رکھنا ضروری ہے۔

”وشرطها أيضا حضوره (ووضعه) وكونه هو أو أكثره (أمام المصلى)“......(الدرمع الرد: ۱/۱/ ۶۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کو جمعہ وظہر، مغرب، عشاء کے سنتوں پر مقدم کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جنازہ جمعہ کی نماز کے وقت حاضر ہوا جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر امام صاحب میت کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر میت کے چہرہ کو کھول کر حاضرین کو دکھایا اور بعد میں نماز جنازہ ادا کیا گیا، لیکن جنازہ سنتوں سے پہلے پڑھایا گیا، اسی طرح مغرب اور عشاء کی نماز کے وقت بھی کیا جاتا ہے کہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، اب یہاں پر تین باتوں کا جواب مطلوب ہے:

(۱) میت کا سارے مجمع کو چہرہ دکھانا جنازہ پڑھنے سے پہلے کیسا ہے؟ (۲) جنازہ سنت مؤکدہ سے پہلے پڑھایا جائے یا بعد میں (۳) تینوں نمازوں کا حکم ایک ہے یا کہ مختلف ہے؟ برائے مہربانی جواب لکھ کر عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، مگر جب تدفین تاخیر کا سبب بنے یعنی سارا مجمع دیکھے جس سے غیر ضروری تاخیر ہو جائے تو خلاف سنت ہے، کیونکہ میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں جلدی کرنے کا حکم شریعت میں وارد ہے۔

”كما في أبي داؤد قال ﷺ ما أرى طلحة إلا قد حدث فيه الموت فإذا مات فأذنوني حتى أصلي عليه وعجلوا به فإنه لا ينبغي لجيفة مسلم أن تحبس بين ظهراني اهله“......(سنن ابی داؤد: ۳/ ۲۰۰، ب)

صلاۃ جنازہ سنت مؤکدہ سے پہلے پڑھنا افضل اور راجح ہے۔

”(و) تقدم (صلاة الجنازة على الخطبة) وعلى سنة المغرب وغيرها“......

(الدرالمختار: ۲/ ۱۸۱، جدید)

تینوں نمازوں کی سنتوں پر تقدیم صلاۃ جنازہ کا ایک ہی حکم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ نماز جنازہ کی صحت کے لیے میت کا حاضر ہونا (سامنے موجود ہونا) شرط ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں شہید کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے حضور ﷺ نے نجاشی پر جو غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

"وشرطها أيضا حضوره ووضعه وكونه أوأكثره أمام المصلي وكونه للقبلة فلاتصح على غائب ومحمول على نحو دابة وموضوع خلفه لأنه كالإمام من وجه دون وجه اه"......(ردالمحتار: ۱/۶۴۱)

"وصلاة النبي صلى الله عليه وسلم على النجاشي لغوية أو خصوصيته اه"

......(الدر المختار: ۱/۶۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرانی قبر پر عمارت بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۰۹): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب عرض ہے کہ میں ایک سوال کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ ہم نے ایک پلاٹ خریدا ہے جس میں ایک قبر موجود ہے اب ہم اس پلاٹ میں تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور اس قبر کو ادب واحترام کے ساتھ وہاں سے کسی قبرستان میں شفٹ کرنا چاہتے ہیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ مدفون کو تقریباً چالیس سال کے قریب ہو گئے یعنی چالیس سال پرانی ہے اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوہاب

نعش مذکور کو اسی جگہ سے جس جگہ وہ دفن ہے منتقل کرنا اور اس جگہ کو نبش کرنا (یعنی کھودنا) جائز نہیں ہاں اگر غالب گمان ہے کہ میت مٹی ہوگئی ہے تو اب اس پر کچھ بنانا اور تعمیر کرنا جائز ہے، اگر ہڈیاں باقی رہنے کا احتمال ہے تو احترام قبر کے لیے ڈاٹ لگادینا مزید احتیاط کی صورت یہ ہے اس ڈاٹ کے اوپر تعمیر شروع کردیں۔

"أمانقله بعددفنه فلامطلقا"......(ردالمحتار: ۱/ ۶۶۳)

"وقال الزيلعي ولوبلي الميت وصارترابا جازدفن غيره في قبره وزرعه"......(ردالمحتار: ۱/ ۶۵۹)

"(قوله أوأخذت لشفعة) بأن اشترى أرضافدفن فيهاميتة ثم علم الشفيع بالشراء فتملكهابالشفعة (قوله ومساواته بالأرض) أي ليزرع فوقه مثلالأن حقه في باطنهاوظاهرهافان شاء ترك حقه في باطنهاوإن شاء استوفاه فتح"......(در مع الرد: ۶۶۲/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟ اور کیا مسجد میں کسی چھوٹے بچے کا نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟ قرآن حکیم اور حدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مذکورہ صورت میں مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے پڑھ سکتے ہیں جیسے بارش وغیرہ یاد رہے کہ بالغ اور نابالغ بچوں کے جنازہ کا ایک ہی حکم ہے۔

"وصلاة الجنازه في المسجدالذي تقام فيه الجماعة مكروهة سواء كان الميت والقوم في المسجداوكان الميت خارج المسجدوالقوم في المسجداوكان الامام مع بعض القوم خارج المسجدوالقوم الباقي في

المسجد او المیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد هو المختار کذا فی الخلاصة ولاتکره بعذر المطر ونحوه هکذا فی الکافی"......(الهندیة : ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریب المرگ کے پاس جنبی اور حائضہ حاضر ہوسکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۱۱۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں حائضہ ،نفساء اور جنبی محتضر (قریب الموت) کے پاس کھڑے ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اسمیں اگرچہ اختلاف علماء ہے کہ حائضہ ،نفساء اور جنبی میت کے احتضار کے وقت اسکے پاس رہیں یا نہیں، لیکن یہ اختلاف فقط اولویت وغیر اولویت کا ہے لہٰذا مذکورہ حضرات میں سے اگر کسی کی ضرورت نہ ہوتو پھر ان کا میت کے قریب نہ ہونا بہتر ہے، کیونکہ یہ وقت ملائکہ کے نزول کا ہے، ہاں اگر ضرورت ہوتو پھر حاضر ہوسکتے ہیں۔

"(واختلفوا فی اخراج الحائض والنفساء) والجنب(من عنده) وجه الا اخراج امتناع حضور الملائکه محلاً به حائض اونفساء کما ورد یحضر عنده طیب، قوله (وجه الاخراج) اخراجهم علی سبیل الاولویة اذاکان حضورهم غنی فلاینافی ماذکره الکاکی من انه فلایمتنع حضور الجنب والحائض وقت الاحتضار، ووجه عدم الاخراج أنه قدلایمکن الاخراج للشفقة أوللاحتیاج الیهن"...... (حاشیة الطحطاوی:۵۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت پر رونے کی شرعی حد:

مسئلہ نمبر(۱۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت پر رونے کی شریعت میں کس حد تک اجازت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر رونا اس طرح ہو کہ فقط آنسو بہیں اور بغیر آواز کے ہو نوحہ نہ ہو اور نہ رونے میں کپڑے پھاڑ دیئے جائیں، اور نہ چہرہ کو تھپڑوں سے مارا جائے تو پھر اس کی اجازت ہے، کیونکہ حدیث نبوی ﷺ میں اس کا ثبوت ہے اور اگر رونا نوحہ وغیرہ کے ساتھ ہو تو احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئیں ہیں۔

"ولایکره البکاء علیه بإرسال الدموع بلارفع صوت ولانیاحة ولاشق ثوب وضرب خدونحوذلک ......لأن النبی ﷺ بکی علی ابنه ابراهیم فقال له عبدالرحمن بن عوفؓ وانت یارسول الله تبکی فقال یاابن عوف انهارحمة وقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولانقول إلاما یرضی ربناوأنابفراقک یاإبراهیم لمحزونون، وفی حدیث الاتسمعون ان الله لایعذب بدمع العین ولایحزن القلب ولکن یعذب بهذاواشارالی لسانه اویرحم......ان المیت لیعذب ببکاء أهله علیه فاجمعواعلی انه محمول علی البکاء بصوت ونیاحةولابمجرد الدمع"......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۵۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے بال کاٹنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میت کے زیر ناف بال چالیس دن سے زائد ہو جائیں تو ان کو کاٹنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کے زیر ناف بال اگر چہ چالیس دن سے زیادہ بڑھے ہوئے ہوں انہیں کاٹا جائے گا۔

"ولایسرح شعرالمیت ولالحیته ولایقص ظفره ولاشعره کذافی الهدایة ولایقص شاربه ولاینتف إبطه ولایحلق شعرعانته ویدفن بجمیع ماکان علیه کذافی محیط السرخسی"......(الهندیة : ۱/ ۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خطمی، حنوط اور کافور کا بیان:

مسئلہ نمبر(۱۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنائز کی بحث میں خطمی، حنوط اور کافور کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کا مفہوم کیا ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ میت کو ہر ایسی چیز سے غسل دیا جا سکتا ہے جس سے نظافت حاصل ہو، چاہے وہ صابون ہو یا خطمی گھاس، اور میت کو ازار میں رکھنے کے بعد اس کے پورے بدن پر سوائے زعفران اور ورس کے ہر قسم کے خوشبو لگا سکتے ہیں اور کافور خوشبو اس کے سجدہ والی اعضاء پر لگادیئے جائیں گے۔

"(ویغسل رأسه ولحیته بالخطمی) نبت بالعراق طیب الرائحة یعمل عمل الصابون في التنظیف وإن لم یکن فالصابون(ویجعل الحنوط) وهو عطر مرکب من أشیاء طیبة ولابأس بسائر أنواعه غیره الزعفران والورس للرجال(علی رأسه ولحیته) وسائر جسده کمافي الجوهرة بعدان یوضع علی الإزار کمافي القهستاني،وروی ذلک عن علي وانس وابن عمر(ویجعل الکافورعلی مساجده)...... وهي الجبهة وأنفه ویداه ورکبتاه وقدماه وروی ذلک عن ابن مسعودقوله فتخص بزیادة اکرام ای لماکانت هذه الاعضاء یسجدبهاخصت بزیادة اکرام صیانة لها عن سرعة الفساد"......(حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح: ۵۶۹تا۵۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فوت شدگی کا اعلان کرنا:

مسئلہ نمبر(۱۱۵): مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ میت کا اعلان لاؤڈ سپیکر پر کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کی موت کا اعلان کرنا مستحب ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے جنازے میں شریک ہو سکیں

خصوصاجب میت عالم ہویامتقی ہو،توپھردوسرے شہروں میں بھی اعلان کیاجاسکتاہے اوریہ اعلان فقط لوگوں کے اطلاع کے طورپرہومیت کے مدح اوربڑائی کے طورپرنہ ہوالبتہ ایسے اشعارجس میں افراط سے کام سے نہ لیاگیا ہوجائزہے۔

"ولاباس بأعلام الناس بموته بل يستحب للتكثيرالمصلين عليه لمارواه ولاشيخان أنه نهى لأصحابه النجاشي في اليوم الذى مات فيه وانه يهى جعفربن أبي طالب وزيدبن حارثة وعبدالله بن رواحة وقال في النهاية إن كان عالما أوزاهدا أوممن يتبرك به فقداستحسن بعض المتأخرين انداء في السوق لجنازته وهوالأصح انتهى.وكثيرمن المشائخ لم يرواباسابأن يؤذى بالجنازة ليؤذى اقاربه وأصدقاؤه حقه لكن لاعلى جهة التفخيم والإفراط في المدح.وفي شرحه قوله(ولكن لاعلى جهة التفخيم والإفراط في المدح) فينبغي أن يكون بنحومات الفقيرالى الله فلان بن فلان وقال في التنجيس والمزيد يكره الإفراط في مدح الميت لاسيماعندجنازته لأنه صنيع الجاهلية وقدقال عليه السلام"من تعزى بعزاء الجاهلية فأعضوه على هن أبيه ولاتسكنوا"ولاباس بارثاء الميت بشعرأوغيره مالم يفرط في مدحه"......(طحطاوى:٥٦٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوغسل دینے کے بعداسےتولیہ سےخشک کرنےکاحکم:

مسئلہ نمبر(١١٦): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیامیت کومکمل غسل دینے کے بعدتولیہ سے خشک کیاجاسکتاہے؟جبکہ ہمارے طرف رواج یہی چلاآرہاہے،شریعت کاکیاحکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کوغسل دینے کے بعداسکےجسم کوکسی کپڑے سے خشک کیاجاسکتاہے۔

"(ثم ینشف بثوب) کیلاتبتل أکفانہ أی یؤخذ ماؤہ بثوب حتی یجف"......(حاشیۃ طحطاوی علی المراقی: ۵۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوقبر میں رکھتے وقت اذان اور سورۃ یٰس وغیرہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۱۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کوقبر میں رکھنے سے قبل قبر میں اتر کر اذان دینا اور پھر سورۃ یٰس یا آیت الکرسی کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ میت کوقبر میں رکھنے سے قبل یا بعد میں اذان دینے کو فقہاء کرام نے بدعت فرمایا ہے اور میت کو قبر میں رکھنے سے قبل یا بعد میں سورۃ یٰس یا آیت الکرسی کو مسنون سمجھ کر پڑھنا درست نہیں۔

"وفی الشامیۃ :(تنبیہ) فی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارۃ إلی أنہ لایسن الأذان عند إدخال المیت فی قبرہ کماھو المعتاد الأن وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بأنہ بدعۃ اھ"......(ردالمحتار: ۱/۶۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بوقت ضرورت قبروں پر تختی لگانا:

مسئلہ نمبر(۱۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر تختی لگانا جس پر میت کا نام لکھا ہوا ہو یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بوقت ضرورت قبر پر تختی لگانا نشانی کے طور پر جائز ہے۔

"وان احتیج الی الکتابۃ حتی لایذھب الاثر ولا یمتھن فلاباس بہ فاماالکتابۃ من غیر عذر فلا"......(البحر الرائق: ۲/۳۴۰)

"ولا بأس بالكتابة عليه لئلايذهب الاثر قوله فقال ان احتيج الى الكتابة حتى لايذهب الاثر ولايمتهن به جازت فاماالكتابة من غير عذر فلا"......(طحطاوی على المراقى الفلاح : ٦١١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خاوند فوت شدہ بیوی کا منہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی فوت ہوجائے تو خاوند اس کا منہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ لوگ کہتے ہیں کہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں خاوند اس کے منہ کو دیکھ سکتا ہے، البتہ خاوند کا ہاتھ لگانا اور غسل دینا درست نہیں ہے، بیوی کے فوت ہونے کی صورت میں نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

"ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها على الاصح"......(الدرالمختار على هامش الردالمحتار : ١/٦٣٣)

"حتى ان الرجل اذا مات بين يدى النساء فى السفر يمم وكذالك المرءة اذا ماتت بين يدى الرجال فى السفر ،فبعد ذلك ينظر ان كن اجنبيات يممن من وراء الثياب وان كان فيهن ذات رحم محرم منه تيممه بيدها وفى الخانية اذاكان للمرءة محرم ييممهاباليد واماالاجنبى فبخرقة على يده ويغض بصره عن ذراعيها وكذا الرجل فى امرء ته الا فى غض البصر ولافرق بين الشابة والعجوز "......(الفتاوى التاتارخانية : ٢/١٠٥ ،قديمى كتب خانه)

"بخلاف ماذاماتت المرءة حيث لايغسلها الزوج لان هناك انتهىٰ ملك النكاح لانعدام المحل فصار الزوج اجنبيا فلايحل له غسلها "......(بدائع الصنائع : ٢/٣٣)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خاوندبیوی کے جنازے کوکندھادے سکتا ہے:

مسئلہ نمبر(۱۴۰): بخدمت جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے تحریری جوابات مع تصدیق مطلوب ہیں۔

(۱) کیا خاونداپنی بیوی کے جنازے کوکندھادے سکتا ہے؟

(۲) کیا خاونداپنی مردہ بیوی کا منہ دیکھ سکتا ہے؟ جنازے سے پہلے یا بعد میں؟

(۳) کیا خاونداپنی بیوی کی میت کو قبر میں اتار سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) خاونداپنی بیوی کے جنازے کوکندھادے سکتا ہے۔

(۲) خاونداپنی مردہ بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے لیکن اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

(۳) بغیر حائل کے قبر میں نہیں اتار سکتا، البتہ کوئی موٹا کپڑا وغیرہ ہوتو اس کے ساتھ پکڑ کر اتار سکتا ہے۔

(۱)"وقال الامام الاجل فخرالدین خان یکره للناس ان یمنعوا حمل جنازة المرءة لزوجهامع ابیها اواخیها"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۵)

"ویوخذسریره بقوائمه الاربع بذلک وردت السنة وفیه تکثیر الجماعة وزیادة الاکرام والصیانة ویرفعونه اخذاباليد"......(البحرالرائق: ۲/۳۳۵)

(۲)"ویمنع زوجهامن غسلها ومسها لامن النظر الیها علی الاصح" ......(درعلی هامش ردالمحتار: ۱/۶۳۳)

(۳)"ذوالرحم المحرم اولی بادخال المرءة ثم ذوالرحم غیرالمحرم ثم الصالح من مشائخ جیرانها ثم الشبان الصلحاء ولایدخل احدمن النساء القبر ولایخرجهن الاالرجال ولوکانوا اجانب لان مس الاجنبی لهابحائل عندالضرورة جائزفی حیاتها فکذابعدموتها"......(مراقی الفلاح: ۱۴۹)

"ویدخل الزوج فی القبر مع محرمها استحسانا وهوالصحیح وعلیه الفتوی"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جوتاپہن کر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں جوتاپہن کر یا جوتے پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مفصل جواب لکھ کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دونوں صورتوں میں جوتے کا پاک ہونا شرط ہے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

"ولو افترش نعليه وقام عليهما جازت وبهذا يعلم مايفعل في زماننا من القيام على النعلين في صلوة الجنازة لكن لابد من طهارة النعلين"......(البحر الرائق: ۲/۳۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دعاء بعد از نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۲): کیا فرماتے ہیں علماء حق اور مفتی صاحبان اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء کرنا صحیح ہے کہ نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کے جواز کی دلیل اور اگر صحیح نہیں تو اس کے عدم جواز کی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے واضح کریں۔

(۲) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں یہ بتائیں کہ جب امام صاحب نماز جنازہ کی نیت کرتے ہیں اور عوام کو بھی طریقہ بتاتے ہیں تو کیا اس نیت میں صرف چار تکبیر نماز جنازہ کہے یا ساتھ فرض کفایہ بھی کہے اور اگر نیت میں فرض کفایہ کہنا ضروری نہیں ہے تو اس کی دلیل دیں، ان دونوں مسئلوں کو حوالہ کے ساتھ واضح کریں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دعاء بعد صلاۃ الجنازہ میں فقہاء کرام کی عبارات چار قسم کی ہیں۔

(۱) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"قال الفقيه ابوبكر بن حامد ان الدعاء بعدصلوة الجنازة مكروه اھ"

......(الفوائدالبهية : ۱/۱۵۲)

"ولايدعو للميت بعدصلوة الجنازة لانه يشبة الزيادة في صلاة الجنازة اھ"

......(مرقاة شرح مشكوة : ۴/۱۴۹)

"لایدعو بعد التسلیم کمافی الخلاصۃ اھ "......(البحر الرائق : ۲/ ۳۲۱)

(۲) وہ عبارات جن سے کھڑے ہو کر دعاء کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔

"اذا فرغ من الصلوۃ لایقوم داعیالہ اھ "......(فتاویٰ سراجیہ معہ قاضی خان: ۱/ ۱۴۱)

"وبعدہ ایستادہ نماند برای دعا اھ"......(فتاوی برھنہ)

(۳) وہ عبارات جن سے دونوں یعنی مطلق دعاء کی ممانعت اور کھڑے ہو کر دعاء کی ممانعت مراد لیے جاسکتے ہیں۔

"لایقوم الرجل بالدعاء بعدصلوۃ الجنازۃ اھ"......(قنیۃ: ۱/ ۵۶)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیھا کذا فی المحیط اھ"......(کفایت المفتی : ۴/ ۱۵۸)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوۃ الجنازۃ لانہ دعامرۃ لان اکثرھا دعاء اھ" ......(فتاویٰ بزازیہ: ۱/ ۸۰،ط رشیدیہ)

"ولایقوم بالدعاء بعدصلوۃ الجنازۃ اھ "......(خلاصۃ الفتاویٰ : ۱/ ۲۲۵)

ان عبارات میں جن میں صلہ "باء" آیا ہے یہ معنی بھی لے سکتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کرے جیسا کہ حضرت العلامہ مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب رحمہ اللہ نے "المنہاج الواضح" میں لیا ہے اور یہی معنی صاحب بحر نے خلاصۃ الفتاویٰ کی عبارت سے لیا ہے اور یہ بھی معنی لے سکتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعاء نہ کرے، جیسا کہ العلامہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے "محیط" کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے، نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعاء نہ کرے کیونکہ یہ دعاء نماز میں زیادتی کا شبہ پیدا کرتی ہے۔

(۴) وہ عبارات جن سے مطلق دعاء کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

"وقال محمد بن الفضل لاباس بہ کذا فی القنیۃ اھ"......(کفایت المفتی : ۴/ ۱۵۸)

"وعن الفضلی لاباس بہ اھ "......(البحر الرائق : ۲/ ۳۲۱)

پہلی قسم کی عبارات تو بالاتفاق مقید بالہیۃ المخصوصہ ہیں کیونکہ نفس دعاء بعد صلوۃ الجنازۃ کے بارے میں احادیث وآثار صحابہ موجود ہیں اگر اختلاف ہے تو ہیئت مخصوصہ کی تشریح میں ہے بعض اکابر اس کی تشریح ہیئت الاجتماع سے کرتے ہیں جیسا کہ حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

بہرحال نفس دعاء انفرادی طور پر جائز ہے اور اجتماعی صورت بنانے کا قصد اور اہتمام کرنا بدعت اور ناجائز ہے اھ (کفایت المفتی: ۴/ ۱۱۱)

اسی صفحہ پر دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نماز جنازہ بھی میت کے لیے دعاء ہے اور نماز جنازہ کی مشروعیت کی راجح جہت یہی ہے تاہم نماز کے بعد میت کی مغفرت کے لیے دعاء کرنا ناجائز نہیں بلکہ ہر شخص تمام عمر اپنے اموات کے لیے دعا کر سکتا ہے، دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں لیکن نماز جنازہ کے بعد اگر جماعت کے لوگ بہ ہیئت اجتماعیہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے کا طریقہ مقرر کر لیں تو یہ ہیئت اجتماعیہ اور اہتمام بدعت ہے۔

حضرت العلامہ مولانا سرفراز خاں صفدر صاحب فرماتے ہیں۔

کسی مسلمان کی وفات کے بعد اس کے عزیز و اقارب اور دوست احباب اس کو جو بہترین تحفہ بھیج سکتے ہیں اور اس کے ساتھ جو حسن سلوک کر سکتے ہیں وہ اس کے حق میں دعا کرنا ہے، انفرادی طور پر جس وقت بھی چاہے اس کی وفات کے بعد تا زیست اس کے لیے دعاء کرے اس میں کوئی قباحت اور خرابی نہیں ہے، اور نصوص شرعیہ سے اس کا واضح ثبوت ملتا ہے، لیکن بصورت اجتماع میت کے لیے دعا کرنے کا ثبوت صرف نماز جنازہ کی صورت میں اور قبر پر تلقین شرعی کی شکل میں ہے۔ (المنہاج الواضح: ۱۹۴)

بعض اکابر اس ہیئت مخصوصہ کی تشریح ہیئۃ القیام سے کرتے ہیں جیسا کہ علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ اور العلامہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی رائے ہے، حضرت مفتی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"قد ثبت الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ ممن فاتته الجنازۃ مثل ابن عمر و عبداللہ ابن سلام واما الدعاء ممن صلی علیها فذخیرۃ الاحادیث ساکتة عنه فمن ادعی انه علیه الصلوۃ دعا بعدها او ادعی انه لم یدع بعدها فدخل فی حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار، ولو قال الخصم لو دعا بعدها لبلغ الینا لجاز لنا ان نقول لو لم یدع لبلغ الینا کما بلغ الینا انه ما اذن وما اقام لصلاۃ العید وبالجملة انه لابد من الفرق بین عدم الروایة وبین روایة العدم نعم منع عنه الفقهاء واکثرهم لم یذکروا دلیل المنع والبعض عللوا المنع بالزیادۃ علی الجنازۃ والبعض الآخر عللوه بتکرار الجنازۃ وکلتا القباحتین انما تلزمان اذا دعا قائما فی الصف دون بعد کسر الصف وکذا اکثر الفقهاء یعبرون بلفظ

طویل ای لایقوم بالدعاء ولایعبرون بلفظ مختصرای لایدعوا"......(منھاج السنن: ۲۱۶/۴)

"اب اکابر کے ان دوقولوں میں سے ایک کوترجیح دینا ضروری ہے تاکہ ہمارے لیے عمل کا راستہ متعین ہوسکے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ علت کراہت معلوم کی جائے کیونکہ حکم کے لیے مدارعلت ہوتی ہے جس صورت میں علت موجود ہواس میں کراہت ہوگی، جس میں علت نہ ہواس میں کراہت نہ ہوگی، دعا بعد صلاۃ الجنازۃ کی کراہت کے لیے علت فقہاء کرام نے دوچیزیں ذکر کی ہیں بعض نے صورت تکرار نماز جنازہ کواور بعض نے صورت زیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ کوعلت کراہت قراردیاہے، جیساکہ بزازیہ، مرقات، محیط کی عبارت میں اس کی واضح تصریح موجود ہے، فقہ کی کتابوں میں یہ واضح طور پرلکھاہے کہ قیام نماز جنازہ کابالاتفاق رکن ہے۔

"ورکنھا شیئان التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لاشرط فلذا لم یجزبناء اخری علیھا والقیام فلم تجزقاعدابلاعذر"......(درمختار: ۱۲۱/۱)

اس پرعلامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"قولہ فلم تجز قاعدا ای ولاراکبا"......(ردالمحتار: ۸۱۳/۱)

"وفی الاستحسان لایجوز لان الرکن فی الصلاۃ علی الجنازۃ التکبیرات والقیام فکما لاتتادی بدون التکبیرات لا تتادی بدون القیام من غیر عذر"......(المبسوط: ۱۸۲/۲)

"ولایجوز ان یصلی علی الجنائز وھوراکب لانہ یفوت القیام الواجب وھذا قول ابی حنیفۃ والشافعی وابی ثور،ولااعلم فیہ خلافا اہ"......(المغنی للعلامۃ موفق الدین الحنبلی: ۳۷۴/۲)

"ولوصلی راکبا اوقاعدا من غیرعذر لم تجزھم استحسانا"......(بدائع الصنائع: ۵۴/۲)

اور جماعت نماز جنازہ میں نہ رکن ہے اور نہ ہی اس کے لیے شرط ہے ایک ہی آدمی کے نماز جنازہ پڑھنے سے فرض اداہوجاتاہے۔

"الصلاۃ علی الجنازۃ فرض کفایۃ اذاقام بہ البعض واحدا کان اوجماعۃ ذکرا کان اوانثی سقط عن الباقین واذا ترک الکل اثموا ھکذا فی التتارخانیۃ

والصلوۃ علی الجنازۃ تتادی باداء الامام وحدہ لان الجماعۃ لیست بشرط الصلوۃ علی الجنازۃ کذا فی النہایۃ"......(الہندیۃ : ۱/۱۶۲)

"فاما الصلوۃ علی الجنازۃ فتتادی باداء الامام وحدہ لان الجماعۃ لیست بشرط للصلوۃ علی الجنازۃ"......(مبسوط سرخسی : ۲/۱۷۹)

"ولو کان الامام علی الطہارۃ والقوم علی غیر طہارۃ جازت صلوۃ الامام ولم یکن علیہم اعادتہا لان حق المیت تادی بصلوۃ الامام ودلت المسئلۃ علی ان الجماعۃ لیست بشر فی ہذہ الصلوۃ"......(بدائع الصنائع : ۲/۵۴)

لہٰذا قیام کے نیست ونابود ہونے سے نماز جنازہ کی صورت اور حقیقت دونوں نیست ونابود ہوجاتی ہیں کیونکہ قیام رکن ہے اور رکن کے معدوم ہونے سے شرعی عمل خود بخود معدوم ہوجاتا ہے، اور جب صلوۃ جنازہ کی صورت ہی نہ رہی تو شبہ زیادہ فی صلوۃ الجنازۃ یا صورت تکرار جنازہ خود بخود ختم ہوئیں اور علت کے ختم ہونے سے حکم کراہت بھی ختم ہوا، لیکن اگر قیام باقی رہے اور اجتماعیت باقی نہ رہی تو شبہ زیادۃ فی صلاۃ الجنازہ یا صورت تکرار جنازہ باقی رہتی ہیں کیونکہ نماز جنازہ انفراداً بھی پڑھی جاسکتی ہے، صاحب اعلاء السنن تکرار نماز جنازہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا فرق بین تکرارہا اجتماعا وانفرادا بالاجماع فیکرہ مطلقا"......(اعلاء السنن :۸/ ۲۳۹)

نیز قید قیام پر تصریح فقہاء کرام کے قول میں موجود ہے جب کہ قید اجتماعیت کی تصریح تیرھویں صدی ہجری سے قبل کسی فقیہ کے قول میں ہمیں نہیں ملی ہے، لہٰذا فقہائے کرام کی عبارات مطلقہ کو اس قید سے مقید کرنا جو اوفق بالفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہاء کرام کا مقید کردہ ہو اولیٰ ہے بنسبت اس قید کے جو غیر اوفق بالفقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کتب فقہ معتبرہ میں اس کا ذکر تک نہ ہو، لہٰذا نماز جنازہ کے بعد بیٹھ کر دعا کرنا جائز ہے، البتہ اس کو عقیدۃً لازم سمجھنا بدعت ہے اور کھڑے ہو کر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۲) نیت دل کا عمل ہے اس پر تلفظ ضروری نہیں البتہ متاخرین نے اس کو مستحب لکھا ہے نماز جنازہ کی نیت میں فرض کفایہ کا لفظ بولنا ضروری نہیں بول دیا تو بہتر ہے۔

"فالامام والقوم ینوون ویقولون نویت اداء ہذہ الفریضۃ عبادۃ للہ تعالی متوجہا الی الکعبۃ مقتدیا بالامام ولو تفکر الامام بالقلب انہ یؤدی صلوۃ الجنازۃ یصح ولو قال المقتدی اقتدیت بالامام یجوز کذا فی المضمرات"......(الہندیۃ : ۱/۱۶۴)

"وبه ظهر ان الصيغة التی ذكرها المصنف غير لازمة فی نيتها بل يكفی مجرد نيته فی قلبه اداء صلاة الجنازة كماقدمناه عن الحلية"...... (ردالمحتار: ۱/ ۳۹۳، ۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆

شیعہ کے جنازے میں شرکت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام رہنمائے امت محمدیہ وورثاء انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک پاکستان میں جو شیعہ حضرات رہتے ہیں ہم سنی مسلمانوں کے لیے ان کے جنازہ قل ختم وغیرہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں عوام الناس کے لیے کیا حکم ہے؟ اور خصوصاً ہمارے اہل السنۃ والجماعت کے علماء کے لیے کیا حکم ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ کسی ختم وغیرہ کے لیے ہمارے ائمہ مساجد کو بلاتے ہیں تو ان کو جانا چاہیے یا نہیں؟ اگر ان کے گھر سے کھانے کی کوئی چیز پیش کی جائے یا بھیجی جائے تو لینا چاہیے یا نہیں؟ از راہ کرم وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں تفصیل ہے، اگر وہ شیعہ جو غالی ہوں اور وہ جن کے عقائد ان کی مذہبی کتابوں کے مطابق ہوں اور وہ جن کے عقائد کفریہ حد کو پہنچے ہوئے ہوں وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کے منکر ہوں یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ خدا سمجھتے ہوں اور خدا تعالیٰ کی ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک مانتے ہوں یا جن کے عقیدہ یہ ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہنچائی یا معاذ اللہ تحریف قرآن کے قائل ہوں، ایسے عقائد والوں کو فقہاء کرام نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ مذہبی میل جول اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں، اور وہ شیعہ جو مندرجہ بالا عقائد سے پاک ہیں اور ان کے عقائد شیعہ مذہب کی کتابوں کے مطابق بھی نہیں ہیں ان کا نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، البتہ ممتاز علماء کرام شرکت سے اجتناب کریں۔

"الرافضی اذاكان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله وجهه علی ابی بكر رضی الله عنه لايكون كافرا الاانه

مبتدع والمعتزلی مبتدع الااذاقال باستحالة الروية فحينئذ هو كافر كذافي الخلاصة ولوقذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفربالله ولوقذف سائرنسوة النبي ﷺ لايكفر ويستحق اللعنة كذافي خزانة الفقه ومن انكرامامة ابي بكر الصديق رضي الله عنه فهوكافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر وكذلک من انكر خلافة عمر رضي الله عنه اصح الاقوال كذافي الظهيرية ويجب اكفارهم باكفارعثمان وعلي وطلحة وزبيروعائشه رضي الله عنهم ويجب اكفارالزيدية كلهم في قولهم بانتظارالنبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنامحمد ﷺ كذافي الوجيزللكردي ،ويجب اكفارالروافض في قولهم برجعة الاموات الى الدنيا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الى الائمة وبقولهم في خروج امام باطن وبتعطيلهم الامر والنهي الى ان يخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي الى محمدﷺ دون علي ابن ابي طالب وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين كذافي الظهيرية "
......(فتاویٰ الهندية : ۲/۲۸۶)

"نعم لاشک في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها اوانكرصحبة الصديق اواعتقد الالوهية في علي اوان جبرئيل غلط في الوحي اونحوذلک من الكفرالصريح المخالف للقرآن"......(ردالمحتار : ۳/۳۲۱)

"ولاتصل على احدمنهم مات ابدا ولاتقم على قبره"......(التوبة : ۸۴)

"ماكان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين "......(۱۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ میں عورت کی چارپائی پرگہوارہ بنانے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۱۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان عورت کا جنازہ چارپائی پرگہوارہ بنایا جاتا ہے جیسے چارپائی کے چاروں کونوں کے ساتھ چھڑیاں باندھ کراوپرچادرڈال

دی جاتی ہے کہ واضح رہے کہ یہ عورت کا جنازہ ہے، مزید یہ کہ فقہ حنفی کے مطابق ایسا کرنا فرض ہے، سنت، واجب، مستحب یا مباح ہے؟

فتویٰ بمع دلیل عنایت فرمایا جائے تاکہ عام مسلمان مستفید ہوسکیں اور یہ پتہ چل سکے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شریعت مطہرہ میں صنف نازک کے تستر کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اس تستر کی بنیاد پر صنف نازک کے بہت سے احکامات مردوں سے جدا ہیں۔

سوال میں ذکر کردہ طریقے کی بنیاد بھی یہی ہے یعنی مبالغہ فی التستر ،لہٰذا یہ طریقہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے،البتہ بعینہ یہ طریقہ کہ چھڑیاں باندھ کر اوپر چادر ڈال دی جائے ضروری نہیں، بلکہ کوئی بھی ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے جو مقصد پورا کردے مثلاً جنازے کی مخصوص چارپائی کی بناوٹ ہی ایسی ہو کہ چاروں کونے قدرے بلند ہوں اور درمیان میں جالی نما سہارا ہو جس پر چادر ڈال دی جائے تو بھی درست ہے۔

”فی فتح القدیر من متن الهدایة ،ویسجی قبرالمرأة بثوب حتی یجعل اللبن علی اللحد ولایسجی قبرالرجل لان مبنی حالهن علی الستر ومبنی حال الرجال علی الانکشاف “......(فتح القدیر : ۲/۹۹)

”وفی الکفایة (قوله ویسجی قبرالمرأة التسجیة التغطیة یسجی قبرالمرأة بثوب حتی یفرغ من اللحد لانهاعورة من قرنها الی قدمها فربما یبدوشیء من الرعورتها الاتری انهاخصت بالنعش علی جنازتها وهوشبیه المحومشبک یطبق علی المرأة اذاوضعت علی الجنازة وقدصح ان قبرفاطمة رضی الله عنها سجی بثوب ونعش علی جنازتها ولم یکن النعش فی جنازة النساء حتی ماتت فاطمة رضی الله عنها فاوصت قبل موتها ان تسترعلی جنازتها فاتخذوا لهانعشا من جریدالنخل فبقی سنة هکذافی جمیع النساء “......(فتح القدیر مع الکفایة : ۲/۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو غسل دینے کے لیے گڑھا کس رخ پر کھودا جائے؟

مسئلہ نمبر(۱۲۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو غسل دینے کے لیے گڑھا کس رخ میں کھودنا چاہیے؟ کیا مشرق ومغرب کی طرف یا شمال اور جنوب کی طرف؟ یا دونوں طرح جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ہمارے ہاں قبلہ چونکہ جانب مغرب میں ہے اس لیے شمالاً جنوباً گڑھا بنایا جائے تا کہ میت کی ٹانگیں قبلہ کی طرف نہ ہوں۔

”ویوضع کمامات کمایتسر فی الاصح علی سریر مجمر وترا ،قوله فی الاصح وقیل یوضع الی القبلة طولا وقیل عرضا کمافی القبر افاده فی البحر“......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۳۱)

”ومنهم من اختار الوضع عرضا کمایوضع فی القبر والاصح انه یوضع کمایتسر“......(البحر الرائق: ۲/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا ایکسیڈنٹ میں مرنے والا شہید ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سائل کا حقیقی بیٹا عبدالقیوم خان وادی لیپا کی طرف لڑنے کے لیے جاتے ہوئے گاڑی کے ایکسیڈنٹ میں شہید ہو گیا، مگر گورنمنٹ اس کو شہید ماننے کے لیے تیار نہیں ہے، برائے مہربانی اگر وہ شہید ہے تو آپ اس کی شہادت کا فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

آپ کا بیٹا اخروی اعتبار سے شہید ہے مگر دنیا میں اس پر شہادت کے احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

”وقیدبالقتل لانه لومات حتف انفه اوبتردا وخرق اوغرق اوهدم لم یکن شهیدا فی حکم الدنیا وان کان شهیدالآخرة “......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۷۰)

”قیدبکونه مقتولا لانه لومات حتف انفه اوتردی من موضع اواحترق بالنار

اومات تحت هدم اوغرق لایکون شهیدا ای فی حکم الدنیا"......(البحر الرائق: ۲/۳۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غائبانہ نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟ خصوصاً اگر شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ہو، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

غائبانہ نماز جنازہ احناف کے نزدیک ثابت نہیں ہے خواہ شہید کا ہو یا غیر شہید کا، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں شہید ہوئے اور حضور ﷺ کو مدینہ میں اطلاع ہوئی مگر آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

"وشرطها (صلاة الجنازة) ايضا حضوره ووضعه وكونه هو او اكثره امام المصلي وكونه للقبلة فلاتصح على غائب ......وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية او خصوصية (قوله لغوية) اى المرادبها المجرد الدعاء وهو بعيد (قوله او خصوصية) اولانه رفع سريره حتى رأه عليه السلام بحضرته فتكون صلاة من خلفه على ميت يراه الامام وبحضرته دون المأمومين وهذا غير مانع من الاقتداء فتح واستدل لهذين الاحتمالين بمالامزيد عليه فارجع اليه من جملة ذالك انه توفى خلق كثير من اصحابه ﷺ من اعزهم عليه القراء ولم ينقل عنه انه صلى عليهم مع حرصه على ذالك "......(ردالمحتار: ۱/۹۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پھٹی ہوئی نعش اور آدھے جسم پر نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) اگر نعش پھٹ جائے تو نماز جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

(۲) اگر میت کا نصف جسم ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

(۳) اگر میت کے زیر ناف بال چالیس دن سے زائد ہو جائیں تو ان کو کاٹنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) پھٹی ہوئی نعش نماز جنازہ کے قابل نہیں ہے اس لیے کہ نماز جنازہ میت کے قائم اور صحیح بدن پر مشروع ہوا ہے اور پھٹا ہوا بدن قائم نہیں رہتا۔

"وقیدبعدم التفسخ لانه لایصلی علیه بعدالتفسخ لان الصلاۃ شرعت علی بدن المیت فاذاتفسخ لم یبق بدنه قائما "......(البحر الرائق: ۲/۳۲۰)

(۲) میت کا نصف جسم اگر مع سر کے ہو تو وہ پورے جسم کے حکم میں ہے اس کی بطریق مسنون تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، لیکن اگر آدھا جسم بلا سر کے ہو تو ایسی میت کو صاف کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

"قوله کالعضومن المیت ای لووجدطرف من اطراف انسان اونصفه مشقوقا طولا اوعرضا یلف فی خرقة الااذاکان معه الرأس فیکفن کمافی البدائع "

......(ردالمحتار: ۱/۶۳۸)

"وشرائطها ستة اولها اسلام المیت لانها شفاعته ولیست لکافر ......والرابع حضوره اوحضوراکثربدنه اونصفه مع رأسه "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۵۸۲،۵۸۱)

(۳) اگر میت کے زیر ناف بال چالیس دن سے زائد بڑھے ہوئے ہوں تو بھی ان کا کاٹنا ضروری نہیں ہے۔

"ولایسرح شعرالمیت ولالحیته ولایقص ظفره ولاشعره کذافی الهدایة ولایقص شاربه ولاینتف ابطه ولایحلق شعرعانته ویدفن بجمیع ماکان علیه کذافی محیط السرخسی "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوغسل دیتے وقت ورد کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۲۹): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کوغسل دیتے ہوئے زبان سے "غفرانک یارحمن" کاورد کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کوغسل دیتے ہوئے "غفرانک یارحمن" پڑھنے کا ثبوت حدیث مبارکہ سے ملتا ہے لہٰذا درج بالا الفاظ پڑھنا جائز ہے اورغسل میت کے دورانیہ میں مذکورہ ورد کرتے رہنا چاہیئے۔

"اخرجه ابوحفص بن شاهين في كتاب الجنائز عن حماد بن عمرو الضبي عن السرى بن خالد عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن علي ابن ابي طالب قال قال لي رسول الله ياعلي اغسل الموتى فانه من غسل ميتا غفرله سبعون مغفرة لوقسمت مغفرة منهاعلى جميع الخلائق لوسعتهم قلت يارسول الله مايقول من يغسل ميتا؟قال يقول غفرانك يارحمن حتى يفرغ من الغسل "

......(نصب الراية في تخريج احاديث الهداية: ۲/۲۶۳، كذافي حاشية الطحطاوى : ۵۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
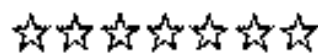
تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھا کردعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۰): کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں جب کسی کی تعزیت کے لیے جاتے ہیں تو کچھ لوگ سورۃ الفاتحہ اورسورۃ الاخلاص وغیرہ پڑھ کر میت کے لیے ایصال ثواب کرتے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں ،اور کچھ لوگ ہاتھ نہیں اٹھاتے ،اس عمل مختلف فیہا سے کچھ کش مکش سی پیدا ہو چکی ہے ،لہذا آپ کرم نوازی فرماتے ہوئے تعزیت کا شرعی طریقہ اورشرعی حیثیت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں میت کے گھر والوں کے پاس جا کرتعزیت کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز اور بہتر ہے، کیونکہ اس کے بغیر میت کے لواحقین کی تسلی اورتشفی نہیں ہوتی ،اور ہاتھ اٹھائے بغیر تعزیت کرنا بھی جائز ہے جب کہ تعزیت ہی مقصود ہو،اور مغفرت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے،ایسے مسائل میں الجھنا نہیں چاہیئے۔

”ویستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفر الله تعالیٰ لمیتک وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبة وآجرک علی موته“ ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۷)

”والتعزیة ......وهی کمافی التبیین ان یقول اعظم الله اجرک واحسن عزاک وغفرلمیتک“ ......(البحر الرائق: ۲/۳۳۷)

”یستحب ان یقال لصاحب التعزیة غفر الله لمیتک وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبة واجرک علی موته ......وفی العتابیة التعزیة لصاحب المصیبة حسنة والمعزی ماجور علیه وهی من حقوق الاسلام لقوله علیه السلام حقوق المسلم علی المسلم ان یعزیه اذااصابته مصیبة“......(فتاویٰ التاتارخانیة : ۱/۱۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۱): السلام علیکم جناب مفتی صاحب قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ اگر کسی شخص نے خودکشی کی ہوتو اس شخص کا نماز جنازہ پڑھانا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور خودکشی کے بارے میں بھی بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر کوئی شخص زندگی سے مایوس ہوکر خودکشی کرے یا کسی پریشانی اور مصیبت کی وجہ سے خودکشی کرے تو اس کا یہ فعل حرام ہے، اور فاسق گناہ گار ہوگا، لیکن کافر نہیں ہے اس لیے اس کا جنازہ پڑھنا چاہیئے، اہانت کے طور پر قاضی، سلطان مفتی وغیرہ کو نہیں پڑھنا چاہیے، تاکہ اس عمل کی اہانت سب کو معلوم ہو جائے

”حکم قاتل نفسه عمدا للاختلاف فعندهما یصلی علیه وهوالاصح لانه فاسق غیر ساع فی الارض بالفساد“......(البحر الرائق: ۲/۳۵۰)

”من قتل نفسه عمدا یصلی علیه عندابی حنیفة ومحمد رحمهماالله وهوالاصح کذافی التبیین“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۳)

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رافضی کا جنازہ پڑھنے کے بعد علم ہو تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا جنازہ پڑھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ رافضی تھا، اب کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اپنی کوشش سے مرنے والے کے متعلق معلومات کریں اور کفریہ عقائد رکھنے والے کا جنازہ نہ پڑھیں، ماضی میں اگر ایسا ہو چکا ہے تو اس پر استغفار کریں۔

"فنقول لايصلى على الكافر ويصلى على كل مسلم مات بعدالولادة"

......(فتاویٰ التاتارخانية: ۲/۱۲۲)

"ولاتصل على احدمنهم مات ابدا ولاتقم على قبره"......(سورة التوبة: ۸۴)

"ماكان للنبى والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين"......(سورة التوبة: ۱۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا میاں بیوی ایک دوسرے کی میت کو غسل دے سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر(۱۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو ان میں سے دوسرا اُسے غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ مشہور یہ ہے کہ جب بیوی فوت ہو جائے تو خاوند نہ اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور نہ چارپائی کو کندھا دے سکتا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شوہر کا بیوی کو غسل دینا اور چھونا جائز نہیں ہے البتہ بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے اور اس کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، اور بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

"ویمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لامن النظر الیھا علی الاصح"
......(درالمختار علی ھامش ردالمحتار: ۱/۶۳۳)

"اماالرجل فنقول اذامات رجل فی سفر فان کان معه رجال یغسله الرجل وان کان معه نساء لارجل فیھن فان کان فیھن امرأته غسلته وکفنته وصلین علیه وتدفنه ...... بخلاف ماذاماتت المرأة حیث لایغسلھا الزوج لان ھناک انتھی ملک النکاح لانعدام المحل فصارالزوج اجنبیا فلایحل له غسلھا"
......(بدائع الصنائع: ۲/۳۳)

"اذاکان للمرأة محرم یمسھا بالید واماالاجنبی فبخرقة علی یده ویغض بصره عن ذراعیھا وکذاالرجل فی امرأته الافی غض البصر ولافرق بین الشابة والعجوز"......(فتاوی التاتارخانیة : ۲/۱۰۵)

"وفی السغناقی ویحمل الجنازة من ھوافضل منه فان افضل جمیع الخلائق وھونبینا ﷺ حمل جنازة سعد بن معاذلماان حمل الجنازة عبادة فیجب علی کل احدان یتبادر فی العبادة"......(فتاوی التاتارخانیة : ۲/۱۱۴،۱۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قاتل اور خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ دین کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے خودکشی کی ہو تو اس کا نماز جنازہ پڑھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیا ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے؟ نیز اگر کسی آدمی نے دو تین قتل کیے ہوں تو اس کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خودکشی حرام ہے اور حرام کا مرتکب فاسق اور گناہ گار ہے مگر کافرنہیں، اسی طرح قاتل بھی گناہ گار اور فاسق ہے مگر کافرنہیں لہٰذا ان دونوں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

”من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتي وان كان اعظم وزرامن قاتل غيره“......(الدرعلی الرد: ۱/۶۴۳)

”ومن قتل نفسه عمدا يصلى عليه عندابي حنيفة ومحمدوهو الاصح كذافي التبيين“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا اسلام میں قبر کو پکا کرنے کی اجازت ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اسلام قبر کو پکا کرنے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتادیجئے، نیز یہ بھی بتادیجئے کہ اگر قبر کو پکا کروالیا گیا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر زمین نرم ہو کچی قبر صحیح نہ بن سکتی ہو تو پکی اینٹوں کے ساتھ قبر کو پختہ کرنا جائز ہے، اور مشائخ بخارا نے اپنے علاقہ کے ضعف ارض کی وجہ سے اسی پر فتویٰ دیا ہے، اسی طرح اگر زینت کے لیے نہ ہو بلکہ دفع اذی السباع ہو تو مکروہ نہیں، اگر زمین پختہ ہو تو پکی قبر بنانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ قبر فناء کے لیے ہے اور پختہ کرنا بقاء کے لیے ہے۔

اور بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ نے قبر پر چونا لگانے، اس پر لکھائی کرنے، اس پر تعمیر کرنے اور روندنے سے منع فرمایا ہے۔

البتہ قبر پر پانی چھڑکنا اور مٹی کے ساتھ لیپ دینا جائز ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر سرخ مٹی لگائی تھی۔

لیکن پختہ بنی ہوئی قبر کو گرانا کتب احادیث اور فقہ میں نہیں ملا۔

”وكرهوا الآجر والواح الخشب وقال الامام التمرتاشي هذا اذاكان حول

المیت فلو فوقہ لایکرہ لانہ یکون عصمۃ من السبع وقال مشائخ بخاری لایکرہ الآجر فی بلدتنا للحاجۃ الیہ لضعف الاراضی "......(فتاویٰ شامی : ۱/۶۶۱)

"وقال بعض مشایخنا انمایکرہ الآجر اذااریدبہ الزینۃ امااذاارید بہ دفع اذی السباع اوشیء آخر لایکرہ ،لان الکراھۃ علۃ لمحذوف ای فلایکرھان حینئذ لان الکراھۃ لکونھما للاحکام والزینۃ "......(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۱۰)

"وبعض مشائخنا قالوا انمایکرہ الآجر اذااریدبہ الزینۃ امااذاارید بہ دفع اذی السباع اوشیء آخر لایکرہ " ......(فتاوی التتارخانیۃ : ۲/۱۲۸)

"لاالآجر والخشب لانھما لاحکام البناء والقبر موضع البلاء...... وفی المغرب الآجر الطین المطبوخ " ......(البحر الرائق ۲/۳۴۰)

"عن جابرقال نھی رسول اللہ ﷺ ان تجصص القبور وان یکتب علیھا وان یبنی علیھا وان توطأ "......(جامع ترمذی: ۱/۳۲۹)

"عن ابی سعید ان النبی ﷺ نھی ان یبنی علی القبر"......(سنن ابن ماجہ: ۱۱۲)

"ویکرہ البناء علیہ للاحکام بعدالدفن لانہ للبقاء والقبر للفناء واماقبل الدفن فلیس بقبر وفی النوازل لابأس بتطیینہ وفی الغیاثیۃ وعلیہ الفتوی واماقبل الدفن ای فلایکرہ الدفن فی مکان بنی فیہ کذافی البرھان قال فی الشرح وقداعتاداھل مصر وضع الاحجار حفظا للقبور عن الاندراس والنبش ولابأس بہ وفی الدر ولایجصص ولایطین ولایرفع علیہ بناء وقیل لابأس بہ ھو المختارقولہ وفی النوازل لابأس بتطیینہ وفی التجنیس والمزید لابأس بتطیین القبور خلافالمافی مختصر الکرخی لان رسول اللہ ﷺ مربقبر ابنہ ابراھیم فرأی فیہ حجر اسقط فیہ فسدہ وقال من عمل عملا فلیتقنہ وروی البخاری انہ ﷺ رفع قبرابنہ ابراھیم شبرا وطینہ بطین احمراہ " ......(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۶۱۱)

"وفی کتاب الآثار عن محمد لاأری ان یزاد فی تراب القبر علی ماخرج ولاأری برش الماء علیه بأسا"۔۔۔۔(المحیط البرهانی : ۳/۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موجودہ دور میں نماز جنازہ میں ہونے والی کوتاہیوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورحاضر میں کچھ بدعات بہت زوروشور سے رائج ہوگئی ہیں اورعلماء کرام اس سلسلہ میں نہ صرف یہ کہ مداہنت کرتے ہیں بلکہ خودان میں شریک ہوکراپنے عمل سے ان کی تبلیغ کرتے ہیں،اسی طرح جن حضرات کواللہ تعالیٰ نے مصلحین امت ہونے کاعظیم مقام عطافرمایاتھاوہ اصلاح کی بجائے فساد کاذریعہ بن رہے ہیں،عوام سے جب بھی اس موضوع پر بات کی جائے اورشرعی مسئلہ بتایاجائے تووہ بڑے بڑے علماءاور بڑے بڑے جامعات کانام لےکرسندجوازپیش کرتے ہیں،اس لیےاس چیزکی اشدضرورت ہے کہ مقتدرعلماءان منکرات وبدعات پرشدت سے ردکریں۔

کیامندرجہ ذیل امورمنکرات وبدعات نہیں ہیں؟اگرہیں توکیاان پرردکرنا،ان سے خودبچنااوردوسروں کو بچانے کی کوشش کرناعلماءکافریضہ نہیں ہے؟

(۱) نمازجنازہ میں غیرمعمولی تاخیر،خواہ رونمائی کے لیے ہویابڑے اجتماع کی غرض سے،کچھ خاص کی شرکت کی غرض سے ہویاکسی اورمصلحت سے؟

حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ کاانتقال ہواتومظاہرعلوم سہارنپورسےفون آیاکہ خواص علماءنمازجنازہ میں شرکت کے لیے اسپیشل ریل گاڑی پرروانہ ہوچکے ہیں،لہٰذاانتظارکیاجائے،سہارنپورسےتھانہ بھون زیادہ دورنہیں، منٹوں کاسفرہے،مگراس کے باوجودچونکہ جنازہ تیارہوچکاتھااس لیےحضرت مولاناشبیرعلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جوولی تھےفرمایاکہ ہرگزایسانہیں ہوسکتااوران خواص کے پہنچنے سےقبل نمازجنازہ پڑھادی۔

(۲) میت کومقام انتقال سےکسی دوسری جگہ منتقل کرنا؟

(۳) ولی میت کوجان بوجھ کرغائب کرنے کی مشہورحیلہ سازی کرکےنمازجنازہ کاتکرار؟

(۴) مسجدیامدرسہ کےلیےوقف زمین میں متولی یاکسی دوسرےکودفن کرنا۔

امورِاربعہ مذکورہ کی کراہت تنزیہیہ ہےیاتحریمیہ؟اگرتنزیہیہ ہےتوعلماءعوام وخواص نےجوان امورکومستقل

دستور العمل بنالیا ہے اور واجب سے بھی زیادہ ان کا اہتمام کرنے لگے ہیں، کیا ان حالات میں بھی یہ کراہت تنزیہیہ ہی رہے گی یا ان عوارض کے پیش نظر تحریمیہ بن جائے گی؟

(۵) مطالبات منوانے یا کسی حادثہ پر اظہار رنج وغم یا اظہار غیظ وغضب کے لیے ہڑتال کرنا۔

اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر مندرج احسن الفتاویٰ جلد نمبر ۶ ص ۱۴۴ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

شریعت کی پابندی اور سنت کا اتباع سب کے ذمہ لازم ہے البتہ علماء کی ذمہ داری زیادہ ہے کہ ان کے قول وفعل کو لوگ دلیل بناتے ہیں بنابریں ان کا کوئی بھی قول وفعل شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہیے، لہٰذا نماز جنازہ میں ضرورت سے زائد تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

"وکرہ تاخیر صلوتہ ودفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعدصلوۃ الجمعۃ"

......(درمختار: ۱/۱۲۴)

(۲) مستحب یہ ہے کہ جہاں انتقال ہوا ہے وہیں دفن کیا جائے اور دوسرے شہر منتقل کرنا خلاف مستحب ہے۔

"ان النقل من بلدالی بلد مکروہ قالہ قاضی خان وقدقال قبلہ لومات فی غیر بلدہ یستحب ترکہ فان نقل الی مصر آخر لا بأس بہ لماروی ان یعقوب صلوات اللہ علیہ مات بمصر ونقل الی الشام وسلمۃ بن ابی وقاص مات فی ضیعۃ علی اربعۃ فراسخ من المدینۃ ونقل علی اعناق الرجال الی المدینۃ"

......(مراقی الفلاح : ۳۳۷)

(۳) نماز جنازہ میں تکرار مشروع نہیں ہے اور اگر ولی کو جان بوجھ کر غائب کیا گیا تو اس حیلہ سازی سے حکم شرعی نہیں بدلے گا، اور اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے اس کو کون دھوکہ دے سکتا ہے۔

(۴) میت کو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا چاہیے گھر میں دفن ہونا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے اور وقف بر مدرسہ اور مسجد میں دفن کرنا شرائط واقف کے خلاف ہے جب کہ واقف کی شرط پر عمل کرنا قرآن وسنت کی طرح ضروری ہے۔

"لاینبغی ان یدفن المیت فی الدار ولو کان صغیرا لاختصاص ھذہ السنۃ بالانبیاء واقعات وقال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ قولہ فی الدار کذافی

الحلية عن منية المفتي وغيرها وهو اعم من قول الفتح ولايدفن صغير ولا كبير في البيت الذي مات فيه فان ذلك خاص بالانبياء بل ينقل الى مقابر المسلمين الخ ومقتضاه انه لايدفن في مدفن خاص كمايفعله من يبنى مدرسة ونحوها ويبنى له بقربها مدفنا ".....(فتاویٰ شامی: ۶۲/ ۱، مراقی الفلاح : ۳۳۶)

(۵) شرعاً اگر مطالبہ جائز ہو اور اس کے علاوہ اور کوئی صورت اس کے منوانے کی نہ ہو اور کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب (مثلاً ایذاء مسلم وغیرہ) بھی نہ ہو تو ہڑتال کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کی حدود سے باہر میت رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۷): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت گزارش ہے کہ ہماری مسجد خالد لاہور چھاؤنی کی بڑی مساجد میں شمار ہوتی ہے، ہماری مسجد میں نماز جنازہ اس طرح ہوتی ہے کہ امام منبر میں مصلّی پر کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی حضرات باقی مسجد میں جہاں نماز کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں وہیں رہتے ہیں اور جنازہ جو ہے وہ منبر میں قبلہ کی طرف کا دروازہ کھول کر مسجد کی حدود سے باہر رکھتے ہیں اور جنازے کی نماز ادا کی جاتی ہے، اور اس کا ریفرنس وہ حرم کعبہ اور مسجد نبوی دیتے ہیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ آیا اس طرح ہو سکتا ہے کہ امام اور چند مقتدی مسجد کی حدود سے باہر قبلہ کی طرف صف بنالیں اور باقی مقتدی مسجد کے اندر ہی ہوں، آیا کہ ان صورتوں سے نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے؟ اور جو لوگ نماز جنازہ پڑھنے آئے ہوئے ہیں ان کی نماز قبول ہوتی ہے؟ اور جس کا جنازہ پڑھا گیا ہے آیا اس کا جنازہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس طرح کرنا جائز ہے اگر بانی نیت کریں۔

"وفي الشامية اما اذاعللنا بخوف تلويث المسجد فلايكره اذا كان الميت خارج المسجد اومع بعض القوم قال في شرح المنية واليه مال في المبسوط والمحيط وعليه العمل وهو المختار: ۲/۲۲۵، تقريرات رافعي: ۱۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیدائشی پاگل بالغ کی نماز جنازہ نابالغ والی ہوگی:

مسئلہ نمبر (۱۳۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بندہ پیدائشی پاگل ہے اور بالغ ہونے کے بعد فوت ہوگیا تو اب اس کا نماز جنازہ بالغوں والا پڑھا جائے گا یا نابالغوں والا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان اگر جنون پیدائشی ہو اور بالغ ہونے کے بعد بھی رہا ہو تو اس کی نماز جنازہ نابالغوں والی ہوگی۔

"ولا یستغفر فیھا بصبی ومجنون ومعتوہ لعدم تکلیفھم بل یقول بعد دعاء البالغین اللھم اجعلہ لنا فرطا بفتحتین ......وفی الشامیۃ تحت قولہ ومجنون ومعتوہ ھذا فی الاصل فان المجنون والعتہ الطائرین بعد البلوغ لا یسقطان الذنوب السابقۃ کما فی شرح المنیۃ "......(درمختار:۲۱۴/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر لکھائی کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۳۹): بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء دین زیر بحث مسئلہ میں کہ

عمر کہتا ہے کہ قبر پر لکھنا جائز ہے کیونکہ بعض فقہی کتب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے جب کہ زید کہتا ہے کہ لکھنا ناجائز ہے اور وہ بھی بعض فقہی کتب کا حوالہ پیش کرتا ہے، عمر کا کہنا ہے کہ اصحاب الرقیم سے بھی اس کا جواز ملتا ہے، زید کا کہنا ہے کہ ہماری شرع میں قبر پر لکھنے سے منع کر دیا گیا ہے، لہٰذا شریعت کی نکیر کی صورت میں یہ ناجائز ہے بالخصوص ابوداؤد شریف کی جس روایت میں قبر کو پختہ کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں "وان یکتب علیہ" عمر کا کہنا ہے کہ بڑے بڑے اکابرین کی قبور پر لکھی ہوئی تختیاں موجود ہیں، زید کا کہنا ہے کہ بڑے بڑے اکابرین کی قبریں بغیر تختیوں کے بھی موجود ہیں۔

ایسے میں گزارش ہے کہ اصل مسئلہ سے سائل کو آگاہ کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

”وعن جابر قال نهى رسول الله ﷺ ان تجصص القبور وان يكتب عليها وان توطأ ......قال المظهر يكره كتابة اسم الله ورسوله والقرآن على القبر لئلا يهان بالجلوس عليه ويداس بالانهدام وقال بعض علمائنا وكذايكره كتابة اسم الله والقرآن على جدار المساجد وغيرها قال ابن حجر واخذائمتنا انه يكره الكتابة على القبر سواء اسم صاحبه اوغيره في لوح عندرأسه اوغيره قيل ويسن كتابة اسم الميت لاسيما الصالح ليعرف عندتقادم الزمان لان النهي عن الكتابة منسوخ كماقال الحاكم اومحمول على الزائد على مايعرف به حال الميت اه وفي قوله يسن محل بحث والصحيح ان يقال انه يجوز“......(مرقاة المفاتيح :۱۶۶/۴)

”ويكره تجصيص القبر وتطيينه وكره ابوحنيفة البناء على القبر وان يعلم بعلامة وكره ابويوسف الكتابة عليه ذكره الكرخي لماروى عن جابر عن النبي ﷺ انه قال لاتجصصوا القبور ولاتبنوا عليها ولاتقعدوا ولاتكتبوا عليها ولان ذلک من باب الزينة ولاحاجة بالميت اليها ولانه تضييع المال بلافائدة فكان مكروها“......(بدائع الصنائع: ۳۲۰/۱)

”قوله ان تجصص القبور النهي عنه لمافيه من الزينة ولتكلف وجوزالحسن البصريّ التطيين وفي الخانية تطيين القبور لاباس به خلافا لماقاله الكرخي وقوله وان يكتب عليها اى اسم الله والقرآن واسم الرسول لئلايمتهن اويبول عليه حيوان “......(حاشية الترمذى: ۲۰۳/۱ ،مكتبه رحمانيه)

”لاباس بالكتابة لان النهي عنها وان صحح فقدوجدالاجماع العملي بهافقداخرج الحاكم النهي عنهامن طرق ثم قال هذه الاسانيد صحيحة وليس العمل عليها فان ائمة المسلمين من المشرق الى المغرب مكتوب على قبورهم وهوعمل اخذبه الخلف عن السلف ويتقوى بمااخرجه ابوداؤد باسناد جيدان رسول الله حمل حجرا فوضعها عندرأس عثمان بن مظعون

وقال انعلم بهاقبر اخي وادفن اليه من تاب من اهلي فان الكتابة طريق الى تعرف القبر بهانعم يظهر ان محل هذاالاجماع العملي على الرخصة فيها مااذاكانت الحاجة داعية اليه في الجملة كمااشار اليه في المحيط وان احتيج الى الكتابة حتى لايذهب الدلر ولايمتهن فلابأس به فاماالكتابة بغيرعذر فلاحتى انه يكره كتابة شيء عليه من القرآن اوالشعر اواطراء مدح له ونحوذلك حيلة ملخصا "......(فتاویٰ شامی :۲/۲۳۷)

"ويكره ان يبنى على القبر اويقعد اوينام عليه اويوطأ عليه اويقضى حاجة الانسان من بول اوغائط ان يعلم بعلامة من كتابة ونحوه كذافي التبيين "

......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۶۶)

ان تمام عبارات سے جومسئلہ اخذ ہوتاہے وہ یہ ہے کہ قبر پرایسا کتبہ لگانا کہ جس میں قرآنی آیات ہوں یاکوئی حدیث ہویااسی طرح اشعار لکھنا مکروہ ہے، رہا یہ مسئلہ کہ آیا صرف میت کا نام اورتاریخ لکھنا بطور علامت کے اگرچہ بعض عبارات میں اس کی بھی کراہت معلوم ہوتی ہے، لیکن اللہ کے نبی ﷺ کا وہ عمل جوحضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پرایک پتھر رکھا تھاتواس سے معلوم ہوتاہے کہ علامت کے طور پرکتبہ پرنام لکھنے کی گنجائش ہے، خصوصاً اولیاء اللہ اورعلماء کی قبور پر۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

۱۰دن کے بعد میت کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۰): بخدمت جناب حضرت مفتی حمیداللہ جان صاحب

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص دوبئی میں فوت ہوا دوبئی کی حکومت نے میت کو ۸ یا ۱۰ دن بعد پاکستان لانے کی اجازت دی، اب ۱۰دن کے بعداس میت کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یانہیں؟ اس حال میں کہ میت صحیح سلامت ہے، نہ اس میں بووغیرہ پیداہوئی اورنہ ہی میت پھولی پھٹی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر میت نہ پھولی نہ پھٹی ہو اور نہ اس پر وہاں نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو اس صورت میں یہاں اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے مزید تاخیر ہرگز نہ کریں۔

”وان دفن واهيل عليه التراب بلاصلاة لامر اقتضى ذلک صلى على قبره...... مالم يتفسخ والمعتبر فيه اى فى التفسخ اكبر الرأى على الصحيح لاختلافه باختلاف الزمان والانسان قوله لامر اقتضى ذلک من نسيان وغيره قوله مالم يتفسخ اى تفرق اعضاؤه فان تفسخ لايصلى عليه مطلقا لانها شرعت على البدن ولاوجود له مع التفسخ “......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۵۹۱،۵۹۲)

”وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلاة اوبها بلاغسل اوممن لاولاية له صلى على قبره استحسانا مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هوالاصح (تنبيه)ينبغى ان يكون فى حكم من دفن بلاصلاة من تردى فى نحو بئر اووقع عليه بنيان ولم يمكن اخراجه “......(درمختارمع ردالمحتار: ۱/۶۵۴)

”ولو دفن بعدالغسل قبل الصلاة عليه صلى عليه فى القبر مالم يعلم انه تفرق ......فلماجازت الصلوة على القبر بعدماصلى على الميت مرة فلان تجوز فى موضع لم يصل عليه اصلا اولى“......(بدائع الصنائع : ۲/۵۵)

”فان دفن بلاصلاة صلى على قبره مالم يتفسخ اقامة للواجب بقدر الامكان والمعتبر فى ذلک اكبرالرأى على الصحيح لانه يختلف باختلاف الزمان والمكان والاشخاص قوله فى المتن مالم يتفسخ لان بعدالتفسخ يتشقق البدن ويتفرق والصلاة مشروعة على البدن “......(تبيين الحقائق مع حاشية شلبى: ۱:۲۴۰)

”(وان دفن بلاصلا ة صلى على قبره مالم يتفسخ) وقيدبعدم التفسخ لانه

لایصلی علیہ بعدالتفسخ لان الصلاۃ شرعت علی بدن المیت فاذاتفسخ لم یبق بدنہ قائما "......(البحر الرائق: ۳۱۹، ۳۲۰/۲)

"وان دفن المیت ولم یصل علیہ صلی علی قبرہ لان النبی ﷺ صلی علی قبرامرأۃ من الانصار ویصلی علیہ قبل ان یتفسخ والمعتبر فی معرفۃ ذلک اکبرالرأی فی الصحیح لاختلاف الحال والزمان والمکان قال العینی ویصلی علیہ قبل ان یتفسخ یعنی انماتجوز الصلوۃ علی المیت فی قبرہ قبل ان یتفسخ المیت ویتمزق"......(البنایہ شرح الھدایۃ: ۲۱۳، ۲۱۴/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فاسق نے نماز جنازہ پڑھائی تو وہ ادا ہوگئی:

مسئلہ نمبر(۱۴۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کواس کی نانی نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ آپ نے پڑھانی ہے لیکن نانی کے خاندان والوں نے اس آدمی کونماز جنازہ پڑھانے نہیں دی بلکہ کسی دوسرے آدمی سے نماز جنازہ پڑھوائی، جوایسا آدمی تھا کہ جس کی بیوی کواس آدمی کے باپ نے شہوت کی حالت میں ہاتھ لگایا تھااوراب بھی وہ عورت سابقہ بیوی اس کے ساتھ رہتی ہےاورتمام لوگوں کواس واقعہ کاعلم بھی ہے، باوجوداس واقعہ کاعلم ہونے کےانہوں نے اس آدمی سے نماز جنازہ پڑھوائی،اب دریافت طلب امریہ ہے کہ اس آدمی کانماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟اوراس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا کیاحکم ہے؟ نیز باپ کا بیٹے کی بیوی کوشہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بیٹے کے لیے بیٹے کی بیوی کی حرمت کوثابت کرتا ہے یانہیں؟

براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگرواقعتاً اس شخص کے والد نے اس کی بیوی کوبغیرموٹے کپڑے کے ہاتھ لگایااوراس کوشہوت آگئی یاپہلے سے شہوت توتھی لیکن اس میں زیادتی آگئی (یعنی عضوتناسل میں تختی تھی تواس تختی میں زیادتی ہوگئی) تواس شخص کی بیوی اس کے لیے حرام ہوگئی اگراب بھی اس نے سابقہ بیوی کوساتھ رکھاہوا ہے تو یہ شخص فاسق ہےاورفاسق کی امامت اگرچہ مکروہ تحریمی ہے لیکن جب نماز جنازہ پڑھادی تووہ اداہوگئی اب اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

" قولہ وفاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی واٰکل الربا ونحوذلک کذافی البرجندی اسمعیل وفی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الافی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجدااماماغیرہ اہ.....قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذاتعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ الاسبیل الی التحول ".....(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۳)

" واماالفاسق فقدعللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ .....لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم بغیرطھارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لماذکرنا ".....(فتاویٰ شامی : ۱/۴۱۴)

"فنقول تقدیم الفاسق للامامۃ جائز عندنا ویکرہ وقال مالک رضی اللہ عنہ لاتجوز الصلاۃ خلف الفاسق لانہ لماظھرت منہ الخیانۃ فی الامور الدینیۃ فلایؤتمن فی اھم الامور الاتری ان الشرع اسقط شھادتہ لکونھا امانۃ ...... ولناحدیث مکحول ان النبی ﷺ قال الجھاد مع کل امیر والصلاۃ خلف کل امام والصلاۃ علی کل میت ".....(المبسوط سرخسی: ۱/۱۴۳)

"ومن مستہ امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا .....ولناان المس والنظر سبب داع الی الوطی فیقام مقامہ فی موضع الاحتیاط ثم ان المس بشھوۃ ان ینتشر الآلۃ اوتزداد انتشاراھوالصحیح ".....(ھدایۃ : ۲/۳۲۹)

"فمن زنی بامرأۃ حرمت علیہ امھا وان علت وابنتھا وان سفلت وکذاتحرم المزنی بھاعلی آباء الزانی واجدادہ وان علوا وابناء ہ وان سفلوا کذافی فتح القدیر .....وکما تثبت ھذہ الحرمۃ بالوطء تثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشھوۃ ھکذافی الذخیرۃ ".....(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۲۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ کے ساتھ بلندآواز سے ذکر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۴): (۱) کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب گھر سے جنازہ اٹھایاجاتاہے توچندآدمی راستے میں کلمہ طیبہ کابلندآواز سے ذکر کرتے ہیں توشریعت میں اس کا کیاحکم ہے؟

(۲) جب نماز جنازہ ہوجاتاہے توپھراجتماعی دعاکی جاتی ہےتوشریعت میں اس کا کیاحکم ہے؟

(۳) جنازے کی دعاکے بعدحیلہ اسقاط کیاجاتا ہے جوکہ چندلوگ کرتے ہیں،حیلہ اسقاط کاشریعت میں کیاحکم ہے؟

(۴) میت قبرمیں رکھنے سے پہلے امام مسجدقبرمیں اترکراذان دیتاہےاورپھرسورۃ یٰس یاآیۃ الکرسی پڑھتاہے تواس طرح کرناکیساہے؟ان تمام مسائل کاقرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

فقہ حنفی کی معتبرکتاب مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع حاشیۃ الطحاوی ۳۳۲میں ہے۔

"ویکرہ رفع الصوت بالذکر والقرآن وعلیھم الصمت وقولھم کل حی سیموت ونحن ذلک خلف الجنازۃ بدعۃ وفی الطحطاوی ویکرہ رفع الصوت قیل یکرہ تحریما کمافی الھقستانی عن القنیۃ"

اس عبارت سے معلوم ہواکہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ یاتلاوت وغیرہ بلندآواز سے کرنامکروہ تحریمی اوربدعت ہے،البتہ دل میں ذکرکرناجائزہے۔

(۲) مشہورحنفی محدث ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"لایدعوللمیت بعدصلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ"

......(مرقات شرح مشکوۃ : ۴/۱۴۹)

نیزالبحرالرائق شرح کنزالدقائق میں ہے۔

"وقیدبقولہ بعدالثالثۃ لانہ لایدعوابعدالتسلیم کمافی الخلاصۃ"

......(البحرالرائق: ۲/۱۹۷)

ان عبارات سے معلوم ہواکہ نماز جنازہ خوددعاہےاس کے سلام کے بعدپھراجتماعی دعاکرنانماز جنازہ میں زیادتی اوراضافہ کے مشابہ ہےاس لیےاس کوترک کرناضروری ہے،البتہ میت جنازہ ختم کرکے بیٹھ کردعاءکی گنجائش ہے کیونکہ علت کراہت ختم ہوجاتی ہے۔

(۳) اگر میت کے ذمہ کئی نمازیں روزے وغیرہ ہوں اور اس نے کچھ مال چھوڑا ہو اور وصیت کی ہو کہ میری نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے دیا اور مال ناکافی ہے تو حیلہ کر سکتے ہیں تا کہ اس کے تمام روزوں اور نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔

”فحیلة لابراء ذمة المیت عن جمیع ماعلیه ان یدفع ذلک المقدار الیه بعدتقدیره لشیء من صیام اوصلوة اونحوه ویعطیه الفقیر بقصداسقاط مایردعن المیت فیسقط عن المیت بقدره ثم بعد قبضه یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه الخ “......(مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی: ۲۳۹)

(۴)”قال ابن عابدین الشامی رحمه الله تعالی فی الاقتصار علی ماذکر من الوارداشارة الی انه لایسن الاذان عنداد خال المیت فی قبره کماهو المعتاد الآن وقدصرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة “......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۳۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبر پر اذان اور قبر میں داخل ہو کر جو کچھ امام موصوف کرتا ہے وہ سب خلاف سنت ہے اور بدعت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر میت ایک سے زائد ہوں تو نماز جنازہ الگ الگ پڑھنا بہتر ہے:

مسئلہ نمبر(۱۴۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک سے زائد میتیں ہوں تو ان کا ایک نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا الگ الگ پڑھنا ضروری ہے؟ اگر پڑھنا جائز ہے تو میت رکھنے کا طریقہ کیا ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر جنازے ایک سے زائد ہوں تو بہتر یہ ہے کہ الگ الگ نماز جنازہ ادا کیا جائے اور سب پر ایک ہی مرتبہ نماز جنازہ کافی اور جائز ہے، فقہاء کرام نے متعدد جنازے رکھنے کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں جن میں بہتر اور افضل طریقہ یہ ہے کہ سب کو امام کے سامنے رکھا جائے، اگر تمام جنس واحد میں سے ہوں تو افضل کو امام کے قریب رکھا جائے اور اگر مخلوط ہوں تو سب سے پہلے مرد پھر بچے پھر خنثیٰ پھر عورتیں پھر بچیاں۔

”اذااجتمعت الجنائز للصلاة قالوا الامام بالخیار ان شاء صلی علیهم دفعة

واحدة وان شاء صلى على كل جنازة صلاة على حدة فان اراد الثانى فالافضل ان يقدم الافضل فالافضل فان لم يفعل فلاباس به واما كيفية وضعها فان كان الجنس متحدافان شاؤوا جعلوها صفاواحدا كمايصطفون فى حال حياتهم عندالصلاة وان شاؤواوضعوا واحدا بعدواحد ممايلى القبلة ليقوم الامام بحذاء الكل ...... واذاوضعوا واحدابعدواحد ينبغى ان يكون الافضل ممايلى الامام ......وان اختلف الجنس وضع الرجل بين يدى الامام ثم الصبى وراءه ثم الخنثى ثم المرأة ثم الصبية "......(البحر الرائق : ۳۲۹،۳۲۸/۲)

"اجتمعت الجنائز فافرادالصلوة على كل واحدة اولى من الجمع وتقديم الافضل افضل وان جمع جاز ثم ان شاء جعل الجنائز صفاواحدا وقام عندافضلهم وان شاء جعلها صفاممايلى القبلة واحداخلف واحد بحيث يكون صدركل جنازة ممايلى الامام ليقوم بحذاء صدرالكل قوله وان جمع جاز اى بان صلى على الكل صلاة واحدة"......(فتاویٰ شامی :درمع الرد/۱)

"ولواجتمعت الجنائز يخيرالامام ان شاء صلى على كل واحدعلى حدة وان شاء صلى على الكل دفعة بالنية على الجميع كذافى معراج الدراية وهوفى كيفية وضعهم بالخيار ان شاء وضعهم بالطول سطرا واحدا ويقف عندافضلهم وان شاء وضعهم واحد وراء واحدالى جهة القبلة وترتيبهم بالنسبة الى الامام كترتيبهم فى صلاتهم خلفه حالة الحياة فيقرب منه الافضل فالافضل فيصف الرجال الى جهة الامام ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء ثم المراهقات ولوكان الكل رجالا روى الحسن عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى يوضع افضلهم واسنهم ممايلى الامام "......(فتاویٰ الهندية: ۱۶۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
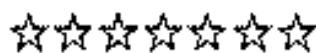
تعزیت میں ہاتھ اٹھا کردعا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مذکورہ مسائل کے بارے میں

(۱) ہمارے علاقے میں تعزیت کا یہ طریقہ رائج ہے کہ لوگ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور واپس جاتے وقت دعائے خیر کرتے ہیں لوگ ان دونوں چیزوں کو ضروری بھی سمجھتے ہیں جب کہ بعض لوگ ہاتھ بلند نہیں کرتے۔

مہربانی فرما کر قرآن وسنت واجماع وقیاس کی روشنی میں تعزیت کی شرعی حیثیت اور شرعی طریقہ کار بتادیں۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کے ساتھ اس کا تعلق رہتا ہے یا نہیں؟

جب کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بیوی کی موت کے بعد شوہر نہ اسے دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے چھو سکتا ہے، اب شوہر اس کے لیے مثل اجنبی کے ہے، نیز عورتوں کی عدم موجودگی میں شوہر مردہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟

برائے مہربانی وضاحت فرمادیں۔ شکریہ

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) تعزیت میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ہمارے علم میں نہیں، کیونکہ حدیث شریف میں تعزیت کا جو طریقہ منقول ہے اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر نہیں۔

"وفي المرقات وقال وهذاالحديث اصل في التعزية ولذاقال الجزري في الحصن فاذاعزواحدا يسلم ويقول ان لله مااخذوله مااعطى وكل شيء عنده باجل مسمى فلتصبر"......(مرقات المفاتيح: ۴/۱۷۸)

اور مطلق دعا کے آداب میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے، نیز اگر میت کے لیے استغفار مقصود ہو تو ہاتھ اٹھانا حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) بیوی کی وفات کے بعد شوہر کا اس سے دنیاوی اعتبار سے تعلق ختم ہو چکا ہے لہٰذا اس کو چھونا بلا حائل درست نہیں، اور دیکھنا درست ہے، لیکن مجبوری میں غسل دینا جب کہ کوئی عورت موجود نہ ہو اور بغیر دستانوں یا لفافوں کے نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے، اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"واماالاجنبي فيخرقة على يده ويغض بصره عن ذراعيها وكذاالرجل في امرأته"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۶۰)

نیز بیوی کی وفات کے بعد شوہر اسے دیکھ سکتا ہے جیسا کہ شامی میں ہے۔

"قال في التنوير ويمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليهاعلى الاصح"......(در مع ردالمحتار: ۱/۹۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرستان کے راستے سے گزرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے قبرستان کے ساتھ ایک جگہ خریدی ہے جو پانچ مرلے کا پلاٹ ہے اس جگہ کو کوئی رستہ نہیں لگتا اور ہم نے دروازہ قبرستان کی طرف لگایا لوگوں نے دروازہ لگانے سے منع کر دیا خیر دروازہ ہم نے لگایا ہے، تو ہم اس قبرستان کے راستے سے گزر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ کے گزرنے کے لیے کوئی اور راستہ نہیں ہے تو آپ کے لیے قبرستان سے گزرنا جائز ہے۔

"وسئل ايضا عمن له بقعة مملوكة بين المقابر يريد ان يتصرف في تلك البقعة ولا طريق له الا على المقابر هل له ان يتخطى المقابر فقال ان كان الاموات في التوابيت فلا باس به قال رضي الله عنه وكذالك ان كانوا في غير التوابيت كذا في التاتارخانية"......(فتاوى الهندية: ۵/۳۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ میں دوسری مرتبہ شرکت کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک دوست گھر سے دور فوت ہو گیا اور ہم نے اس کا جنازہ وہیں پڑھا اور ہم اس کی میت کو لے کر اس کے گھر آئے جہاں اس میت کے اولیاء موجود تھے میت کے اولیاء نے اس کا جنازہ پڑھا اور ہم بھی اس جنازہ میں شریک ہو گئے تو ہمیں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تمہارا جنازے میں دوبارہ شریک ہونا درست نہیں ہے، برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہمارا جنازے میں دوبارہ شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایک بار جنازہ پڑھنے کے بعد انہی افراد کا دوبارہ اسی میت کے جنازے کی نماز میں شریک ہونا ناجائز ہے۔

"قلنا ليس لمن صلى عليها ان يعيد مع الولي لان تكرارها غير مشروع قال

الشامی فلیس لمن صلی اولا ان یعید مع الولی لان اعادته تکون نفلا من کل وجه بخلاف الولی لانه صاحب الحق هذاماظهرلی فتامله (قوله غیر مشروع) ای عندنا وعندمالک خلافاللشافعی رحمه الله "......(ردالمحتار: ۱/۶۵۲)

"ولان الفرض قدسقط بالفعل مرة واحدة لکونها فرض کفایة ولهذا ان من لم یصل لوترک الصلوة ثانیا لایأثم واذاسقط الفرض فلوصلی ثانیا کان نفلا والتنفل لصلاة الجنازة غیر مشروع "......(بدائع الصنائع : ۲/۴۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زوجین میں سے اگر ایک فوت ہوجائے تو کیا دوسرا اس کو دیکھ سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۱۴۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دریں مسئلہ کہ عوام الناس میں یہ بات مشہور ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی ایک وفات پاجائے تو دوسرے کو یعنی شوہر کو بیوی کی میت کا دیکھنا ہاتھ لگانا قبر میں اتارنے کی غرض سے یا میت کو غسل یا کفن پہنانے کی غرض سے ناجائز وحرام ہے، اسی طرح عورت کو بھی اپنے شوہر کی میت کا چہرہ دیکھنا یا غسل دینا حرام ہے، آیا دور صحابہ کرام میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ انہوں نے اس کو حرام سمجھا ہو، کیا حضرت صدیق اکبر نے وصیت کی تھی کہ میری بیوی میری میت کو غسل دے، اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ کا چہرہ مطہر نہیں دیکھا تھا یا قبر میں نہیں اتارا تھا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر شوہر فوت ہوجائے تو بیوی شوہر کو غسل بھی دے سکتی ہے اور دیکھ بھی سکتی ہے، جب کہ شوہر صرف چہرہ اور ہتھیلیاں اور قدمین کو تو دیکھ سکتا ہے مگر غسل نہیں دے سکتا، اور نہ ہی بغیر حائل کے ہاتھ لگا سکتا ہے۔

"قوله وهی لاتمنع من ای من تغسل زوجها دخل بها اولا کمافی المعراج ومثله فی البحر عن المجتبیٰ قلت ای لانها تلزمها عدة الوفاة ولولم یدخل بهاوفی البدائع المرأة تغسل زوجها لان اباحة الغسل مستفادة بالنکاح فتبقی مابقی النکاح والنکاح بعدالموت باق الی ان تنقضی العدة بخلاف

مااذاماتت فلایغسلها لانتهاء ملک النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا وهذا اذالم یثبت البینونة بینهما فی حال حیوة الزوج فان ثبتت بان طلقها بائنا اوثلاثا ثم مات لاتغسل لارتفاع الملک بالابانة "......(فتاویٰ شامی:۱/۶۳۴)

"ویجوزللمرأة ان تغسل زوجها اذالم یحدث بعدموته مایوجب البینونة من تقبیل ابن زوجها اوابیه وان حدث ذلک بعدموته لم یجزلها غسلها واماهوفلایغسلها عندنا کذافی السراج الوهاج "......(فتاویٰ الهندیة : ۱/۱۶۰)

"لامن النظر الیهما علی الاصح عزاه فی المنح الی القنیة ونقل عن الخانیة انه اذاکان للمرأة محرم یممها بیده واماالاجنبی فبخرقة علی یده ویغض بصره عن ذراعها وکذا الرجل فی امرأته الافی غض البصر اه ولعل وجهه ان النظر اخف من المس فجازلشبهة الاختلاف والله اعلم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرکوپکا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر کو پکا کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قبر کو پکا کرنا اگر زینت کی بناء پر ہوتو حرام ہے اور اگر مضبوطی کے لیے ہوتو مکروہ ہے البتہ اگر صرف مٹی سے لیپ دیا جائے تو جائز ہے۔

"ولایجصص للنهی عنه ولایطین ولایرفع علیه بناء قوله وقیل لابأس به وهوالمختار المناسب ذکره عقب قوله ولایطین لان عبارة السراجیة کمانقله الرحمتی ذکرفی تجرید ابی الفضل ان تطیین القبور مکروه والمختار انه لایکره "......(ردالمحتار: ۱/۶۶۲)

قبر کے اوپر ٹھیکریاں یا اینٹ اگر بغیر سیمنٹ کے ہوں اور مقصد یہ ہوتا کہ قبر چوپاؤں سے محفوظ رہے تو یہ جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

"انمایکرہ الآجر اذااریدہ بہ الزینۃ اماذااریدبہ دفع اذی السباع اوشیء آخر لایکرہ "......(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو تابوت میں دفن کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ ملازمت کے سلسلہ میں لندن میں مقیم ہے اور یہاں کا قانون ہے کہ اگر کوئی فوت ہوجائے چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم میت کو تابوت میں بند کر کے دفن کیا جاتا ہے تو کیا ہم مسلمانوں کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ضرورت کی بناء پر تابوت میں میت کو بند کر کے دفن کرنا درست ہے، البتہ بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

"ولابأس باتخاذتابوت ولو من حجر او حدید لہ عندالحاجۃ کرخاوۃ الارض "

......(درمختار: ۱/۱۲۴)

"قولہ ولاباس باتخاذتابوت الخ ای یرخص ذلک عندالحاجۃ والاکرہ کماقدمناہ آنفا"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کا قبرستان میں جانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلمائے عظام رہنمائے امت محمدیہ وورثاء انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا قبرستان میں جانا جائز ہے یا ناجائز، تفصیل بھی بتادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے مذکورہ شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے مثلاً پردہ کے ساتھ ہو، محرم ساتھ ہو، راستہ پرامن ہو، جزع فزع نہ کرتی ہو، فتنوں سے محفوظ ہو۔

"قال فی البدائع ولابأس بزيارة القبور والدعاء للاموات ان كانوامؤمنين من غير وطء القبور لقوله عليه السلام انی نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها ولعمل الامة من لدن الرسول ﷺ الى يومنا هذااه وصرح فی المجتبی بانها مندوبة وقيل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصة ثابتة لهما"......(البحر الرائق: ۲/۳۴۲)

"ولابأس بزيارة القبور وهوقول ابی حنيفة رحمه الله تعالی وظاهرقول محمدرحمه الله تعالی يقتضی الجواز للنساء ايضالانه لم يخص الرجال وفی الاشربة واختلف المشائخ رحمه الله تعالیٰ فی زيارة القبور للنساء قال شمس الائمة السرخسی الاصح انه لاباس بها"......(فتاویٰ الهندية: ۵/۳۵۰)

"قال الترمذی قدرأی بعض اهل العلم ان هذاكان قبل ان يرخص النبی ﷺ فی زيارة القبور فلمارخص دخل فی رخصة الرجال والنساء قال القاری وهذاهوالظاهر وقال بعضهم انماكره زيارة القبور للنساء لقلة صبرهن وكثرة جزعهن انتهیٰ قال القاری هذاالمبحث موقوف علی التاريخ والاظاهر هذاالحديث العموم لان الخطاب فی نهيتكم كماانه عام للرجال والنساء علی وجه التعليم اواصالة الرجال فكذلك الحكم فی فزوروها مع ان ماقيل من ان الرخصة عامة لهن واللعن قبل الرخصة مبنی علی الاحتمال ايضا...... وكذالك مااخرجه البخاری ان النبی ﷺ مر بامرأة تبكی عندقبر فقال اتقی الله واصبری الحديث ولم ينكر عليه الزيارة وكذالك مارواه الحاكم ان فاطمة بنت رسول الله ﷺ كانت تزور قبرعمها حمزة رضی الله عنه كل جمعة فتصلی وتبكی عنده فالصواب الذی ينبغی الاعتماد عليه هوجواز

الزیارۃ للنساء اذاکان الامن من تضییع حق الزوج والتبرج والجزع والفزع ونحوذلک من الفتن لان الزیارۃ علل بتذکر الموت ویحتاج الیہ الرجال والنساء فلامانع من الاذن لھن "......(بذل المجھود :۲۱۴،۲۱۵/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قادیانی کا جنازہ لاعلمی میں پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لاعلمی میں کسی کو مسلمان سمجھ کر اس کا نماز جنازہ پڑھاتا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ میت مذکورہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ونظریات پر عمل پیرا تھا، جو کہ بالاتفاق مرتد وزندیق ہیں، برائے کرم قرآن وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں جنازہ پڑھانے والے شخص کا حکم بیان فرما کر ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر واقعی اس شخص نے لاعلمی میں میت کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھایا ہے تو یہ شخص مرتد نہیں ہوا اور نہ ہی تجدید ایمان ونکاح کی ضرورت ہے، البتہ بے احتیاطی ہوئی ہے کیونکہ تحقیق نہیں کی گئی اس لیے توبہ واستغفار کریں۔

"فلاالم لانہ خطأ وھومرفوع بالحدیث قولہ بالحدیث وھوقولہ علیہ الصلوۃ والسلام رفع عن امتی الخطأ والنسیان معناہ رفع مأثم الخطاتقانی "......(فتاویٰ شامی: ۱۲۶/۵)

"فی التتارخانیہ لایکفر بالمحتمل لان الکفر نھایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نھایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لانھایۃ "......(البحر الرائق : ۲۱۰/۵)

"ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدیدالنکاح وظاھرہ انہ امراحتیاط"......(فتاویٰ شامی: ۲۱۶/۳)

"وماکان خطأ من الالفاظ ولایوجب الکفر فقائلہ یقر علی حالہ ولایؤمر بتجدیدالنکاح ولکن یؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلک "......(فتاویٰ شامی: ۲۲۸/۳)

"واجمع المسلمون علی انه لایجوز ترک الصلاۃ علی جنائز المسلمین من اهل الکبائر کانوا او صالحین "......(تفسیر قرطبی : ۲۲۱/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت کتنے دن تک کی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) اگر کسی کے گھر فوتگی ہوجائے تو ان کے ہاں تعزیت کے لیے کتنے دن جانا جائز ہے۔

(۲) تعزیت ایک بار کرنا ہے یا دوبارہ بھی کر سکتے ہیں؟

(۳) ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جب کہ ضروری نہ جانے اور بغیر رسومات کی پابندی کے جائز ہے یا کہ ناجائز؟ جیسا کہ بعض مقامات پر بڑے بڑے علماء کا معمول دعا کرتے دیکھا گیا ہے اور ایک محقق عالم نے لکھا کہ آنحضرت ﷺ نے "رفع یدیه ثم قال اللهم اغفر لعبیدابی عامر رضی الله عنه"......(صحیح مسلم:۲/۲۱۲)

راہ سنت علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ "فیه استحباب الدعاء والاستحباب رفع الیدین فیه" اور شاہ محمد اسحاق صاحب نے مسائل اربعین مسئلہ نمبر ۳۲ میں لکھا ہے کہ میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے، ہاں سورۃ الفاتحہ کی تخصیص ثابت نہیں ہے، بحوالہ عالمگیری، اب آپ ارشاد فرمائیں کہ دعا کو ضروری نہ سمجھتے ہوئے اور رسومات کی پابندی کیے بغیر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ آپ کا فیصلہ ہمارے لیے سند رہے گا جواب نہایت ہی مختصر ہو، شکریہ۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) میت کے اہل خانہ کے ساتھ تین دن تک تعزیت کرنا جائز ہے، علم ہونے کے وقت سے اور تین دن کے بعد مکروہ ہے۔

"ووقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام ویکره بعدها الاان یکون المعزی اوالمعزی الیه غائبا فلاباس بهاه "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۶۷)

"ووقتها من حین یموت الی ثلاثة ایام واولها افضل وتکره بعدها لان تجددالحزن وهوخلاف المقصود منها لان المقصود منهاذکر مایسلی

صاحب المیت ویخفف حزنه ویحضه علی الصبر کمانبهنا الشارع علی هذاالمقصودفی غیرماحدیث اه "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:۲۱۸)

"ووقتهامن حین یموت الی ثلاثة ایام وتکره بعدذلک لانهاتجددالحزن الاان یکون المعزی اوالمعزی غائبا فلابأس بها اه "......(الجوهرة النیرة:۱/۱۳۳)

(۲) تعزیت صرف ایک بار کریں دوبارہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

"وروی الحسن بن زیاد اذاعزی اهل المیت فلاینبغی ان یعزیه مرة اخری اه " ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۷)

"ولاینبغی لمن عزی مرة ان یعزی اخری "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۲۱۹)

(۳) اس دعا میں میت کے لیے مغفرت طلب کرنا ہے لہٰذا جو دعا بھی علی شاکلہ الاذکار نہ ہوتو اس میں بلا کراہت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔

"واماعندالصفاوالمروة وعرفات فیرفعهما کالدعاء والرفع فیه وفی الاستسقاء مستحب فیبسط یدیه حذاء صدره نحو السماء لانهاقبلة الدعا قوله کالدعاء ای کمایرفعهما لمطلق الدعاء فی سائر الامکنة والازمنة علی طبق ماوردت به السنه ومنه الرفع فی الاستسقاء فانه مستحب کماجزم به فی القنیة خزائن "......(درمختار مع الدرالمختار :۱/۳۷۵)

"فائدة ،واعلم ان الادعیة بهذه الهیئة الکذائیة لم تثبت عن النبی ﷺ ولم یثبت عنه رفع الایدی دبر الصلوات فی الدعوات الاقل قلیل ومع ذلک وردت فیه ترغیبات قولیة والامر فی مثله ان لایحکم علیه بالبدعة فهذه الادعیة فی زماننا لیست بسنة بمعنی ثبوتها عن النبی ﷺ ولیست ببدعة بمعنی عدم اصلهافی الدین والوجه فیه ماذکرته فی رسالتی نیل الفرقدین ص۱۳۳، ان اکثردعاء النبی ﷺ کان علی شاکلة الذکر لایزال لسانه

رطبابه ويبسطه على الحالات المتواردة على الانسان من الذين يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم يتفكرون في خلق السموات والارض ومثل هذافي دوام الذكر على الاطوار لاينبغي له ان يقصر امره على الرفع فان حالة خاصة لمقصد جزى وهودعاء المسئلة فان ذقت هذا نفس عن كرب ضاق بهاالصدر لاان الرفع بدعة فقدهدى اليه في قوليات كثيرة وفعله بعدالصلوة قليلا وهكذاشانه في باب الاذكار والاوراد اختارلنفسه مااختاره الله وبقي اشياء رغب فيهاللامة فان التزم احدمناالدعاء بعدالصلوة برفع اليد فقد عمل بمارغب فيه وان لم يكثره بنفسه فاعلم ذلك اه "......(فيض البارى : ٢/١٦٧)

"ومن هذاالباب رفع اليدين بعدالصلوات للدعاء قل ثبوته فعلاوكثرفضله قولا فلايكون بدعة اصلا فمن ظن ان الفضل فيمايثبت عمله ﷺ به فقط فقد حاد عن طريق الصواب وبنى اصلا فاسدا يخبرك عن البناء مع ان ادعية النبى ﷺ قداخذت ماخذالاذكار وليس فى الاذكار رفع الايدى ونحن فى جلجتنا ......اذالم نقر بالاذكار فينبغي لناان لانحرم من الادعية ونرفع لهاالايدى لثبوته عنه عقيب النافلة وان لم يثبت بعدالمكتوبة فاذاثبت جنسه لم تكن بدعة اصلامع ورودالقولية في فضله "......(فيض البارى : ٢/٤٣١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کی تکبیریں اگر رہ جائیں تو کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۱۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) نماز جنازہ ہو رہا ہے اسی اثناء میں ایسے شخص آئے جنہوں نے پہلی اور دوسری تکبیر نہیں پائی کیا امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ دونوں تکبیریں کہے گا؟ اور کیا ان دونوں تکبیروں میں کچھ پڑھے گا یا نہیں؟ اور کس طرح پڑھے گا؟

(۲) نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا کیسا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی جاتی ہے اس لیے ہم بھی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

(۳) جنہوں نے نماز جنازہ پڑھی ہے وہ بھی ایصال ثواب میں داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر تحمید وثناء وغیرہ پڑھتے تک جنازہ کی چارپائی اٹھائی جائے گی تو صرف دو تکبیریں پڑھ کر سلام پھیرے کیونکہ تکبیرات جنازہ میں رکن ہیں۔

”یقضی مافاتہ بغیر دعاء لانہ لوقضی الدعاء رفع المیت فیفوت لہ التکبیر واذارفع المیت قطع التکبیر لان الصلاۃ علی المیت ولا میت یتصور الخ “ ......(البحر الرائق: ۲/۳۲۵)

”واما رکنھا فالتکبیرات والقیام واماسننھا فالتحمید والثناء والدعاء فیھااہ فقدصرح بان الدعاء سنۃ وقولھم فی المسبوق یقضی التکبیر نسقابغیر دعاء یدل علیہ “......(البحر الرائق: ۲/۳۱۵)

(۲) مسجد میں جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، مسجد حرام مستثنیٰ ہے اس پر آپ قیاس نہیں کرسکتے۔

”وصلوۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعۃ مکروھۃ سواء کان المیت والقوم فی المسجد اوکان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد اوکان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد اوالمیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد ھوالمختار کذافی الخلاصۃ ولاتکرہ بعذرالمطر ونحوہ ھکذافی الکافی “......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۶۵)

(۳) تین روز تک تعزیت کرسکتے ہیں، کچھ دینی باتیں کریں تاکہ میت کے گھر والوں کو صبر آئے، بلکہ جنازہ میں شریک ہونے کا زیادہ ثواب ہے اوپر بتایا گیا ہے کہ مسنون ہے۔

”التعزیۃ لصاحب المصیبۃ حسن کذافی الظھیریۃ ......ووقتھا من حین یموت الی ثلاثۃ ایام ویکرہ بعدھا الاان یکون المعزی اوالمعزی الیہ غائبا فلاباس بھا......ویستحب ان یقال لصاحب التعزیۃ غفراللہ تعالی لمیتک وتجاوزعنہ

وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته واجرك على موته"

......(فتاوی الهندية:١/١٦٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نمازِ جنازہ کے فوراً بعد دعا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام ان مسائل کے متعلق

(۱) نمازِ جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جنازہ کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا اور گھر سے قبرستان تک قدم شمار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) نیز نمازِ جنازہ کے فوراً بعد قرآن کا دورہ کرنا جس کو ہماری بستی کے لوگ حیلہ اسقاط کہتے ہیں (جس کا طریقہ یہ ہے کہ بڑا جنازہ ہو تو پینتیس یا چالیس آدمی اور اگر چھوٹا جنازہ ہو تو پندرہ یا بیس آدمی گول دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اور قرآن مجید پر مٹھائی اور کچھ رقم رکھ کر گھماتے ہیں یعنی ہر آدمی کے ہاتھ میں دیتے ہیں جس میں امیر وغریب سب ہوتے ہیں، اکثر طور پر دائرے میں کھڑے ہونے والے امیر لوگ ہوتے ہیں اور آخر میں سب کچھ مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے، مولوی صاحب اپنی ملکیت میں کر کے پھر دعا کرتے ہیں، اس کو وہ لوگ حیلہ اسقاط کہتے ہیں، برائے مہربانی حیلہ اسقاط کی صحیح صورت تحریر فرمائیں قرآن وسنت کی روشنی میں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرطِ صحتِ سوال نمازِ جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر بہیئتِ اجتماعیہ کھڑے ہو کر دعاء کرنا مکروہ ہے۔

"اذا فرغ من الصلوة لايقوم داعيا له"......(فتاوی سراجیه معه قاضی خان: ١/١٤١)

(۲) جنازہ کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے البتہ آہستہ دل ہی دل میں ذکر کر سکتا ہے، اور گھر سے قبرستان تک قدم شمار کرنا اس کی شریعت میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

"وعلى متبعي الجنازة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن كذا في شرح الطحاوي فان اراد يذكر الله يذكره في نفسه كذا في فتاوى قاضي خان"......(فتاوی الهندية: ١/١٦٢)

”ویکرہ رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ“

......(قاضی خان علی الهندية: ۱/۱۹۰)

”قوله كما كره الخ قيل تحريما وقيل تنزيها كمافي البحر عن الغاية وفيه عنها وينبغي لمن تبع الجنازة ان يطيل الصمت وفيه عن الظهيرية فان اراد ان يذكر الله يذكره في نفسه لقوله تعالىٰ انه لايحب المعتدين اى الجاهرين بالدعاء وعن ابراهيم انه كان يكره ان يقول الرجل وهويمشي معها استغفروا له غفر الله لكم اه قلت واذا كان هذافي الدعاء والذكر فماظنك بالغناء الحادث في هذاالزمان“......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۵۸)

”ويكره رفع الصوت بالذكر خلف الجنازة ويذكر في نفسه“......(بزازیہ علی هامش الهندية: ۴/۸۰)

(۴) واضح رہے کہ حیلہ اسقاط فی نفسہ حیلہ تملیک ہے اور حیلہ تملیک کو فقہاء نے جائز کہا ہے، البتہ جو حیلہ اسقاط کا طریقہ سوال میں مذکور ہے وہ درست نہیں ہے۔

حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ:

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ کچھ نمازیں لازم ہیں اگر اس نے وصیت کی ہے تو اس کی وصیت ثلث/تہائی مال تک نافذ ہوگی، اور اگر ثلث مال کی اتنی مقدار ہے جس سے اس کے ذمہ فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ وغیرہ اداء ہو جاتا ہے تو حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں ہے، اور بغیر حیلہ تملیک کے مساکین وفقراء میں تقسیم کردے، اگر ثلث مال اتنی مقدار کا متحمل نہ ہو تو پھر اگر تمام ورثاء بالغ ہوں اور اپنی رضامندی سے کل مال سے فدیہ اداء کرنا چاہیں تو تب بھی فدیہ اداء ہو جائے گا اور اگر ورثاء میں سے کوئی نابالغ ہو تو پھر کل مال سے فدیہ اداء کرنا جائز نہیں ہے، اگرچہ نابالغ اجازت بھی دے دے، کیونکہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں ہے، تو اس صورت میں اگر کوئی وارث تبرع کے طور پر اپنے مال میں سے فدیہ اداء کرنا چاہے تو اس کے لیے حیلہ اسقاط کی گنجائش ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ میت پر جتنی نمازیں اور روزے وغیرہ ہیں ان کا فی نماز نصف صاع گندم کے اعتبار سے حساب لگایا جائے (جس کا وزن تقریباً دو کلو ہے) پھر جتنی مقدار بنتی ہے اتنی گندم یا اس کی قیمت (واضح رہے کہ مختلف اجناس کا جمع کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر ایک ہی جنس یا اس کی قیمت دیدی جائے تو بھی درست ہے) کسی فقیر کو دیدے پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کردے پھر وارث فقیر کو دیدے پھر فقیر وارث کو ہبہ کردے، ثم وثم یعنی اسی طرح

کرتے رہیں حتی کہ میت کی تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ مکمل ہو جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کی طرف سے کافی فرمائیں گے۔

”ولومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة وكذاحكم الوتر والصوم وانمايعطى من ثلث ماله ولو لم يترك مالا (قوله ولولم يترك مالا) الخ اى اصلا اوكان مااوصى به لايفى زادفى الامداد اولم يوص بشيء واراد الولي التبرع الخ قال الحصكفي يستقرض وارثه نصف صاع مثلاويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم قوله ويستقرض وارثه نصف صاع مثلا الخ اى اوقيمة ذلك والاقرب اويحسب ماعلى الميت ويستقرض بقدره بان يقدرعن كل شهر اوسنة اويحسب مدة عمره بعداسقاط اثنتى عشرة سنة للذكر وتسع سنين للانثى لانها اقل مدة بلوغهما فيجب عن كل شهر نصف غرارة قمح بالمد الدمشقي مدزماننا لان نصف الصاع اقل من ربع مدفتبلغ كفارة ست صلوات لكل يوم وليلة نحومد وثلث ولكل شهر اربعون مداوذلك نصف غرارة ولكل سنة شمسية ست غرائر فليسقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير...... اكثر من ذلك بسقط بقدرة“......(فتاویٰ شامی : ۱/۵۴۲)

”وان لم يف مااوصى به الميت عماعليه اولم يكف ثلث ماله اولم يوص بشيء واراد احدالتبرع بقليل لايكفي فحيلته لابراء ذمة الميت عن جميع ماعليه ان يدفع ذالك المقدار اليسير بعدتقديره لشيء من صيام اوصلوة اونحوه ويعطيه للفقير بقصداسقاط مايرد عن الميت فيسقط عن الميت بقدرة ثم بعدقبضه يهبه الفقير للولي اوللاجنبي ويقبضه لتتم الهبة وتملك ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الاسقاط متبرعا به عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ايضا ثم يهبه الفقير للولي اوللاجنبي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير متبرعا عن الميت وهكذا يفعل مرارا حتى يسقط ماكان يظنه على

المیت من صلوۃ وصیام ونحوھما مماذکرناہ من الواجبات وھذا ھوالمخلص فی ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ "......(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ۱/۴۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گھر میں دفن اور متعین شخص کے نماز جنازہ پڑھانے کی وصیت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۵): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ وصیت کرکے مرا کہ مجھے گھر کے اندر ہی دفن کیا جائے تو کیا شرعاً اس وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) نیز اگر کوئی شخص یہ وصیت بھی کرے کہ میرا جنازہ فلاں معین شخص پڑھائے تو کیا شرعاً اسی معین شخص کو نماز جنازہ پڑھانا ضروری ہے؟ یا کوئی دوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کو گھر کے اندر دفن نہیں کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

"اوصی بان یدفن فی دارہ فوصیتہ باطلۃ الاان یوصی ان یجعل دارہ مقبرۃ للمسلمین وفی الفتاوی الخلاصۃ ولواوصی ان یدفن فی بیتہ لایصح ویدفن فی مقابرالمسلمین "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۶/۹۵)

"ولواوصی بان یدفن فی بیتہ لایصح ویدفن فی مقابرالمسلمین "......(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۶/۴۴۰)

(۲) شرعاً اسی معین شخص کو نماز جنازہ پڑھانا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے۔

"اوصی بان یصلی علیہ فلان فالوصیۃ باطلۃ فی الاصح وقدذکرناہ "

......(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۶/۴۴۰)

"ولواوصی بان یصلی علیہ فلان فقدذکرفی العیون ان الوصیۃ باطلۃ وفی الفتاوی الخلاصۃ وھولایصح "......(فتاویٰ الھندیۃ : ۶/۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیارت قبور کا مسنون طریقہ:

مسئلہ نمبر(۱۵٦): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
سوال یہ ہے کہ قبرستان جانے کا حضور ﷺ کا سنت طریقہ کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

آپ ﷺ کبھی کبھی قبرستان (بقیع شریف) تشریف لے جایا کرتے تھے کوئی طریقہ یا دن شرعاً متعین نہیں ہے، البتہ قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر حضور ﷺ دعا کر چکے ہیں، جب بھی موقع مل جائے انسان جا سکتا ہے اور ایصال ثواب بھی ہر وقت کیا جا سکتا ہے

"والسنة زيارتها قائما والدعاء عندها قائما كما كان يفعل رسول الله ﷺ في الخروج الى البقيع ويقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين وانا ان شاء الله بكم لاحقون اسأل الله لي ولكم العافية "......(حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح : ٦٢٠، ٦٢١)

"ثم انطلقت على اثره حتى جاء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهرول فهرولت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فليس الان اضطجعت "......(صحيح مسلم : ١/٣١٣، قديمى كتب خانه)

"قولها جاء البقيع فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين فيه وفيه ان دعاء القائم اكمل من دعاء الجالس في القبور "......(شرحه الكامل للنووى على هامش الصحيح المسلم : ١/٣١٣، قديمى كتب خانه)

"عن عائشة رضى الله عنه قالت كان رسول الله ﷺ كلما كان ليلتها من رسول الله ﷺ يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين واتاكم ما توعدون غدا مؤجلون وانا ان شاء الله لاحقون اللهم اغفر لاهل بقيع الغرقد رواه مسلم "......(مرقاة المفاتيح : ٢١٩، ٢٢٠/٤)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دومیتوں کا جنازہ اکٹھا پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۷): محترم جناب مفتی صاحب

ایک لڑکے نے اپنی بیوی کو قتل کر کے خودکشی کرلی ،مغرب سے کچھ دیر پہلے دونوں میتوں کا اکٹھا نماز جنازہ پڑھایا گیا مگر ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ یہ نماز جنازہ درست نہیں ہوا، یہ پہاڑی علاقہ کے ایک گاؤں کا واقعہ ہے میتوں کو دفنانے میں مشکل کے باعث نماز جنازہ اکٹھا پڑھایا گیا، کیا یہ نماز جنازہ درست ہوا یا نہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"واذااجتمعت الجنائز فافرادالصلوۃ علی کل واحدۃ اولی من الجمع وتقدیم الافضل افضل فان جمع جاز" ......(درمختار : ۱/۱۲۲)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ الگ الگ نماز جنازہ پڑھانا اگرچہ افضل ہے مگر جمع کرنا بھی جائز ہے،لہٰذا یہ نماز جنازہ درست ہے اگر یہ شبہ ہو کہ قتل یا خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے ،تو فتویٰ اس پر ہے کہ قتل اور خودکشی دونوں بہت بڑے گناہ ہیں لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے انہیں غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

"من قتل نفسه ولوعمدا یغسل ویصلی علیه به یفتی وان کان اعظم وزرا" ......(درمختار:۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مرد اور عورت کے کفن کے کپڑے اور ان کے نام:

مسئلہ نمبر(۱۵۸): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن کے کتنے کپڑے (حصے) ہوتے ہیں؟ ان کے نام کیا ہیں؟ عورت اور مرد کے کفن میں کیا فرق ہے؟ مکمل تفصیل چاہیے۔

(۲) نامعلوم عورت فوت ہو جائے تو اس کے مسلم یا غیر مسلم ہونے کی کیا دلیل ہے؟

(۳) جنازے کو غسل دینے سے پہلے ناخن یا بال کاٹنے کا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ اس سے جنازے کو تکلیف ہوتی ہے یا کہ نہیں؟ بال سے مراد زیر ناف بال ہیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں میت کو کفن پہنانا فرض کفایہ ہے، مرد کے لیے مسنون کفن تہہ بند قمیص اور اوپر لپیٹنے کی چادر ہے اور عورت کے لیے مسنون کفن قمیص، تہہ بند، اوڑھنی، لپیٹنے کی چادر اور سینہ بند ہے۔

"وهو فرض على الكفاية كذافي فتح القدير كفن الرجل سنة ازار وقميص ولفافة ......وكفن المرأة سنة درع وازار وخمار ولفافة وخرقة يربط بهاثدياها وكفاية ازار ولفافة خمارهكذافي الكنز"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٦٠)

(۲) صورت مذکورہ میں اگر میت کے مسلمان ہونے کی کوئی علامت ہو یا وہ مسلمانوں کی حکومت کے علاقے میں پائی جاتی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں۔

"ومن لايدرى انه مسلم اوكافر فان كان عليه سيمأ المسلمين اوفي بقاع دارالاسلام يغسل والافلا كذافي معراج الدراية"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٥٩)

(۳) مذکورہ صورت میں میت کے ناخن یا بال نہ کاٹے جائیں جو کچھ اس پر تھا اسی سمیت دفن کردیا جائے۔

"ولايقص شاربه ولاينتف ابطه ولايحلق شعرعانته ويدفن بجميع ماكان عليه كذافي محيط السرخسي"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٥٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دفن سے پہلے میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۵۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو مقام انتقال سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا دفن کرنے سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

جائز ہے مگر کراہت سے خالی نہیں ہے۔

"قوله ولابأس بنقله قبل دفنه قيل مطلقا وقيل الى ما دون مدة السفر وقيده محمدبقدرميل اوميلين لان مقابر البلد ربمابلغت هذه المسافة فيكره

فیما زاد قال فی النهر عن عقد الفرائد وهو الظاهر اه امانقله بعددفنه فلامطلقا قال فی الفتح واتفقت کلمة المشایخ فی امرأة دفن ابنها وهی غائبة فی غیر بلده فلم تصبر وارادت نقله علی انه لایسعها ذلک فتجویز شواذبعض المتاخرین لایلتفت الیه وامانقل یعقوب ویوسف علیهما السلام من مصر الی الشام لیکونا مع اٰبائهما الکرام فهو شرع من قبلنا ولم یتوفر فیه شروط کونه شرعالنا اه " ......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوراور حیلہ اسقاط کا شرعی حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوراور اسقاط کا کیا حکم ہے؟ یعنی قرآن پاک کے نیچے پیسے رکھ کر دائرہ میں گھمانا اور ہر چکر پر یہ اعتقاد رکھنا کہ پہلی مرتبہ قضاء نمازیں معاف ہیں اور دوسری مرتبہ قضاء روزے معاف اور تیسری مرتبہ جملہ حقوق معاف ہیں، اور پھر قرآن پاک کو رکھ کر پیسوں کو تقسیم کرنا اور یہ دلیل پیش کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں واضح رہے کہ نفس حیلہ کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ حرام طریقوں سے بچنے کے لیے جائز اور حلال حیلہ کرنا جائز ہے، لیکن کسی پر ظلم کرنے اور حرام کو حلال کرنے کے لیے کوئی حیلہ کرنا ناجائز ہے، نیز فقہاء امت نے ان حیلوں کا ذکر بھی کیا ہے جو جائز اور مشروع ہیں، ان میں سے ایک حیلہ حیلہ اسقاط بھی ہے، نیز حیلہ اسقاط حقوق العباد میں جائز نہیں ہے، کیونکہ حقوق العباد صرف ادا کرنے یا معاف کرنے سے ساقط ہوتے ہیں، حیلہ اسقاط حقوق اللہ کے ادا کرنے میں جائز ہے اور حقوق اللہ یہ ہیں، قضاء نمازیں، قضاء روزے، قضاء صدقۃ الفطر، نفقات واجبہ، خراج، جزیہ اور دیگر کفارات مالیہ وغیرہ۔

لیکن حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ یہ نہیں جو سوال میں مذکور ہے بلکہ اس کا شرعی طریقہ جس کو فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ذمہ میں قضاء نمازیں اور قضاء روزے ہیں وہ ہر نماز اور ہر روزے کے برابر فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرے اور پھر ورثاء اس کی وصیت کے مطابق اس کے ثلث مال میں سے ان قضاء نمازوں اور قضاء

روزوں اور دیگر کفارات مالیہ کے برابر رقم یا مال شرعی طریقہ کے مطابق فقراء اور مساکین پر خرچ کریں، لیکن ثلث مال سے زیادہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ ورثاء ثلث مال سے زیادہ خرچ کرنے پر راضی نہ ہوں اور کوئی وارث نابالغ نہ ہو، لیکن اگر کوئی شخص ورثاء میں سے یا کوئی اور شخص تبرعاً میت کی طرف سے فدیہ ادا کرنا چاہتا ہے تو بھی اس کو حیلہ اسقاط کرنے کا اختیار ہے کہ وہ میت کی جانب سے ادا کردے، اگر حقوق اللہ زیادہ ہوں اور مال کم ہو تو پھر ہر کفارہ کے بدلے فقیر کو اتنا مال بطور کفارہ دیا جائے اور پھر فقیر اس مال کو بطور ہدیہ کفارہ ادا کرنے والے کو واپس دے اور پھر کفارہ ادا کرنے والا دوبارہ اس مال کو بطور کفارہ کے فقیر کو دے، اس طرح بار بار یہ عمل دوہرایا جائے تاکہ تمام کفارات ادا ہو جائیں۔

"انی لما رأیت الحیل والمخارج جائزة استدلالا بالکتاب والسنة واجماع الامة اما الکتاب فقوله تعالیٰ فی قصة ایوب صلوات الله علیه وخذبیدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث واما السنة فهو ماروی عنه ﷺ انه قال ان الله تعالیٰ یحب ان یؤتی برخصة کما یحب ان یؤتی بعزائمه واما الاجماع فهو ماجرت العادة بالاحتیال فی تاکید الوثائق والاحکام والهرب من الربا والحرام ورفع الضرر والظلم والاحتراز عن الوقوع فی الحرج والاثم من لدن رسول الله ﷺ الی یومنا هذا خلف عن سلف من غیر منازع ونکیر فحل محل الاجماع" ......(الفتاوی فی الحیل والمخارج : ۲۱)

"الاصل ان من اراد بالحیلة المعانی التی ذکرت فی اول الکتاب فلابأس به وارجوا ان یکون ماجورا ومن اراد بها ابطال حق الغیر فلایسعه ذلک وربما یکون آثما والله تعالیٰ اعلم بالصواب"......(الفتاویٰ فی الحیل والمخارج : ۲۶)

"واما ابوحفص رحمه الله تعالی کان یقول هوماتصانیف محمدرحمه الله تعالی وکان یروی عنه ذلک هوالاصح فان الحیل فی الاحکام المخرجة عن الامام جائزة عند جمهور العلماء وانما کره بعض المتعسفین لجهلهم وقلة تأملهم فی الکتاب والسنة والدلیل علی جوازه من الکتاب قوله تعالیٰ وخذبیدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث ، هذاتعلیم المخرج لایوب علیه

السلام عن یمینہ التی حلف بھالیضربن زوجتہ مائۃ عودفانہ حین قالت لہ لوذبحت عناقا باسم الشیطان فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ تعالی واماالسنۃ فماروی ان رسول اللہ ﷺ قال یوم الاحزاب لعروۃ بن مسعود فی شأن بنی قریظۃ فلعلنا امرناھم بذلک فلماقال لہ عمررضی اللہ عنہ فی ذلک قال علیہ السلام الحرب خدعۃ وکان ذلک منہ اکتساب حیلۃ ومخرج من الاثم بتقیید الکلام بلعل ولمااتاہ رجل واخبرہ انہ حلف بطلاق امرأتہ ثلاثا ان لایحکم اخاہ قال لہ طلقھا واحدۃ فاذاانقضت عدتھا فکلم اخاک ثم تزوجھا وھذا تعلیم الحیلۃ والآثار فیہ کثیرۃ من تامل احکام الشرع وجدالمعاملات کلھا بھذہ الصفۃ فالحاصل ان مایتخلص بہ الرجل من الحرام اویتوصل بہ الی الحلال من الحیل فحسن وانمایکرہ ذلک ان یحتال فی حق لرجل حتی یبطل حقہ اوفی باطل حتی یموھہ اوفی حق حتی یدخل فیہ شبھۃ فماکان علی ھذاالسبیل فھومکروہ وماکان علی السبیل الذی قلنا اولا فلابأس بہ لان اللہ تعالیٰ قال وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ، فھی النوع الاول معنی التعاون علی البر والتقوی فی النوع الثانی معی التعاون علی الاثم والعدوان "......(المبسوط للسرخسی : ۳/۲۲۹)

"الفصل الاول فی بیان جوازالحیل وعدم جوازھا فنقول مذھب علمائنا رحمھم اللہ تعالی ان کل حیلۃ یحتال بھاالرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبھۃ فیہ اولتمویہ باطل فھی مکروھۃ وکل حیلۃ یحتال بھاالرجل لیتخلص بھاعن حرام اولیتوصل بھاالی حلال فھی حسنۃ والاصل فی جواز ھذاالنوع من الحیل" قولہ تعالیٰ وخذبیدک ضغثا فاضرب بہ ولاتحنث" وھذاتعلیم المخرج لایوب النبی علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن امرأتہ مائۃ عود وعامۃ المشایخ علی ان حکمھا لیس بمنسوخ وھوالصحیح من المذھب کذافی الذخیرۃ "......(فتاوی الھندیۃ : ۶/۳۹۰)

"اذامات المریض ولم یقدر علی الصلوۃ بالایماء لایلزمه الایصاء بها وان قلت وکذاالصوم ان افطر فیه المسافر والمریض وماتاقبل الاقامة والصحة وعلیه الوصیة بماقدر علیه وبقی ذمته فیخرج عنه ولیه من ثلث ماترک لصوم کل یوم ولصلوۃ کل وقت حتی الوتر نصف صاع من بر اوقیمته وان لم یوص وتبرع عنه ولیه جاز ولایصح ان یصوم ولاان یصلی عنه وان لم یف مااوصی به عماعلیه یدفع ذلک المقدار للفقیر فیسقط عن المیت بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه للفقیر......وهکذا حتی یسقط ماکان علی المیت من صلوۃ وصیام "......(نورالایضاح مع مراقی الفلاح :۱۰۴)

"قوله من ثلث ماترک الموصی لان حقه فی ثلث ماله حال مرضه وتعلق حق الوارث بالثلثین فلاینفذ قهراعلی الوارث الافی الثلث ان اوصی به وان لم یوص لایلزم الوارث الاخراج فان تبرع جاز کماسنذکره وعلی هذا دین صدقة الفطر والنفقة الواجبة والخراج والجزیة والکفارات المالیه والوصیة بالحج والصدقة المنذور والاعتکاف المنذور عن صومه لاعن اللبث فی المسجد "......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۶)

"قوله وبقی ذمته حتی ادرکه المت من صوم فرض وکفارة وظهاروجنایة علی احرام ومنذور"......(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: ۱۰۶)

"قوله یعطی بالبناء للمجهول ای یعطی عنه ولیه ای من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة اووراثة فیلزمه ذلک من الثلث ان اوصی والافلایلزم الولی ذلک لانها عبادة فلابدفیها من الاختیار فاذالم یوص فات الشرط فیسقط فی احکام الدنیا للتعذر بخلاف حق العباد فان الواجب فیه وصوله الی مستحقه لاغیر ولهذا لوظفر به الغریم یأخذه بلاقضاء ولارضاء ویبرأ من علیه الحق بذلک امداد"......(فتاویٰ الشامی: ۱/۵۴۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرانی قبروں کو منہدم کر کے نئی قبریں بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستانوں میں جگہ کی قلت کے باعث قبرستان پر چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانا جائز ہے یا نہیں؟

پرانی قبریں منہدم کر کے نئی قبریں بنائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر بنائی جاسکتی ہیں تو پرانی قبروں کو ختم ہونے میں کتنا عرصہ لگ سکتا ہے؟

کیا قبرستان پر چھت ڈال کر اوپر مدرسہ بنایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) قبرستان پر چھت ڈال کر اوپر قبریں بنانا جائز نہیں، کیونکہ قبر کے لیے حفر (کھودنا) واجب ہے اور پرانی قبروں کو اس صورت میں منہدم کرنا جائز ہے جب کہ اس میں موجود میت خاک بن چکی ہو۔

"دفن المیت فرض کفایة ان امکن فان لم یمکن کمااذامات فی سفینة بعیدة عن الشاطیء .....وعند امکان دفنه یجب ان یحفرله حفرة فی الارض واقلها عمقا مایمنع ظهور الرائحة ونبش السباع "......(الفقه علی المذاهب الاربعة: ۱/۴۶۶)

" وقال الزیلعی ولوبلی المیت وصار ترابا جازدفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه اه "......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۵۹)

"هکذافی الهندیة :۱/۱۶۷، ونورالایضاح علی الطحطاوی : ۲۱۲)

(۲) اگر قبرستان کی زمین کسی کی مملوکہ زمین میں ہے تو اس صورت میں اس زمین کے مالک کی اجازت سے قبرستان پر چھت ڈال کر مدرسہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن اگر وہ زمین قبرستان کے لیے وقف ہے تو اس صورت میں قبرستان پر چھت ڈال کر مدرسہ بنانا جائز نہیں ہے۔

"فاذاتم ولزم لایملک ولایملک ولایعار ولایرهن ، قال ابن عابدین فی شرحه (قوله لایملک) ای لایکون مملوکالصاحبه ولایملک ای لایقبل التملیک لغیره بالبیع ونحوه لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ولایعار ولایرهن لاقتضائهما الملک "......(ردالمحتار: ۳/۴۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ اٹھاتے وقت کلمہ طیبہ کا بلند آواز سے ذکر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس وقت جنازہ اٹھایا جاتا ہے اور اس کو قبرستان کی طرف لے کر جایا جاتا ہے تو لوگ راستے میں اونچی آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہیں تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ مستحب یہ ہے کہ جو جنازے کے پیچھے جائے وہ اللہ جل شانہ کے ذکر میں مشغول رہے اور قبر وحشر وآخرت کی فکر کرتا رہے اور فضول ولغو کلام نہ کرے اگر اللہ کا ذکر نہ کر سکے تو چپ رہے، بآواز بلند کوئی قرأت یا ذکر نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

"ویکره رفع الصوت بالذکر والقرآن وعلیهم الصمت قوله ویکره رفع الصوت قیل یکره تحریما کمافی القهستانی عن القنیة وفی الشرح عن الظهیریة فان اراد ان یذکر الله ففی نفسه ای سرا بحیث یسمع نفسه وفی السراج ویستحب لمن تبع الجنازة ان یکون مشغولا بذکر الله والتفکر فیمایلقاه المیت وان هذه عاقبة الدنیا ولیحذر عمالافائدة فیه من الکلام فان هذا وقت ذکر وموعظة فتقبح فیه الغفلة فان لم یذکر الله فلیلزم الصمت ولایرفع صوته بالقراءة ولایذکر الله ولایغتر بکثرة من یفعل ذلک واما مایفعله الجهال فی القراءة علی الجنازة من رفع الصوت والتمطیط فیه فلایجوز بالاجماع ولایسع احدا یقدر علی انکاره ان یسکت عنه ولاینکر علیه اه "......(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ٦٠٢)

"وفی العلائیة کماکره فیها رفع صوت بذکر اوقراءة ......وفی الشامیة کره قیل تحریما وقیل تنزیها کمافی البحر عن الغایة وفیه عنها وینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت وفیه عن الظهیریة فان اراد ان یذکر الله یذکره فی نفسه لقوله تعالیٰ انه لایحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء"......(فتاویٰ شامی: ١/٦٥٨)

" والکراهة فيه کراهة تحريم في فتاوی العصر "......(۲/۳۳۶)

"ويطيل الصمت اذااتبع الجنازة ويكره رفع الصوت بالذكر لماروی عن قيس بن عبادة انه قال كان اصحاب رسول الله ﷺ يكرهون الصوت عند الثلاثة عندالقتال وعندالجنازة والذكرولانه تشبه باهل الكتاب فكان مكروها "......(بدائع الصنائع :۲/۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پرانے قبرستان کوختم کرکے مسجد بنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۴): بخدمت جناب مفتی صاحب

گزارش ہے کہ ہم جملہ اہلیان محلہ صحن آپ سے استفتاء کرتے ہیں کہ تقریبا دوسوسال پرانے قبرستان میں مسجد بنانے کی ضرورت پڑی ہے لہٰذا ہم باشندگان صحن تعمیر مسجد سے قبل فتویٰ چاہتے ہیں کہ کیااس پرانے قبرستان میں قرآن وسنت کی روشنی میں مسجد تعمیر کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایسے پرانے قبرستان میں جس میں مسلمانوں نے اپنے مردوں کودفن کرنا چھوڑ دیا ہو اور مردے مٹی کے ساتھ مٹی ہوگئے ہوں تو اس قبرستان میں مسجد بنانا درست ہے۔

"فان قلت هل يجوز ان تبنى على قبورالمسلمين ؟قلت قال ابن القاسم لوان مقبرة من مقابرالمسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجدا لم اربذالک بأسا وذالک لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لايجوز ان يملكها فاذادرست واستغنى عن الدفن فيهاجاز صرفها الى المسجد لان المسجد ايضاوقف من اوقاف المسلمين لايجوزتملكه لاحد فمعناها على هذاواحد وذكراصحابنا ان المسجد اذاخرب ودثر ولم يبق حوله جماعة والمقبرة اذاعفت ودثرت تعودملكا لاربابها فاذاعادت ملكايجوز ان يبنى موضع المسجد دارا وموضع المقبرة مسجدا وغيرذلک فاذالم يكن لهاارباب تكون لبيت المال اه "......(عمدة القاری :۴/۲۶۵)

”ولوبلی المیت وصارترابا جازدفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه کذافی التبیین“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱٦۷)

”ولوبلی المیت وصارترابا جازدفن غیره فی قبره وزرعه والبناء علیه“ ......(البحر الرائق : ۲/۳٦۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عمداً اگر نماز جنازہ میں پانچویں تکبیر کہہ دی تو نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱٦۴): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی امام صاحب اگر جان بوجھ کر نماز جنازہ کی چار تکبیر کی بجائے پانچ تکبیرات کہہ دے تو کیا نماز جنازہ ادا ہو جائے گی؟ از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جنازہ ادا ہو جائے گا البتہ مقتدیوں کے لیے حکم یہ ہے کہ پانچویں تکبیر میں اس امام کی متابعت نہ کریں بلکہ ٹھہرے رہیں کیونکہ پانچویں تکبیر منسوخ ہے اور جب امام سلام پھیرلے تو اس کی متابعت کرتے ہوئے سلام پھیر دیں کیونکہ سلام میں امام کی متابعت واجب ہے۔

”قوله فلو کبر الامام خمسا لم یتبع لانه منسوخ ولامتابعة فیه ولم یبین ماذایصنع وعن ابی حنیفة روایتان فی روایة یسلم للحال ولاینتظر تحقیقا للمخالفة وفی روایة یمکث حتی یسلم معه اذاسلم لیکون متابعا فیما تجب فیه المتابعة وبه یفتی“......(البحر الرائق: ۲/۳۲۳)

”ولو کبر امامه خمسالم یتبع لانه منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معه اذاسلم به یفتی“......(الدر المختار: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کی کیفیت:

مسئلہ نمبر(۱۶۵): کیا فرماتے ہیں علماء حق اور مفتی صاحبان تحریر شدہ مسائل کے متعلق

(۱) نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کی کیفیت کی وضاحت فرمائیں، نیز سلام کے بعد ہاتھ چھوڑتے ہیں یا سلام سے پہلے؟

(۲) نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) قرآن پاک پڑھ کر ایک دوسرے کی ملک کرکے ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد پہلے دائیں طرف سلام پھیرے پھر بائیں طرف سلام پھیرے۔

"وهی اربع تکبیرات بثناء بعدالاولیٰ وصلاۃ علی النبی ﷺ بعدالثانیة ودعاء بعدالثالثة وتسلیمتین بعدالرابعة ......وفی الظهیریة ولاینوی الامام المیت فی تسلیمتین الجنازۃ بل ینوی عن یمینه فی التسلیمة الاولی ومن عن یساره فی التسلیمة الثانیة "......(البحر الرائق: ۲/۳۲۰)

"قوله ثم یکبر تکبیرۃ رابعة ویسلم "......(الجوهرۃ النیرۃ : ۱/۱۲۹)

"ثم یکبر الرابعة ثم یسلم تسلیمتین "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۶۴)

چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑ دے۔

"ولایجوز الاستخلاف ولایعقد بعدتکبیر الرابع لانه لایبقی ذکر مسنون حتی یعقد فالصحیح انه یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین هکذافی الذخیرۃ " ......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۲۵)

(۲) نماز جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر بہیئت اجتماعیہ کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔

"اذافرغ من الصلوۃ لایقوم داعیاله "......(فتاویٰ سراجیه مع قاضی خان: ۱۴۱)

(۳) قرآن مجید پڑھ کرایک دوسرے کوبخشش کرکے ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔

"قوله له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة اوصوما عنداهل السنة والجماعة لايرادبه ان الخلاف بيننا وبينهم في ان له ذلك اوليس له كماهوظاهرة بل في انه ينجعل بالجعل اولابل يلغو جعله قوله اوغيرها كتلاوة القرآن والاذكار"......(فتح القدير : ۳/۲۵)

"الاصل ان كل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابهالغيره وان نواها عندالفعل لنفسه لظاهر الادلة واماقوله تعالى وان ليس للانسان الاماسعى اى الا اذاوهبه له كماحققه الكمال اواللام بمعنى على كمافى ولهم اللعنة ولقد افصح الزاهدى عن اعتزاله هنا والله الموفق قوله لغيره اى من الاحياء والاموات بحرعن البدائع قلت وشمل لطلاق الغير النبى ﷺ ولم ار من صريح بذلك من أئمتنا وفيه نزاع طويل لغيرهم والذى رجحه الامام السبكى وعامة المتاخرين منهم الجواز كمابسطنا آخر الجنائز فراجعه"......(درمع الرد: ۲/۲۵۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرکے پاس قرآن پاک اٹھاکرتلاوت کرنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۶): حضرت مفتی صاحب ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے مدلل وبحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ کہ ہمارے علاقے کے بعض لوگ قرآن مجید کواٹھاکرقبر کے پاس جاکرتلاوت کرتے ہیں، آیااس کی شرعی حیثیت کیاہے؟ جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں قبرکے پاس تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں چاہے قرآن دیکھ کرپڑھے یابغیردیکھے۔

"قراءة القرآن عندالقبور عندمحمد لاتكره ومشائخنا رحمهم الله تعالى اخذوا بقوله وهل ينتفع والمختار انه ينتفع هكذافى المضمرات"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۶۶)

"قوله يقرء يٰسين لماورد من دخل المقابر فقرء سورة يٰسين خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد ......من القرآن ماتيسر له من الفاتحة واول البقرة الى المفلحون واية الكرسي وامن الرسول وسورة يٰسين وتبارك الملك وسورة التكاثر والاخلاص اثنى عشر مرة اواحدى عشر اوسبعا اوثلاثا ثم يقول اللهم اوصل ثواب ماقرأناه الى فلان اواليهم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا کب درست ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کن وجوہات کی بناء پر دفن شدہ میت کوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا درست ہے؟ جب کہ ایک آدمی نے ذہنی توازن درست نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کسی عزیز کی میت کو قبر سے نکال لیا ہے تو اس طرح کی بے حرمتی کے خوف سے میت کو کسی دوسری جگہ اپنے قریبی قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟ اور ایک آدمی نے اپنے والدین کی دفن شدہ میتوں کو مزار بنانے کی خاطر اپنی ذاتی جگہ میں منتقل کیا ہے کیونکہ پہلے مقام پر زمین کا مالک مزار بنانے کی اجازت نہیں دیتا تھا تو کیا مزار بنانے کی خاطر دفن شدہ میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں دفن شدہ میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا اس وقت درست ہے جب کہ میت کو مغصوبہ زمین میں دفن کر دیا گیا ہو یا اس زمین پر کسی نے شفعہ کیا ہو یا زمین کا مالک اس کو نکالنے کا حکم کردے اس کے علاوہ دفن شدہ میت کو دوسری جگہ منتقل درست نہیں ہے۔

"ولاينبغي اخراج الميت من القبر بعدمادفن الااذاكانت الارض مغصوبة اواخذت بشفعة كذافي فتاوى قاضي خان ،اذا دفن الميت في ارض غيره بغير اذن مالكها فالمالك بالخيار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوى الارض وزرع فيها "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۶۷)

"وان ظهر ان الموضع الذی دفن فیه المیت مغصوب اواخذبا لشفعة فانه یخرج المیت عنه ویدفن فی مو ضع آخر وفی (تجنیس الناصری)واذادفن المیت فی ارض غیره بغیراذن مالکها ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فوقها"......(تاتار خانیه۱۳۳/ ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کودوبارغسل دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۶۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ہذاکے بارے میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے علاقے کے اندر جب کوئی آدمی مرجاتا ہےتو مرنے کے بعداسےفوراًغسل دیدیا جاتا ہےاورپھرکپڑے وغیرہ پہنا کراس کوگھرمیں رکھدیا جاتا ہےاورپھرجب اس کے جنازے کاوقت آتاہےتوپھراسے دوبارہ غسل دیا جاتا ہےاورپھرکفن دیا جاتا ہے۔

پوچھنایہ ہے کہ دومرتبہ غسل دیناشرعی نقطہ نظر سے کیساہے؟ جائز ہے یاناجائز؟شریعت کی روسے وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ کے علاقہ کایہ رواج غیرشرعی ہے،کیونکہ شریعت مطہرہ میں تکرارغسل نہیں،لہٰذا پہلی مرتبہ غسل دیکرآپ کوچاہئے کہ اس میت کوکفن پہنادیں دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں ہے۔

"فان خرج منه شیء غسله ولایعید غسله ولاوضوءه لان الغسل عرفناه بالنص وقدحصل مرة "......(هدایه : ۱۹۰/ ۱)

"اجمعوا علی انه لوخرج منه شیء بعدادراجه فی الکفن لایجب غسله ولاوضوئه بلاخلاف "......(البنایة : ۱۸۶/ ۳)

"قوله ولایعاد غسله ولاوضوئه بالخارج لانه عرف مرة نصاوقدحصل نهر ومقتضی التعلیل ان لایعادغسله " ......(حاشیة الطحطاوی علی الدر : ۳۶۷/ ۱)

"و کذا الواجب هو الغسل مرة واحدة"......(بدائع الصنائع: ۴۴/۲)

"ولا یعاد غسله ولا وضوئه بالخارج منه"......(در علی الشامی: ۶۳۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن وحدیث سے حیلہ اسقاط کا ثبوت اور حکم:

مسئلہ نمبر(۶۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں میت کی نماز جنازہ کے بعد چند افراد دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور قریبی کسی گھر یا مسجد سے قرآن مجید لایا جاتا ہے اور اس میں کچھ پیسے مثلاً دو ہزار روپے رکھے جاتے ہیں، پھر ایک آدمی فارسی، عربی زبان میں کچھ پڑھتا ہے، اور قرآن کریم دوسرے آدمی کو دے دیتا ہے، اسی طرح پورے دائرے میں قرآن کریم کو پھیرا جاتا ہے، اس کے بعد وہ پیسے دائرے میں موجود لوگوں میں تقسیم کیے جاتے ہیں اور کچھ پیسے حیلہ کرنے والا بھی رکھتا ہے، یہ لوگ اسے حیلہ کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح حیلہ کرنے سے اس میت کے ذمہ جو نماز یا روزہ یا حقوق رہ گئے ہوں وہ معاف ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح حیلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوا۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ

(۱) کیا اس طرح کے حیلہ کا قرآن وحدیث یا فقہاء کرام کے اقوال سے کوئی ثبوت ملتا ہے؟

(۲) کیا صحابہ کرام، اولیاء کرام نے اپنے زمانہ میں کسی کو اس طرح حیلہ کرنے کا حکم دیا ہے، اس طرح کسی کا حیلہ کیا یا کروایا نیز کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس طرح کا حیلہ ہوا؟

(۳) کیا اس طرح حیلہ کرنے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

(۴) انسان کے مرجانے کے بعد اس کے ذمہ جو نماز، روزہ، حقوق باقی رہ جاتے ہیں اور جو گناہ ہوئے ان کے کفارہ کا شریعت میں کیا حل ہے؟

(۵) جو لوگ اس طرح حیلہ نہیں کرواتے وہ کس حد تک درست یا غلط ہیں؟

(۶) جو لوگ اس طرح حیلہ کرتے یا کرواتے ہیں ان کا عمل شرعاً کیسا ہے؟

اس بارے میں شرعی راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال صورت مذکورہ کے بارے میں وضاحت یہ ہے کہ جہاں تک نفس حیلہ کا تعلق

ہے،قرآن،حدیث،اورکتب فقہ میں اس کی صراحت اورثبوت ملتاہے،جیساکہ المبسوط السرخسی (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ :۲۲۹/۳۰)میں قرآن پاک کی آیات واحادیث سے حیلہ کے ثبوت کووضاحت سے بیان کیاگیاہے۔

”والدليل على جوازه من الكتاب قوله تعالىٰ وخذبيدك ضغثا فاضرب به ولاتحنث (سورة ص:۴۴)هذاتعليم المخرج لايوب عليه السلام عن يمينه التى حلف ليضربن زوجته مائة فانه حين قالت له لوذبحت عناقا باسم الشيطان فى قصة طويلة اوردها اهل التفسير رحمهم الله ....واماالسنة فماروى ان رسول الله قال يوم الاحزاب لعروة بن مسعود فى شان بنى قريظة فلعلنا امرناهم بذلك فلماقال له عمر فى ذلك قال عليه السلام الحرب خدعة وكان ذلك منه اكتساب حيلة ومخرج من الاثم بتقييد الكلام بلعل ولمااتاه رجل واخبره انه حلف بطلاق امرأته ثلاثا ان لايكلم اخاه قال له طلقها واحدة فاذاانقضت عدتها فكلم اخاك ثم تزوجها وهذاتعليم الحيلة والآثار فيه كثيرة من تأمل احكام الشرع وجدالمعاملات كلهابهذه الصفة“

......(المبسوط السرخسى (مطبوعه دارالكتب العلميه: ۲۲۹/۳۰)

(۲،۵،۶) حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ سے نفس حیلہ کاثبوت توملتاہے لیکن خاص طریقہ سے حیلہ اسقاط حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ سے ہماری نظر سے نہیں گزرا،البتہ فقہاء کی عبارات سے اس حیلہ اسقاط کی وضاحت ملتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

واضح رہے کہ حیلہ اسقاط فی نفسہ حیلہ تملیک ہے،اورحیلہ تملیک کوفقہاء نے جائزکہاہے البتہ جوحیلہ اسقاط کاطریقہ سوال میں مذکورہے اس میں کچھ خامیاں ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔

حیلہ اسقاط کاصحیح طریقہ اوراس کی تفصیل:

اگرکوئی شخص فوت ہوجائے اوراس کے ذمہ کچھ نمازیں وروزے لازم ہیں تودیکھیں گے کہ اس نے وصیت کی ہے یانہیں؟اگروصیت کی ہے تواس کی وصیت ثلث مال تک نافذہوگی،اگرثلث مال کی مقداراتنی ہے جس سے اس کے ذمہ فوت شدہ نمازوں اورروزوں کافدیہ وغیرہ بغیرحیلہ کے مکمل اداءہوجاتاہے توحیلہ تملیک کی ضرورت نہیں، توبغیرحیلہ تملیک کے مساکین اورفقراء میں تقسیم کردیں،اگرثلث مال اتنی مقدارکامتحمل نہ ہوتوپھراگرتمام ورثاء بالغ ہوں اوراپنی رضامندی سے کل مال سے بغیرحیلہ کے مکمل فدیہ اداکرناچاہیں توتب بھی حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں

ہے،اور اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہو تو پھر کل مال سے فدیہ ادا کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ نابالغ اجازت بھی دے دے، کیونکہ اس کی اجازت معتبر نہیں ہے، ہاں اگر کوئی وارث اپنے مال سے ادا کرنا چاہے تو جائز ہے، اور اگر وصیت نہیں کی اور تمام بالغ ورثاء یا کوئی ایک وارث تبرعاً اپنی طرف سے فدیہ دینا چاہے تو جائز ہے، اگر تو اتنا مال ہے کہ فدیہ کی مقدار کو پہنچ جاتا ہے تو حیلہ تملیک کی ضرورت نہیں ہے اور اگر نہ پہنچے تو حیلہ تملیک کیا جائے گا۔

طریقہ تملیک:

حیلہ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ میت پر جتنی نمازیں وروزے وغیرہ ہیں ان کا فی نماز وروزہ نصف صاع گندم کا حساب لگا کر (جس کا وزن تقریباً دو کلو ہے) اتنی مقدار یا اس کی قیمت (واضح رہے کہ مختلف اجناس جمع کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر ایک ہی جنس یا اس کی قیمت دیدی جائے تو پھر بھی درست ہے) کسی فقیر کو دے دیں پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کردے پھر وارث فقیر کو ہبہ کر دے پھر فقیر وارث کو ہبہ کردے اسی طرح کرتے رہیں حتی کہ میت کی تمام فوت شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ مکمل ہو جائے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے کافی فرمائیں گے۔

نوٹ: یاد رہے کہ وصیت نہ ہونے کی صورت میں ورثاء پر فدیہ وغیرہ دینا لازم نہیں ہے، اگر کوئی نہ بھی کرے تو اس کو ملامت نہیں کیا جا سکتا۔

”ولومات علیه صلوۃ فائتة واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذاحکم الوتر والصوم وانمایعطی من ثلث ماله ولولم یترک مالاقوله ولولم یترک مالا الخ ای اصلا اوکان مااوصی به لایفی زادفی الامداد اولم یوص بشیء واراد الولی التبرع قال الحصکفی یستقرض وارثه نصف صاع مثلاویدفعه لفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم قوله یستقرض وارثه نصف صاع مثلا الخ ای اوقیمة ذلک والاقرب ان یحسب ......مدۃ عمرہ بعداسقاط اثنی عشرۃ سنة للذکر وتسع سنین للانثی لانها اقل مدۃ بلوغهما فیجب عن کل شهر نصف غرارۃ قمح بالمد الدمشقی مدزماننا لان نصف الصاع اقل من ربع مدفتبلغ کفارۃ ست صلوات لکل یوم ولیلة نحومد وثلث ولکل شهر اربعون مدا وذالک نصف غرارۃ ولکل سنة شمسیة ست غرائر فیستقرض قیمتها ویدفعها للفقیر ثم یستوهبها منه ویتسلمها منه لتتم الهبة ثم

یدفعها لذلک الفقیر اولفقیر آخروهکذا فلیسقط فی مرة کفارة سنة وان استقرض اکثرمن ذلک یسقط بقدره "......(درمع الرد: ۱/۵۴۲)

"وان لم یف ماوصی به المیت عماعلیه اولم یکف ثلث ماله اولم یوص بشیء واراد احدالتبرع بقلیل لایکفی وحیلته لابراء ذمته المیت من جمیع ماعلیه ان یدفع ذلک المقدار الیسیر بعدتقدیر ه لشیء من صیام اوصلاة اونحوه ویعطیه للفقیر بقصداسقاط مایردعن المیت فیسقط عن المیت بقدره ثم بعدقبضه یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه لتتم الهبة وتملک ثم یدفعه الموهوب له للفقیر بجهة الاسقاط متبرعا به عن المیت فیسقط عن المیت بقدره ایضاثم یهبه الفقیر للولی اوللاجنبی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر متبرعا عن المیت وهکذایفعل مرارا حتی یسقط ماکان یظنه علی المیت من صلاة وصیام ونحوهما مماذکرناه من الواجبات وهذاهوالمخلص فی ذلک ان شاء الله تعالیٰ بمنه وکرمه "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۴۳۹)

نوٹ: اور یہ بات بھی یادرہے کہ اگر نصف صاع سے کم ہوا تو جائز نہیں ہے۔

"ولوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولواعطاه الکل جاز"......(الدرمع الرد:۱/۵۴۳)

"ولایجوزان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارة الیمین فکذلک هذا فالحاصل ان کفارة الصلاة تفارق فی کفارة الیمین فی حق انه لایشترط فیها العدد وتوافقها من حیث انه لوادی اقل من نصف صاع الی فقیر واحد لایجوزوالله اعلم "......(البحرالرائق:۲/۱۶۱)

(۳) کفایت کرجانا یقینی نہیں ہے اگر کرجائے تو فبہا ورنہ صدقہ کا ثواب مل ہی جائے گا۔

"ووجوب الفدیة فی الصلاة للاحتیاط ......فامرنا بالفدیة عن جانب الصلوة فان کفت عنهاعندالله تعالیٰ فبها والافله ثواب الصدقة ولهذا قال محمدفی الزیادات تجزیه ان شاء الله تعالیٰ والمسائل القیاسیة لاتعلق بالمشیة قط

کما اذا تطوع به الوارث فی قضاء الصوم من غیر ایصاء نرجوا القبول منه ان شاء الله تعالٰی فکذا فھذا"......(نورالانوار :۴۳)

جہاں تک حقوق العباد کا تعلق ہے اگر اس کے مستحقین کی طرف ورثاء ادائیگی کردیں تو مرنے والے کے سر سے ذمہ اتر جائے گا وگرنہ نہیں، باقی رہے حقوق اللہ تو نماز روزے کے بارے میں وضاحت ہو چکی ہے، باقی رہے دوسرے گناہ تو اس میت کے لیے بخشش کی دعاء کی جائے اور صدقات وخیرات کیا جائے تاکہ اللہ تعالٰی اس سے درگزر فرمائیں۔

"ولو مات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلاةقوله یعطی......فان لم یوص فات الشرط فیسقط فی حق احکام الدنیا للتعسر بخلاف حق العباد فان الواجب فیه وصوله الی مستحقه لاغیر ولهذا لوظفر به الغریم یأخذه بلاقضاء ولارضاء ویبرأمن علیه الحق بذلک امداد"......(درمع الرد: ۱/۵۴۱)

"الاصل ان کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغیره ......قوله بعبادة مای سواء کانت صلاة اوصوما اوصدقه اوقراء ة اوذکرا اوطوافا اوحجا اوعمرة اوغیرذلک من زیارة قبورالانبیاء علیهم الصلاة والسلام والشهداء والاولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع انواع البر کمافی الهندیة ،وقدمنافی الزکاة عن التاتارخانیة عن المحیط الافضل من یتصدق نفلاان ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لانهاتصل الیهم ولاینقص من اجره شیء "......(درمع الرد: ۲/۲۵۵)

واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر میں میت کے نیچے چٹائی بچھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۰): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته !

کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کوقبر میں لٹاتے وقت میت کے نیچے کوئی چٹائی، مصلی یاکوئی کپڑاوغیرہ بچھاناکیساہے؟قرآن وسنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

قبرمیں میت کے نیچے کوئی چیز بچھانامکروہ تحریمی ہے۔

"قوله ولایجوز الخ ای یکره ذالک قال فی الحلیة ویکره ان یوضع تحت المیت فی القبر مضربة اولخدة اوحصیر اونحوذلک اه ولعل وجهه انه اتلاف مال بلاضرورة فالکراهة تحریمیة ولذاعبربلایجوز "......(فتاوی شامی: ۱/۶۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاعالم دین کی والدہ کاجنازہ دوسراآدمی پڑھاسکتاہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین جوکہ بدعت وغیرہ سے مکمل اجتناب کرتاہے، تیجہ چالیسواں وغیرہ سے بالکل پرہیزکرتاہے،اس کی والدہ صاحبہ کاجب انتقال ہواتومحلے والے اوران کے دوسرے سگے بھائیوں نے یہ کیاکہ ان کوجنازہ پڑھانے سے روکا،کسی دوسری مسجد کے امام صاحب سے ان کاجنازہ پڑھوایا،اس عالم نے بھی ان کے پیچھے نماز جنازہ اداکی،کیاان کاجنازہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس عالم دین کاموقف بالکل درست ہے،جب محلے کی مسجدکاامام موجودنہ ہوتووالدہ کی نمازجنازہ پڑھانے کاحق بھی اس عالم دین کوتھالیکن جب انہوں نے اس مولوی صاحب کی اقتداء میں جنازہ اداکیاتونمازجنازہ اداہوگئی۔

"فذکر فی الاصل ان امام الحی احق بالصلاۃ علی المیت وروی الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ان الامام الاعظم احق بالصلاۃ ان حضر فان لم یحضر فامیرالمصر وان لم یحضر فامام الحی فان لم یحضر فالاقرب من ذوی قراباته وهذاهوحاصل المذهب عندنا "......(بدائع الصنائع: ۲/۵۸)

"والاولی بالامامۃ فیہا السلطان ثم القاضی ثم امام الجمعۃ ثم امام الحی ثم الولی علی ترتیب الارث ولہ ان یأذن لغیرہ اذاانتہی الحق الیہ ولیس لغیرالمذکورین ان یتقدم بلااذنہ فان تقدم فلہ ان یعید ان شاء وان صلی ہو فلیس لغیرہ ان یصلی بعدہ عن السلطان فمن دونہ والاصل ان الحق فی الصلوۃ للولی،ولذا ہومقدم علی الجمیع فی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی"......(حلبی کبیری : ۵۰۳/)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ پڑھنے کے بعد میت کا چہرہ دیکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ پڑھنے کے بعد میت کا چہرہ دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں میت کا چہرہ دیکھنا دفن کرنے سے پہلے پہلے جائز ہے،دفن کے بعد مکروہ ہے۔

"ولابأس بان یرفع ستر المیت لیری وجہہ وانمایکرہ ذلک بعدالدفن کذافی القنیۃ"......(فتاوی الھندیۃ: ۵/۳۵۱)

"فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا"......(صحیح البخاری :۱/۵۱۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شیعہ کی شرکت سے نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۳): محترم جناب مفتی صاحب اگر امام اور مقتدی سنی ہوں مگر چند شیعہ آکر اس میں شریک ہوجائیں تو کیا نماز جنازہ پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ درست ہے کیونکہ امام سنی مسلمان ہے البتہ شیعوں کو مسلمانوں کے جنازہ میں شریک ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

”قولہ وشرطھا ای شرط صحتھا واماشروط وجوبھا فھی شروط بقیة الصلوات من القدرة والعقل والبلوغ والاسلام مع زیادة العلم بموتہ تأمل“......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۴۰)

”اما ماتصح بہ فکل مایعتبر شرطا لصحة سائر الصلوات من الطھارة الحقیقیة والحکمیة واستقبال القبلة وستر العورة والنیة یعتبر شرطا لصحتھا“......(بدائع الصنائع: ۲/۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا نماز جنازہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۷۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری ہے یا فرداً فرداً بھی پڑھ سکتے ہیں؟ نیز مردوں کی عدم موجودگی میں کیا عورتیں بھی جنازہ پڑھ سکتی ہیں کہ نہیں؟ اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے ان میں سے کوئی عورت امام بن سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں نماز جنازہ کے لیے جماعت کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ فرداً فرداً بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور مردوں کی عدم موجودگی میں عورتوں میں سے کوئی عورت بھی عورتوں کو نماز جنازہ پڑھا سکتی ہے۔

”ویکرہ امامة المرأة للنساء فی الصلوات کلھا من الفرائض والنوافل الافی صلوة الجنازة کذافی النھایة“ ......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۸۵)

”والصلوة علی الجنازة تتادی باداء الامام وحدہ لان الجماعة لیست بشرط الصلوة علی الجنازة کذافی النھایة“......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ کی ثناء میں "جل ثناؤک" پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تعلیم الاسلام میں جنازے کی نماز میں ثناء "وجل ثنائک" پڑھنا بہتر بتایا گیا ہے، جب کہ بہشتی زیور کے گیارہویں حصے میں "سبحانک اللھم" آخر تک پڑھنے کا حکم ہے، "وجل ثنائک" کا ذکر نہیں عمل کس پر کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ میں "سبحانک اللھم" آخر تک پڑھے جیسا کہ دوسری نمازوں میں ثناء پڑھی جاتی ہے "وجل ثنائک" پڑھنا بھی جائز ہے۔

"ثم یثنی علی اللہ تعالیٰ فی التکبیرۃ الاولیٰ کمافی سائر الصلوات" ......(مبسوط: ۱۰۱/۱)

"وھی اربع تکبیرات یقرأ دعاء الاستفتاح عقیب الاولیٰ کمافی سائر الصلوات"......(حلبی کبیری: ۵۰۴)

"قولہ سبحانک اللھم شرح الفاظہ فی البحر والامداد وغیرھما قولہ تارکا قال الحصکفی وجل ثناء ک قال الشامی وھو ظاھر الروایۃ بدائع، لانہ لم ینقل فی المشاھیر کافی فالاولی ترکہ فی کل صلوۃ محافظۃ علی المروی بلازیادۃ وان کان ثناء علی اللہ تعالیٰ بحر وحلیۃ وفیہ اشارۃ الی ان قولہ فی الھدایۃ لایاتی بہ فی الفرائض لامفھوم لہ لکن قال صاحب الھدایۃ فی کتابہ مختارات النوازل وقولہ وجل ثنائک لم ینقل فی الفرائض فی المشاھیر وماروی فیہ فھو صلوۃ التھجد قولہ الافی الجنازۃ ذکرہ فی شرح المنیۃ الصغیر ولم یعزہ الی احد ولم ارلغیرہ سوی ماقدمناہ عن الھدایۃ ومختارات النوازل"......(فتاویٰ شامی: ۳۲۰/۱)

"وان زاد فی دعاء الاستفتاح بعدقولہ تعالیٰ جدک لفظ جل ثنائک لایمنع من زیادتہ وان سکت عنہ لایؤمر بہ لانہ لم یذکر فی الاحادیث المشھورۃ"......(حلبی کبیری: ۲۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ اور حکم:

مسئلہ نمبر (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام رہنمائے امت محمدیہ وورثاء انبیاء علیہم السلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک رواج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو لوگ جمع ہوتے ہیں، ان میں علماء، چوہدری اور تمام عوام ہوتے ہیں وہ سب ایک رومال میں قرآن پاک رکھتے ہیں اور کچھ پیسے بھی، اور ایک دائرہ بنالیتے ہیں پھر ایک دوسرے کو وہ رومال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قبول کرو اس طرح یہ رومال گھومتا ہوا واپس پہلے آدمی کے پاس آجاتا ہے، یہ عمل ہر ایک کے انتقال پر ہوتا ہے، ہمارے ہاں بڑے علماء بھی اس عمل کو جائز قرار دیتے ہیں، آپ فرمائیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم مدلل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں دیکھا جائے گا کہ میت نے وصیت کی ہے یا نہیں؟ اگر وصیت کی ہو تو ثلث مال سے اس کی فوت شدہ نمازوں اور روزوں کی ادائیگی کی جائے گی اگر ثلث مال سے پورا نہ ہو تو حیلہ کیا جائے گا۔

اور اگر میت نے وصیت نہ کی ہو اور ورثاء اپنی طرف سے ادا کرنا چاہیں تو دیکھا جائے گا کہ اس سے میت کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جاتا ہے تو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر پورا نہیں ہوتا ہے تو اس کے لیے حیلہ کیا جائے گا۔

صورت حیلہ یہ ہے کہ ورثاء میت کے ذمے سے نمازوں اور روزوں کے اسقاط کی نیت سے فقیر کو کچھ رقم دے دیں، تو اس کے بقدر میت کی طرف سے فدیہ ادا ہو جائے گا، اور وہ فقیر وارث کو واپس ہبہ کرے گا اور وارث قبضہ کرکے پھر غریب کو بنیت سابق دے گا اور فقیر پھر قبضہ کرکے وارث کو ہبہ کرے گا یہاں تک کہ ورثاء کا یقین ہو جائے کہ میت کے ذمے جو نمازیں اور روزے تھے وہ ساقط ہو گئے۔

"واراد احدالتبرع بقليل لايكفي فحيلته لابراء ذمة الميت عن جميع ماعليه ان يدفع ذلک المقدار اليسير بعدتقديره لشيء من صيام اوصلاة اونحوه ويعطيه للفقير بقصد اسقاط مايرد عن الميت ويسقط عن الميت بقدره ثم بعدقبضه يهبه الفقير للولي اوللاجنبي ويقبضه لتتم الهبة وتملک ثم يدفعه الموهوب له للفقير بجهة الاسقاط متبرعا عن الميت فيسقط عن الميت بقدره ايضاثم يهبه الفقير للولي وللاجنبي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير

متبرعا عن الميت هكذا يفعل مرارا حتى يسقط ما كان يظنه على الميت من صلوة وصيام "......(الطحطاوی علی المراقی الفلاح : ۴۳۹)

"واعلم ان المذكور فيمارأيته من كتب ائمتنا فروعاواصولا انه اذالم يوص بفدية الصوم يجوزان يتبرع عنه وليه وهومن له التصرف فى ماله بورثته اووصاية قالوا لولم يملك شيئا يستقرض الولى شيئا فيدفعه للفقير ثم يستوهبه منه ثم يدفعه لاخر وهكذا حتى يتم "......(مجموعه رسائل ابن عابدين : ۱/۱۹۶)

"الرابع فى الفدية ارادالفدية عن صوم ابيه اوصلاته وهوفقير يعطى منوين من الحنطة فقير ثم يستوهبه ثم يعطيه وهكذا الى ان يتم "......(الاشباه والنظائر لابن نجيم: ۳۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سرکاری زمین پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری زمین پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اعادہ صلوۃ ضروری ہے، حالانکہ وہ گراؤنڈ ایسا ہے جہاں پر لڑکوں کے لیے کھیلنے کودنے کی اجازت ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سرکاری زمین میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، جب کہ قبضہ کی نیت سے نہ پڑھتے ہوں کیونکہ اس میں کوئی شرعی ممانعت موجود نہیں ہے۔

"قال فى الدر وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته قال ابن عابدين تحت قوله وشرطها اى شرط لصحتها واماشروط وجوبها فهى شروط بقية الصلوات من القدرة والفعل والبلوغ ......واما الشروط التى ترجع الى المصلى فهى شروط بقية الصلوة من الطهارة الحقيقية بدناوثوبا ومكانا"......(الدرمع ردالمحتار: ۱/۶۴۰)

"وشرط صحتها شرائط الصلوۃ المطلقة واسلام المیت وطهارته"......(حلبی کبیری: ۵۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ گاہ چھوٹی ہو تو مسجد میں جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۸): کیا فرماتے ہیں علماء ذی وقار ومفتیان ذی شعار اندریں صورت کہ ہماری جامع مسجد انوار مدینہ واقع ماڈل زیڈ بلاک تحصیل وضلع بہاولنگر کے متصل ایک چھوٹی سی جنازہ گاہ ہے، آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے لوگوں کا رش اور بھیڑ کو دیکھتے ہوئے عام نماز جنازہ میں یہ جگہ بہت کم پڑ گئی ہے، کچھ لوگ بامر مجبوری جگہ کی قلت کے پیش نظر اب بھی نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لیتے ہیں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کو مسجد میں کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ میت، امام صاحب اور دیگر نمازی مسجد سے باہر ہی ہوتے ہیں، علاوہ ازیں اس پورے ایریا میں کوئی متبادل جنازگاہ بھی نہیں ہے جہاں یہ انتظام وانصرام ہو سکے، از روئے شرع ہماری راہنمائی فرمائی جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں چونکہ مجبوری ہے جگہ تنگ ہے، اور متبادل جگہ یعنی کوئی میدان وغیرہ کا بندوبست بھی نہیں ہے، لہٰذا اس صورت میں اگر بعض نمازی نماز جنازہ کے لیے مسجد میں کھڑے ہو جائیں تو اس صورت میں بوجہ ضرورت کوئی حرج نہیں ہے۔

"قال فی الدر واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده اومع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقا خلاصة بناء علی ان المسجد انمابنی للمکتوبة وتوابعها کنافلة وذکر وتدریس علم وهوالموافق لاطلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی میت فی المسجد فلاصلاۃله ،قال فی الرد قوله بناء علی ان المسجد الخ امااذاعللنا بخوف تلویث المسجد فلایکره اذاکان المیت خارج المسجد وحده اومع بعض القوم قال فی شرح المنیة والیه مال فی المبسوط والمحیط وعلیه العمل وهوالمختار"......(الدرمع الرد : ۱/۶۵۳)

"فلایکرہ اذاکان المیت خارج المسجد وحدہ اومع بعض القوم"

......(الطحطاوی علی الدر:۱/۳۷۷)

"فلاتکرہ بعذرالمطر ونحوہ ھکذافی الکافی"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبرپرکتبہ لگانے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۹): کیافرماتے ہیں مفتیان اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرپربطورنشانی کتبہ لگاناکیساہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قبرپربطورنشانی کتبہ لگاناجائزہے۔

"قولہ لابأس بالکتابۃ الخ لان النھی عنھا وان صح فقدوجدالاجماع العملی بھافقداخرج الحاکم النھی عنھامن طرق ثم قال ھذہ الاسانید صحیحۃ ولیس العمل علیھا فان ائمۃ المسلمین من المشرق الی المغرب مکتوب علی قبورھم وھوالعمل اخذبہ الخلف عن السلف اہ ویتقوی بمااخرجہ ابوداؤد باسنادجید ان رسول اللہ ﷺ حمل حجرا فوضعھا عندرأس عثمان بن مظعون وقال اتعلم بھاقبراخی وادفن الیہ من مات اھل فان الکتابۃ طریق الی تعریف القبر بھانعم یظھر ان محل ھذاالاجماع العملی علی الرخصۃ فیھا مااذاکانت الحاجۃ داعیۃ الیہ فی الجملۃ کمااشار الیہ فی المحیط"

......(ردالمحتار: ۱/۶۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خنثیٰ کی نمازجنازہ کی نیت:

مسئلہ نمبر(۱۸۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ کی نمازجنازہ میں کیانیت کریں گے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خنثیٰ کی نماز جنازہ میں بھی وہی نیت کریں گے جو عام نماز جنازہ میں کی جاتی ہے یعنی نماز اللہ تعالیٰ کے لیے اور دعا میت کے لیے، اگر سوال سے مقصود کچھ اور ہے تو اس کی وضاحت کی جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کراچی میں فوت شدہ آدمی کی میت کو آبائی گاؤں لانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوست کراچی میں رہتے ہیں اور وہ وہیں پر وفات پا چکے ہیں، لیکن ان کا آبائی گاؤں وہاں سے کافی دور ہے جہاں پر اس کے رشتہ دار مدفون ہیں، اب لواحقین یہ چاہتے ہیں کہ ان کو ان کے آبائی گاؤں میں دفن کیا جائے، کیا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بہتر صورت تو یہی ہے کہ اس کو وہاں پر ہی دفن کیا جائے جہاں پر وہ فوت ہوا ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو دوسری جگہ بھی منتقل کر سکتے ہیں۔

"ویستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر اولئک القوم وان نقل قبل الدفن الی قدر میل او میلین فلابأس به"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

شہید کی غائبانہ نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیا شہید کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) شہید کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کے لیے کونسی صورت دین کی نظر میں بہتر ہے، ارشاد فرمائی جائے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

"قال فی الدر ووضعه ای المیت وکونه هو او اکثر امام المصلی وکونه للقبلة فلاتصح علی غائب "......(درمختار علی هامش ردالمحتار: ۱/۸۱۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ میت پر غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے، بلکہ میت کا سامنے ہونا ضروری ہے، حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام کی زندگی میں بہت سے حضرات دور دراز علاقوں میں شہید ہوتے تھے مگر ان حضرات نے ان شہداء پر غائبانہ نماز نہیں پڑھی، اور جو بعض مواقع پر حضور ﷺ سے مروی ہے وہ ان کی خصوصیت تھی۔

(۲) ایصال ثواب کر سکتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ قرآن پاک اور درود شریف پڑھ کر نفلی عبادت، صدقہ خیرات، عمرہ اور نفلی حج وغیرہ کر کے اس کو ایصال ثواب کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجبوراً شیعہ کا جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شیعہ کا جنازہ تھا جس سے میں نے دوسرے ساتھیوں کو بھی منع کیا لیکن عین موقع پر میرے سینئر میرے پاس کھڑے تھے جن کے سامنے مجبوراً جنازہ پڑھنا پڑا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میرے لیے تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال چونکہ آپ نے اس کا جنازہ ناجائز سمجھتے ہوئے پڑھا ہے اس وجہ سے آپ کافر نہیں لہٰذا آپ پر تجدید ایمان ونکاح لازمی نہیں ہے البتہ اس عمل کی وجہ سے آپ گناہ گار ہوئے لہٰذا توبہ ضروری ہے۔

"فنقول لایصلی علی الکافر ......لان الصلوۃ علی المیت دعاء واستغفار له والاستغفار للکافر حرام "......(المحیط البرهانی : ۳/۸۲)

"وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته وفی الشامی قوله وشرطها ای شرط صحتها "......(الدرمع الشامی: ۱/۶۳۰)

"ومنهاان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر"......(شرح فقه الاكبر : ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مرزائی کا نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جانتے ہوئے قادیانی (مرزائی) کا جنازہ پڑھے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور ایک آدمی عدم علم کی بناء پر یعنی یہ جانتا نہ ہو کہ یہ مرزائی ہے یا اس کو پتہ نہ ہو کہ مرزائی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے، اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

قادیانی غیر مسلم ہیں ان کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھا ہے تو کفر کا مرتکب ہوا ہے، توبہ کریں اور تجدید نکاح کریں، اور عدم علم کی بناء پر پڑھا ہے تو بھی توبہ کریں، عدم علم معتبر نہیں ہے، مگر کافر نہیں ہوا ہے۔

"مطلب في صلاة الجنازة...... وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته قوله وشرطها اى شرط صحتها"......(الدرمع الشامي: ۱/۶۴۰)

"فنقول لايصلى على الكافر لقوله تعالى ولاتصل على احدمنهم مات ابدا ولاتقم على قبره وروى انه لمامات ابوطالب جاء على رضى الله عنه الى رسول الله ﷺ وقال ان عمك الضال قدمات فقال عليه الصلوة والسلام غسله وكفنه وادفنه ولاتحدث به حدثا حتى تلاقى اى ولاتصل عليه لان الصلاة على الميت دعاء واستغفار له والاستغفار للكافر حرام قال الله تعالى ان تستغفرلهم سبعين مرة فلن يغفرالله لهم"......(المحيط البرهاني : ۳/۸۲)

"ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر"......(شرح الفقه الاكبر : ۱۵۲)

"وان کانت نیة القائل الوجه اللذی یوجب التکفیر لاتنفعه فتوی المفتی ویؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلک وبتجدیدالنکاح بینه وبین امرأته کذافی المحیط"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۲۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا کیسا ہے؟ کیا حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے۔

"عن محمدبن قیس بن مخرمة بن المطلب انه قال یوما الااحدثکم عنی وعن امی قال فظننا انه یریدامه التی ولدته قال قالت عائشة الااحدثکم عنی وعن رسول الله ﷺ قلنابلی قال قالت لماکانت لیلتی التی کان النبی ﷺ فیها عندی انقلب فوضع رداء ه وخلع نعلیه فوضعهما عند رجلیه وبسط طرف ازاره علی فراشه فاضطجع فلم یلبث الاریث ماظن ان قدرقدرت فاخذرداء ه رویدا وانتعل رویدا وفتح الباب رویدا فخرج ثم اجافه رویدا فجعلت درعی فی راسی واختمرت وتقنعت ازاری ثم انطلقت علی اثره حتی جاء البقیع فقال فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مراة ......الحدیث "......(صحیح مسلم : ۱/۳۱۳)

"وقال النووی رحمه الله تعالی فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع الیدین فیه وفیه ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور "......(نووی شرح مسلم : ۱/۳۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کے پھٹے ہوئے اوراق کو قبر میں دفن کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے پھٹے ہوئے اوراق کو قبر میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی پہلے میت کو دفن کرے اس کے اوپر لحد بند کرکے اوراق کو دفن کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

قرآن پاک کے مقدس اوراق کو میت کے ساتھ قبر میں دفن کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ میت کے پھٹنے کی صورت میں ان مقدس اوراق کی تحقیر لازم آتی ہے، البتہ قرآن مجید کے اوراق کو دفن کرنے کے لیے علیحدہ لحد بنا کر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر ایسے طریقے سے دفن کرنا چاہیئے کہ قرآن کریم کے اوراق کو مٹی نہ پہنچ سکے۔

"المصحف اذا صار بحال لایقرأ فیه یدفن اه قوله یدفن ای یجعل فی خرقة طاهرة ویدفن فی محل غیر ممتهن لایوطأ وفی الذخیرة وینبغی ان یلحدله ولایشق له لانه یحتاج الی اهالة التراب علیه وفی ذلک نوع تحقیر الااذاجعل فوقه سقفا بحیث لایصل التراب الیه فهو حسن ایضااه ......قوله کالمسلم فانه مکرم واذامات وعدم نفعه یدفن وکذلک المصحف فلیس فی دفنه اهانة له بل ذلک اکرام خوفا من الامتهان"......(درالمختارمع ردالمحتار: ۱۳۰، ۱۳۱/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک نوجوان نے حالات سے تنگ آکر خودکشی کرلی اس کے ورثاء نے علاقے کے ایک مشہور عالم دین کو جنازہ پڑھانے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کردیا اور نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جس عالم دین نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی انکا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو مسلمان خودکشی کرے اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن واضح رہے کہ خودکشی کرنا حرام ہے، اور خودکشی کرنے والا مرتکب کبیرہ ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے اس گناہ کے سدباب کے لئے تعذیراً فرمایا ہے کہ خودکشی کرنے والے کی مقتدیٰ اور اہل علم حضرات نماز جنازہ نہ پڑھیں، لہٰذا جن مشہور عالم دین نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا تھا ان کا یہ فعل عین شرع کے مطابق ہے۔

"ومن قتل نفسه عمدا يصلي عليه عند ابي حنيفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ وهو الاصح كذا في التبيين"......(هنديه ۱۶۳/۱)

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلي عليه به يفتي"......(در مختار: ۱/۱۲۲)

"باب (ماجآء في قاتل النفس) وفي فقه الحنيفة لايصلي عليه العلمآء ومن صار مقتدى للناس بالفتح وهكذا قاتل الوالدين والباغي لانه لم يبق من تعذيرهم عندنا شئى غير الصلاة فلا يصلون عليهم تعذيرا"......(فيض البارى: ۲/۴۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زندگی میں اپنے لیے کفن خریدنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب حج پر گئے تو وہاں سے اپنے کفن کے لیے کپڑا بھی خرید لائے اور وصیت کی کہ مجھے اسی کپڑے میں کفن دیا جائے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارے والد صاحب کا زندگی میں ہی کفن خریدنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں آپ کے والد صاحب کا اپنی زندگی میں ہی اپنے لیے کفن خریدنا از روئے شریعت درست ہے۔

"والذی ينبغي انه لايكره تهيئته نحو الكفن بخلاف القبر"

......(الدر المختار: ۱/۱۲۶)

”قوله والذی ینبغی کذاقاله فی شرح المنیة وقال لان الحاجة الیه متحققة غالبابخلاف القبر لقوله تعالیٰ وماتدری نفس بای ارض تموت “......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۸۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، البتہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ بلا کراہت جائز ہے۔

”وفی الهداية لايصلى على ميت في مسجد جماعة لقول النبي ﷺ من صلى على جنازة في المسجد فلااجر له ولانه بني لاداء المكتوبة ولانه يحتمل تلويث المسجد “......(الهداية: ۱/۱۹۳)

”وفی الهندية وصلاة الجنازة فی المسجد الذی تقام فيه الجماعة مكروهة ......ولاتكره بعذر المطر ونحوه “ ......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کفن کس رنگ کا ہونا چاہیے؟

مسئلہ نمبر(۱۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن کے لیے سفید کپڑا ہونا چاہیے یا کوئی اور رنگ کا کپڑا بھی استعمال کر سکتے ہیں، آج کل کسی پارٹی کا کوئی لیڈر فوت ہو جائے تو پارٹی کے پرچم کو اس کا کفن بنایا جاتا ہے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

کفن کے لیے سفید کپڑوں کے علاوہ اور رنگ کے کپڑے کا استعمال کرنا جائز ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے

لکھا ہے کہ جو کپڑا اور رنگ حالت حیات میں جائز ہے وہ کفن کے لیے بھی جائز ہے، اور جو رنگ اور کپڑا حالت حیات میں ناجائز ہے وہ کفن کے لیے بھی ناجائز ہے۔

البتہ کفن کے لیے سفید کپڑے کا استعمال کرنا مستحب ہے، آپ ﷺ کا کفن سفید تھا اور آپ ﷺ نے سفید رنگ کے کفن کی ترغیب بھی دی ہے، لہٰذا کسی پارٹی کی خاطر آپ ﷺ کی ہدایات کو ترک کرنا انتہائی غیر مناسب ہے۔

"فالافضل ان یکون التکفین بالثیاب البیض لماروی عن جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال احب الثیاب الی اللہ تعالیٰ البیض فلیلبسھا احیائکم وکفنوا فیھاموتاکم وقال النبی ﷺ حسنوا اکفان الموتی فانہ یتزاورون فیمابینھم ویتفاخرون بحسن اکفانھم ،وقال علیہ السلام اذاولی احدکم اخاہ میتا فلیحسن کفنہ والبرود والکتان والقصب کل ذلک حسن والخلق اذاغسل والجدید سواء لماروی عن ابی بکر رضی اللہ عنہ انہ قال اغسلوا ثوبی ھذین وکفنونی فیھما فانھما للمھل والصدید وان الحی احوج الی الجدیدمن المیت والحاصل ان مایجوز لکل جنس ان یلبسہ فی حیاتہ یجوزان یکفن فیہ بعدموتہ حتی یکرہ ان یکفن الرجل فی الحریر والمعصفر والمزعفر ولایکرہ للنساء ذالک اعتبارا باللباس فی حال الحیوۃ"......(بدائع الصنائع: ۲/۳۹)

"واحب الاکفان الثیاب البیض ھکذافی النھایۃ ......وکل مایباح للرجال لبسہ فی حال الحیوۃ یباح تکفینہ بعدالوفاۃ ومالایباح لہ لبسہ حال الحیوۃ لایباح تکفینہ بعدالوفاۃ کذافی شرح الطحاوی "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۶۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو بچہ ماں کے پیٹ میں مرجائے اس کے کفن اور غسل کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی بچہ ماں کے پیٹ سے مردہ ہی پیدا ہو تو اس کا نام رکھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس کو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟ اور اس کو مسنون کفن دیا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ایسا بچہ جو ماں کے پیٹ سے ہی مردہ پیدا ہوا تو اس کا نام بھی رکھا جائے گا، اس کو غسل بھی دیا جائے گا، لیکن مسنون کفن نہیں دیا جائے گا، بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفنا دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

”والایستهل غسل وسمی عندالثانی وهوالاصح فیفتی به علی خلاف ظاهرالروایة اکراما لبنی آدم کمافی ملتقی البحار وفی النهر عن الظهیریة واذااستبان بعض خلقه غسل وحشر هوالمختار وادرج فی خرقة ودفن ولم یصل علیه“......(الدرعلی الشامی : ۱/۶۵۵)

”لکن قال فی الشرنبلالیة یمکن التوفیق بان من نفی غسله اراد الغسل المراعی فیه وجه السنة ومن اثبته ارادالغسل فی الجملة کصب الماء علیه من غیر وضوء وترتیب لفعله کغسله ابتداء بسدروحرض اه قلت ویؤیده قولهم ویلف فی خرقة حیث لم یراعوا فی تکفینه السنة فکذاغسله“ ......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۵۵)

”وان لم یستهل ادرج فی خرقة کرامة لبنی آدم ولم یصل علیه لماروینا ویغسل فی غیرالظاهرمن الروایة لانه نفس من وجه وهوالمختار ،قوله لمارویناولولم یثبت کفی فی نفیه کونه نفسا من وجه جزء من الحی من وجه فصلی الاول یغسل ویصلی علیه وعلی الثانی لا ولافأ عملناالشبهین فقلنا یغسل عملا بالاول ولایصلی علیه عملابالثانی ورجحنا خلاف ظاهر الروایة واختلفوا فی الغسل السقط الذی لم یتم خلقة اعضائه والمختار انه یغسل ویلف فی خرقة“......(فتح القدیر : ۲/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر

دعا کرنا کیسا ہے؟ اور یہ بھی لوگوں میں رواج ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد واپس آتے ہوئے چالیس قدم کے قریب چل کر پھر رک جاتے ہیں اور اجتماعی دعا کرتے ہیں، اس کے متعلق بھی شرعی حکم واضح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کو دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز بلکہ مستحب ہے اور دفنانے کے چالیس قدم چلنے کے بعد اجتماعی دعا کو مسنون یا مستحب سمجھنے کا کوئی جزئیہ نظر سے نہیں گزرا۔

"ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعة عندالقبر بعدالفراغ بقدرماینحر جزور ویقسم لحمها یتلون القرآن ویدعون للمیت فان فی سنن ابی داؤد کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علی قبره وقال استغفروا الله لاخیکم واسألوا الله "......(الجوهرة النیرة : ۱/۱۳۲)

"ویستحب حثیة من قبل رأسه ثلاثا وجلوس ساعة بعددفنه لدعاء وقراءة بقدرماینحر الجزور ویفرق لحمه " ......(درمختار:۱/۱۲۵)

"وفی حدیث ابن مسعود رأیت رسول الله ﷺ فی قبرعبدالله ذی النجادین الحدیث وفیه فلمافرغ من دفنه استقبل القبلة رافعایدیه ،اخرجه ابوعوانه فی صحیحه "......(فتح الباری : ۱۱/۱۷۳)

"وفی حدیث مسلم جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات " ......(صحیح مسلم :۱/۳۱۳)

اسی حدیث کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع الیدین فیه وفیه ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور "......(النووی علی المسلم : ۱/۳۱۳)

"بل اذافرغ ورجع الناس لکن فلیتفرقوا ویشغل الناس بامورهم وصاحب البیت بامره"......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جنازہ لاہور میں پڑھ کر آبائی گاؤں میں دفنانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۱۹۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میت کا جنازہ لاہور میں پڑھا گیا ہے اور پھر اس کو اپنے آبائی وطن لے جایا گیا جہاں اس کے اور رشتہ دار بھی رہتے ہیں، تو کیا وہاں آبائی گاؤں میں اس پر دوبارہ جنازہ پڑھا جاسکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

نماز جنازہ کا تکرار مشروع ہے (الافی صورۃ خاصۃ) بناء بریں جب ایک دفعہ نماز جنازہ اداء کرلی گئی ہو تو دوبارہ ولی کے بغیر کسی کے لیے اس کا اعادہ درست نہیں ہے۔

"ولایصلی علی میت الامرۃ واحدۃ والتنفل بصلاۃ الجنازۃ غیر مشروع کذافی الایضاح ولایعید الولی ان صلی الامام الاعظم اوالسلطان اوالوالی اوالقاضی اوامام الحی لان ہؤلاء اولی منہ وان کان غیر ہؤلاء لہ ان یعید کذافی الخلاصۃ وان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ ولوارادالسلطان ان یصلی علیہ فلہ ذلک لانہ مقدم علیہ "......(فتاویٰ الھندیۃ : ۱/۱۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا امانۃً دفن کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر (۱۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے قریب دریائے سندھ بہتا ہے جس میں گرمیوں کے موسم میں نعشیں آتی رہتی ہیں ہمارے لوگ انہیں پکڑ کر امانۃً دفن کردیتے ہیں، پھر اگر کوئی اس کا رشتہ دار وغیرہ مل جائے تو اسے اپنے علاقے میں منتقل کرتے ہیں ورنہ بدستور مدفون رہتے ہیں، اب وضاحت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایسی نعشوں (لاشوں) کی امانۃً تدفین صحیح ہے یا نہیں؟ نیز ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اگر پڑھنی ضروری ہے تو کس طرح پڑھیں؟

قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

امانۃً دفن کرنے کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے، جب میت کو دفن کر دیا تو اس کے بعد نکالنا اور دوسری جگہ میت کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر زمین کسی کی مملوکہ ہے اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا گیا ہو تو نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا ہوگا، اور اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ میت مسلمان ہے تو اس پر نماز جنازہ پڑھنی ہوگی، نیز کفر کی کوئی نشانی نہ ہو تب نماز پڑھی جائے گی، کیونکہ دارالاسلام میں زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ میت مسلمان ہے۔

"ولایخرج من القبر الاان تکون الارض مغصوبۃ ای بعد مااھیل التراب علیه لایجوز اخراجه لغیرضرورۃ للنھی الوارد عن نبشه وصرحوا بحرمته "......
(البحرالرائق: ۲/۳۴۱)

"ولایخرج من القبر یعنی لایخرج المیت من القبر بعدمااھیل علیه التراب للنھی الوارد عن نبشه "......(تبیین الحقائق: ۱/۲۴۶)

"ولایخرج منه بعداھالۃ التراب شامل لمالودفن فی غیربلدہ حتی لوحضرت امه لنقله لایسعھا ذلک وتجویز بعض شواذالمتاخرین ذلک لایلتفت الیه "
......(حاشیۃ الطحطاوی مع الدر: ۱/۳۸۲)

"واما بعد الدفن فلایجوز اخراجه حتی قالوا لوان امرأۃ مات ولدھا ودفن ببلدغیربلدھا وھی لاتصبر وارادت نبشه ونقله الی بلدھا لایباح لھاذلک "
......(حلبی کبیری: ۵۴۳)

"ولودفن بثوب اودرھم للغیر اوفی ارض مغصوبۃ اواخذت بشفعۃ یخرج منه لانھا حق العبد وان وقع فی القبر متاع فعلم به بعدما اھیل التراب نبش ایضا واخرج ولایجوز نبش القبرلغیرذلک "......(حلبی کبیری: ۵۲۱)

"واتفقت کلمۃ المشایخ فی امرأۃ دفن ابنھا وھی غائبۃ فی غیر بلدھا فلم تصبر وارادت نقله انه لایسعھا ذلک فتجویز شواذبعض المتاخرین لایلتفت الیه "......(فتح القدیر: ۲/۱۰۱)

"واشاربکون الارض مغصوبۃ الی ان یجوز نبشه لحق الآدمی کمااذاسقط فیھامتاعه اوکفن بثوب مغصوب اودفن فی ملک الغیر اودفن معه مال احیاء

لحق المحتاج قداباح النبی ﷺ نبش قبرابی رعال لعصا من ذهب معه...... ودخل فيه مااذااخذها الشفيع فانه ينبش ايضالحقه "......(البحر الرائق : ۲/۳۴۱)

"ولايباح نبشه بعدالدفن اصلاالالماتقدم من سقوط ماله فيه او كون الارض فی حق الغير "......(حلبی کبیری : ۵۲۳)

"اذادفن الميت فی ارض غيره بغيراذن مالكها فالمالک بالخيار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوی الارض وزرع فيها "......(فتاوی الهندية: ۱/۱۶۷)

"واذاوجدالميت لايدری امسلم هوام كافر فان كان فی قرية من قری اهل الاسلام فالظاهر انه مسلم فيغسل ويصلی عليه وان كان فی قرية من قری اهل الشرک فالظاهر انه منهم فلايصلی عليه الاان يكون عليه سيماالمسلمين فحينئذ يغسل ويصلی عليه وسيماالمسلمين الختان والخضاب ولبس السواد وماتعذر الوقوف علی حقيقة يعتبر فيه العلامة والسيماقال الله تعالی (يعرف المجرمون بسيماهم)(الرحمن: ۴۱) وقال ولواراد ا الخروج لاعدواله عدة (التوبة) "......(المبسوط للسرخسی: ۲/۸۴)

"لولم يدر امسلم ام كافر ولاعلامة فان فی دارنا غسل وصلی عليه والالا قوله ولاعلامة الخ نص علی ماهوالمعتمد من الخلاف ان العبرة للمكان عندفقد العلامة واما اذاكان به علامة فيعمل بهااتفاقا وانمااعتبر المكان عندفقدها لان دلالة المكان تحصل بها غلبة الظن بكونه مسلما"......(حاشية الطحطاوی مع الدر :۱/۳۶۸)

"لولم يدر امسلم ام كافر ولاعلامة فان فی درانا غسل وصلی عليه والالا قوله فان فی دارنا الخ افاد بذكرالتفصيل فی المكان بعدانتفاء العلامة ان العلامة مقدمة وعند فقدها يعتبر المكان فی الصحيح لانه يحصل به غلبة الظن كمافی النهر عن البدائع وفيها ان علامة المسلمين اربعة الختان

والخضاب ولبس السواد وحلق العانة اه قلت فی زماننا لبس السواد لم یبق علامة للمسلمین "......(درمع الرد : ۱/۶۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی کی وفات پر مارکیٹ کو زبردستی بند کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۵): محترم حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسئلہ از روئے اسلام شرع وضاحت فرمادیں۔

یہاں ہمارے بازار میں رسومات پڑی ہوئی ہیں کہ اگر کوئی بازار کا دکاندار مرجائے تو اس کی وجہ سے مارکیٹ کے لوگ دکانیں بند کروادیتے ہیں، اس سلسلہ کی وضاحت چاہتا ہوں کہ اسلام میں اس کا کوئی تصور ہے؟ یا دین اسلام میں مرنے والے کے لیے بازار بند کرنے کی اجازت ہے؟ مکمل وضاحت فرمادیں، اور کیا یہ رسومات ہندوؤں اور عیسائیوں کی ہیں؟ اس کی وضاحت فرمادیں، میں آپ کا شکرگزار رہوں گا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

از روئے شرع کسی کی موت پر تین دن تک اظہار سوگ کی اجازت ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے، اور یہ حکم بھی ان لوگوں کے لیے جو حقیقۃً غمزدہ ہوں اس لیے صورت مسئولہ میں اگر تو دکانیں جنازہ میں شرکت ہمدردی اور تعاون کی نیت سے بند کرتے ہیں تو یہ باعث ثواب ہے کیونکہ ایک مسلمان کا حق یہ بھی ہے کہ اس کے جنازہ میں شریک ہوجائے، اور جنازہ کے بعد حسب معمول اپنے کاروبار کو جاری رکھے، البتہ اگر تین دن کے بعد اس لیے بند کرتے ہیں کہ غم میں شریک ہوکر سوگ منایا جائے یا جنازہ کے بعد بھی دکانیں جبراً بند کراتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

"لابأس بتعزية اهل الميت من المسلمين وترغيبهم فی الصبر والرضاء بقضاء الله تعالیٰ لينالوا اجر الصابرين والدعاء بالرحمة والمغفرة للميت "

......(الفتاوی السراجية: ۱۳۶)

"والتعزية للمصاب سنة للحديث من عزی مصابا فله مثل اجره "

......(البحر الرائق : ۲/۳۳۷)

"قوله وبالجلوس لها ......الجلوس فی المصيبة ثلاثة ايام للرجال جاء ت الرخصة فيه ولاتجلس النساء قطعا "......(ردالمحتار : ۱/۶۶۴)

”عن زینب بنت ابی سلمة ......قالت زینب دخلت علی ام حبیبة زوج النبی ﷺ حین توفی ابوها ابوسفیان بن حرب فدعت ام حبیبة بطیب فیه صفرة خلوق اوغیره فدهنت منه جاریة ثم مست بعارضیها ثم قالت واللہ مالی بالطیب من حاجة غیرانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لایحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحدعلی میت فوق ثلاث لیال الاعلی زوج اربعة اشهر وعشرا “......(صحیح البخاری : ۲/۸۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

میت کودفنانے کے بعدقبرپراذان کہنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۶): محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته!

(۱) جناب عالی گزارش ہے کہ ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے کہ میت کودفنانے کے بعدقبرکے اوپرکھڑے ہوکراذان پڑھنا جائز ہے؟ اگرجائز ہے تو قرآن وحدیث کے حوالہ سے تحریرفرمادیں۔

(۲) اورکیاشیطان قبرکے اندرجاکرمردے کے ایمان کوکوئی نقصان پہنچاسکتاہے؟

آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

میت کودفنانے کے بعدقبرپرکھڑے ہوکراذان کہنابدعت ہے،اس سے اجتناب کریں۔

”تنبیه وفی الاقتصار علی ماذکر من الوارد اشارة الی انه لایسن الاذان عندادخال المیت فی قبره کماهوالمعتاد الآن وقدصرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاسا علی ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتداءه فلم یصب “......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۳۵)

(۲) شیطان زندگی تک ہی انسان کے ایمان کونقصان پہنچاسکتاہے،مرنے کے بعدشیطان انسان کے ایمان کو نقصان نہیں پہنچاسکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قبر کے پاس دعا کرتے وقت رخ کس طرف ہونا چاہیے؟

مسئلہ نمبر(۱۹۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قبرستان میں قبر کے پاس کھڑے ہوکر دعا مانگی جاسکتی ہے؟ نیز دعا مانگنے والا کس طرف رخ کر کے کھڑا ہو، شریعت مطہرہ کی روشنی میں صحیح وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ قبرستان میں جا کر میت کے چہرہ کے مقابل کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے کیونکہ یہی عامۃ المسلمین کا طرز عمل ہے، البتہ قبروں کا بوس وکنار کرنا شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ تشبہ بالنصاری لازم آتا ہے جو کہ منع ہے۔

”عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبور بالمدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواہ الترمذی ای علی اھل القبور وفیہ دلالۃ علی ان المستحب فی حال السلام علی المیت ان یکون وجھہ لوجہ المیت وان یستمر کذلک فی الدعاء ایضا وعلیہ عمل عامۃ المسلمین خلافا لماقالہ ابن حجر من ان السنۃ عندنا انہ حالۃ الدعاء یستقبل القبلۃ کماعلم من احادیث اخر فی مطلق الدعاء اہ وفیہ ان کثیر من مواضع الدعاء ماوقع استقبالہ ﷺ للقبلۃ منھامانحن فیہ ومنھاحالۃ الطواف والسعی ودخول المسجد وخروجہ وحال الاکل والشرب وعیادۃ المریض وامثال ذلک فیتعین ان یقتصر الاستقبال وعدمہ علی المورد ان وجدوا لاخیر المجالس مااستقبال القبلۃ کماورد بہ الخبر واماما فعلہ بعض السلف بعدالزیارۃ النبویۃ من استقبال القبلۃ للادعیۃ فھوامرزائد لامسطور فیہ للائمۃ بوجھہ قال المظھر واعلم ان زیارۃ المیت کزیارتہ فی حال حیوتہ یستقبلہ بوجھہ فان کان فی الحیاۃ اذازارہ یجلس منہ علی البعد لکونہ عظیم القدرفکذلک فی زیارتہ یقف اویجلس علی البعد منہ وان کان یجلس منہ علی القرب فی حیاتہ کذلک یجلس بقربہ اذازارہ اہ

واذازارہ یقرء فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد ثلاث مرات ثم یدعوا لہ ولایمسحہ ولایقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاری"......(مرقاۃ المفاتیح : ۲۱۸، ۲۱۹/۴)

"قولھا جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات فیہ استحباب اطالۃ الدعاء وتکریرہ ورفع الیدین فیہ وفیہ ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور "......(صحیح مسلم مع شرح النووی :۳۱۳/۱)

واضح رہے کہ ہمارے بعض اکابر نے جو قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو منع فرمایا تھا ان میں سے بعض حضرات نے مذکورہ حدیث کو زیر نظر آنے کے بعد رجوع کر لیا ہے اور دیگر بعض حضرات کو یا تو یہ حدیث منظور نظر نہیں تھی یا ان حضرات کے سد باب کے لیے فرمایا ہے جو اصحاب القبور سے مانگتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دفن کے بعد سورۃ البقرۃ کی ابتدائی اور اختتامی آیات پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو دفن کرنے کے بعد میت کی قبر پر کھڑے ہو کر جو سورۃ البقرۃ کی شروع اور اخیر والی آیات پڑھی جاتی ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا نابالغ میت کی قبر پر بھی پڑھی جائیں گی یا کہ نہیں؟ جب کہ نابالغ معصوم ہوتے ہیں، برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جس طرح بالغ میت کی قبر پر دفن کے بعد سورۃ البقرۃ کی شروع اور اخیر والی آیات پڑھی جاتی ہیں، اسی طرح نابالغ میت کی قبر پر بھی پڑھنی چاہئیں، اس کی بنیاد متکلمین اور فقہاء کا قبر میں بچوں سے سوال وجواب کے ہونے نہ ہونے پر ہے بعض متکلمین اور فقہاء قبر میں بچوں سے سوال وجواب کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا یہ حضرات ان آیات کے پڑھنے کے بھی قائل نہیں، اور بعض متکلمین اور فقہاء قبر پر ان آیات کے پڑھنے کے قائل ہیں لہذا ان کے نزدیک بچوں کی قبر پر بھی ان آیات کا پڑھنا چاہیئے، اور احتیاطاً فتویٰ اسی دوسرے قول پر ہے۔

”سوال منکر ونکیر وهماملکان یدخلان القبر فیسألان العبد عن ربه وعن دینه وعن نبیه قال السید ابوشجاع ان للصبیان سوالا وفی حاشیته قوله للصبیان الخ قبل ینبغی ان یکون هذا مخصوصا بصبیان المشرکین فان صبیان المؤمنین مغفورون وفیه انه منقوض بسوال المطیعین المغفورین“ ......(شرح العقائد،مطبوعه المیزان: ۱۰۰ حاشیة نمبر:۱)

”واستثنی من عموم سوال القبر الانبیاء علیهم السلام والاطفال والشهداء ففی صحیح مسلم انه علیه الصلوة والسلام سئل عن ذلک ؟فقال کفی بارقة السیوف شاهدا ففی الکفایة انه لاسؤال للانبیاء علیهم السلام وقال السیدابوشجاع علماء الحنفیة ان للصبیان سؤالا وکذاللانبیاء عندالبعض وقال بعضهم صبیان المسلمین مغفورلهم قطعا والسؤال لحکمة لم یطلع علیها“......(الفقه الاکبر : ۱۰۰)

”قوله وجلوس الخ لمافی سنن ابی داؤد وکان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علی قبره وقال استغفروا لاخیکم واسألوا الله له التثبیت فانه الآن یسئل وکان ابن عمریستحب ان یقرء علی القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمتها وروی ان عمروبن العاص قال وهوفی سیاق الموت اذاأنامت فلاتصبحنی نائحة ولانار فاذادفنتمونی فشنوا علی التراب شناثم اقیموا حول قبری قدرماینحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ماذاراجع رسل ربی جوهرة“......(فتاویٰ شامی: ۱/۶۶۱)

”عن عثمان قال کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسئل...... وفی سنن البیهقی ان ابن عمر استحب ان یقرء علی القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمها قاله الطیبی وفی روایة یقرأ اول البقرة عندرأس المیت وخاتمتها عندرجله رواه ابوداؤد“......(مرقاة المفاتیح :۱/۳۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا شیعہ کے جنازہ میں شریک ہونے سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح ضروری ہے؟

مسئلہ نمبر(۱۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں ننھے جاگیر ضلع قصور میں علماء نے شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے کے بارے میں تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا ہے، ازراہِ کرم اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کیا واقعی شیعوں کے جنازے میں شرکت کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور تجدید ایمان کی بھی ضرورت ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر شیعت کے وہ عقائد جن سے کفر لازم آتا ہے (مثلاً قذفِ عائشہؓ، انکار صحبتِ صدیقؓ اور تحریف قرآن وغیرہ) کا علم ہونے کے باوجود جائز سمجھ کر جنازہ پڑھا تو پڑھنے والے پر تجدید ایمان ونکاح دونوں ضروری ہیں۔

"فنقول لايصلى على الكافر ......لان الصلوة على الميت دعاء واستغفار له والاستغفار للكافر حرام" ......(المحيط البرهاني : ۳/۸۲)

"وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته وفي الشامي قوله وشرطها اى شرط صحتها "......(الدرمع الشامي : ۱/۶۴۰)

" ومنهااستحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر"......(شرح فقه الاكبر: ۱۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر امام بھول کر پانچویں تکبیر کہہ دے تو مقتدی کیا کرے؟

مسئلہ نمبر(۲۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام نے بھول کر پانچویں تکبیر کہہ دی اور مقتدیوں نے بھی پیچھے تکبیر کہہ دی اس کے بعد سلام پھیرا، آیا یہ جنازہ ہوا یا نہیں ہوا؟ کیا جنازہ دوبارہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

بشرط صحت سوال مذکورہ صورت میں نماز جنازہ درست ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

"ولو کبر الامام خمسا فالمقتدی لایتابع ثم ماذایصنع فی روایة عن ابی حنیفة یمکث حتی یسلم معہ وھو الاصح ھکذافی محیط السرخسی اہ"
......(فتاوی الھندیة : ۱/۱۶۴)

"ولو کبر امامہ خمسالم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذاسلم بہ یفتی اہ"......(الدرعلی الشامی : ۱/۶۴۵)

"الحنفیة قالوا اذازاد الامام عن اربع فالمقتدی لایتابعہ فی الزیادة بل ینتظر حتی یسلم معہ وصحت صلاة الجمیع"......(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة :۱/۴۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت صرف ایک ہی دفعہ کافی ہے:

مسئلہ نمبر(۲۰۱): کیا فرماتے ہیں ہمارے مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہمارے علاقہ میں جب کوئی فوت ہوجائے تو اس کے لیے تعزیت کا ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، باہر سے آنے والا شخص فوت ہونے والے آدمی کی برادری کے ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ نام لے کر ایک ایک سے دعا کرواتا ہے، مثلاً پہلے ایک سے کہے گا کہ ملاں بھائی دعا کرو، اس طرح دوسرے کو تیسرے کو اور دعا کرو یہاں کہا ہے ''راہ حق نال'' جواب میں دوسرا آدمی جس کا رشتہ دار فوت ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ ''حق ہویائے'' جواباً پھر دعائیہ کلمات اپنی زبان کے مطابق کہے جاتے ہیں اس طرح یہ طریقہ تین دن تک اور کبھی کبھار مہینوں تک چلتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے یعنی جائز ہے، واجب ہے، سنت ہے، یا مستحب یا بدعت؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

پسماندگان میں سے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ تعزیت کرنا یہ ضروری نہیں، تعزیت میں یوں کہنا چاہیئے ، اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی میت کی مغفرت فرمائے ، اور پسماندگان کو صبر کی تلقین کی جائے، تعزیت ایک دفعہ ہی کافی ہے۔

"وتكره التعزية ثانيا وعند القبر وعند باب الدار ويقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك"......(درمختار علی ردالمحتار: ۱/۲۶۵)

"قوله بتعزية اهله اى تصبيرهم والدعاء لهم به"......(فتاویٰ شامی: ۱/۲۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر لاش گل سڑ جائے یا پھٹ جائے تو نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص نشہ کی حالت میں مرجائے اور لاش کئی دن بعد ملے لاش گل سڑ جائے، جسم میں کیڑے پڑ جائیں یا جسم پھول کر پھٹ جائے یا پھیل جائے، ایسی مذکورہ لاش کو غسل بھی نہیں دیا جاسکتا تو کیا میت مذکورہ کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر ہاتھ لگانے سے لاش کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہادینا کافی ہے کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے لہٰذا پانی بہانے کے بعد کفن پہنایا جائے اور پھر نماز پڑھی جائے۔

"ولو كان الميت متفسخا يتعذر مسحه كفى صب الماء عليه كذافى التتارخانية"......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بغیر کسی عذر کے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۳): محترم جناب مفتی صاحب

اس مسئلہ کے بارے میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں

ہمارے محلہ میں ایک بہت بڑی مسجد ہے جس کے سامنے بڑے بڑے پارک بھی ہیں لیکن ہماری مسجد کے امام صاحب اس میں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں، جب کہ کوئی بہانہ یا عذر بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا معلوم نہیں ہوتا، کیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں ہے؟

قرآن وحدیث کے حوالوں سے جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بناء بر قول راجح مطلقاً مکروہ تحریمی ہے چاہے میت مسجد کے اندر ہو یا باہر ہو، نمازی بعض مسجد میں ہوں یا باہر ہوں، نیز حدیث شریف ہے۔

"من صلی علی میت فی المسجد فلاصلاۃ له "......(سنن ابی داؤد: ۱/۱۰۱)

"فی الدرمع الشامیة وکرهت تحریما وقیل تنزیها وفی الشامیةقوله وقیل تنزیها...... فرجح القول الاول لاطلاق المنع قال الحصکفی فی مسجد جماعة هوای المیت فیه وحده اومع القوم واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده اومع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقا وفی الشامیة قوله مطلقا ای فی جمیع الصور المتقدمة کمافی الفتح عن الخلاصة وفی مختارات النوازل سواء کان المیت فیه اوخارجه هوظاهرالروایة "......

(فتاویٰ شامی : ۱/۶۵۲،۶۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اپنے آپ کو آگ لگانے کے پانچ دن بعد وفات پانے والے کی نماز جنازہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جس کی عمر تقریباً ۲۱ سال ہے بعض نامعلوم وجوہات کی بناء پر اس نے اپنے آپ کو آگ لگائی اور تقریباً پانچ دن تک زندہ رہا اور بعدازاں وفات پا گیا، دوران علالت اس نے اپنے جرم پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے خوب توبہ کی اور ٹھیک حالت نزع کے وقت اس نے کلمہ طیبہ کا ورد بھی کیا، مقامی علماء نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا بہر حال اس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

برائے مہربانی تحریری طور پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ آیا ایسے شخص کی نماز جنازہ ہوجاتی ہے یا کہ نہیں؟ اور جب ایسے شخص کو حالت نزع میں کلمہ طیبہ نصیب ہوجائے تو پھر کیا حکم ہے؟

نیز جن لوگوں نے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال جب یہ شخص حادثہ کے پانچ دن بعد تک زندہ رہا اور توبہ وغیرہ بھی نصیب ہوگئی تو اس پر نماز پڑھنا عام مسلمانوں کی طرح ہی فرض کفایہ ہے، بنابریں جن علماء نے نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے وہ درست نہیں ہے، اگر یہ حادثہ میں ہی فوراً بغیر توبہ کے مرجاتا جب بھی مفتی بہ قول کے مطابق اس پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔

"من قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى وان كان اعظم وزرا من قاتل غيره"......(درمختار علی هامش الرد: ۱/۶۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے نیچے قبر میں مصلے اور روئی بچھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک رسم یہ چلی ہے کہ بعض لوگ میت کو دفن کرتے وقت اس کے نیچے مصلے، روئی، کپڑا وغیرہ بچھاتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ ایسا کرنے سے بدعت گناہ کا کام شریعت کے خلاف تو نہیں ہوگا؟

(۲) میں نے ضرب مؤمن کے ایک شمارے میں پڑھا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد انفرادی طور پر دعا مانگنا جائز ہے، اجتماعی دعا درست نہیں ہے، لیکن ہم نے تو ہر جگہ اجتماعی دعا مانگتے ہوئے دیکھا ہے، اور خود بھی ایسا ہی کرتے ہیں، ہماری راہنمائی فرمائیں کہ کیا کرنا چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

"ولا يجوز ان يوضع فيه مضربة (قوله ولا يجوز الخ) اى يكره ذلك قال فى الحلية ويكره ان يوضع تحت الميت فى القبر مضربة اومخدة اوحصيرا اونحو ذلك اه ولعله وجهه انه اتلاف مال بلاضرورة فالكراهة تحريمية ولذاعبر بلا يجوز "......(فتاوىٰ شامى: ۲/۴۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ چٹائی وغیرہ میت کے نیچے رکھنا مکروہ ہے۔

(۲) ضرب مؤمن میں جو مسئلہ لکھا گیا ہے احسن الفتاویٰ کے پرانے نسخہ سے لکھا گیا ہے، نئے نسخہ میں رجوع ثابت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علم کے باوجود قادیانی کی نماز جنازہ پڑھانا:

مسئلہ نمبر(۴۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب نے چند سال قبل ایک قادیانی کی نماز جنازہ علم ہونے کے باوجود پڑھائی تھی ،امام مسجد کے متعلق اور جنازہ پڑھنے والے مقتدیوں کے متعلق دین اسلام کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگرامام نے جائز سمجھ کر قادیانی کا جنازہ پڑھایا تھا اسی طرح اگر مقتدیوں نے بھی جائز سمجھ کر قادیانی کا جنازہ پڑھا تھا توسب اسلام سے خارج ہیں اور ان پرتجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے، اوراگر جائز سمجھ کر نہیں بلکہ محض سیاستاً یارسماً ناجائز سمجھتے ہوئے پڑھاہے تو پھر یہ سب لوگ کثرت سے توبہ واستغفار کریں۔

"سمعت بعضهم يقول اذالم يعرف الرجل ان محمدا ﷺ آخر الانبياء عليهم وعلى نبينا السلام فليس بمسلم كذافي اليتيمة "......(فتاوىٰ الهندية : ۲/۲۶۳)

"ماكان محمدابااحدمن رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين"......(سورة الاحزاب : ۴۰)

"والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان كان حرام لغيره كمال الغير لايكفر وان كان لعينه فان كان دليله قطعيا كفروالافلاوقيل التفصيل في العالم اماالجاهل فلايفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وانماالفرق في حقه انماكان قطعيا كفربه والافلا فيكفر اذاقال الخمرليس بحرام "

......(البحر الرائق: ۵/۲۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسجد میں نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۰۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نماز جنازہ ہوسکتا ہے؟ کیا مسجد میں کسی چھوٹے بچے کا جنازہ ہوسکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ صورت میں مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے البتہ عذر کی وجہ سے پڑھ سکتے ہیں جیسے بارش وغیرہ یاد رہے کہ بالغ اور نابالغ چھوٹے بچوں کے جنازہ کا ایک ہی حکم ہے۔

"وصلاۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعۃ مکروھۃ سواء کان المیت والقوم فی المسجد او کان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد او المیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد ھو المختار کذا فی الخلاصۃ ولا تکرہ بعذر المطر ونحوہ ھکذا فی الکافی"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز جنازہ میں تکرار کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۰۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا یا پڑھانا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) جن لوگوں نے ایک میت پر ایک دفعہ نماز جنازہ پڑھ لی ہو اسی پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز جنازہ دوبارہ پڑھانا جائز نہیں ہے، البتہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو ولی کو دوبارہ پڑھنے کا حق ہے، اس صورت میں بھی جو لوگ پہلے نماز جنازہ پڑھ چکے ہوں تو ان کو ولی کے ساتھ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

"فان صلی غیرہ ای الولی لمن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع"......(درمع الرد: ۲/۲۵۱،۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مغالطہ میں قادیانی کا نماز جنازہ پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۰۹): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

درج ذیل سوال کا شرعی جواب مطلوب ہے۔

زید مرزائی اور قادیانیوں کو قطعی طور پر کافر سمجھتا ہے، ہوایوں کہ چند لوگوں نے ایک میت کے متعلق زید سے کہا کہ اس کا نماز جنازہ پڑھاوے، زید کو اس میت کے مسلمان ہونے کے حوالے سے تردد تھا، چونکہ پہلے یہ شخص بطور قادیانی مشہور تھا اسی وجہ سے زید نے مذکورہ شخص کا جنازہ پڑھانے سے انکار کردیا، مگر کچھ لوگوں نے (جس میں بعض مسلمان تھے اور بعض قادیانی) یقین دلایا کہ نہیں یہ مسلمان ہی تھا، بلکہ حج وعمرہ بھی ادا کر چکا ہے (اور عام علاقے میں شہرت یہ ہے کہ حج وعمرہ کے بعد دوبارہ یہ شخص قادیانی ہوگیا تھا) اس پر زید نے ورثاء سے پوچھا اگر یہ مسلمان ہوگیا تھا تو پھر قادیانی عبادت گاہ میں کیونکر موت واقع ہوئی ہے؟ (اس سے مراد 28.05.2010 کو ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہونے والا واقعہ ہے) اس سوال پر میت کے ماموں زاد بھائی جو کہ مسلمان ہے نے اس بات کی تردید کی کہ شخص مذکور کی موت عبادت گاہ قادیانی میں ہوئی، بلکہ کہا کہ یہ بینک سے رقم نکلوانے گیا تھا اور راستہ میں فائرنگ سے ہلاک ہوا ہے، بعدازیں زید نے اس شخص مذکور کا جنازہ پڑھادیا، کچھ دیر بعد کچھ لوگ مزید آئے اور انہوں نے دوبارہ جنازہ پڑھادیا مگر قادیانیوں کے طریقے کے مطابق؟ جب زید نے یہ ماجرا دیکھا تو ورثاء سے کہا کہ یہ جنازہ دوبارہ کیوں پڑھایا گیا اور وہ بھی قادیانیوں کے طریقہ کے مطابق؟ جواب میں ورثاء نے کہا کہ چند رشتہ دار جنازے سے رہ گئے تھے اور وہ ہیں بھی قادیانی، بس رشتہ داری کی وجہ سے جنازے کی اجازت دی گئی ہے، اب آپ حضرات اہل علم کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) زید باوجودیکہ قادیانیوں کو قطعی طور پر کافر سمجھتا ہے محض مغالطہ میں آجانے کی وجہ سے قادیانی کا جنازہ پڑھا چکا ہے اس شخص کے ساتھ عام مسلمانوں کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟

(۲) زید کے نکاح اور اسلام پر کوئی اثر ہوا ہے یا نہیں؟

(۳) زید اپنے اس عمل پر نادم ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور معافی کی کیا صورت ہے؟

(۴) وہ مسلمان جنہوں نے اس جنازہ میں شرکت کی ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) وہ مسلمان جو جنازے میں شریک تو نہ تھے مگر ویسے قادیانیوں کے ساتھ تعلقات رکھے ہوئے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱،۲،۳،۴) اگر واقعی زید قادیانیوں کو کافر سمجھتا ہے اور ان کی نماز جنازہ جائز نہیں سمجھتا صرف لوگوں کے مغالطے میں آ کر یہ سمجھا کہ یہ شخص مسلمان ہو چکا ہے اس لیے اسے مسلمان سمجھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو اس سے زید کے ایمان، اسلام اور نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لوگوں کو اس کے ساتھ ایک عام مسلمان جیسا رویہ برتنا چاہیے، البتہ زید کو اپنی غلطی پر استغفار کرنا چاہیے۔

اور عام مسلمان جو جنازے میں شریک ہوئے وہ بھی اگر قادیانیوں کو کافر اور ان کی نماز جنازہ کو ناجائز سمجھتے ہیں تو ان کا ایمان تو ضائع نہیں ہوا بہرحال توبہ واستغفار ضروری ہے، اور اگر ان میں سے کوئی بھی قادیانیوں کو مسلمان سمجھ کر یا ان کی نماز جنازہ کو جائز سمجھ کر شریک ہوا تو ایسا شخص دائرہ ایمان سے خارج ہو جائے گا اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہوگا۔

(۵) قادیانیوں سے ایسے تعلقات رکھنا جس سے ان کی ایک عام مسلمان جیسی تعظیم وتکریم ظاہر ہو اور یہ تعلقات دلی طور پر ان کی طرف میلان اور دوستی کو ظاہر کریں، جس کو اصطلاح میں موالاۃ کہا جاتا ہے بالکل ناجائز اور حرام ہیں، جو لوگ ایسا تعلق رکھے ہوئے ہیں وہ حرام کے مرتکب ہیں، ان کو فوراً توبہ کرنی چاہیے۔

”والاصل ان من اعتقدالحرام حلالا فان کان حراما لغیرہ کمال الغیر لایکفر وان کان لعینہ فان کان دلیلہ قطعیا کفر“......(البحرالرائق: ۵/۲۰۶)

”من استحل ماحرمہ اللہ علی وجہ الظن لایکفر وانمایکفر اذااعتقدالحرام حلالا“......(ردالمحتار: ۳/۱۶۸)

”ولاینجو من الکفر الامن اکفر ذلک الملحد بلاتلعثم وترددلوجوہ الاول ان ذلک الملحد ادعاہ النبوۃ بل الرسالۃ نعم وتشریعا اکثر من نباح العواء فی کلامہ فانکارہ مکابرۃ فاضحۃ لایلتفت الیھاویکفر من لم یکفرہ“......

(اکفار الملحدین من مجموعۃ رسائل الکشمیری: ۳/۱۰)

”ولاتصل علی احدمنھم مات ابدا قال علماؤنا ھذانص فی الامتناع من الصلوۃ علی الکفار“......(تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۱)

”ماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ اعلم انہ تعالیٰ لمابین من اول ھذہ السورۃ الی ھذہ الموضع وجوب البراءۃ عن الکفار والمنافقین

من جمیع الوجوه بين فی هذه الآية انه تجب البراء ة عن امواتهم وان كانوا فی غاية القرب من الانسان كالاب والام كماوجبت البراء ة عن احيائهم "
......(تفسیر کبیر : ۲/۱۵۷)

"ان مايكون كفر اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديدالنكاح وظاهره انه امراحتياط "......(فتاویٰ شامی: ۳/۳۱۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کے چہرے کودیکھنے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۰): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا چہرہ دیکھنااوردکھانا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

کفن ہٹا کر میت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"ولابأس بان يرفع سترالميت ليری وجهه وانمايكره ذلک بعدالدفن كذافی القنية "......(فتاویٰ الھندیة: ۵/۳۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاطہارت نماز جنازہ کے لیے شرط ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

نماز جنازہ کے لیے طہارت اسی طرح ضروری ہے جس طرح باقی نمازوں کے لیے (جس طرح باقی نمازیں طہارت کے بغیر نہیں ہوتیں اسی طرح نماز جنازہ بھی طہارت کے بغیر نہیں ہوتی) یا اس طرح ضروری نہیں ہے (نماز جنازہ طہارت کے بغیر ہوسکتی ہے) کیونکہ امام شعبی رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ نماز جنازہ بغیر طہارت کے جائز ہے کیونکہ نماز جنازہ یہ نماز کاملہ نہیں ہے بلکہ نماز ناقصہ ہے کیونکہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہیں، اور نماز جنازہ دعا ہے اور دعا بغیر وضو کے بھی درست ہے، نیز طہارت کا نماز جنازہ کے لیے شرط ہونا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے یا مجتہد فیہ ہے؟

دلائل کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز جنازہ کے لیے طہارت اسی طرح ضروری ہے جیسے بقیہ نمازوں کے لئے ضروری ہے، وقت کی شرط کے علاوہ نماز جنازہ کے لیے تمام وہ شرائط ضروری ہیں جو بقیہ نمازوں کے لیے ضروری ہیں، عبدالرحمٰن بن محمد رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب "کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة" میں لکھتے ہیں۔

"واما شروطها المتعلقة بالمصلی فهی شروط الصلوة من النية والطهارة واستقبال القبلة وستر العورة ونحو ذلک"......(کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة: ۱/۴۵۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت نماز جنازہ کے لیے ائمہ اربعہ کے نزدیک شرط ہے، ائمہ اربعہ میں سے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اگر ائمہ اربعہ میں سے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف ہوتا تو یہ اس کو ضرور نقل کرتے۔

فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں بھی طہارت نماز جنازہ کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"واماالشروط التی ترجع الی المصلی فهی شروط بقية الصلوات من الطهارة الحقيقة بدنا وثوبا ومكانا والحمكية وستر العورة والاستقبال والنية سوى الوقت"......(ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة: ۱/۲۳۰، رشیدیه)

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"واما شرائطها بالنظر الی المصلی فشرائط الصلوة الكاملة من الطهارة الحقيقة والحكمية واستقبال القبلة وستر العورة والنية"......(البحر الرائق، کتاب الجنائز، فصل السلطان احق بصلوته: ۲/۳۱۵)

علامہ کاسانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"واما ماتصح به فكل مايعتبر شرطالصحه سائر الصلوات من الطهارة الحقيقة والحكمية واستقبال القبلة وستر العورة والنية يعتبر شرطا لصحتها"......(بدائع الصنائع، کتاب الجنائز، ۲/۵۴)

اور فتاویٰ عالمگیری(باب الحادی والعشرون کتاب الجنائز ،الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت : ١/١٦٤) میں بھی یہی عبارت موجود ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''الام'' میں لکھتے ہیں۔

''ولا یصلی علی الجنازۃ فی مصر الا طاھرا ''......(الامّ، کتاب الجنائز،باب الصلوۃ علی المیت، ١/٢٦١)

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''المغنی لابن قدامۃ'' میں ہے۔

''فصل والواجب فی صلاۃ الجنازۃ النیۃ والتکبیرات والقیام..........ویشترط لھا شرائط المکتوبۃ الاالوقت الخ''......(المغنی لابن قدامۃ ،کتاب الجنائز : ٢/٣١١)

موطاامام مالک میں ہے۔

''مالک عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان یقول لایصلی الرجل علی الجنازۃ الاوھوطاھر،وفی حاشیتہ ،الا وھوطاھر من الحدث الاکبروالاصغر ونقل ابن عبدالبر الاتفاق علی اشتراط الطھارۃ فیھاالا عن الشعبی '' ......(مؤطاامام مالک ،کتاب الجنائز ،باب جامع الصلوۃ علی الجنائز، ١/٢١٢)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوگیا کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے نزدیک نماز جنازہ کے لیے طہارت شرط ہے اوراس پر اتفاق ہے،امام شعبیؒ کا قول اس کے خلاف ہے،امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری میں باب قائم کیا ہے ''باب سنۃ الصلوۃ علی الجنازۃ ''اس میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ عمل نقل کیا ہے

''وکان ابن عمر لا یصلی الاطاھرا''......(صحیح البخاری : ١/١٧٦)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ القاری '' میں اس کے تحت لکھا ہے کہ اس باب میں نماز جنازہ کا سنت طریقہ اوراس کی شرائط اور ارکان کو بیان کرنا مقصود ہے اور شرائط میں پہلی شرط یہ لکھی کہ بغیر طہارت کے نماز جنازہ درست نہیں، آگے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا عمل نقل کر کے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض امام شعبی رحمہ اللہ پہ رد کرنا ہے،اور بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے سلف اور خلف تمام فقہاء کا اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ طہارت نماز جنازہ کے لیے شرط ہے۔

عبارات ملاحظہ ہوں۔

”باب سنة الصلوة على الجنازة ،ای هذا باب فی بیان سنة الصلوة علی الجنازة والمراد من السنة ماشرعه النبی ﷺ فی صلاة الجنازة من الشرائط والارکان ومن الشرائط انها لاتجوز بغیر الطهارة “......(عمدة القاری : ۱۷۶/۸)

”ان عبدالله بن عمرؓ کان لایصلی علی الجنازة الابطهارة وقال ابن بطال کان غرض البخاری بهذا الرد علی الشعبی فانه اجاز الصلوة علی الجنازة بغیر طهارة قال لانه دعاء لیس فیها رکوع ولاسجود،قال والفقهاء مجمعون من السلف والخلف علی خلاف قوله انتهی وقال به ایضامحمدبن جریر الطبری والشیعة “......(عمدة القاری :۱۷۹/۸)

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے بھی ”الکنز المتواری “ امام شعبی رحمہ اللہ کے علاوہ طہارت کے شرط ہونے پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے،اورامام شعبی رحمہ اللہ اور جنہوں نے اس مسئلہ میں ان کی موافقت کی ہے ان کے مذہب کو مذہب شاذ کہا ہے،اورطہارت کے شرط ہونے پر اکثر کا اتفاق نقل کیا ہے،اوراس پر زبردست رد کیا ہے کہ نماز جنازہ صرف دعا کا نام نہیں ہے،بلکہ اس میں نماز کی دوسری تمام شرائط موجود ہیں،جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حکم وہی ہے جو نماز کا ہے،باقی رہی یہ بات کہ اس میں رکوع اور سجود نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے جہلاء کہیں یہ گمان نہ کرلیں کہ یہ میت کی عبادت کررہے ہیں۔

الکنز المتواری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

”وکان ابن عمرؓ لا یصلی الا طاهرا ای من الحدث الاکبر والاصغر ونقل ابن عبدالبر الاتفاق علی اشتراط الطهارة فیها الا عن الشعبی لانه دعاء واستغفار فیجوز بلاطهارة ووافقه ابراهیم ابن علیة وهو ممن یرغب عن کثیر من قوله ونقل غیره ان ابن جریر وافقهما وهومذهب شاذ قاله الزرقانی قال ابن رشد اتفق الاکثر علی ان من شرطها الطهارة کمااتفق جمیعهم علی ان من شرطها القبلة وشذ قوم فقالوا یجوز ان یصلی علی الجنازة بغیر طهارة وهو قول الشعبی وهؤلاء ظنوا ان اسم الصلوة لایتناول صلوة الجنازة وانما یتناولها اسم الدعاء اذ کان لیس فیها رکوع ولاسجود انتهیٰ وقدسمی رسول الله

ﷺ الصلاۃ علی الجنازۃ صلاۃ فی نحو قولہ "صلوا علی صاحبکم" وقولہ فی النجاشی "صلوا علیہ" قال ابن المرابط قدسماھا رسول اللہ ﷺ صلاۃ ولوکان الغرض الدعاء وحدہ مااخرجھم الی المصلی ولدعافی المسجد وامرھم بالدعاء معہ اوالتامین علی دعاءہ ولما صفھم خلفہ کمایصنع فی الصلوۃ المفروضۃ والمسنونۃ وکذا وقوفہ فی الصلوۃ وتکبرہ فی افتتاحھا وتسلیمہ فی التحلل منھا کل ذلک دال علی انھا علی الابدان لاعلی اللسان وحدہ وکذا امتناع الکلام فیھا وانما لم یکن فیھا رکوع ولاسجود ولئلایتوھم بعض الجھلۃ انھا عبادۃ للمیت فیضل بذلک انتھیٰ، قال ابن بطال کان غرض البخاری بھذا الرد علی الشعبی والفقھاء مجمعون فی السلف والخلف علیٰ خلاف قولہ "......(الکنز المتواری:۷/۲۱۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور سلف اور خلف کے درمیان متفق علیہ ہے مجتہد فیہ نہیں ہے، امام شعبی رحمہ اللہ اگر چہ بڑے محدث اور امام ہیں لیکن جمہور امت نے ان کے قول کو شاذ قرار دے کر قبول نہیں کیا ہے لہٰذا ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی وفات ہوگئی اس کو عام قبرستان میں دفن کردیا کچھ وارثین نے دفن کردیا جب کہ بعض وارثین کا ارادہ یہ تھا کہ اسے آبائی گاؤں میں دفنایا جائے، کیا اب اس کو اپنی قبر سے اٹھا کر آبائی گاؤں میں لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ وارثین سب اس کو واپس لے جانے پر متفق ہیں، اب اس کا شرعی حل بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں میت کو عام قبرستان سے نکال کرآبائی قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ تمام ورثاء راضی ہوں۔

”ولاباس بنقلہ قبل دفنہ الخ وقال الشامی تحتہ وامانقلہ بعددفنہ فلامطلقا“

......(فتاویٰ شامی :۲۶۳/۱)

”ولاینبغی اخراج المیت من القبر بعدمادفن “......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱۶۷/۱)

”وبعدمادفن لایسع اخراجہ بعدمدۃ طویلۃ اوقصیرۃ “......(فتاویٰ قاضی خان علی الھندیۃ: ۱۹۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثامن عشر فی متفرقات الصلوۃ﴾

عندالاحناف عبداللہ بن مسعودؓ والی قنوت افضل ہے:

مسئلہ نمبر(۴۱۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معارف الحدیث کی جلد سوم ص ۳۴۱ سے لے کر ۳۴۴ تک کتاب الصلوۃ میں وتروں میں دعائے قنوت کا ذکر ہے، حضرت حسن بن علیؓ سے روایت ہے "الھم اھدنی فیمن ھدیت الخ" آخر میں حضرت مولانا منظور صاحبؒ رقم طراز ہے کہ اکثر ائمہ اور علماء نے وتر میں پڑھنے کے لیے اسی قنوت کو اختیار فرمایا ہے، حنفیہ میں جو رائج ہے "اللھم انا نستعینک الخ" اس کا امام ابن ابی شیبہؒ اور امام طحاویؒ اور مغیرہ نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ نے بعض اکابر احناف سے روایت کیا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ "اللھم انا نستعینک" کے ساتھ حضرت حسن بن علیؓ والی قنوت بھی پڑھی جائے، سوال یہ ہے کہ اگر صرف حسن بن علیؓ والی قنوت کو وتروں میں پڑھا جائے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ اس قنوت کو میں نے بہت جلد یاد کرلیا اور وتر میں پڑھنے کو بہت جی بھی کرتا ہے اگر وتر میں صرف اس قنوت کو پڑھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں؟ کیا قنوت نازلہ اسی کو کہتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دونوں قنوت احادیث سے ثابت ہیں جیسا کہ مولانا مرحوم نے تصریح فرمائی ہے کہ احناف کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ والی قنوت افضل ہے اور دوسرے حضرات کے نزدیک سیدنا علیؓ والی قنوت افضل ہے اور دونوں کو جمع کرنا اور بھی زیادہ فضیلت کا باعث ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے لہٰذا دونوں کو جمع کرلیا کریں یا پھر حنفی ہونے کے حوالہ سے ابن مسعود والی قنوت ہی پڑھ لیا کریں، قنوت نازلہ اسی کو کہتے ہیں جو سیدنا علیؓ سے مروی ہے۔

"ثنا علی بن حکیم انبأ شریک عن مطر بن خلیفة عن حبیب بن ابی ثابت عن عبدالرحمن بن سوید الکاھلی قال کانی اسمع علیا رضی اللہ عنہ فی الفجر حین قنت وھو یقول اللھم انا نستعینک ونستغفرک "......(السنن الکبریٰ للبیھقی: ۲/۲۰۵)

"باب ماجاء فی القنوت فی الوتر حدثنا قتیبة ناابوالاحوص عن ابی اسحاق عن برید بن ابی مریم عن ابی الحوراء قال قال الحسن بن علی علمنی رسول اللہ

ﷺ کلمات اقولھن فی الوتر اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیمااعطیت وقنی شرماقضیت فانک تقضی ولایقضی علیک وانہ لایذل من والیت تبارکت ربناوتعالیت "......(الترمذی: ۱/۲۱۷)

"والقنوت قیل لیس فیه دعاء موقت ای معین ......والصحیح ان ذلک ای عدم التوقیت انماھوفیما عداالماثور لان الصحابة اتفقوا علیه ...... واحسنھا اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونستھدیک ونؤمن بک ونتوکل علیک ونثنی علیک الخیر کله نشکرک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجوا رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق ،وفی الاذکارعن عمر اللھم انانستعینک ونستغفرک ولانکفرک ونؤمن بک ونخلع من یفجرک اللھم ایاک نعبد الخ " ......(حلبی کبیری: ۳۶۱)

"ثم ان الدعاء المشھور عندابی حنیفة اللھم انانستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونتوکل علیه ونثنی علیک الخیر کله نشکرک ولانکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجوا رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفارملحق " ......(البحرالرائق: ۲/۴۳)

"ولیس فی القنوت دعاء موقت کذافی التبیین والاولی ان یقرأ اللھم انا نستعینک ویقرأ بعده اللھم اھدنا فیمن ھدیت "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۱۱)

"ثم ذکراختلاف الالفاظ الواردة فی اللھم انا نستعینک الخ ثم ذکر ان الاولی ان یضم الیه اللھم اھدنی الخ " ......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۹۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مصلے کے سامنے گھڑی رکھنے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب تراویح میں اپنی کلائی کی گھڑی مصلے کے سامنے رکھ لیتے ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہ تراویح میں کتنا وقت خرچ ہوا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے نماز میں دھیان نہیں ہوتا بلکہ گھڑی پر دھیان پڑتا ہے، البتہ اگر نماز کے اندر گھڑی نہ دیکھتے ہوں بلکہ نماز کے بعد دیکھتے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

"ولایفسدھا نظرہ الی مکتوب وفھمه و لومستفھما وان کرہ قوله وان کرہ ای لاشتغاله بمالیس من اعمال الصلوۃ واما لووقع علیه نظرہ بلاقصدوفھمه فلایکرہ "

......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۶۹)

"لونظرالمصلی الی مکتوب وفھمه سواء کان قرانا اوغیرہ قصدالاستفھام اولا اساء الادب ولم تفسدصلاته لعدم النطق بالکلام ...... لان فیه اشتغالاعن الصلاۃ وظاھرہ ان الکراھة تنزیھیة وھذاانمایکون بالقصد واما لووقع نظرہ علیه من غیرقصد وفھمه فلایکرہ "......(حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح : ۳۴۱

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کی سامنے والی دیوار میں شیشہ لگانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۵): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا ہے مسجد کے اندر اور اس کے سامنے شیشہ لگا ہوا ہے جس میں ساری صورت نظر آتی ہے، آیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز ہوجاتی ہے البتہ اس طریقہ سے مسجد میں شیشہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ مخل بالخشوع ہے۔

"ولابأس بنقشه (ای بنقش المسجد) خلامحرابه فانه یکرہ لانه یلھی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصا فی جدار القبلة قوله لانه یلھی

المصلی ای فیخل بخشوعه من النظر الی موضع سجوده ونحوه وقدصرح فی البدائع فی مستحبات الصلاۃ انه ینبغی الخشوع فیها ویکون منتهی بصره الی موضع سجوده الی اخره ،وکذا صرح فی الاشباه ان الخشوع فی الصلاۃ مستحب والظاھر من ھذاان الکراھة ھناتنزیھیة "......(الدرمع الرد :۱/۴۸۷)

"قال فی مراقی الفلاح وتکره بحضره کل ماشغل البال کزینه وبحضره مایخل بالخشوع ملهوولعب ، ولذا ای الکراھة الصلاۃ مع مایشغل البال ویخل بالخشوع "......(حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح :۳۶۵)

"ولانقشه بالجص وماء الذھب ای لایکره نقش المسجد بهما وفیه اشارۃ الی انه لایؤجرعلیه ومنهم من کره ذلک لقوله علیه الصلاۃ والسلام من اشراط الساعة تزیین المساجد الحدیث وقال عمربن عبدالعزیز ھذه الکمالات حین مربه رسول الولید بن عبدالملک باربعین الف دینار تزیین مسجدالنبی ﷺ المساکین احوج من الاساطین ومنهم من قال انه قربة لمافیه من تعظیم المسجد واحلال الدین وقدزخرفت الکعبة بماء الذھب والفضة وسترت بالوان الدیباج تعظیما لها وعندنا لابأس به ولایستحب وصرفه الی المساکین احب الاانه ینبغی له ان لایتکلف بدقائق النقش فی المحراب فانه مکروه لانه یلهی المصلی وعلیه کمل النهی الوارد عن التزیین اوعلی التزیین مع الترک الصلاۃ "......(تبیین الحقائق : ۱/۱۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مبتدع شخص کوامام بنانے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۶): کیافرماتے ہیں علمائے دین متین ایسے شخص کے پیچھے نمازباجماعت پڑھنے کے بارے میں کہ جس کے عقائدواخلاق وقرأت مندرجہ ذیل ہوں۔

(۱) جوعلماء کرام ابوالاعلیٰ مودودی کوشرپسنداورفسادالعقیدہ انسان اوردین اورملت کونقصان پہنچانے والا اورعالم اسلام کے مسلمانوں کے عقائدخراب کرنے والا اپنے لٹریچراوربیانات سے کرتاہے،علاوہ ازیں علماء کرام کافتوی ہے

کہ اس کے پیچھے اور اس کے عقیدت مندوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، یہ شخص ان علماء کرام کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے، اور خود مودودی کی کتب دیکھنے والا ہے اور مودودی کو ایک اچھا عالم سمجھتا ہے اور جو علماء مودودی کے معتقد ہیں ان سے محبت کرنے والا ہے۔

(۲) یہ شخص ایک ایسے پیر کا مرید ہے جو کہ گزشتہ انتخابات کے دوران میں حضور اقدس ﷺ کے سیاہ وسفید دھاریوں والے جھنڈے کو یہود اور اندرا گاندھی کا جھنڈا بتاتے تھے اور وہ پیر جمعیۃ علماء اسلام کو مغرور کہتے تھے اور اپنی نشان کتاب کو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے قرآن بتاتے تھے، اس شخص نے قومی اسمبلی میں اس پیر صاحب کو ووٹ دیا اور صوبائی اسمبلی میں اس پیر صاحب کے منہ پر ایک فاسق خان کو اور سرمایہ دار کو ایک عالم باعمل کے مقابلہ میں ووٹ دیا جب کہ یہ شخص خود عالم اور فقیری کا دعویٰ کرتا ہے۔

(۳) یہ شخص خود کہتا تھا کہ یہ سیاہ وسفید دھاریوں والے جھنڈے کے لوگ اور علماء بہت دروغ کہتے ہیں اور جب کہ جمعیت علماء اسلام اپنے نشان کھجور کو بروئے قرآن وحدیث شریف تو یہ شخص لوگوں کو کہتے تھے کہ ابھی ان کی نانی نہ بن جائے۔

(۴) اور یہ شخص لوگوں کو کہتا ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ گذشتہ انتخابات میں جن علماء کرام نے انتخابات لڑے ہیں اور جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں نہیں ہوئیں، وہ اپنے اس خواب کی تشہیر کرتا ہے۔

(۵) یہ شخص اکثر اوقات دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ حاجت انسانی کرتا ہے تو پشت قبلہ کی طرف کرتا ہے۔

(۶) قرآن مجید اس طرح تیز تیز پڑھتا ہے کہ نہ اس میں مد اور نہ شد وغیرہ کا خیال رکھتا ہے اور نہ ہی قرآن پاک کو تجوید سے پڑھتا ہے اور نہ اس شخص نے کسی سے تجوید پڑھی ہے۔

(۷) نماز بہت تیزی سے پڑھتا ہے اور قصداً کبھی آنکھیں نماز میں چھپاتا ہے اور کبھی کھولتا ہے اور اپنی فقیری کا مدعی اور تشہیر کرنے والا ہے۔

کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، اور اگر مکروہ تحریمی ہو تو ان کا حکم دنیا اور عقبیٰ کے لحاظ سے کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ایسے امام موصوف کو مسجد کی امامت سے فوراً علیحدہ کر دینا چاہیے اور یہ قابل امامت نہیں ہے، مذکورہ عقائد والا شخص مبتدع ہے لوگوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

”ویکرہ تقدیم المبتدع ایضالانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھواشدمن الفسق من حیث العمل الاان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاعلی خلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ“......(حلبی کبیری: ۴۴۳)

”ویکرہ امامۃ عبدواعرابی وفاسق واعمی ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول قولہ وھی اعتقاد عزاھذاالتعریف فی ھامش الخزائن الی الحافظ ابن حجر فی شرح النخبۃ ولایخفی ان الاعتقاد یشمل ماکان معہ عمل اولا فان من تدین بعمل لابدان یعتقدہ کمسح الشیعۃ علی الرجلین وانکارھم المسح علی الخفین ونحوذلک وحینئذ فیساوی تعریف الشمنی لھابانھامااحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ من علم اوعمل اوحال بنوع شبھۃ واستحسان وجعل دینا قویما وصراطا مستقیما اہ فافھم“......(فتاوی شامی:۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
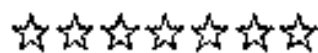
سجدہ سہوواجب تھانہ کیاتو کیاحکم ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۱۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب نے نماز پڑھائی اورمغرب کی نماز میں ایک رکعت کے بعد بیٹھ گئے اور سجدہ سہوبھی نہیں کیا، کیایہ نماز ہوگئی یادوبارہ دوہرائی جائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرایک رکعت کی بقدرایک رکعت کے بعدامام صاحب بیٹھ گئے تھے توان پرسجدہ سہوواجب ہوگیاتھا سجدہ سہونہ کرنے کی صورت میں نمازواجب الاعادہ ہےاوراگرمحض تھوڑاسابیٹھے تھے تین مرتبہ” **سبحان ربی الاعلی**“ کہنے کی مقدارنہ بیٹھے تھے توپھران پرسجدہ سہوواجب نہیں ہے۔

”ولایجب السجود الابترک واجب اوتاخیر اوتاخیررکن اوتقدیمہ اوتکرارہ“

......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۲۶)

"ان قعدفی موضع القیام فھوزائد فی صلاتہ قعدۃ لیست منھا مؤخر للقیام عن وقتہ فیتمکن النقصان فی فعلہ فلھذا"......(مبسوط السرخسی : ۳۸۵،۳۸۴/۱)

"انماالمعتبر مقدارمایؤدی فیہ رکنا"......(المحیط البرھانی : ۲/۳۱۴)

"یؤخرالقیام ......ان یجلس بعدالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولیٰ جلسۃ"......(حلبی کبیری: ۳۹۴)

"وتعاد وجوبا فی العمد والسھوان لم یسجدلہ ای للسھو"......(درمع الرد: ۱/۳۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رمضان کی تیئسویں شب میں سورۃ العنکبوت اور سورۃ الروم مٹھائی پر دم کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۱۸): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

جناب عالی! درپیش مسئلہ کے بارے میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں، مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کے بعض مقامات پر رسم ہے کہ رمضان شریف کے تیئسویں شب کو لوگ نماز عشاء کے بعد یعنی تراویح پڑھنے کے بعد مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں، اورامام مسجد سورۃ العنکبوت اور سورۃ الروم بآواز بلند پڑھ کر مٹھائیوں پردم کرتاہے اور یہ مٹھائی لوگوں میں پرتپاک طریقے سے تقسیم کی جاتی ہیں، اور یہ مٹھائیوں کا تقسیم ہونا اور یہ مخصوص سورتیں پڑھنا بعض لوگ بہت ضروری سمجھتے ہیں، کیا ازروئے شریعت یہ رسم ٹھیک ہے یا غلط؟ ضروری ہے یا مکروہ ہے؟ یا بدعت ہے؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرماکر مشکور فرمائیں، اس رسم کا کرنا اچھاہے یا ترک کرنا بہتر ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ فی السوال طریقہ کا قرآن وسنت سے ہمیں ثبوت نہیں ملا ہے، جو بعض مشہور روایات بعض ضعیف کتابوں سے اس کے بارہ میں ملتی ہیں وہ انتہائی ضعیف ہیں یا موضوع ہیں۔

"سورۃ العنکبوت قال البیضاوی قال علیہ الصلوۃ والسلام من قرأ سورۃ العنکبوت کان لہ من الاجر عشر حسنات بعدد کل المؤمنین والمنافقین قال الجلبی حدیث موضوع قال الشھاب والحدیث المذکورمن حدیث ابی الموضوع المشھور

سورۃ الروم قال البیضاوی عن رسول اللہ ﷺ من قرأ سورۃ الروم کان له من الاجر عشر حسنات بعدد کل ملک یسبح للہ تعالیٰ بین السماء والارض وادرک ماضیع فی یومہ ولیلتہ قال الحلبی والشھاب ھوحدیث موضوع''.....(قطب الارشاد : ۳۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

درمیان سورت سے کوئی لفظ چھوڑ دینے سے نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر کوئی آدمی نماز میں سورۃ تبت پڑھ رہا تھا کہ اس نے ایک لفظ چھوڑ دیا یعنی اس نے یوں پڑھا''تبت یدا ابی لھب وما کسب'' کیا اس طرح چھوٹنے سے نماز ہوگی یا کہ نہیں؟ یا صرف کراہت لازم آئی؟

(۲) اگر کسی آدمی سے ایک آیت چھوٹ جائے یعنی سورۃ الناس اس نے پڑھی اور ''ملک الناس'' والی آیت چھوڑ دی، کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا صرف کراہت لازم آئی، اور اگر کسی امام نے اس ایک آیت کے چھوٹنے پر لازم لوٹائی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس دوسری نماز میں مسبوق اگر شریک ہوگا اس کے فرائض ادا ہو جائیں گے یا کہ نہیں؟ اگر امام کی نماز ہوگی اور اس نے لوٹائی تو یہ نماز نفل ہے اور مفترض خلف المتنفل جائز نہیں۔

(۳) اگر بچہ صف کے درمیان میں ہو تو کیا بچے سے اس طرف والوں کی نماز پر کوئی اثر پڑے گا یا کہ نہیں؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اس صورت میں نماز ہوگئی ہے۔

(۲) اس صورت میں بھی نماز ہوگئی ہے لہذا نماز کا لوٹانا اس کے ذمہ لازم نہ تھا اگر لوٹائی تو نفل ہوئے اور اگر مقتدی نے فرائض کی نیت کی ہو تو وہ نوافل کے پیچھے ادا نہ ہوں گے۔

(۳) نماز تو اس صف والوں کی ہو جائے گی البتہ بچوں کا بڑوں کی صف میں کھڑا ہونا بہتر نہیں ہے۔

''لوذکر آیۃ مکان آیۃ ان وقف وقفا تاما ثم ابتدأ بآیۃ اخری او ببعض آیۃ لاتفسد کما لوقرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الابرار لفی نعیم اوقرأ والتین الی قوله

وھذاالبلدالامین ووقف ثم قرأ لقدخلقناالانسان فی کبد اوقرأ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم قال اؤلئک ھم شرالبریۃ لاتفسد "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۸۰)

"لایصح اقتداء مصلی الظھر بمصلی العصر ......ولااقتداء المفترض بالمتنفل " ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۸٦)

"والسنۃ ان یصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء لمامر من حدیث انس ......ثم الترتیب بین الرجال والصبیان سنۃ لافرض ھوالصحیح امابینھم وبین النساء ففرض عندنا " ......(حلبی کبیری: ۴۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگروطن اصلی کومستقل نہیں چھوڑاتووہاں پوری نمازپڑھیں گے:

مسئلہ نمبر(۲۴۰): گرامی قدرحضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس سوال کاشرعی جواب لکھ دیں آپ کی کرم نوازی اورشفقت ہوگی۔

میراوطن اصلی لاہورسے اڑھائی سومیل دورضلع اٹک میں واقع ہے میں خودپچاس سال سے لاہورمیں مقیم ہوں وطن اصلی میں مکان اورزمین بھی موجودہے مستقل رہائش لاہورمیں رکھ لی ہے ،کبھی کبھی اپنے وطن میں مقیم اقارب کے ہاں غمی شادی میں جاناپڑتاہے وہاں قیام پندرہ روزسے کم ہوتاہے اندریں صورت میں وہاں جب چندیوم کے لیے جاؤں تونمازپوری اداکروں یاقصر؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگراٹک کی رہائش کومستقل طورپرترک کرنے کی نیت نہیں کی تواٹک ابھی تک آپ کاوطن اصلی ہے جتناعرصہ بھی قیام کریں گے پوری نمازپڑھیں گے اوراگرآپ نے اٹک کی رہائش کومستقل طورپرچھوڑنے کافیصلہ کرلیاہے توصرف جائیدادکی موجودگی سے وطن اصلی نہیں رہے گاپندرہ دن سے کم قیام کی صورت میں قصرکرناہوگی۔

"وفی المجتبی نقل القولین فیمااذانقل اھلہ ومتاعہ وبقی لہ دور وعقار ثم قال

وھذاجواب واقعة ابتلینا بها وکثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولهم دور وعقار فی القری البعیدۃ منها یصیفون بها باهلهم ومتاعهم فلابدمن حفظها انهماوطنان له لایبطل احدهمابالآخر "......(البحرالرائق: ۲/۲۳۹)

"قوله اوتوطنه ای عزم علی القرار فیه وعدم الارتحال وان لم یتأهل به فلو کان له ابوان ببلد غیر مولده وھو بالغ ولم یتأهل به فلیس ذلک وطناله الااذاعزم علی القرار فیه وترک الوطن الذی کان له قبله شرح المنیة "......(فتاویٰ شامی: ۱/۵۸۲)

"المسافر اذاجاوز عمران مصره فلماسار بعض الطریق تذکر شیئا فی وطنه فعزم الرجوع الی الوطن لاجل ذلک ان کان ذلک وطنااصلیا بان کان مولده وسکن فیه اولم یکن مولده ولکنه تاهل به وجعله دارا یصیر مقیما بمجردالعزم الی الوطن"......(فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
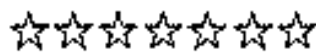
فسق سے توبہ کے بعد امامت جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۲۴۱): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب جوکہ دوسرے گاؤں سے منتقل ہوا ہے ہمارے گاؤں میں جب سابقہ گاؤں والوں کو پتہ چلا کہ ہمارا مولوی صاحب فلاں گاؤں میں ہے سابقہ گاؤں کے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ یہ مولوی صاحب بداخلاق ہے بدکردار ہے یعنی زانی ہے اور فراڈ کرنے والا انسان ہے، گاؤں میں آتے ہی یہ مسئلہ عام کیا کہ بریلوی اور دیوبندی آپس میں نکاح نہیں کرسکتے اگر کسی نے کیا ہوا ہے تو وہ باطل ہے، اب مولوی صاحب پر جو الزام ہیں ان کی پاداش کے لیے گاؤں والوں کے روبرو حاضر بھی نہیں ہوتے، اس وجہ سے کچھ لوگوں نے مولوی صاحب کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ترک کردی، ایسے مولوی صاحب کی اقتداء میں جماعت سے نماز نہ پڑھنا شرعی طور پر ٹھیک ہے کہ نہیں؟ اگر الزامات حقیقت ہیں تو پھر ایسے مولوی صاحب کو امام مسجد رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

شریعت مطہرہ نے کسی کے بارے میں بدگمانی کرنے سے منع فرمایاہے،البتہ اگرواقعۃً وہ تمام امورفسق جوکہ سوال بالامیں مذکورہیں امام کے اندر پائے جاتے ہیں تواس کوامام بنانادرست نہیں ہے،الایہ کہ امام صاحب اپنے افعال سے توبہ کرلیں توپھرجائزہے،اورتوبہ کے معنی ہیں کہ گناہ کوفی الفورترک کردیاجائے اورآئندہ نہ کرنے کاپکاعزم کیاجائے اوراپنے کیےہوئے پرشرمندگی کااظہارکیاجائے"کماجاء فی الحدیث ، التائب من الذنب کمن لاذنب له"واضح رہے کہ جب تک شرعی ثبوت نہ ہوافواہوں پراعتمادکرناجائزنہیں ہے۔

"عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال حسن الظن من العبادة وهومرفوع فی حديث نصربن علی غيرمرفوع فی حديث موسی بن اسماعيل فحسن الظن بالله فرض وسوء الظن به محظور منهی وكذلک سوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظور مزجور عنه وهومن الظن المحظور المنهی عنه "......(احکام القرآن للجصاص : ۳/۶۰۴)

"(ان بعض الظن اثم) منهامايحرم اتباعه كسوء الظن بالمؤمنين والمؤمنات لاسيما بالصالحين منهم"......(تفسیرالمظهری : ۹/۲۱)

"ويكره تقديم العبد والاعرابی والفاسق لانه لايهتم لامر دينه "......(هدایه: ۱/۱۲۴)

"واماالفاسق فقدعللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لامر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا ولايخفی انه اذاكان اعلم من غيره لاتزول العلة فانه لايؤمن ان يصلی بهم بغيرطهارة فهوكالمبتدع تكره امامة بكل حال بل مشیٰ فی شرح المنية علی ان كراهة تقديمه كراهةتحريم "......(درمختارمع الشامی: ۱/۴۱۴)

"ان كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة التحريم "......(منحة الخالق علی البحر : ۱/۶۱۱)

"ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فی الاتيان

بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه"......(حلبی کبیری: ۴۴۲)

"قدنصوا علی ان ارکان التوبة ثلاثة الندامة علی ان الماضی والاقلاع فی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال"......(شرح فقه الاکبر: ۲۶۴)

"(مطلب لایصح عزل صاحب وظیفة بلاجنحة اوعدم اهلیة) واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظیفة فی وقف بغیر جنحة"......(در مع الرد: ۴۲۳/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گناہ سے توبہ کے بعد امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۲): محترم جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم

مسئلہ یہ ہے کہ ہماری بستی کی جامع مسجد کے امام وخطیب آج سے تقریباً دس سال قبل ایک برے عمل میں ایک بستی کے شخص کو نظر آئے لیکن اس دیکھنے والے شخص نے امام صاحب کے عمل بد کے بارے میں کسی کو مطلع نہیں کیا، لیکن چند ماہ قبل امام صاحب کو بستی کے ہی ایک دوسرے نوجوان نے اس عمل بد میں دوبارہ دیکھا یعنی وہ گاؤں کے کسی بچے سے مشت زنی کروا رہا تھا بعد میں اس نوجوان نے بستی کے چھ سات آدمیوں کے سامنے امام کی بات کھول دی ان آدمیوں کے پوچھنے پر امام نے غلطی کا اعتراف بھی کرلیا، اور آئندہ ایسا نہ کرنے کی معافی بھی مانگ لی، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟ اور اس شخص کو امامت کا حق دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مذکورہ فی السوال شخص اپنے اس فعل بد سے توبہ کرلیتا ہے تو اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

"وعن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب کمن لاذنب له رواه ابن ماجه ،وعن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب ای توبة صحیحة کمن لاذنب له ای فی عدم المواخذة بل قد یزید علیه بان ذنوب التائب تبدل حسنات"......(مرقاۃ المفاتیح: ۲۶۹/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جعل سازی اور دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں

(۱) جو شخص اپنی قومیت دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے بلا جبر واکراہ خفیہ طریقے سے تبدیل کرتا ہے اور وہ ایک مسجد کا امام بھی ہے۔

(۲) اسی امام کو ایک بیوہ نے مسجد کے لیے پلاٹ خریدنے اور بیوہ نے اپنے نام رجسٹری کروانے کا کہا مگر اس نے خفیہ طریقہ سے جعل سازی اور دھوکہ دہی سے رجسٹری میں بیوہ کے ساتھ اپنا نام بھی درج کروادیا، اور یہ ساری کاروائی ہم سے پوشیدہ رکھی، اور مسجد کا سنگ بنیاد رکھوانے کے بعد یہ راز افشاں ہوا، اور پھر ہمارے خاندان میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا، پھر ہمارے شہر کے معزز بزرگ عالم دین نے مصالحت کے لیے جملہ رشتہ دار مردوں سے ایک تحریر پر دستخط لیے کہ ہم یا ہمارے رشتہ داروں میں سے کوئی بھی مسجد کی انتظامیہ میں شامل نہیں ہوگا اور نہ ہی مسجد کے امور میں کسی قسم کی دخل اندازی کرے گا، اس تحریر پر بزرگ عالم دین کے دستخط کرنے کے بعد بزرگ عالم دین نے فرمایا کہ تم بھی سب دستخط کرو، یہ سن کر وہ جعل ساز امام اٹھ کر چلا گیا، مگر اس کے والد نے اس تحریر پر اپنے دستخط کردیے، بعد میں اس دھوکہ باز امام نے خود ساختہ کمیٹی بنا کر خود صدر اور والد کو تاحیات متولی اور بااختیار بنادیا۔

(۳) بیوہ کی فوتیدگی کا اندراج غلط کروایا اپنے مفادات فاسدہ کی خاطر، اور اس کے ثبوت تحریری موجود ہیں کیا ایسا شخص امام ہوسکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ امام محکمہ کی طرف سے مقرر شدہ ہو تو کیا ایسے امام کا تقرر درست ہے یا اس کی جگہ دوسرے امام کا تقرر ہونا چاہیے۔

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں مفصل جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

سوال میں مذکورہ اعمال گناہ کبیرہ ہیں اور ان کا مرتکب فاسق ہیں، لہٰذا اگر امام واقعی طور پر ان امور کا مرتکب ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بااختیار لوگوں پر اس امام کی جگہ نیک اور صالح امام کا تقرر کرنا ضروری ہے۔

"وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع"......(البحر الرائق: ۱/ ۶۱۱)

"قوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك......واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب

علیھم اھانتہ شرعا ......بل مشیٰ فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم " ......(الدر مع الرد : ۱/۴۱۴)

"ولذا کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلایعظم بتقدیمہ للامامۃ واذاتعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا وان لم یقم الجمعۃ الاھوتصلی معہ "......(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۰۳،۳۰۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجرے میں شریک ہونے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر(۲۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ایسے آدمی کی امامت کے بارے میں کہ جو کنجریوں کے ساتھ مجرے میں شریک ہو اور لوگوں کو بھی اس کے بارے میں اچھی طرح تحقیق ہو اور لوگوں نے اس امام صاحب کو ان کے ساتھ دیکھا بھی ہو اور اس کے باوجود یہ امام امامت کرائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب جب کہ امام اس پر معافی بھی مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئندہ یہ کام نہ کروں گا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مذکورہ امام کی توبہ کے باوجود ذمہ دار لوگ ان کی امامت سے مطمئن نہیں ہیں اور ان کو امام برقرار رکھنے سے فتنہ وفساد کا شدید خطرہ ہے جیسا کہ انداز تحریر سے سمجھ میں آ رہا ہے تو اس صورت میں ان کی جگہ کسی صالح شخص کو امام مقرر کیا جاسکتا ہے، توبہ کے بعد اس امام کو برقرار رکھنا بھی جائز ہے۔

"حدیث عن الحسن قال سمعت انس بن مالک قال لعن رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ رجل ام قوما وھم کارھون......قال الاستاذ الشیخ محمد یوسف البنوری ،حاصل احادیث الباب فی مسئلۃ الامام کماقال الفقھاء رحمھم اللہ ان سبب الکراھۃ ان کان فی الامام کان الاثم علیہ وان کان فی القوم فالاثم علیھم لاعلیہ والمسئلۃ کذلک فی البحر وشرح المنیۃ والدرالمختار وغیرھا وذکروا وینبغی ان تکون الکراھۃ تحریمیۃ فی حق الامام "......(..........)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لاعلمی میں قرآن پاک کو جلانے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر(۲۲۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص نے کچھ کاغذات اور کیلنڈر جو کہ ایک لفافہ میں کسی نے رکھ دیے تھے جلائے لیکن اس نے لفافے کو کھول کر نہیں دیکھا، اس لاعلمی کی حالت میں اسی لفافے میں موجود قرآن کریم کا ایک نسخہ بھی نذر آتش ہوگیا جس پر شخص مذکور یہ معلوم ہونے کے بعد تائب و نادم بھی ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا رہا اب ایسا شخص امام مسجد مقرر کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ نیز اس کے پیچھے پڑھی جانے والی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

سوال میں مذکور کردہ تحریر اگر واقعۃً حقیقت کے مطابق ہے اور شخص مذکور نے ایسا جان بوجھ کر اور قصداً نہیں کیا بلکہ لاعلمی اور نادانستہ طور پر ایسا ہوا اور اس کے ساتھ شخص مذکور نے توبہ بھی کی ہے لہٰذا اس صورت حال میں شخص مذکور کو امام مسجد مقرر کیا جاسکتا ہے اور اس کی اقتداء میں نماز درست ہے۔

"عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب ای توبة صحیحة کمن لاذنب له ای فی عدم المؤاخذة بل قدیزید علیه بان ذنوب التائب تبدل حسنات"......(مرقاۃ المفاتیح : ۵/۲۶۹)

"الاان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع"......(حلبی کبیری: ۴۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خیانت اور حرام خوری کرنے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر(۲۲۶): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

شرعاً درج ذیل کردار کے حامل شخص کے بارے میں فتویٰ درکار ہے۔

(۱) عدم تعاون:

اگر ایک امام اکثر نماز پڑھانے میں دیر کرتا ہو اور اس سے درخواست کی جائے کہ نماز کے اوقات کی پابندی کی جائے مگر وہ مشتعل ہو کر مقتدیوں کو جواب دے کہ کوئی وقت وغیرہ کی پابندی نہیں ہوگی ورنہ جس نے نماز پڑھنی

ہے وہ پڑھے اور جس نے نہیں پڑھنی ہے وہ نہ پڑھے، کیا اخلاقاً امام کا مقتدیوں کے ساتھ یہ رویہ رکھنا درست ہے؟ اور کیا یہ اچھے تعاون کے زمرے میں آتا ہے، کیا اخلاق کا درس دینے والا شخص اپنے اس مذکورہ رویے میں صحیح ہے؟

(۲) بداخلاقی:

ایک شخص جو امامت وخطابت کا ذمہ دار ہوتے ہوئے عورتوں کے شعبے میں خواتین کے لیے جلسہ منعقد کرتا ہے اور طالبات سے اپنی والدہ اور بہنوں کو جلسے میں لانے کے لیے کہتا ہے، مگر چند ایک کسی مجبوری کے تحت نہیں آتیں تو مذکورہ شخص طالبات پر سختی کرتا ہے، اس پر ان کے والدین جب مذکورہ شخص سے رجوع کرتے ہیں تو صاحب بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں خواتین کو کوئی چکلہ کے لیے بلاتا ہوں، کیا ان کا یہ رویہ اور اخلاقی معیار قابل گرفت نہیں ہے اور ان کی امامت کو متاثر نہیں کرتا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ درکار ہے۔

(۳) بددیانتی اور قول وفعل میں تضاد:

ایک شخص جو مسجد ومدرسہ کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے اپنی مرضی سے خوبصورت رنگوں اور اچھے کاغذ پر رسیدیں چھپالیتا ہے، ممبران کمیٹی نے چند سو میں ہونے والے کام کو ہزاروں میں کرانے پر اعتراض کیا تو شخص مذکور کہتا ہے کہ یہ کام تو کسی اللہ کے بندے نے مفت کروادیا ہے، مگر جب مسجد ومدرسہ کا خرچ طلب کرتا ہے تو اس میں کم وبیش 3400 روپے کا بل وصول کرلیتا ہے، کیا ایسے شخص کو اس حرکت پر بددیانت کہا جائے گا یا قول وفعل میں تضاد رکھنے والا؟ اور کیا ایسے شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہوگا۔

(۴) عہد شکنی:

ایک ایسا شخص جو ممبران کمیٹی مسجد ومدرسہ کے روبرو تمام نمازیوں کے مصلی امامت پر بیٹھ کر عہد کرتا ہے کہ میں اپنے خلاف لگائے گئے الزامات سے بری ہونے تک نماز نہیں پڑھاؤں گا، اور پھر اس کے بعد الزامات سے براءت لیے بغیر اس عہد کو توڑ دیتا ہے اور زبردستی نماز پڑھانا شروع کردیتا ہے تو کیا ایسا شخص عہد شکنی کا مرتکب نہیں ہوتا اور کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہوگا، بمطابق شرع فیصلہ درکار ہے۔

(۵) تحریراً بدعہدی:

ایک شخص جو تحریراً اقرار لکھ کر دیتا ہے کہ اگر مسجد ومدرسہ کی کمیٹی نے مجھے کسی بھی الزام میں فارغ کیا تو میں اس کا فیصلہ ماننے کا پابند ہوں گا اور اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کروں گا مگر جب کمیٹی مسجد ومدرسہ نے اس کے خلاف فیصلہ دے دیا تو وہ شخص مذکور اس فیصلہ پر عمل کرنے سے صاف انکار کردیتا ہے، اور مختلف قسم کے اعتراض اور حیلے بہانے شروع کردیتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر میں نے لکھ کر دیا تھا تو کیا ہوا؟ میری لکھی ہوئی بات کوئی حدیث

تونہیں ہے، کیاایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس شخص کا نماز پڑھانا شرعی طور پر درست ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال پہلی دو باتیں تو ایسی نہیں کہ ان کی بنیاد پر امام صاحب کو ہٹایا جائے البتہ آخری دو باتیں جو تین صورتوں میں پیش کی گئی ہیں ایک خیانت وحرام خوری اور دوسری عہد شکنی ایسی ہیں کہ جن کی بنیاد پر امام صاحب فاسق ہوتا ہے اور اس کا ہٹانا ضروری ہے اور کسی نیک اور دیندار کو امام رکھنا ضروری ہے۔

”قوله وفاسق من الفسق هوالخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحوذلك ......واماالفاسق فقدعللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لامر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا...... بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم “ ...... (الدرمع الرد: ۱/۴۱۴)

”ولذاكره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلايعظم بقديمه للامامة واذاتعذر منعه ينتقل عنه الى غير مسجده للجمعة وغيرها وان لم يقم الجمعة الاهوتصلى معه “......(حاشية الطحطاوى على المراقى الفلاح : ۳۰۲،۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع یا غروب ہوجائے تو نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر صبح کی نماز پڑھتے پڑھتے آفتاب نکل آیا یا عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہوجائے تو کیا فجر اور عصر کی نماز ادا ہوجائے گی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر صبح کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج نکل آیا تو فجر کی نماز نہیں ہوگی اور اگر عصر کی نماز پڑھتے پڑھتے سورج غروب ہوگیا تو عصر کی نماز ہوجائے گی۔

”قال فی التنویر وکرہ صلوۃ الی قولہ الاعصر یومہ وفی الشرح فلایکرہ فعلہ لادائہ کما وجب قولہ بخلاف الفجر الخ ای فانہ لایؤدی فجر یومہ وقت الطلوع لان وقت الفجر کلہ کامل فوجبت کاملۃ فتبطل بطروالطلوع الذی ہووقت فساد“......(درمع الرد : ۱/۲۷۴)

”ثلاثات ساعات لاتجوز فیھاالمکتوبۃ ولاصلاۃ الجنازۃ ولاسجدۃ التلاوۃ اذاطلعت الشمس حتی ترتفع وعندالانتصاف الی ان تزول وعنداحمرارھا الی ان تغیب الاعصریومہ ذلک فانہ یجوز اداؤہ عندالغروب“ ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پندرہ سالہ لڑکے کا تراویح پڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): محترم جناب قبلہ مفتی صاحب

گزارش ہے کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً پندرہ سال ہے بالغ نہیں ہے، کیاوہ نماز تراویح میں قرآن پاک سنا سکتا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

پندرہ سال کا بچہ شرعاً بالغ ہوجاتا ہے لہٰذا اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہوتو تراویح وغیرہ میں اس کی امامت درست ہے۔

”فصل بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ھوالانزال والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یعلم منھا فان لم یوجد فیھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اھل زماننا اوادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولھاتسع سنین ھوالمختار کمافی احکام الصغار“......(الدرالمختار علی ردالمحتار : ۵/۱۰۷)

"قوله فان لم يوجد فيهما اى فى الغلام والجارية شيء مماذكر الخ مفاده انه لااعتبار لنبات العانة خلافاللشافعى ورواية عن ابى يوسف ولااللحية واما نهودالثدى فذكرالحموى انه لايحكم به فى ظاهرالرواية وكذانقل الصوت كمافى شرح النظم الهاملى ابوالسعود وكذاشعرالساق والابط والشارب"
......(ردالمحتار:۱۰۷/۵)

"بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والافحتى يتم له ثمانية عشرسنة الحلم بالضم مايراه النائم اماالاحتلام فلماروى عن على ابن ابى طالب قال حفظت من رسول الله ﷺ لايتم بعداحتلام ولاقوم الى الليل رواه ابوداؤد والحبل والاحبال لايكون الا مع الانزال واماالسن فلماروى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال عرضت على رسول الله ﷺ يوم احدواناابن اربع عشرسنة فلم يجزنى وعرضت عليه يوم الخندق واناابن خمس عشرة سنة فاجازنى فالظاهر ان عدم الاجازة لعدم البلوغ والاجازةللبلوغ وهذا قول ابى يوسف ومحمدوهوقول الامام الشافعى ورواية عن ابى حنيفة وعن الامام فى الغلام تسع عشرة سنة قيل المراد ان يطعن فى التاسع عشرة وقيل فيه اختلاف الروايتين حقيقة لانه ذكر فى بعض حتى تستكمل تسع عشرة سنة ......ويفتى بالبلوغ فيهما بخمسة عشرسنة عندابى يوسف ومحمد وهذاظاهر لايحتاج الى الشرح "......(البحرالرائق: ۱۵۳/۸)

"وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسلامة من الاعذار " ......(نورالايضاح: ۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تسبیح پر شمار کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر تسبیحات وغیرہ انگلیوں کے پوروں پر شمار کرنی چاہئیں یا تسبیح پر بھی کر سکتے ہیں بعض لوگوں سے سنا ہے کہ تسبیح پر شمار کرنا بدعت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر ریاء نہ ہو تو تسبیح پر بھی شمار کرنا درست ہے خیر القرون میں گٹھلیوں پر شمار کرنا ثابت ہے۔

"لاباس باتخاذ المسبحة لغیر ریاء کمابسطه فی البحر "......(الدرعلی هامش الرد: ۴/ ۴۸۱)

"وقیدبالصلوٰة لان العد خارج الصلوٰة لایکره علی الصحیح کماذکره المصنف فی المستصفی لانه اسکن للقلب واجلب للنشاط ولماروٰه ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم قال صحیح الاسناد عن سعد ابن ابی وقاص انه دخل مع النبی ﷺ علی امرء ة وبین یدیها نوی اوحصی تسبح به فقال اخبرک بما هو ایسر علیک من هذا اوافضل فقال سبحان الله عددماخلق فی السماء وسبحان الله عددما خلق فی الارض وسبحان الله عددمابین ذلک وسبحان الله عددماهوخالق والحمدلله مثل ذلک والله اکبر مثل ذلک ولااله الاالله مثل ذلک ولاحول ولاقوة الابالله مثل ذلک فلم ینهها عن ذلک وانما ارشدهاالیٰ ما هوایسر وافضل ولوکان مکروها لبین لها ذلک ثم هذا الحدیث ونحوه مما یشهد بانه لاباس باتخاذ السبحة المعروفة لاحصاء عددالاذکار اذ لا تزید السبحة علی مضمون هذا الحدیث الابضم النوی ونحوه فی خیط ومثل هذا لا یظهر تاثیره فی المنع فلاجرم ان نقل اتخاذها والعمل بها عن جماعة من الصوفیة الاخیار وغیرهم اللهم الا اذا ترتب علیها ریاء وسمعة فلاکلام لنا فیه وفی منحة الخالق قال الرملی والظاهر انها لیست ببدعة فقدقال ابن حجر الهیثمی فی شرح الاربعین النواویة السبحة وردلها اصل اصیل عن بعض امهات المؤمنین واقرها النبی ﷺ علی ذلک "......(البحر مع منحة الخالق : ۲/ ۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

فجر کی نماز کے بعد سونے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر کی نماز کے بعد سونا کیسا ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

فجر کی نماز کے بعد طلوع شمس تک سونا مکروہ ہے۔

"ویکرہ النوم فی اول النہار"......(ھندیة: ۵/۳۸۲)

"ویکرہ النوم بعدصلوۃ الصبح اشدکراھة سیماللعالم ففی شرح السنة قال علقمة بن قیس بلغنا ان الارض تمعج الی اللہ تعالی من نومة العالم بعدصلوۃ الصبح وفی روایة البیھقی ان الصبحة تمنع الرزق"......(قطب الارشاد: ۲۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز نہ پڑھنے پر بیوی کو سزا دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۳۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بیوی نماز نہ پڑھتی ہو باوجود ترغیب دینے کے تو اس کو خاوند نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر عورت ترغیب دینے کے باوجود نماز نہیں پڑھتی تو خاوند اس کو سزا دے سکتا ہے۔

"قولہ ولہ ضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظھر وکذا علی ترکھا الزینة وغسل الجنابة وعلی خروجھا من المنزل وترک الاجابة الی فراشہ ومرتمامہ فی التعزیر وان الضابط ان کل معصیة لاحدفیھا فللزوج والمولی التعزیر"......(الدر مع الرد: ۵/۳۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

نمازی کے لیے مسجد کی ٹوپیوں کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی ٹوپیاں نماز کے لیے لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز کے لیے عمدہ لباس ہونا چاہیے ’’لقوله تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد‘‘ اور ایسا لباس جو بڑی شخصیات کے پاس پہن کر جانا معیوب سمجھا جاتا ہو تو اس میں نماز مکروہ ہے، بنابریں ان ٹوپیوں کا استعمال بھی مکروہ ہوگا جو اکابر کے سامنے پہن کر جانا معیوب سمجھا جاتا ہو البتہ اگر عمدہ ہوں تو کراہت نہ ہوگی۔

’’وكذلك يكره الصلاة في الثياب البذلة وروى ان عمر رضي الله نه راى رجلا فعل ذالك فقال ارايت لو كنت ارسلتك الى بعض الناس اكنت ثمه في ثيابك هذه فقا ل لا فقال عمر الله احق ان يتزين له ،قوله وصلاته في ثياب بذلة قال في البحر وفسرها في شرح الوقاية بمايلبسه في بيعته ولا يذهب به الى الاكابر والظاهر ان الكراهة تنزيهية‘‘......(ردالمحتار ۱/۴۸۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مرد اور عورت کی نماز میں فرق:

مسئلہ نمبر(۲۳۳): خواتین کے لیے نماز کا مسنون طریقہ کیا ہے آیا طریقہ نماز مرد حضرات سے یکسر مختلف ہے یا وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جن کا خواتین کو نماز میں خیال رکھنا پڑتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

خواتین ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں اور ہاتھ سینہ پر رکھیں، رکوع میں صرف اتنا جھکیں کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں سجدہ میں بازو زمین پر رکھیں اور سرین پنڈلیوں سے ملا کر رکھیں، قعدہ میں دونوں پیر سرین کے دائیں طرف نکال کر بیٹھیں۔

فقہاء کرام نے مرد اور عورت کی نماز میں بیس سے زائد فرق بیان کیے ہیں۔

(۱) عورت اپنے ہاتھوں کو کندھے تک اٹھائے۔

(۲) اپنے ہاتھوں کو آستینوں سے باہر نہ نکالے۔

(۳) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پستانوں کے نیچے رکھے۔

(۴) رکوع میں معمولی جھکے۔

(۵) انگلیوں کو نہ موڑے۔

(۶) انگلیوں کو ملا کر رکھے۔

(۷) رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے۔

(۸) گھٹنوں کو نہ جھکائے۔

(۹) سمٹ کر رکوع اور سجدہ کریں۔

(۱۰) سجدے میں اپنے بازو بچھائے۔

(۱۱) تشہد میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکالے۔

(۱۲) تشہد میں ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنے تک پہنچائے۔

(۱۳) تشہد میں انگلیاں ملا کر رکھے۔

(۱۴) نماز پڑھنے کے دوران آگے سے گزرنے والے کو تالی بجا کر خبردار کریگی، تسبیح نہ کہے۔

(۱۵) مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی۔

(۱۶) عورتوں کی جماعت مکروہ ہے۔

(۱۷) عورتوں کی امام درمیان میں کھڑی ہو۔

(۱۸) عورتوں کا جماعت کے لیے مسجد میں آنا مکروہ ہے۔

(۱۹) مردوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت عورتیں سب سے پچھلی صف میں ہوں گی۔

(۲۰) عورت کے ذمہ جہر نہیں۔

(۲۱) عورت کے ذمہ جمعہ نہیں۔

(۲۲) اور نہ عید کی نماز عورتوں کے ذمہ ہے۔

(۲۳) تکبیرات تشریق عورتوں پر واجب نہیں۔

(۲۴) فجر کی نماز روشنی میں پڑھنا عورت کے لیے مستحب نہیں۔

"ترفع یدیہا حذاء منکبیہا ولا تخرج یدیہا من کمیہا وتضع الکف علی الکف

تحت ثدییھاوتنحنی فی الرکوع قلیلاولاتعقدولاتفرج فیہ أصابعھابل تضمھاوتضع یدیھاعلی رکبتیھاولاتحنی رکبتیھاوتنظم فی رکوعھا وسجودھاوتفترش ذراعیھا،وتتورک فی التشھدوتضع فیہ یدیھاتبلغ رؤس أصابعھارکبتیھاوتضم فی اصابعھا وإ ذاانابھاشئ فی صلاتھاتصفق ولاتسبح ولاتؤم الرجل وتکرہ جماعتھن ویقف الإمام وسطھن ویکرہ حضورھا الجماعۃ وتؤخرمع الرجال ولاجمعۃ علیھالکن تنعقدبھاولاعیدولاتکبیرتشریق ولایستحب أن تسفربالفجرولاتجھرفی الجھریۃ الخ"......(ردالمحتار: ۱/۳۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کالفظی معنی ومقصد:

مسئلہ نمبر(۲۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کالفظی معنی ومقصداورفضیلت اورالتحیات کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صلاۃ کےلغوی معنی دعا کرنا ہے اورشرعاافعال مخصوصہ مع النیۃ قیام وقرأت رکوع اورسجدے کانام صلاۃ ہے۔

"ھی لغۃ الدعاء وشرعا الأفعال المخصوصۃ من القیام والقرأۃ والرکوع والسجود"......(البحرالرائق: ۱/۲۲۴)

۲۔ نماز کے فضائل بہت ہیں بخاری شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ جس شخص کے گھر کے ساتھ ایک نہر ہوجس میں وہ روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہوتو کیااس کے بدن پرکچھ میل رہے گی صحابہ نے عرض کیاکہ نہیں آپ ﷺ نے فرمایااس طرح پانچ نمازیں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کومعاف کردیتا ہے۔

"عن أبی ھریرۃؓ أنہ سمع رسول اللہ ﷺ یقول أرأیتم لوأن نھرا الخ"......(بخاری: ۱/۷۶)

تشہد سے مراد التحیات ہے "عبدہ ورسولہ" تک اور احناف کے نزدیک تشہد ابن مسعودؓ سب سے افضل ہے۔

"(ویقرأ تشهدابن مسعودؓ) وجوبا کمابحثه فی البحرلکن کلام غیره یفیدندبه.....(ویقصدبألفاظ التشهد) معانیهامرادة له علی وجه(الإنشاء) کأنه یحیی الله تعالی ویسلم علی نبیه وعلی نفسه وأولیائه"......(الدرمع الرد: ۱/۷۶،۳۷۷،۳۷۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

والدین کے پکارنے پر نماز توڑنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زید نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کے والد عامر نے پکار کر بلایا تو زید نے نماز توڑ کر والد صاحب کی خدمت میں حاضری دی اور پھر آ کر نماز شروع کی تو بکر نے زید کو ڈانٹا کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں، آپ نے نماز توڑ کر گناہ کیا، زید کہتا ہے کہ میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا نماز میں صرف تاخیر کی، بالکل چھوڑی نہیں، والد کی بات ماننا واجب ہے کس کی بات صحیح ہے؟

(۲) اکرم کا باپ اسلم اس لیے ناراض ہے کہ اکرم کی بیوی اس کی عزت نہیں کرتی تو اسلم نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو، اکرم طلاق نہیں دینا چاہتا، خود باپ کی عزت کرتا ہے تو اسلم نے اپنے بیٹے کو عاق کر دیا تو آیا اب بیٹا اکرم عاق ہو گیا یا بعد موت اسلم کا وارث ہوگا۔

(۳) اکبر کا باپ گو اور غیر مسلم ہے بتوں کی پوجا کرتا ہے صبح کو مندر خود جاتا ہے لیکن شام کو اکبر اس کو لاتا ہے آیا یہ درست ہے یا نہیں؟ لے جانا اور لانا دونوں کا حکم بتا دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زید کے لیے نماز توڑنا جائز نہیں تھا البتہ اگر والدین کسی چیز کے لیے بلائیں اور کوئی اور شخص دینے والا نہ ہو تو توڑنا جائز ہے۔

"المصلی إذادعاه أحدأبویه لایجیب مالم یفرغ من صلاته إلا أن یستغیث به لشیٔ لأن قطع الصلاة لایجوزإلالضرورة"......(الهندیة : ۱/۱۰۹)

(۲) اس صورت میں والد کا ناراض ہونا بلا وجہ ہے شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ بیوی کو والدین سے علیحدہ مکان میں رکھے اور اس وجہ سے بیٹا کو عاق کرنا درست نہیں اور شرعاً بھی معتبر نہیں بلکہ دونوں شرعاً ایک دوسرے کے وارث ہونگے، باپ کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا واجب نہیں۔

(۳) کسی شخص کا اپنے والد کو مندر لے جانا تو گناہ ہے مگر وہاں سے واپس لانا گناہ نہیں۔

"رجل له أب ذمي أو امرأة ذمية ليس له أن يقوده إلى البيعة وله أن يقوده من البيعة إلى منزله لأن الذهاب إلى البيعة معصية وإلى المنزل لا"......(خلاصة الفتاوی: ۳۴۷/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے لیے شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۶): کیا فرماتے علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا صرف نماز میں ضروری ہے یا غیر نماز میں بھی؟ بحوالہ جواب ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب باسم الملک الوهاب

مرد کے لیے ہر حال میں شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے چاہے آدمی نماز کی حالت میں ہو یا غیر نماز کی حالت میں ہو۔

"عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار"......مشكوة: ۳۸۶/۱)

"وعنه قال قال رسول الله ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار ويكره سدله تكبرا أوتهاونا وبالعذر لايكره"......(الطحطاوی: ۳۵۰)

"ويكره سدله أي سدله المصلي ثوبه، ايضا ويكره للرجال السراويل التي تقع على ظهر القدمين عتابية"......(ردالمحتار: ۲۴۷/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں آستین کہنیوں تک چڑھانے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نماز میں اپنی آستین کہنیوں تک چڑھا کر رکھتا ہے آیا اس کی نماز درست ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر آستین کہنی اور ہاتھ کے درمیان تک چڑھائی ہوئی ہو تو حکم کیا ہوگا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

کہنیوں تک آستینیں چڑھا کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے، لہٰذا ایسی کیفیت سے احتراز کرنا چاہیے۔

"وقيد الكراهة في الخلاصة والمنية بأن يكون رافعا كميه إلى المرفقين وظاهره أنه لايكره إلى مادونهما قال في البحر والظاهر الإطلاق لصدق كف الثوب على الكل الخ ونحوه في الحلية وكذاقال في شرح المنية الكبير أن التقييد بالمرفقين اتفاقي"......(ردالمحتار: ۱/۴۷۳)

"ويدخل أيضا في كف الثوب تشمير كميه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق وفي الخلاصة ومنية المصلي قيد الكراهة بأن يكون رافعا كميه إلى المرفقين وظاهره أنه لايكره إذاكان يرفعهما إلى مادونهما والظاهر الإطلاق لصدق كف الثوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهة تشمير الكمين قولين وذكر في القنية أن القول بإمساك الكمين أحوط ولايخفى مافيه. قال الشامي في منحة الخالق "والظاهر الإطلاق" فيه نظر إن يكن سنده ماذكره عن فتح القدير لأن الكمال وإن أطلق هنا قد قيد كلامه "......(۲/۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے لیے جگہ مخصوص کرنے سے وہ مسجد شرعی نہیں بنتی:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام دریں مسئلہ کہ ایک چھ مرلے عمارت ہے اس کے تہہ خانہ میں ایک بڑے کمرے کو مسجد بنا کر باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے، بیسمنٹ میں مسجد کے علاوہ چند دفاتر، راہداری، کینٹین، لفٹ اور باتھ روم وغیرہ ہیں۔

نمازیوں کی تعداد مسجد کی گنجائش سے بڑھ جاتی ہے اس لیے نماز ظہر دو اوقات میں ادا کی جاتی ہے، ایک 01:15 بجے اور دوسری 02:15 بجے، نمازیوں کی کثرت کے باعث مسجد میں داخلہ کے راستہ کے باہر لفٹ کے پاس اور کینٹین کے ہال میں بھی صفیں بچھا کر باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔

کچھ دنوں سے امام صاحب نے مسجد کے کمرے کے باہر نماز ادا کرنے سے منع کر دیا ہے کہ یہ راہداری ہے، کینٹین ہے، لفٹ ہے، باتھ رومز کو بھی راستہ جاتا ہے اس لیے یہ جگہ پاک نہیں ہے، لہٰذا اس جگہ نماز ادا کرنا درست نہ ہے، ان کے خیال میں مسجد کے باہر لوگ جوتوں سمیت چلتے ہیں لہٰذا فرش پاک نہ ہے، صفیں بچھانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں مندرجہ بالا مسئلہ پر راہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جو جگہ نماز کے لیے مخصوص ہے، مسجد شرعی نہیں ہے تو اس میں دوسری جماعت بھی بلا کراہت کرائی جا سکتی ہے، اور فرش اگرچہ ناپاک بھی ہو تو اس پر صفیں بچھا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے، البتہ راستے میں نماز پڑھنے سے اجتناب کریں، جب کہ گزرنے والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہو۔

”ولو اتخذفی بیته موضعا للصلوۃ فلیس له حکم المسجد اصلا“...... (حلبی کبیری: ۵۳۰)

”ولا بأس بان یفعل ذالک فوق بیت فیه مسجد یعنی لکل مسلم مندوب ان یتخذ مسجدفی بیته یصلی فیه السنن والنوافل لکن لیس له حکم المسجد“ ...... (خلاصة الفتاوی: ۲/۲۲۷)

”لایکره ماذکر فوق بیت جعل فیه مسجد بل ولافیه لانه لیس بمسجد شرعا واما المتخذلصلاۃ جنازۃ اوعید فهو مسجدفی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لافی حق غیره به یفتی نهایة فحل دخوله لجنب وحائض کفناء مسجد ورباط ومدرسة ومساجد حیاض واسواق لایکره ماذکر ای من الوطء والبول والتغوط قوله فوق بیت ای فوق مسجدالبیت ای موضع اعدللسنن والنوافل بان یتخذله محراب وینظف ویطیب کماامر علیه السلام فهذا مندوب لکل مسلم کمافی الکرمانی وغیره، قوله مدرسة مایبنی لسکنی طلبة العلم ویجعل لهامدرس ومکان

للدرس لکن اذاکان فیھا مسجد فحکمہ کغیرہ من المساجد ففی وقف القنیۃ المساجد التی فی المدارس مساجدلانھم لایمنعون الناس من الصلوۃ فیھا واذااغلقت یکون فیھا جماعۃ من اھلھا ،وفی الخانیۃ دارفیھا مسجد لایمنعون الناس من الصلاۃ فیہ ان کانت الدارلواغلقت کان لہ جماعۃ ممن فیھا فھومسجد جماعۃ تثبت لہ احکام المسجد من حرمۃ البیع والدخول والافلا وان کانو لایمنعون الناس من الصلاۃ فیہ قولہ مساجد حیاض مسجدالحوض مصطبۃ یجعلونھا بجنب الحوض حتی اذاتوضأ احدمن الحوض صلی فیھا قولہ اسواق ای غیر نافذۃ یجعلون مصطبۃ للصلاۃ فیھا وذلک کالتی تجعل فی خان التجار " ......(در مع الرد: ۱/۳۸۶)

"لوبسط الثوب الطاھر علی الثوب النجس اوعلی ارض نجسۃ مبتلۃ واثرت تلک النجاسۃ فی الثوب لکن لم یصر رطبا بحال لوعصر یسیل منہ شیء ولکن یعرف موضع الندوۃ فالاصح لایصیر نجسا "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۴۷)

"الثوب اذافرش علی النجاسۃ الیابسۃ فان کان رقیقا یشف ماتحتہ اوتوجد منہ رائحۃ النجاسۃ علی تقدیر ان لھارائحۃ لاتجوز الصلاۃ علیہ وان کان غلیظا بحیث لایکون کذالک جازت "......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۶۳)

"لان الصلوۃ فی نفس الطریق ای طریق العامۃ مکروھۃ بسترۃ وبدونھا لانہ اعد للمرور فیہ فلایجوز شغلہ بمالیس لہ حق الشغل کمافی المحیط "......(فتاویٰ شامی: ۱/۳۷۲)

"ولم یصل فی الطریق لان الصلوۃ فی الطریق مکروھۃ وھذا اظھر "......(تقریرات رافعی: ۱/۸۴)

"تکرہ الصلاۃ فی طریق العامۃ لماروی الترمذی وابن ماجۃ عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ نھی ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ وقارعۃ الطریق وفی الحمام وفی معاطن الابل وفوق ظھر بیت اللہ "......(حلبی کبیری: ۳۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۹): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب میں درج ذیل سوالات کے جوابات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

بندہ درج ذیل مسائل کے بارے میں کافی پریشان ہے،لہٰذا بندہ کا تعاون فرمائیں۔

(۱) اہل حدیث مسلک کے مسلمان نماز عشاء میں صرف ایک وتر پڑھتے ہیں،کیا یہ عمل ٹھیک ہے؟

(۲) کیا نماز حاجت کے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہے؟یعنی ایسا وقت کہ جس میں صلوۃ حاجت بندہ پڑھ سکتا ہو یا کہ ہر وقت پڑھ سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) وتر کی تین رکعات ہیں نہ کہ ایک،یہی مسلک حق ہے۔

(۲) مکروہ وقت نہیں ہونا چاہیے باقی جس وقت چاہیں صلوۃ الحاجت پڑھ سکتے ہیں۔

"الوتر واجب وهوثلاث ركعات بتسليمة قوله وهوثلاث ركعات بتسليمة اى الوتر لمارواه الحاكم وصححه وقال على شرطها عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ يوتربثلاث لايسلم الافى آخرهن قيل للحسن ان ابن عمر كان يسلم فى الركعتين من الوتر فقال كان عمر افقه منى وكان ينهض فى الثانية بالتكبير اه ونقله الطحاوى عن اصحاب رسول الله ﷺ واما قوله ﷺ صلوة الليل مثنى مثنى واذا خشى الصبح صلى واحدة فاوترت له ماصلى فليس فيه دلالة على ان الوتر واحدة بتحريمة مستأنفة ليحتاج الى الاشتغال بجوابه اذيحتمل كلامن ذلک ومن كونه اذاخشى الصبح صلى واحدة متصلة ومع الاحتمال لايقادم الصرائح الواردة وقدروى الامام ابوحنيفة بسنده انه عليه السلام كان يقرأ فى الاولى بسبح اسم ربک الاعلى وفى الثانية قل يايها الكافرون وفى الثالثة قل هوالله احد"......(البحرالرائق: ۲/۲۸)

"وقنت فى ثالثة قبل الركوع أبدا وقرأ فى كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة قوله وقرأ فى كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة بيان لمخالفته للفرائض فيقرأ فى كل

رکعة منه حتما ونقل في الهداية انه بالاجماع وفي التجنيس لوترک القراءة في الرکعة الثالثة منه لم يجز في قولهم جميعا"......(البحر الرائق: ۲/۷۶)

"عن سعيدبن عبدالرحمن بن ابزى عن ابيه عن ابي بن کعب ان رسول الله ﷺ کان يوتر بثلث رکعات کان يقرأ في الاولى بسبح اسم ربک الاعلى وفي الثانية بقل يايها الکفرون وفي الثالثة بقل هوالله احد ويقنت قبل الرکوع"......(سنن النسائي: ۱/۲۴۸، قديمي کتب خانه)

"عن ابن عباس قال کان رسول الله ﷺ يوتر بثلث يقرأ في الاولى بسبح اسم ربک الاعلى وفي الثانية بقل هوالله احد"......(سنن النسائي: ۱/۲۴۹، مکتبه قديمي)

"عن سعيد بن جبير عن ابن عباس انه کان يوتربثلث بسبح اسم ربک الاعلى وقل يايهاالکفرون وقل هوالله احد"......(سنن النسائي: ۱/۲۴۹، قديمي کتب خانه)

"عن علي قال کان رسول الله ﷺ يوتر بثلاث يقرأ فيهن بتسع سورمن المفصل يقرأ في کل رکعة بثلاث سور آخرهن قل هوالله احد"......(جامع الترمذى: ۱/۲۱۲، مکتبه رحمانيه)

"ثنا ابن وهب قال اخبرني ابن ابي الزناد عن ابيه قال اثبت عمربن عبدالعزيز الوتر بالمدينة بقول الفقهاء ثلاثا لايسلم الافي آخرهن"......(شرح معاني الآثار: ۱/۱۸۷، مکتبه رحمانيه)

"ثنا عبدالرحمن بن ابي الزناد عن ابيه عن السبعة سعيدبن المسيب وعروة بن الزبير والقاسم بن محمد وابي بکر بن عبدالرحمن وخارجة بن زيد وعبيدالله بن عبدالله وسليمن بن يسار في مشيخة سواهم اهل فقه وصلاح وفضل وربما اختلفوا في الشيء فأخذبقول اکثرهم وافضلهم رأيا فکان مماوعيت عنهم على هذه الصفة ان الوترثلث لايسلم الافي آخرهن فهذا من ذکرنا من فقهاء المدينة وعلمائهم قداجمعوا ان الوترثلث لايسلم الافي اخرهن وتابعهم على ذلک عمربن عبدالعزيز فهذا عندنا ممالاينبغي خلافه لماقدشهدله من حديث

رسول اللہ ﷺ ثم فعل اصحابه واقوال اكثرهم من بعده ثم اتفق عليه تابعوهم "
......(شرح معانی الآثار: ۱/۱۸۷)

"ثنا ابوخلدة قال سألت اباالعالية عن الوتر فقال علمنا اصحاب محمد ﷺ اوعلمونا ان الوتر مثل صلوة المغرب غيرانانقرأ في الثالثة فهذا وترالليل وهذا وترالنهار "......(شرح معانی الآثار: ۱/۱۸۵)

"ومن المندوبات صلوة الحاجة وفي شرح المنية فذكر انهاركعتان واخرج الترمذى عن عبدالله ابن ابي اوفى قال قال رسول الله ﷺ من كانت له الى الله حاجة اوالى احد من بنى آدم فليتوضأ وليحسن الوضوء ثم ليصل ركعتين ثم ليثن على الله وليصل على النبى ﷺ ثم ليقل لااله الاالله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم الحمد لله رب العلمين اسألک من موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنيمة من كل بروالسلام من كل اثم لاتدع لى ذنبا الاغفرته ولاهما الافرجته ولاحاجة هي لک رضا الاقضيتها ياارحم الراحمين "......(فتاوىٰ شامی:۱/۵۰۹،۵۰۸)

"ومنع عن الصلوة وسجدة التلاوة وصلاة الجنازة عندالطلوع والاستواء والغروب الاعصريومه اطلق الصلوة فشمل فرضها ونفلها لان الكل ممنوع فان المكروه من قبيل الممنوع لانهاتحريمية "......(البحرالرائق: ۱/۲۳۳،۲۳۲)

"وعن التنفل بعدصلاة الفجر والعصر لاعن قضاء فائتة وسجدة تلاوة وصلاة جنازه وبعد طلوع الفجر باكثر من سنة الفجر وقبل المغرب ووقت الخطبة وعن الجمع بين الصلاتين في وقت بعذر قوله وعن التنفل بعدصلاة الفجر والعصر اى منع عن التنفل في هذين الوقتين قصدا لاعن غيره لرواية الصحيحين لاصلوة بعدصلوة العصرحتى تغرب الشمس ولاصلوة بعدصلوة الفجر حتى تطلع الشمس "......(البحرالرائق: ۱/۲۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے چند متفرق مسائل:

مسئلہ نمبر (۴۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں،

(۱) جناب میں نے سنا ہے کہ فرض اور وتر نماز میں ایک رکعت کو لمبا کرنے کے لیے دوسورتیں نہیں پڑھ سکتے، کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر پڑھ سکتے ہیں تو وہ سورتیں لگاتار ہوں یا وقفہ والی بھی دوسورتیں ایک رکعت میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) کیا نماز میں قرآن ترتیب سے پڑھنا واجب ہے؟ اگر امام ترتیب سے نہ پڑھے اسی طرح اگر دوران نماز سجدہ سہو کے لیے لقمہ بھی نہیں دیا اور بعد میں کوئی مقتدی یاد کراوے کہ ترتیب نہیں تھی اور سجدہ سہو بھی نہیں ہوا تو وہ نماز ہوگئی یا نہیں؟ ایک آدمی نے بتایا کہ یاد کرانے والے کی نہیں ہوئی باقی سب کی ہوگئی ہے۔

(۳) اگر صبح یا شام کی اذان ۲ منٹ وقت سے پہلے ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(۴) میں ایک رکعت کے دوسرے سجدہ میں جماعت کے ساتھ شامل ہوا نماز مکمل کرنے کے بعد ایک آدمی نے بتایا کہ سجدہ شکر اور سجدہ تلاوت کے علاوہ ایک سجدہ مکروہ ہے؟

(۵) ایک دفتر کے کسی کمرہ میں ظہر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے لیے مختص کر دیا جائے تو کیا مسجد کا ثواب ملے گا؟

(۶) کار میں بیٹھ کر شہر کے اندر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) فرض نماز کی ایک رکعت میں دوسورتیں لگاتار (متصل) پڑھی جاسکتی ہیں وقفہ والی دوسورتیں ایک رکعت میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۲) نماز میں قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے، اس لیے اگر امام نے خلاف ترتیب پڑھا تو نماز ہو جائے گی سجدہ سہو کی ضرورت نہیں اور نہ ہی بعد میں یاد کرانے والے کی نماز فاسد ہوئی ہے۔

(۳) اذان کا اعادہ ضروری ہے۔

(۴) اکیلا سجدہ مکروہ نہیں ہے امام کے ساتھ جلد شامل ہونا بہتر ہے کیونکہ اس میں زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۵) دفتر کے کمرے میں نماز جماعت پڑھنے سے صرف جماعت کا ثواب ملے گا مسجد کا ثواب نہیں ملے گا، جب تک کوئی جگہ مسجد کے لیے وقف نہ کی جائے وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوتی۔

(۱)"والجمع بین سورتین الخ ای رکعة واحدة عافیه من شبهة التفصیل ولجهر وفی الحاشیة والجمع بین سورتین بینهما سوراوسورة "......(طحطاوی علی المراقی :۱/۱۹۴)

"واذاجمع بین سورتین بینهما سوراوسورة واحدة فی رکعة واحدة یکره "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۷۸)

(۲)"اذاقرأ فی الرکعة الاولیٰ سورة وقرء فی الرکعة الثانية سورة قبلها فلاسهو علیه "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۲۶)

"انهم قالوا یجب الترتیب فی سورالقرآن فلوقرأ منکوسا اثم لکن لایلزمه السجود السهو"......(۱/۳۳۷)

(۳)"فیعاد اذان وقع بعضه قبله کالاقامة "......(درمختار: ۱/۲۶)

(۴)"وکذلک اذاادرکه بعدمارفع رأسه من السجدة الاولیٰ یکبر تکبیرة الافتتاح قائما ویأتی بالثناء ان کان اکبر رأیه انه یدرکه الامام فی السجدة الثانية ثم یسجد" ......(المحیط البرهانی : ۲/۱۳۵)

"واستدل بهذاالحدیث علی حصول فضیلة الجماعة بادراک جزء من الصلوة...... لقوله علیه السلام فماادرکتم فصلوا ولم یفصل بین القلیل والکثیر ....واستدل به ایضا علی استحباب الدخول مع الامام علی ای حالة وجدعلیها"......(فتح الباری : ۲/۱۵۱)

(۵)"قوله علیه السلام صلوة الرجل فی الجماعة تفضل علی صلواته فی بیته اوسوقه سبعا وعشرین ضعفا"......(حلبی کبیری: ۴۳۹)

"قوم تخلفوا عن المسجد وصلوا فی البیت بجماعة فانهم ینالون فضل الجماعة ولکن دون ما......ینالون فی المسجد"......(فتاوىٰ السراجية: ۹۷)

"قال فی الدر......یزول ملکه عن المسجد والمصلی بالفعل وبقوله جعلته مسجدا عندالثانی وشرط محمدوالامام الصلوة فیه بجماعة "......(درمختار: ۱/۳۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

امام کی غیر موجودگی میں دوسرے شخص کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۲۹): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا تعلق علماء کے گھرانے سے ہے، اس کا گھر جامع مسجد کے ساتھ ہے، اور خود دینی ودنیاوی علم سے آگاہ ہے، مسجد کے امام وخطیب کے موجود نہ ہونے کی صورت میں مسجد کا مؤذن ہوتا ہے، اور نمازی اس شخص کو گھر جا کر کہتے ہیں کہ مسجد میں آ کر نماز جماعت کے ساتھ پڑھادیں، تو اس کا جواب یہ ہوتا ہے، استغفر اللہ ہم تنخواہ دار یا ٹھیکیدار نہیں ہیں، اور نہ ہی نماز پڑھانا ہماری ڈیوٹی میں شامل ہے، ایک عاقل بالغ سمجھدار شخص اس طرح کی باتیں کرے تو شریعت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

چونکہ وقت نماز پر کوئی امامت کے لائق شخص موجود نہیں ہے، لہٰذا اس شخص کو اخلاقی طور پر نماز پڑھادینی چاہیئے، اگر بغیر تنخواہ اور بغیر ڈیوٹی جماعت کرادے گا تو محققین کی صف میں شمار ہوگا، اور جماعت کی فضیلت اور ترک جماعت کا گناہ آپ کے سامنے ہے، اس شخص کی یہ تعبیر شرعاً درست نہیں ہے۔

"الجماعة سنة مؤكدة وقيل واجبة وعليه العامة "......(الدرالمختار: ۱/۸۲، كتاب الصلوة، باب الامامة، طبع رشيديه)

"الاولىٰ بالامامة اعلمهم باحكام الصلوة كذافي المضمرات "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۸۳، كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة، طبع رشيديه)

"فان كان متبحرا في علم الصلوة لكن لم يكن له حظ في من العلوم فهواولى "......(خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۱۴۴)

"عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ قال صلوة الجماعة تفضل صلوة الفرد بسبع وعشرين درجة ...... وعن ابى هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال والذى نفسي بيده لقدهممت ان امر بحطب ليحطب ثم امر بالصلوة فيؤذن لهاثم امر رجلا فيؤم الناس ثم اخالف الى رجال فاحرق عليهم بيوتهم والذى نفسي بيده لويعلم احدهم انه يجد عرقا سمينا اومرماتين حسنتين لشهدالعشاء "......(صحيح البخارى: ۱/۸۹)

”عن ابی الھمدانی قال سمعت عقبة بن عامر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من ام الناس فاصاب الوقت فلہ ولھم ومن انتقص من ذلک شیئا فعلیہ ولاعلیھم “

......(سنن ابی داؤد: ۹۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نکاح پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں جس کا نام ٹبہ کمہاراں ہے ضلع جھنگ میں واقع ہے یہاں کا پیش امام حافظ منظور احمد ہے اور اس میں چند خامیاں ہیں۔

(۱) مذکور مولانا منظور احمد صاحب ولد جیون قوم موچی ساکن ٹبہ کمہاراں نے نکاح پر نکاح پڑھایا ہے، اور اس عورت کو پہلے حمل بھی تھا۔

(۲) اور بھی ایسے دو نکاح علاقے میں پڑھائے گئے ہیں، جن کے شریعت کے مطابق گواہ بھی نہ ہیں۔

(۳) کیا پیش امام کسی کی جگہ قسم دے سکتا ہے؟ اس کے بارے میں وضاحت کریں کہ اگر جھوٹی قسم دے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۴) یہ امام مسجد کی آمدنی اکٹھی کر کے خود کھا گیا ہے اور مسجد کی حالت خستہ ہے۔

مذکورہ صفات کے حامل امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر یہ مذکورہ باتیں عدالت میں ثابت ہو جائیں تو یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ثبوت نہ ہوسکے تو الزام لگانے والے گناہ گار ہوں گے، واضح رہے کہ اگر امام مذکور کے مذکورہ الزامات پر دو دیندار گواہ گواہی دیتے ہوں تب بھی اس کے امامت مکروہ تحریمی ہے۔

” واماالفاسق فقدعللوا کراھة تقدیمه بانه لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیماله وقدوجب علیھم اھانته شرعا...... تقدیمه کراھة تحریم لماذکرنا “

......(فتاوی شامی : ۴۱۴/۱)

”وکرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولدالزنا ......بیان للشیئین الصحة، والکراھة ......واماالکراھة فمبنیة علی قلة رغبة الناس فی

الاقتداء بھؤلاء فیؤدی الی تقلیل الجماعة المطلوب تکثیرھا تکثیرا للاجر ولان العبدالخ ......والفاسق لایھتم لامر دینه ......اخرج الحاکم فی مستدرکه مرفوعا ان سرکم ان یقبل الله صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدفیمابینکم وبین ربکم ......وذکرالشارح وغیرہ ان الفاسق اذاتعذرمنعه یصلی الجمعة خلفه وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اخر"......(البحرالرائق :۶۱۰،۶۱۱/۱)

"قوله فالحاصل انه یکرہ ، قال الرملی ذکرالحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراھة تقدیم الفاسق والمبتدع کراھة التحریم "......(منحة الخالق علی البحرالرائق :۶۱۱/۱)

"وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولدالزنا والفاسق الاانه یکرہ...... والمکروہ فی ھذاالباب نوعان احدھماماکرہ تحریما وھوالمحمل عنداطلاقھم الکراھة "......(فتاویٰ الھندیة:۸۵/۱)

"ونصابھالغیرھا من الحقوق سواء کان الحق مالا اوغیرہ کالنکاح وطلاق الخ ......رجلان اورجل وامرأتان " ......(الدرالمختار:۹۱/۱)

"ولایجوزاقل من شاھدین فی الحقوق فیمابین الناس ولافی الجراحات ولافی غیرذلک لقول الله سبحانه فی کتابه ......واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان"......(کتاب الاصل :۵۰۵/۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیت اللہ اور مسجد نبوی کے ماڈل کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۳۳): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ آج کل مساجد میں بیت اللہ اور مسجد نبوی کی ٹائلوں پر بنے ہوئے ماڈل جن پر انسانی تصویر نہیں ہوتی لگائے جاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ان کے سامنے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگران میں جاندار کی تصاویر نہ ہوں تو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ نمازی کے خشوع وخضوع میں خلل نہ آئے اوراونچے ہوں۔

"اولغیر ذی روح لایکره لانها لاتعبد(قوله اولغیر ذی روح)لقول ابن عباس للسائل فان کنت لابد فاعلا فاصنع الشجر ومالانفس له رواه الشیخان ولافرق فی الشجربین المثمر وغیره "......(الدر علی الرد : ۱/۳۸۰)

"قوله ولابأس بتحلیة المصحف ونقش المسجد والزخرفة بماء الذهب لان المقصود بذلک التعظیم والتشریف ویکره فعل ذلک علی طریق الریاء وزینة الدنیا"......(جوهرة النیرة:۱/۶۱۸)

"ولابأس بنقشه خلامحرابه فانه یکره لانه یلهی المصلی ویکره التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا فی جدارالقبلة قاله الحلبی وفی حظر المجتبیٰ وقیل یکره فی المحراب دون السقف والمؤخر انتهی وظاهره المراد بالمحراب جدارالقبلة فلیحفظ (قوله ولابأس الخ)فی هذاالتعبیر کماقال شمس الائمة اشارة الی انه لایوجر ویکفیه ان ینجورأسا برأس اه قال فی النهایة لان لفظ لابأس دلیل علی ان المستحب غیره لان البأس الشدیدة اه ولهذا قال فی حظر الهندیة عن المضمرات والصرف الی الفقراء افضل وعلیه الفتوی اه وقیل یکره لقوله علیه السلام ان من اشراط الساعة ان تزین المساجد الحدیث وقیل یستحب لمافیه من تعظیم المسجد (قوله لانه یلهی المصلی) ای فیخل بخشوعه من النظر الی موضع سجوده ونحوه وقدصرح فی البدائع فی مستحبات الصلاة انه ینبغی الخشوع فیها ویکون منتهی بصره الی موضع سجوده الخ وکذا صرح فی الاشباه ان الخشوع فی الصلاة مستحب والظاهر من هذاان الکراهة هنا تنزیهیة فافهم (قوله ویکره التکلف) الخ تخصیص لمافی المتن من نفی الباس بالنقش ولهذا قال فی الفتح وعندنا لاباس به ومحمل الکراهة التکلف بدقائق النقوش ونحوه خصوصافی المحراب (قوله وظاهره الخ ای ظاهر التعلیل بانه یلهی وکذا اخراج السقف

والمؤخر فان سببه عدم الالهاء فيفيد ان المكروه جدار القبلة بتمامه لان علة الالهاء لاتخص الامام بل بقية اهل الصف الاول كذلك ولذاقال في الفتاوىٰ الهندية وكره بعض مشائخنا النقش على المحراب وحائط القبلة لانه يشغل قلب المصلي اه ومثله يقال في حائط الميمنة او الميسرة لانه يلهي القريب منه "
......(الدر علی الرد:۴۸۷،۴۸۶/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صرف رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۴): (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں چند حفاظ کرام ایسے ہیں جو رمضان کی آمد سے ایک دو ماہ قبل ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں اور رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے ہیں، رمضان گزرنے کے بعد وہ حفاظ ڈاڑھی کٹوادیتے ہیں، آیا ان حضرات کے پیچھے رمضان میں تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہمارے ساتھ والے گاؤں میں چند حفاظ موجود ہیں وہ ڈاڑھی بالکل نہیں رکھتے وہ لوگ پریشان ہیں کہ آیا ہم ان حفاظ کی نماز میں اقتداء کریں یا نہیں؟ اور بعض دفعہ ان حفاظ کے علاوہ کوئی اور حافظ نہیں ملتا جو باشرع ہو اور رمضان میں ہمیں تراویح بھی پڑھائے۔

برائے مہربانی ہمیں مطلع فرمائیں کہ ڈاڑھی والے حضرات جو علاقے میں رہتے ہیں ان کی نماز ڈاڑھی منڈوانے والے حافظ کے پیچھے ہو جائے گی یا نہیں؟

اور رمضان المبارک میں اگر باشرع حافظ نہیں ملتا تو کیا قرآن مجید کا سننا لازم ہے یا کوئی عام آدمی صرف آخری سپارے کی سورتیں پڑھ کر تراویح پڑھادے۔

برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے آگاہ فرمائیں، تاکہ ہم اس مسئلہ پر عمل کرسکیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، فرض نماز ہو یا تراویح کیونکہ یہ فاسق ہیں جیسا کہ ان کے عمل سے ظاہر ہے۔

(۲) داڑھی کو ایک مٹھ سے کم کرنے والا یا بالکل منڈوانے والا دونوں حکم کے اعتبار سے یکساں ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، جس کو آخری سورتیں یاد ہوں اور باشرع ہو تو اسی کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔

"وللتوبة فلها ثلاثة شروط احدها ان يقلع عن المعصية والثاني ان يندم على فعلها والثالث ان يعزم ان لايعود اليهاابدا فان فقد احدالثلثة لم يصح توبته "......(قطب الارشاد: ۱۴۹)

"قال الحصكفي واماالاخذمنهاوهي دون ذلك كمايفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذكلهافعل يهودالهندومجوس الاعاجم " ......(درمختار: ۱/۱۲۳)

"امامة الفاسق الاعلم فلايقدم لان في تقديمه تعظيمة وقد وجب عليهم اهانته شرعا ومفاده الكراهة التحريم في تقديمه " ......(الطحطاوى على الدر: ۱/۲۴۲)

"وكره امامة العبد والاعرابى والفاسق والمبتدع "......(البحر الرائق: ۱/۱۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر محرم کے ساتھ خلوت کرنے والے کی امامت:

مسئلہ نمبر (۲۴۵): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین آدمی ایک غیر محرم نوجوان بالغ لڑکی کو اکیلے کمرے میں اپنے ساتھ بٹھاتا ہے اور اس کے ہر حصہ کو ہاتھ بھی لگاتا ہے، چومتا ہے، اور اپنے جسم کو اس کے جسم کے ساتھ ملاتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرا دل صاف ہے، تو شریعت کی رو سے اس عالم دین کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور مذکورہ عالم دین کی امامت درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں "**وماابرئ نفسي الخ**" انبیاء کے نفس سے ہمارا نفس زیادہ صاف ہے؟ شریعت میں غیر محرم کی طرف دیکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے، ادھر اعضاء اعضاء سے مل رہے ہیں، خدا کا خوف کریں، ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اب دل کے صاف ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ آدمی مجسمہ شیطان ہے امامت کے قابل نہیں ہے، غیر محرم سے کلی پردہ ہے، لہٰذا اس امام کو فوراً معزول کردیا جائے۔

"قوله تعالیٰ ان النفس لامارة بالسوء،یعنی ان النفس کثیرة النزاع الی السوء فلایبرئ نفسه وان کان لایطا وعها "......(احکام القرآن للجصاص: ۳/۲۵۵)

"وماحل نظره ممامر من ذکر اوانثی حل لمسه اذاامن الشهوة علی نفسه وعلیها (الامن اجنبیة)فلایحل مس وجهها وکفها وان امن الشهوة لانه اغلظ ولذاثبت به حرمة المصاهرة "......(درعلی الرد: ۵/۲۵۹)

"وتمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین رجال لالانه عورة بل لخوف الفتنة کمسه،وان امن الشهوة لانه اغلظ ولذاثبت به حرمة المصاهرة "......(درعلی الرد: ۱/۲۹۹)

"قوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحوذلک " ......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

"واماالفاسق فقدعللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامردینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعا ......بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

"ویکره تقلیدالفاسق ویعزل به الالفتنة قوله ویعزل به ای بالفسق لوطرء علیه والمرادانه یستحق العزل "......(درعلی الرد: ۱/۳۰۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نائیلون یاکھجور کی ٹوپیوں میں نماز پڑھنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۳۶): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عموماً بیشتر نمازی حضرات نماز ادا کرتے وقت نائیلون یاکھجور کے خشک پتے سے بنی ہوئی ٹوپیوں کوسرپر پہن لیتے ہیں تاکہ ننگے سر نماز اداکرنے سے بے ادبی نہ ہو،یہ ٹوپیاں عموماً نہایت میلی کچیلی اور خستہ حالت میں ہوتی ہیں جن کوعام حالات میں گلی،بازاریاکسی پبلک مقام پر سرپر پہننا کوئی شخص گوارانہیں کرتا،توکیایہ بات نمازی کوزیب دیتی ہے کہ وہ ایسی میلی کچیلی اورشکستہ وریختہ ٹوپی کواپنے سرپررکھ کرخداوندعزوجل کے حضورنماز کے لیے کھڑاہو،برائے مہربانی حدیث اورشرعی حوالہ سے اس بظاہر معمولی لیکن

اہم مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں، امید ہے کہ آپ اپنی مصروفیت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر اپنی پہلی فرصت میں واپسی جواب سے نوازیں گے، جوابی لفافہ ساتھ ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

نماز پڑھنے کے دوران عام حالات میں نمازی کے جسم پر زیب تن کیا ہوا لباس ایسا ہونا چاہیے جو صاف ستھرا ہو اور اللہ تعالیٰ کے عظمت والے دربار کے شایان شان ہو اور میلے کچیلے کپڑے پہننا یا بلاوجہ پھٹے پرانے کپڑے یا ٹوپی استعمال کرنا آداب نماز کے منافی چیز ہے، لہٰذا یہ بات نامناسب ہے کہ میلی کچیلی اور شکستہ و ریختہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ کر خداوند عزوجل کے حضور نماز کے لیے کھڑا ہوا جائے۔

”قوله وفي ثياب البذلة اى تكره صلاته في ثياب البذلة ......والكراهة تنزيهية كمافي البحر ووجه الكراهة ان فيه ترك الاهتمام بالصلوة التى هى افضل العبادات وهذا اذا كان له غيرها والافلا قوله ولايذهب بهاالى الكبراء اى لايذهب بتلك الثياب الامراء والرؤساء واكابره قرابة وسنا اى يستنكف عنه ويستكره ذلك“......(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية:۱/۱۹۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ٹرانسپورٹ کمپنی کے ڈرائیور کے لیے نماز قصر کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۴۷): محترمی و مکرمی حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک فتویٰ لینے کی غرض سے جناب کو خط لکھ رہا ہوں، گزارش کچھ اس طرح ہے کہ میں ڈائیوو پاکستان بس سروس میں بطور ڈرائیور ملازمت کرتا ہوں، مستقل رہائش کلر کہار ضلع چکوال کا ہوں اور ڈیرہ اسماعیل خان پوسٹڈ ہوں، ڈیوٹی یہاں پر ہے، ایک رہائش کے لیے بنیادی طور پر جو سہولیات ہوتی ہیں وہ تمام تر یہاں میسر ہیں، رہائش، کھانا، میڈیکل تمام تر موجود ہے، گھر پر واپسی کبھی ایک ماہ اور کبھی دس دن کے بعد ہوتی ہے، اور گھر میں قیام زیادہ سے زیادہ چار دن ہوتا ہے، ڈیرہ اسماعیل خان سے کبھی پشاور، کبھی لاہور اور کبھی راولپنڈی ڈیوٹی کرتا ہوں، کسی شہر سے واپسی چوبیس گھنٹے کے اندر ہوتی ہے اور کسی سے اڑتالیس گھنٹے کے اندر واپسی ہوتی ہے، اور یہ آمدورفت کا سلسلہ

چلتا رہتا ہے یعنی کسی بھی مقام پر پندرہ دن لگاتار قیام نہیں ہوتا، کوئی کہتا ہے کہ کیونکہ یہ ہمارا روزانہ کا کاروبار ہے اس لیے نماز کی ادائیگی پوری ہوگی اور قصر نماز نہیں ہوگی، اور کوئی کہتا ہے کہ قصر نماز ہوگی، برائے مہربانی رہنمائی فرمائی جائے؟

مزید یہ کہ دوران سفر فجر کی دو سنتیں پڑھنا بھی لازمی ہیں یا نہیں؟

اور دوسرا یہ کہ فرائض پڑھتے ہوئے دانستہ طور پر یا غیر دانستہ طور پر تیسری اور چوتھی رکعت میں قرأت کے بعد اگر کوئی سورت پڑھی جائے تو یہ صحیح ہے؟ یا سجدہ سہو کرنا پڑے گا؟

ایک گزارش یہ ہے کہ دوران سفر وتر جو کہ واجب ہیں وہ بھی پڑھنے ضروری ہیں یا نہیں؟

برائے مہربانی فتویٰ ارسال کیا جائے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

کلر کہار تو آپ کا وطن اصلی ہے اس میں جب بھی آئیں گے خواہ تھوڑی دیر کے لیے ہی ہو تو نماز پوری ادا کرنا ہوگی، باقی دوسرے مقامات پر چونکہ پندرہ دن قیام کی نیت کسی بھی جگہ نہیں ہوتی ،لہٰذا نماز قصر پڑھیں گے، اور اگر مقامی امام کے پیچھے پڑھیں گے تو پھر پوری نماز ہوگی۔

فجر کی سنتیں نبی کریم ﷺ نے سفر وحضر میں کبھی ترک نہیں فرمائیں، اس لیے یہ بھی ادا کرنا ہوں گی۔

اور فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

اور وتر بھی ہر حالت میں پڑھنے ہوں گے۔

"قال علماؤنا القصر ثابت في حق كل مسافر سفر الطاعة وسفر المعصية في ذالک سواء "......(فتاویٰ الهندية: ١/١٣٩)

"والقصر في كل مسافر يصلي وحده او كان اماما او مقتديا بالمسافر امااذااقتدى المسافر بمقيم اتمها متابعة له "......(فتاویٰ التاتارخانية: ٢/٣٩٣)

"وكذااذادخل وطنه الاصلي او مصرا صار وطنا له بان كان اتخذفيه اهلا صار مقيما وان لم ينو الاقامة "......(فتاویٰ التاتارخانية: ٢/٥١٠)

"والقصر في السفر في الظهر والعصر والعشاء لان القصر عبارة عن سقوط شطر الصلوة وفي هذه الصلوة بعدسقوط الشطر تبقى صلاته كاملة بخلاف الفجر "

......(المبسوط للسرخسي : ١/٢٣٨)

"قلت ارأیت المسافر ای صلاۃ یقصر قال یصلی الفجر رکعتین مثل صلاۃ المقیم ویقصر الظهر فی صلی رکعتین ویقصر العصر فی صلی رکعتین ویصلی المغرب صلاۃ المقیم ویقصر العشاء فی صلی رکعتین ویصلی الوتر ثلاث رکعات صلاۃ المقیم الاانه یقصر القراءۃ فی کل ماذکرت ولایشبه الحضر السفر فی القراءۃ قلت وکذلک صلاۃ التطوع فی السفر رکعتین وکمافی الحضر والسفر سواء قال نعم "......(الاصل المعروف بالمبسوط للشیبانی : ۱/۲۸۹)

"عن رسول الله ﷺ انه کان لایدع ذلک فی سفر ولاحضر ،وقال النبی ﷺ الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا ، فمن لم یوتر فلیس منا ، فمن لم یوتر فلیس منا "
......(سنن ابی داؤد : ۱/۲۱۰)

"نوع آخر من هذاالفصل فیمن نسی القراءۃ فی الاولیین ......وفی الخانیة......فان قرأ فی الاولیین بفاتحة الکتاب ولم یقرأ بالسورۃ قرأ فی الاخریین بفاتحة الکتاب والسورۃ "......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ناجائز قبضہ کرنے والے کی امامت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر وقف شدہ مکان کو مسجد میں غنڈہ گردی سے شامل کرنے کے لیے مسجد اور مکان کی دیواریں گرا کر مکان کو مسجد میں شامل کرنا کیا شرعاً جائز عمل ہے، مسجد کا خطیب اوراس کے چند ساتھی اس تمام کام میں شامل ہیں، کیا اس سے مسجد کا احترام وتقدس پامال ہوتا ہے؟ اور کیا ایسے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے جو مسجد کا احترام وتقدس پامال کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال غیر کے مکان کو اس کی اجازت کے بغیر مسجد میں شامل کرنا یا اس پر قبضہ کرنا شرعاً ناجائز ہے اوراس کا مرتکب فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

"عن سعیدبن زید قال قال رسول الله ﷺ من اخذشبرا من الارض ظلما فانه یطوقه یوم القیامة من سبع ارضین متفق علیه "......(مشکوۃ المصابیح : ۱/۲۶۰)

"ولایجوز التصرف فی مال غیرہ بلااذنہ "......(ردالمحتار علی درالمختار: ۱/۱۴۰)

"وحکم الملک ولایۃ التصرف للمالک فی المملوک باختیارہ لیس لاحد ولایۃ الجبر علیہ الا لضرورۃ ولا لاحد ولایۃ المنع عنہ وان کان یتضرر بہ الا اذا تعلق بہ حق الغیر فیمنع عن التصرف من غیر رضا صاحب الحق وغیر المالک لایکون لہ التصرف فی ملکہ من غیر اذنہ ورضاہ الا لضرورۃ "......(بدائع الصنائع: ۵/۳۹۴)

"وقولہ فاسق من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر ویکرہ امامۃ عبد واعرابی وفاسق " ......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرض نماز کے بعد دعا اور مصافحہ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۴۹): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حنفی المسلک کے نزدیک فرض نماز کے بعد امام دعا پڑھتا ہے اور مقتدی بھی پڑھتے ہیں، کیا فرض نماز کے بعد اس طرح دعا پڑھنا سنت عمل ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(۲) بریلوی مسلک کے لوگ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو امام صاحب سے تقریباً ہر شخص ہاتھ ملاتا ہے یعنی سلام کرتا ہے، کیا یہ سنت عمل ہے؟ جب کہ میں نے امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھی تو ایک دوسرے شخص نے نماز کے بعد مجھ سے ہاتھ ملایا (یعنی سلام کیا) اور یہ ہاتھ ملانا اس شخص کا معمول ہے، کیا یہ عمل بدعت ہے؟ مہربانی فرما کر وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) فرض نماز کے بعد دعا کی قبولیت کے پیش نظر امام اور مقتدیوں کا اپنے اپنے طور پر دعا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) نماز کے بعد تحریر میں ذکر کردہ طریقہ کے مطابق سلام کرنے کا عمل سنت سے ثابت نہیں ہے، البتہ اگر کسی نے اتفاقاً ملاقات کی نیت سے ہنگامی طور پر مصافحہ کرلیا تو درست ہے۔

”وعن ابی امامة قال قیل یارسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوات المکتوبات “......(مرقاۃ المفاتیح : ۳/۴۳)

”ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین بالادعیة الماثورة الجامعة لقول ابی امامة قیل یارسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخیر ودبر الصلوات المکتوبات ولقوله ﷺ والله انی لاحبک اوصیک یامعاذ لاتدعن دبر کل صلوۃ ان تقول اللهم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک “......(نورالایضاح مع شرحہ مراقی الفلاح: ۷۲)

”اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء اماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاۃ الصبح والعصر فلااصل له فی الشرع علی هذاالوجه لکن لاباس به فان اصل المصافحة سنة ...... لکن قدان المواظبة علیها بعدالصلوات خاصة قدیؤدی الجهلة الی اعتقادسنیتها فی خصوص هذاالمواضع انه تکره المصافحة بعداداء الصلوۃ بکل حال لان الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم ماصافحوا بعداداء الصلاۃ ولانها من سنن الروافض اه وموضع المصافحة فی الشرع انماهوعندلقاء المسلم لاخیه لافی ادبارالصلوات فحیث وضعا الشرع یضعها فینهی عن ذالک ویزجر فاعله لمااتی به من خلاف السنة اه “......(فتاویٰ شامی: ۵/۲۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سہواً پانچویں رکعت میں کھڑے ہونے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ظہر کی چار رکعت سنتوں کی نماز شروع کی قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد سہواً پانچویں رکعت کے لیے اٹھ گیا حتیٰ کہ دو رکعتیں مزید ادا کیں، مذکورہ صورت میں چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) مذکورہ بالا صورت میں نماز ہوئی یا نہیں ہوئی ؟

(۲) کیا ظہر کی سنتیں ادا متصور کی جائیں گی یا تمام رکعتیں نفل شمار کی جائیں گی؟ یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسئولہ صورت میں نماز صحیح ہوئی ہے اور ان میں سے چار سنت ظہر اور دو رکعت نفل شمار ہوں گی اور واجب کی تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہوہ کرے گا اور اگر سجدہ سہو نہ کیا ہو تو پھر چار رکعت کا اعادہ واجب ہے۔

"والاربع قبل ظهر حكمها حكم التطوع عندمحمدؒ واما عندابی حنيفة ففيه قياس واستحسان في الاستحسان لاتفسد وهو الماخوذ كذافي المضمرات "......(فتاوی الهندية: ۱/۱۱۳)

"وان قعدعلى رأس الرابعة وقام الى الخامسة وتذكر بعدماقيد الخامسة بالسجدة يضيف اليها ركعة اخرى ويسجد للسهو استحسانا"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۱۲۹)

"ومن المتاخرين من مشائخنا اختارقول ابی یوسف فیمایؤدی من الاربع منهابتسليمة واحدة وهو الاربع قبل الظهر"......(بدائع الصنائع: ۲/۸)

"وعلى هذاسنة الظهر لانهانافلة وقيل يقضي اربعا احتياطا لانهابمنزلة صلاة واحدة كذافي الهداية والكافي وهو الاصح كذافي المضمرات "......(فتاوی الهندية: ۱/۱۱۴)

"من وجب عليه ركعتان بالشروع ففرغ منهما وقعد على رأس الركعتين وقام الى الثالثة على قصد الاداء يلزم اتمام الركعتين اخراوين وبينهما على التحريمة الاولى لان قدرالمودى صارعبادة فيجب عليه اتمام الركعتين صيانة له عن البطلان والقيام الى الثالثة على قصد الاداء بناء منه الشفع الثانی على التحريمة الاولى وامكن البناء عليها لان التحريمة شرط الصلاة عندنا والشرط الواحد يكفي لافعال كثيرة كالطهارة الواحدة انهاتكفي لصلوات كثيرة "......(بدائع الصنائع: ۲/۸)

"سلم وهو لايريد ان يسجد لسهوه لم يكن تسليمه ذالک قطعا حتى لوبداله ان يسجدوهو في مجلسه ذلک قبل ان يقوم وقبل ان يتكلم فانه يسجد سجدتی

السهو فان تكلم اوخرج من المسجد لاتاتى بهما ويسجد بعدالسلام عندنا“......(حلبی کبیری: ۴۷۳)

”ومنهاان القعدة على رأس الركعتين فى ذوات الاربع فى الفرائض ليست بفرض بلاخلاف حتى لايفسد بتركها وفى التطوع اختلاف على مامر ولوقام الى الثالثة قبل ان يقعد ساهيا فى الفرض فان استتم قائما لم يعد وان لم يستتم قائماعادوقعد وسجدسجدتى السهو واما فى التطوع فقدذكر محمد انه اذانوى ان يتطوع اربع ركعات وقال ولم يستتم قائما انه يعود ولم يذكر انه اذااستتم قائما هل يعود ام لا؟قال بعض مشائخنا لايعود استحسانا لانه لمانوى الاربع التحق بالظهر وبعضهم قال يعود لان كل شفع صلاةعلى حدة والاول اوجه ولوكان نوى ان يتطوع بركعتين فقام من الثانية الى الثالثة قبل ان يقعد فيعود ههنا بلاخلاف بين مشايخنا لان كل شفع بمنزلة صلاة الفجر“......(بدائع الصنائع: ۲/۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دوصفوں کے درمیان اگر 40فٹ کافاصلہ ہوتواقتداءکاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اور مقتدی کے درمیان کمرہ، مسجد اور صحن کے بعد جو دوسری صفیں شروع ہوتی ہیں اس کا فاصلہ 40 فٹ ہے، اس میں چپلوں والی جگہ 10 فٹ ہے اور راستہ کی جگہ 13 فٹ ہے اور اس کے پیچھے شیڈ ہے جس کی جگہ 17 فٹ ہے اور ٹوٹل ملاکر 40 فٹ بنتا ہے، اور اس کے بعد پھر مقتدی پارک میں کھڑے ہوتے ہیں اتنے فاصلے کے بعد، یعنی 40 فٹ کے بعد دوسری صفیں شروع ہوتی ہیں، کیا اس طرح مقتدیوں کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اقتداءدرست نہیں ہے۔

”طريق تجرى فيه عجلة اى تمر وبه عبر فى بعض النسخ والعجلة بفتحتين وفى الدر هوالذى تجرى فيه العجلة والاوقار اه وهوجمع وقر بالقاف قال فى المغرب

واکثر استعماله فی حمل البعیر اوالبغل کالوسق فی حمل البعیر قوله اونهر تجری فیه السفن ای یمکن ذلک ومثله یقال فی قوله تجری فیه العجلة "

......(ردالمحتار: ۲/۴۰۰)

"عنداتصال الصفوف ای فی الطریق اوعلی حسر النهر فانه مع وجود النهر اوالطریق یختلف المکان وحاصل کلام الدران اختلاف المکان مانع مطلقا "

......(ردالمحتار: ۲/۴۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

"لهم مغفرة" کی جگہ "لهم عذاب شدید" پڑھنے والے کی نماز کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے نماز کے اندر اس طرح آیت پڑھی "ان الـذیـن کـفـروا لـم مغفرة واجر عظیم" اور بعد میں صحیح پڑھ لیا "ان الـذیـن کفروا لهم عذاب شدید"

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شخص کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر نماز صحیح نہیں ہوئی تو کیا اس شخص پر دوبارہ نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

فقہ حنفی کی روشنی میں تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں امام نے غلطی اگر خود صحیح کر لی یا مقتدی کے لقمہ دینے سے صحیح کر لی تو نماز درست ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

"ذکر فی الفوائد لوقرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلاته جائزة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۸۲)

"ولـو قـرأ واحـل لـکـم صیـدالبـرمـع انـه قـرأهـا بـعـدهـا وحـرم عـلـیـکـم صیدالبر لاتفسد"......(خلاصة الفتاوی: ۱/۱۱۶)

"المصلی اذافتح علی من لیس فی الصلوة ان ارادبه قراءة القرآن لاتفسد صلوته

عنـدالـکل وان ارادبه تعلیم ذلک الرجل تفسدصلوته عندالکل وان ارادبه تعلیم ذلک الرجل تفسدصلوته وهل یشترط تکرارالفتح لفساد صلوته الاصح انه لیس بشـرط ولـوفتـح عـلی الـمـصـلی رجـل لیـس فـی الصلوۃ فاخذالمصلی بفتحه تـفسـدصـلـوته ولوفتح علی امامه ان کان ذلک قبل ان یقرأ قدرماتجوزبه الصلوۃ ولم ینتقل الی اٰیة اخری لاتفسدصلوته اخذالامام بفتحه اولم یاخذ وان کان بعدما قـرأ قـدرمـاتجوزبه الصلوۃ ان انتقل الامام من اٰیة الی اٰیة اخری لاینبغی له ان یفتح فـان فتـح واراد بـه الـتعلیم فسدت صلوته وان اخذالامام بفتحه تفسدصلوۃ الکل وان قرأ الامام قدرماتجوزبه الصلوۃ الاانه توقف ولم ینتقل الی اٰیة اخری حتی فتح الـمـقتـدی اختـلـفوا فیه والاصح انه لاتفسدصلوۃ المقتدی وان اخذالامام بفتحه لاتـفسـدصـلـوتهـم ولاینبغی للمقتدی ان یفتح قبل الاستفتاح ولاینبغی للامام ان یلـجی الـمـقتدی ویرکع ان قرأ قدرماتجوزبه الصلوۃ اوینتقل الی اٰیة اخری وفی الـجـامـع الـصـغـیـر لـلـصـدرالشهـیـد لـوقـرأ قـدرمـاتجوزبه الصلوۃ قالواینبغی ان تـفسـدصـلـوتـه وصـلـوتهـم ان اخـذالامـام والـفتویٰ علی انه لاتفسدبکل حال ‘‘

......(خلاصة الفتاویٰ: ۱/۱۲۱،۱۲۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گالم گلوچ کرنے والے کی امامت کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۳): حضرات مفتیان عظام کیاحکم صادرفرماتے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کے گھر میں دوسال قبل ان کی غیر موجودگی میں دوآدمی آئے اوران کے گھر والوں سے زیادتی کی ،جس کی درخواست انہوں نے تھانہ میں درج کروادی ،ملزمان اثرورسوخ والے ہونے کی وجہ سے گرفتار نہ ہوسکے ،انہوں نے عبوری ضمانتیں کروانے کے بعد پکی ضمانتیں کروالیں ،یعنی گواہ نہ ہونے کی وجہ سے کیس خارج ہوگیا ،پھر مدعی نے انسداددہشت گردی کی عدالت میں درخواست دی ،اس پرملزمان نے مختلف لوگوں کے ذریعے دباؤاورمنت سماجت کرکے سارے حربے اختیارکرلیے تاکہ وہ مولوی صاحب صلح کرلیں ،پھر مختلف علماءجن میں قاری نورمحمد طارق فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور،قاری محمداصغرفاضل جامعہ اشرفیہ لاہور،قاری محمد ثناءاللہ صاحب،چوہدری محمدطاہرصاحب نے

ملزمان سے قسم لی کہ کیا تم نے جرم کیا ہے یا نہیں؟ ملزمان نے حلف اٹھایا کہ ہم نے جرم نہیں کیا، چنانچہ ان علماء نے مولوی صاحب کو مجبور کر کے پرچہ واپس دلوایا، اور ملزمان سے خرچ وغیرہ لے کر مدعی کو دلوایا، اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب منڈی بہاؤالدین شہر میں خطیب مقرر ہوئے، اور منڈی بہاؤالدین کے ایک خطیب جن کا نام مولوی محبوب الرحمٰن شاکر ہے وہ مولوی صاحب کے واقف تھے، اور ان کو اس سارے واقعے کا علم تھا، لیکن وہ خاموش رہے، مدعی مولوی صاحب کو ملتے رہے بلکہ ایک دو دفعہ مدعی مولوی صاحب کی امامت میں نماز بھی پڑھی، اور بعد میں منڈی بہاؤالدین کی ایک مرکزی مسجد نور میں جگہ خالی ہوئی، مولوی محبوب الرحمٰن وہاں درس قرآن دیتے رہے، ان کی خواہش تھی مسجد میں خطیب مقرر ہونے کی، لیکن انتظامیہ نے مدعی مولوی صاحب کو خطیب مقرر کرلیا، اس عرصہ میں حسد کی وجہ سے مولوی محبوب الرحمٰن شاکر مدعی مولوی صاحب کے مخالف ہوگئے اور قتل کی دھمکیاں دیتے رہے، اور مختلف مجالس میں گالی گلوچ اور الزام تراشی کرتے رہے، اس کے ایک سال بعد مدعی مولوی صاحب کو انہی کے محلّہ میں ایک مسجد امامت کے لیے مل گئی، جس سے مولوی شاکر کا حسد اور بڑھ گیا، انہوں نے دو سال پرانی ایف، آئی، آر حاصل کی اور مدعی مولوی صاحب کو منڈی بہاؤالدین میں بدنام کیا کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، کیونکہ ان پر حد لگتی ہے کہ انہوں نے کیس واپس کیوں لیا۔

کیا مولوی شاکر کی یہ بات درست ہے؟ اگر یہ درست نہیں ہے تو اس کا یہ فعل شرعی طور پر کس زمرے میں آتا ہے؟ قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مولوی صاحب موصوف کو سزا دینے کا اختیار نہیں تھا کیونکہ سزا دینا حکومت وقت کا کام ہے جب حکومت نے کیس خارج کردیا اور بعد میں بھی دوسرے علماء نے ملزمان سے حلف لے کر مصالحت کرائی تو ان کی امامت میں تو شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ مولوی شاکر صاحب نے اگر گالم گلوچ کیا اور قتل وغیرہ کی دھمکیاں دیتے ہیں تو ان کی امامت مکروہ ہے، یعنی جن لوگوں کو امام کے رکھنے ہٹانے کا اختیار ہے ان کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی، البتہ گناہ میں مبتلا ہونے کے وقت کوئی بھی تادیبی کاروائی کرسکتا ہے کیونکہ یہ نہی عن المنکر کے تحت آتا ہے۔

"واما شرائط جواز اقامتها فمنها مايعم الحدود كلها ومنها مايخص البعض دون البعض اما الذى يعم الحدود كلها فهو الامامة وهو ان يكون المقيم للحد هو الامام او من ولاه الامام "......(بدائع الصنائع: ۵/۵۲۴)

”ولم یذکر المصنف من یقیمه قالوا لکل مسلم اقامته حال مباشرۃ المعصیة واما بعدالفراغ منها فلیس ذلک لغیرالحاکم “ ......(البحرالرائق: ۵/۷۰)

” عن عبدالله بن محیریز قال الجمعة والحدود والزکوۃ والفیء الی السلطان“......(نصب الرایة: ۳/۵۰۰)

”وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشیاء الاسلام والبلوغ والعقل والذکورۃ والقراءۃ والسلام من الاعذار کالرعاف والفأفأۃ والتمتمة واللثغ وفقدشرط کطهارۃ وسترعورۃ “......(نورالایضاح :۷۶)

”عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم بکسر اوله ای شتمه وهومن باب اضافة المصدر الی مفعوله فسوق لان شتمه بغیر حق حرام قال الاکمل الفسوق لغة الخروج زنة ومعنی وشرعا هوالخروج عن الطاعة “ ......(مرقاۃ المفاتیح : ۹/۵۴)

”عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر السب فی اللغة الشتم والتکلم فی عرض الانسان بمایعیبه والفسق فی اللغة الخروج والمراد به فی الشرع الخروج عن الطاعة وامامعنی الحدیث فسب المسلم بغیر حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق کمااخبربه النبی ﷺ “ ......(شرح نووی مع المسلم : ۱/۵۸)

”اماالکبائر اسأل الله العفوعنها والعافیة منهافقالوا هی بعدالکفر الزناواللواطة وشرب الخمر ......وضرالمسلم ظلما وسب واحدمن الصحابة والوقیعة فی العلماء اوحملة القرآن“......(رسائل ابن نجیم :۲۴۸، ۲۴۹)

”ولانکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ اذالم یستحلها ولانزیل عنه اسم الایمان ونسمیه مؤمنا حقیقة ویجوز ان یکون فاسقا غیر کافر“......(فقه الاکبر:۱۱۷)

”عن ابن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب محمد ﷺ انهم کانوا یسیرون من السیر وفی نسخة یسیرون من السری وهو سیراللیل مع رسول الله ﷺ فنام رجل منهم

فانطلق بعضهم ای شرع وذهب الی حبل معه ای مع الرجل اومع المنطلق فاخذه ای ربط اواراد اخذه ففزع بکسرالزاء ای خاف الرجل وارتاع وکان النبی ﷺ رآه اوسمعه فقال رسول الله ﷺ لایحل لمسلم ان یروع بتشدید الواو ای یخوف مسلما "......(مرقاۃ المفاتیح: ۷/۱۰۳)

"عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال حدثنا اصحاب محمد ﷺ انهم کانویسیرون مع النبی ﷺ فنام رجل منهم فانطلق بعضهم الی حبل معه فاخذه ای الحبل فلماانتبه من النوم ولم یرالحبل ففزع ای الرجل فقال النبی ﷺ لایحل لمسلم ان یروع مسلما والمراد بالفزع الذعر فلایحل لمسلم ان یفزع مسلما ولوهازلا"......(بذل المجهود: ۵/۲۷۹)

"ویکره تقدیم العبد لانه لایتفرغ للتعلم والاعرابی لان الغالب فیهم الجهل والفاسق لانه لایهتم لامردینه والاعمی لانه لایتوقی النجاسة وولدالزناء لانه لیس له اب یشفقه فیغلب علیه الجهل ولان فی تقدیم هؤلاء تنفیرالجماعة فیکره"......(هدایه: ۱/۱۲۳)

"وتجوزامامة الاعرابی والاعمیٰ والعبد وولدالزناء والفاسق الاانهاتکره هکذا فی المتون"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۸۵)

"واماالفاسق فقدعللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامردینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعا ولایخفی انه اذاکان اعلم من غیره لاتزول العلة فانه لایؤمن ان یصلی بهم بغیرطهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم "......(فتاویٰ شامی: ۱/۴۱۳)

"ولواستویا فی العلم والصلاح واحدهما اقرأ فقدموا الآخر اساؤا ولایأثمون فالاساءۃ لترک السنة وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانهم قدموا رجلا صالحا کذافی فتاوی الحجة وفیه اشارۃ الی انهم لوقدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه

فلایعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ماینافیها بل هوالغالب بالنظر الی فسقه "......(حلبی کبیری: ۴۴۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تمت کتاب الصلوٰة بحمداللّٰه تعالیٰ وعونه

وتلحق مسائل کتاب الزکوة

﴿کتاب الزکوٰۃ﴾

الباب الاول فیمن تجب علیه ومن لاتجب وفیماتجب وفیمالاتجب

مدارس کے مال پرزکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس کے اکاؤنٹ میں جو روپے ہوتے ہیں، کیا سال گزرنے پر ان پرزکوۃ آئے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مدارس کا روپیہ وقف ہوتا ہے وقف کے روپے پر سال گزرنے پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔

"اوسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب قوله ملک نصاب فلازکوۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبله لعدم الملک ولا فیما احرزه العدو بدراهم لانهم ملکوه بالاحراز عندنا "......(ردالمحتار: ۲/۴)

"فمنها الملک فلاتجب الزکاۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک وهذا لان فی الزکاۃ تملیکا والتملیک فی غیر الملک لا یتصور" ......(بدائع الصنائع: ۸۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ زکوۃ کی ایک صورت کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو دوستوں نے دکان میں مل کر کام شروع کیا ہم نے ایک ایک لاکھ رقم لگائی، کرایہ اور بجلی کا بل دینے کے بعد اتنا بھی منافع نہیں کہ گھر کا خرچہ نکل جائے، اس پر زکوۃ بنتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر بنتی ہے تو کتنی؟ گھریلو اخراجات ہم اپنی تنخواہوں سے چلاتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

جورقم دکان کے اندر لگائی ہے وہ مال تجارت ہے اور مال تجارت اگر دو حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ نصاب تک پہنچتا ہو تو اس پر چالیسواں حصہ زکوۃ واجب ہوتی ہے چاہے منافع کم ہو یا زیادہ، اگر ہر ایک کا حصہ نصاب تک نہیں پہنچتا تو اس پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

"(قوله وفی عروض تجارة بلغت نصاب ورق اوذهب) فی مائتی درهم ای یجب ربع العشر فی عروض التجارة اذابلغت نصابا من احدهما" ......

(البحر الرائق : ۳۹۸/۲)

"قال رسول الله ﷺ هاتوا ربع عشر اموالكم"......(بدائع الصنائع : ۱۰۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مہر کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر میں جو زیور دیا گیا ہو اس کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جو زیور عورت کو بطور مہر کے دیا گیا عورت اس کی مالکہ ہے لہٰذا سال مکمل ہونے کے بعد زکوۃ عورت کے ذمہ واجب ہوگی۔

"(وسببه) ای سبب افتراضها (ملک نصاب حولی) نسبة للحول لحولانه علیه تام بالرفع صفة ملک خرج مال المکاتب قال الشامی قوله ملک نصاب فلازکوة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک" ......

(الدر المختار مع ردالمحتار : ۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جو مہر ابھی وصول نہ کیا ہو اس کی زکوٰۃ عورت کے ذمہ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۴۵۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر کا روپیہ جو شوہر کے ذمہ ہو عورت پر اس کی زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جب تک مہر شوہر سے وصول نہ کیا ہو اس وقت تک عورت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

"وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده اى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع الا اذا كان عنده مايضم الى الدين الضعيف كمامر"......(الدر المختار: ۱/۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیوی صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ کس کے ذمہ ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اگر صاحب نصاب ہو تو اس کی وجہ سے شوہر بھی صاحب نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور زکوٰۃ و قربانی کس کے ذمہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بیوی کے صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے شوہر صاحب نصاب نہیں بنتا، زکوٰۃ اور قربانی اس کے ذمہ ہے جو صاحب نصاب ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول اما الوجوب فلقوله تعالى و آتوا الزكوة ولقوله ﷺ ادوا زكوة اموالكم وعليه اجماع الامة والمراد بالواجب الفرض لانه لا شبهة فيه واشتراط الحرية لان كمال الملك بها ...... ولابد من ملك مقدار النصاب لانه ﷺ قدر السبب به"......(الهداية: ۱/۲۰۰)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك نصاب حولي

فارغ عن الدین وحوائجہ الاصلیۃ تام ولوتقدیرا"......(البحرالرائق : ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زیورات پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کے پاس زیورات ہیں وہ زیور مقدار نصاب سے زیادہ ہیں زیور کبھی پہنے جاتے ہیں اور کبھی نہیں پہنے جاتے تو کیا ان پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زیور چاہے استعمال کیا جائے یا استعمال نہ کیا جائے اگر وہ بقدر نصاب ہے تو اس زیور کی زکوۃ سال گزرنے کے بعد ادا کرنا فرض ہے۔

"واللازم مبتدء فی مضروب کل منھما ومعمولہ ولوتبرا اوحلیامطلقا مباح الاستعمال اولا ولوللتجمل والنفقۃ لانھما خلقا اثمانا فیزکیھما کیف کانا"

......(الدرالمختار: ۱/۱۳۵)

"واما صفۃ ھذا النصاب فنقول لایعتبر فی ھذا النصاب صفۃ زائدۃ علی کونہ فضۃ فتجب الزکاۃ فیھا سواء کانت دراھم مضروبۃ اونقرۃ اوتبرا اوحلیامصوّغا اوحلیۃ سیف اومنطقۃ اولجام اوسرج اوالکواکب فی المصاحف اوالاوانی وغیرھا اذاکانت تخلص عندالاذابۃ اذابلغت مائتی درھم وسواء کان یمسکھا للتجارۃ اوللنفقۃ اوللتجمل اولم ینوشیئا"......(بدائع الصنائع : ۲/۱۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مال مخلوط میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس حلال حرام مخلوط ہے کیا اس پر زکوۃ ہے؟ اگر ہے تو زکوۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ صورت میں اگر حلال اورحرام مال میں تمیز ممکن ہوتو صرف حلال میں زکوۃ واجب ہوگی اورحرام مال بلانیت ثواب واجب التصدق ہے اوراگر تمیز ممکن نہ ہوتو کل مال میں زکوۃ واجب ہوگی۔

"لو خلط السلطان مال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة فيه ويورث عنه لان الخلط استهلاک اذالم يكن تميزه عندابی حنيفة"......(شامی : ۲/۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوروپے پرزکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ایک سوروپے ایک سال سے گھر میں رکھے ہوئے ہیں کیاان پرزکوۃ واجب ہوگی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس آدمی پرزکوۃ واجب نہیں کیونکہ زکوۃ کے وجوب کے لیے صاحب نصاب ہونالازمی ہے جب کہ یہ آدمی نصاب کامالک نہیں،زکوۃ کے واجب ہونے کانصاب ساڑھے باون تولے چاندی یاساڑھے سات تولہ سونایااس کی قیمت کے برابر مال تجارت یااس کی قیمت ہے چونکہ سوروپیہ نصاب کونہیں پہنچااس لئے اس آدمی پرزکوۃ نہیں۔

"منها كون المال نصابا فلاتجب فی اقل منه هكذا فی العينی شرح كنز"......(فتاوی الهندية: ۱/۱۷۳)

"اماالاول فكمال النصاب شرط وجوب الزكوة فلاتجب دون النصاب لانها لاتجب الاعلى الغنی والغناء لايحصل الابالمال الفاضل عن الحاجة الاصلية"......(بدائع الصنائع : ۲/۹۹)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك نصاب حولی فارغ عن الدين وحاجته الاصلية نام ولوتقديرا"......(كنز على البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قرض پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو کو تقریباً سات سال پہلے فروخت کرنے کے لیے سونا دیا تھا جس کی مالیت ایک لاکھ روپے تھی سات سال گزرنے کے باوجود عمرو نے زید کو اس سونے کی رقم واپس نہیں کی عمرو سے جب بھی بات کی جائے وہ کوئی نہ کوئی عذر کر کے بات کو ٹال دیتا ہے اب صورت یہ ہے کہ

(۱) زید مال کا مالک تو ہے لیکن سات سال سے مال اس کے قبضے میں نہیں ہے۔

(۲) عمرو مال کی واپسی کا انکار تو نہیں کرتا لیکن اس کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فی الحال اس سے مال واپس نہیں مل سکتا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زید پر اس مال کی زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہوگی تو سابقہ تمام سالوں کی ادا کرنا ہوگی یا اس وقت شروع کرنی ہوگی جب مال اس کے قبضہ میں آئے گا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورۃ مسئولہ میں زید پر زکوۃ تب ہوگی جب اس کا سونا نصاب کو پہنچتا ہو یا سونے کے ساتھ چاندی یا کچھ رقم ہو جو نصاب کو پہنچ جائے اور زید پر گذشتہ تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہے لیکن ادا اس وقت کرے گا جب وہ سونے پر قبضہ کرے گا۔

"اعلم ان الدیون عندالامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکوتها اذاتم نصابا وحال الحول لکن لافوراً بل عندقبض اربعین درهما من الدین القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلماقبض اربعین درهما یلزمه درهم".....(الدرالمختار: ۲/۳۸)

"وزکوۃ الدین علی اقسام فانه قوی ووسط وضعیف فالقوی وهوبدل القرض ومال التجارة اذا قبضه وکان علی مقرولومفلساًاوعلی جاحدعلیه بینة زکاة لمامضی ویتراخی وجوب الاداء الی ان یقبض اربعین درهمافیها درهم" .....(حاشیة الطحطاوی علی المراقی: ۷۱۵)

"فتجب زکاتهااذاتم نصاباوحال الحول لکن لافوراً بل عندقبض اربعین درهمامن الدین القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلماقبض اربعین درهمایلزم درهم اه".....(الدرمع الرد: ۲/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

وراثت میں ملنے والے مکان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنی حیات میں مکان کی تقسیم کرکے جو حصہ بیٹے کا تھا اس کو دے دیا اور جو حصہ بیٹیوں کا بنتا تھا ان کو دے دیا لیکن قبضہ پورے مکان پر بیٹے کا تھا والدہ کی حیات میں اور والدہ کی وفات کے بعد بہنوں نے اپنا حصہ لینے کی کوشش شروع کردی کافی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کے بعد چند لوگوں میں اس مسئلے کو حل کیا گیا بھائی نے مکان اپنی ملکیت میں رکھا، بہنوں کی رضامندی پر اور مارکیٹ کے ریٹ پر جو قیمت بنتی تھی وہ بہنوں کو ادا کردی بہنوں کو جو رقم ملی ہے کیا اس پر زکوۃ بنتی ہے کہ نہیں؟ نقدی پر سال نہیں گزرا، لیکن مکان ان کے حصے میں آنے کے بعد تقریباً دو تین سال کا عرصہ گزرا ہے۔

دوسری صورت بہنوں کا دعویٰ یہ ہے کہ مکان ہم نے والدہ سے قیمت میں خریدا تھا ان دونوں صورتوں میں جب مکان کی ملکیت کی پوری رقم مل گئی اب زکوۃ دینی ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جو مکان انسان کو وراثت میں ملتا ہے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ جب اس کو فروخت کردے تو اب اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے، اگر وارث پہلے صاحب نصاب ہے تو جب باقی زکوۃ ادا کرے گا تو اس رقم کی بھی ساتھ ہی زکوۃ ادا کرے گا اور اگر پہلے سے صاحب نصاب نہیں تو اس رقم پر جب سال گزرے گا تب زکوۃ واجب ہوگی، البتہ دوسری صورت میں اگر بہنوں نے وہ مکان فروخت کی نیت سے خریدا ہو تو اس مکان کی موجودہ قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر فروخت کی نیت سے نہ خریدا ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

"ولا زکوۃ علی مکاتب الخ واثاث المنزل ودور السکنیٰ ونحوها (قوله ونحوها) کثیاب البدن الغیر المحتاج الیها وکالحوانیت والعقارات"......(الدرمع الرد: ۲/۹ ۱ ۱)

"وما اشتراه لها ای للتجارة کان لها بمقارنة النیة لعقد التجارة لاماورثه ونواه لها"......(الدرمع الرد: ۲/۱۴)

"لاخلاف فی ان اصل النصاب وهو النصاب الموجود فی اول الحول یشترط له الحول لقوله علیه السلام لازکوة فی مال حتی یحول علیه الحول"......(بدائع الصنائع: ۲/۹۶)

"ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من جنسه ضمه اليه"......(الهندية: ۱/ ۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

لمز یونیورسٹی پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۲۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لمز یونیورسٹی کا شمار پاکستان ہی نہیں بلکہ ایشیاء کی بہترین یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے یہاں طلباء اور طالبات کو مختلف مضامین میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے جس میں ریاضی کمپیوٹر سائنس، بزنس، مینجمنٹ، اور دوسرے بہت سے مضامین شامل ہیں، اس ادارے کے فارغ التحصیل طلباء وطالبات کو اندرون ملک اور بیرون ملک ذریعہ معاش کے بہترین مواقع میسر آتے ہیں جن سے نہ صرف ان بچوں کو حلال رزق کمانے کا آسان موقع ملتا ہے بلکہ ان بچوں کے خاندان بھی مستفید ہوتے ہیں، اس تعلیمی ادارے کا ایک سال کا خرچہ کم سے کم Rs,255,000 سے لے کر زیادہ سے زیادہ Rs,375,000 تک ہے، اس کے علاوہ ہاسٹل کا خرچہ کتابوں کا خرچہ علیحدہ ہے، 2001ء میں لمز یونیورسٹی نے ایسے غریب طلباء وطالبات کے لیے سکالرشپ کا آغاز کیا جن کے پاس ذہانت اور قابلیت تو ہے لیکن ان کے ہاں وسائل ان کو ایسے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پڑھائی کی اجازت نہیں دیتے، اب تک سو سے زیادہ بچوں کو اس سکالرشپ کا اعزاز مل چکا ہے، ان بچوں میں سے زیادہ تر بچوں کے والد یا تو چھوٹے کسان ہیں، مستری ہیں یا چوکیدار ہیں اور ان بچوں میں سے جتنے بچے بھی فارغ التحصیل ہوئے ہیں وہ اس وقت اندرون ملک اور بیرون ملک اعلیٰ اداروں میں نوکری کر کے اپنے خاندان والوں کے لے بہترین سہارا بنے ہوئے ہیں، ان بچوں کے لیے لمز میں تعلیمی خرچے کو برداشت کرنے کے لیے بہت سے مخیّر حضرات بھی امداد دیتے ہیں، اس مالی امداد میں لوگ زکوۃ بھی دیتے ہیں کیا ہم یہ زکوۃ ان بچوں کی تعلیم پر خرچ کر سکتے ہیں؟ اور کیا ہم اور لوگوں کو بھی زکوۃ کے ذریعے ان غریب بچوں کی تعلیم کے خرچے کو پورا کرنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ غریب مسلمان کا حق ہے کہ براہ راست ان کو دی جائے جبکہ لمز یونیورسٹی ایک کاروباری ادارہ ہے اس کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی لہٰذا براہ راست غریب مسلمان کو جو کہ سید بھی نہ ہو زکوۃ دی جائے، اور اس کی مثل دیگر کاروباری اداروں کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

”مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له ادنى شئ ومسكين من لاشئ له وعامل فيعطى ولو غنيا بقدر عمله ومكاتب لغير هاشمي ومديون لايملك نصابا فاضلا عن دينه وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة وابن السبيل وهو من له مال لامعه “......(تنویرالابصارمع درالمختار: ۱/ ۱۴۰)

”منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة...... ومنها المسكين وهو من لا شيء له فيحتاج الى المسئلة لقوته...... ومنها العامل وهو من نصبه الامام لاستيفاء الصدقات والعشور كذافي الكافي ......ومنها الرقاب هم المكاتبون ويعاونون في فك رقابهم...... ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابا فاضلا عن دينه او كان له مال على الناس لايمكنه اخذه...... ومنها في سبيل الله وهم منقطعو الغزاة...... ومنها ابن السبيل وهو الغريب المنقطع عن ماله “ ......

(الهندية: ۱/۱۸۸،۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر(۲۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ اسلام کا رکن ہے یا انگریزی قانون کا فارمولا ہے؟ (نعوذ باللہ) اگر روپے بینک میں ہوں یا اپنے پاس ہوں تو کتنے عرصہ تک زکوۃ واجب الاداء ہوگی؟ اور کتنی مالیت پر فرض ہے؟ چھ ماہ یا ایک سال سے کم مدت میں جو مال ہوگا اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ کیونکہ دو ماہ چار ماہ تک جو روپے بینک میں رکھے ہوں تو اس سے زکوۃ کاٹ لیتے ہیں کیا یہ جائز ہے اور کیا عیسائیوں پر بھی زکوۃ فرض ہے؟

اور غیر مسلم جو اپنے روپے بینک میں رکھے اس کی زکوۃ از روئے شریعت بینک کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ زکوۃ اسلام کا رکن ہے، ایک قمری سال کی مدت گزرنے کے بعد زکوۃ واجب ہوتی ہے

اور ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور جس دن سال مکمل ہوگا اس دن پہلے کا سال شامل کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی اور زکوۃ از خود نکالی جائے جس کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے بینک والوں کو زکوۃ کا موقع نہ ملے اور جو کٹ چکی ہے وہ ذمہ سے ساقط ہے، نیز آپ کا سیونگ اکاؤنٹ یا پی ایل ایس PLS اکاؤنٹ میں مال رکھوانا بھی ناجائز ہے، اور غیر مسلم کے مال سے بینک والوں کا زکوۃ کاٹنا درست نہیں ہے۔

"(ومنها حولان الحول علی المال) العبرة فی الزکوة للحول القمری کذا فی القنیة"......(الهندیة: ۱/۱۷۵)

"من کان له نصاب فاستفاد فی أثناء الحول مالا من جنسه ضمه إلی ماله وزکاه سواء کان المستفاد من نمائه أولا وبأی وجه استفاد سواء کان بمیراث أو هبة أو غیر ذلک اه"......(الهندیة: ۱/۱۷۵)

"(ومنها الإسلام) حتی لا تجب علی الکافر کذا فی البدائع اه"......(الهندیة: ۱/۱۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب کس کو کہتے ہیں؟

مسئلہ نمبر (۲۶۶): محترمی ومکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ ایک صاحب میرے دفتر میں نائب صدر ہیں اپنی مالی مشکلات کی وجہ سے اپنے بچوں کو دینی یا دنیاوی تعلیم نہیں دے سکتے لہٰذا یہ بتائیں کے یہ صاحب نصاب ہیں یا نہیں؟ نیز صاحب نصاب کے بارے میں لکھ کر دیں اپنی مہر ثبت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں جس شخص کے پاس اس کی ضرورت اصلیہ سے زائد بقدر نصاب مال نہ ہو اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے اور ضروریات اصلیہ میں رہنے کا مکان، سواری، استعمال کے برتن، کپڑے اور ضروری فرنیچر وغیرہ سب داخل ہیں اور صاحب نصاب وہ ہوتا ہے جس کے پاس ادائیگی قرض کے بعد (بصورت مقروض ہونے کے) ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو اسی طرح وہ شخص جس کے پاس کچھ چاندی اور نقد پیسے

یا کچھ سونا اور اسکے ساتھ نقدی یا چاندی ہو تو سونے کی قیمت لگا کر دیکھیں اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو وہ بھی صاحب نصاب ہے۔

" (هو الفقير وهو من له أدنى شئ) أى دون نصاب أوقدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (ومسكين من لاشئ له)"...... (الدر على الرد: ۲/ ۶۴)

"نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتادرهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل"...... (درعلى ردالمحتار: ۲/ ۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب کا ذاتی مکان نہیں تو زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جس کے پاس تین ساڑھے تین لاکھ سرمایہ ہو کاروبار مثلاً تجارت کر رہا ہو اور کرایہ کے مکان میں رہتا ہو ذاتی گھر نہ ہو اور جائیداد وغیرہ نہ ہو اب اگر پیسے کاروبار سے نکال کر مکان بنانا چاہتا ہو تو پھر کاروبار نہیں چل سکتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ جس آدمی کا ذاتی گھر نہ ہو تو زکوۃ اس پر واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کا وجوب گھر کے ہونے یا نہ ہونے پر نہیں ہے بلکہ اتنی نقدی ہو جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہو جاتی ہے یا پھر مال تجارت اتنی رقم میں ہو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کے مساوی ہو، لہٰذا شخص مذکور پر زکوۃ واجب ہوگی جب تک یہ رقم گھر کی تعمیر پر خرچ نہ کر چکا ہو۔

"مال التجارة نوعان أحدهماما خلق ثمنا وهو الذهب والفضة وزكاة الذهب والفضة ونصابهما ماقال في الكتاب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال الخ"...... (قاضي خان: ۱/ ۲۴۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہائشی اور کرایہ کے مکان پر زکوۃ نہیں:

مسئلہ نمبر(۲۶۸): جناب مفتی صاحب کیا مکانات پر زکوۃ واجب ہے اگر واجب ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی مثلاً کل تین مکان ہیں ایک رہائشی دو کرایہ پر چل رہے ہیں ساڑھے تین کنال رقبہ میں تین سیٹ ہیں ان کا سات ہزار کرایہ ہے پھر بھی مکان رہن رکھ کر بینک سے قرضہ لیا ہے ڈیڑھ کنال زمین ہے؟ مکان نمبر۲ رایک بڑے کمرے پر مشتمل ہے، اس میں مال مویشی رہتے ہیں یہ مکان مشرن پھوئی گاؤں میں واقع ہے؟ مکان نمبر۳ ردو کمروں پر مشتمل ہے لیکن دونفر میں مشترک ہیں، ایک کمرہ میں مزارعین مقیم ہیں وہ دونوں جگہ میں فری رہتے ہیں، صاحب خود کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر ہے اس کا کرایہ ایک ہزار روپے ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

رہائشی مکانوں پر اور کرائے کے مکانوں پر زکوۃ واجب نہیں۔

"ومنها الفراغ عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة" ......

(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۷۲)

"ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها أو يؤجرها لاتجب فيها الزكوة كما لاتجب في بيوت الغلة"......(قاضي خان: ۱/۲۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سامان اور سواری والی گاڑی پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۲۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس کاروبار کے لیے دو گاڑیاں ہیں، ایک گاڑی سواری کے لیے ہے اور ایک موٹر سائیکل ہے، کیا ان گاڑیوں پر زکوۃ ہے اور یہ دو گاڑیاں سامان کاروباری کے لیے ہیں جن پر سامان ادھر ادھر لے جاتے ہیں جو استعمال ہو رہی ہیں ایک چار ہزار دوسری دس ہزار کی خریدی ہیں تعمیراتی ٹھیکہ داری کاروبار کے لیے مکان رہائش کی 1/2 زمین رکھ کر رقم کی معیاد مقرر کرلی جاتی ہے جب ضرورت پڑتی ہے تو لے لیتے ہیں اور جب ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو رقم جمع کر دی جاتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

کاروباری سامان کوادھرادھر لے جانے کے لیے جو گاڑیاں استعمال ہوتی ہیں ان پرزکوۃ واجب نہیں۔

”(ولافی عوامل وعلوفة مالم تكن العلوفة للتجارة) أی التی أعدت للعمل كإثارة الأرض بالحراثة وكالسقی ونحوه زادفی الدررالحوامل وهی التی اعدت لحمل الاثقال“.....(الدرمع الرد: ۲/۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وجوب زکوۃ کے لئے مال نامی بقدر نصاب پر سال گزرنا شرط ہے:

مسئلہ نمبر(۲۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا کاروبار ۱۹۹۴ میں شروع ہوا اور تقریباً سترہ لاکھ روپے کاروبار سے نکال کر ایک کاروباری سکیم لگائی ہے جس میں سالانہ ڈیڑھ لاکھ روپے کا منافع ہوتا ہے اور اس کو آگے پھر تیسرے کاروبار میں خرچ کردیتے ہیں کیا اس صورت میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے تو کس رقم پر ہوتی ہے جب کہ رقم پر سال نہیں گزرتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

کسی خاص کاروبار میں اس رقم پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بندہ کا پورے سال یا سال کے شروع اور آخر میں صاحب نصاب رہنا ضروری ہے، سوال میں موجودصورت سے یہی سمجھ آرہا ہے کہ شخص مذکور پورا سال صاحب نصاب رہتا ہے لیکن اس کا کوئی مخصوص کاروبار پورا سال نہیں رہتا، بلکہ وہ کاروبار بدلتا رہتا ہے، تو اس صورت میں بھی شخص مذکور پرزکوۃ فرض ہے۔

”(ومنها كون النصاب ناميا)حقيقة بالتوالدوالتناسل والتجارة أوتقديرابأن يتمكن من الاستنماء بكون المال في يده أوفي يدنائبه....(ومنهاحولان الحول على المال) العبرةفي الزكوة للحول القمري كذافي القنية وإذاكان النصاب كاملافي طرفي الحول فنقصانه فيمابين ذلك لايسقط الزكوة كذافي الهداية.ولواستبدل مال التجارة او النقدين بجنسهما اوبغير جنسهما لاينقطع حكم الحول“.....(الهندية: ۱/۱۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حلال وحرام مخلوط مال میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص نے مال ودولت کمائی ہے وہ تمام کی تمام حرام ہے کیا شرعی مسئلہ کے اعتبار سے اس رقم پر زکوۃ ادا کرنی ہے یا نہیں؟ اور اگر ایک شخص کے پاس حلال مال موجود ہے اور اس کے پاس حرام حلال اکٹھا ہو گیا اس صورت میں زکوۃ ادا کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ حرام کمائی اور مال خبیث کا اگر اصل مالک (یا اس کی فوتگی کی صورت میں اس کے ورثاء) معلوم ہوں تو ان کو اپنا مال واپس لوٹانا واجب ہے اور اگر اصل مالک یا اس کے ورثاء معلوم نہ ہوں تو حرام مال واجب التصدق ہے یعنی بغیر نیت ثواب کے صدقہ کرنا واجب ہے، لہٰذا حرام مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی، بلکہ تمام مال بنیت براءۃ ذمہ واجب التصدق ہے، اور اگر بعض کمائی حلال اور بعض حرام کی ہو اور دونوں مخلوط ہوں تو اس صورت میں اگر حلال مال نصاب تک پہنچے اور اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

"قوله (كمالو كان الكل خبيثا) في القنية لو كان الخبيث نصابالايلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلايفيدإيجاب التصدق ببعضه ....وفي الفصل العاشرمن التاترخانية عن فتاوى الحجة من ملك أموالاغيرطيبة أوغصب أموالاوخلطهاملكهابالخلط ويصيرضامناوإن لم يكن له سواهانصاب فلازكوة عليه فيهاوإن بلغت نصابالأنه مديون ومال المديون لاينعقدسببالوجوب الزكاة عندناأه فأفادبقوله وإن لم يكن له سواهانصاب الخ ان وجوب الزكاة مقيدبماإذاكان له نصاب سواهاوبه يندفع مااستشكله في البحرمن أنه وإن ملكه بالخلط فهومشغول بالدين فينبغي أن لاتجب الزكاة اه لكن لايخفى أن الزكاة حينئذ إنماتجب فيمازادعليها لافيها" ......

(ردالمحتار: ۲/۲۸)

"قال في الدرالمختارولوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكوة فيه ويورث عنه لأن الخلط استهلاك إذ لم يمكن تمييزه عندأبي حنيفةؒ وقوله أرفق إذ قلمايخلومال عن غصب وهذاإذاكان له مال

غیر مااستھلکه بالخلط منفصل عنه یوفی دینه وإلافلازکوۃ کمالوکان الکل خبیثاقوله کمافی النهر.أی أول کتاب الزکوۃ عندقول الکنز وملک نصاب حولی ومثله فی الشرنبلالیة وذکرفی شرح الوهبانیة بحثاوفی الفصل العاشرمن التتارخانیة عن الفتاوی الحجة من ملک اموالاغیر طیبة اوغصب اموالاخلطهاملکهابالخلط ویصیر ضامناوإن لم یکن له سواهانصاب فلازکوۃ علیه فیهااه"......(الدرمع الرد: ۲/۲۷)

" وفی القنیة لوکان الخبیث نصابالایلزمه الزکوۃ لان الکل واجب التصدق علیه فلایفیدإیجاب التصدق ببعضه اه ومثله فی البزازیة"......(الدرمع الرد: ۲/۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کتابوں پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے گھر میں دوالماریاں ہیں جن میں وکالت کی کتابیں پڑی ہوئی ہیں ممکن ہے کہ ۲۰/یا۲۵/ ہزار کی ہونگی وہ آج کل بالکل فارغ ہیں کیونکہ وہ ۱۹۹۴ء سے پہلے وکالت کے لیے کام آتی تھیں،اب میں نے چھوڑ کر کاروبار شروع کردیاہے کیااب ان پر زکوۃ ہے؟ اورکیاگھر کے سامان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے؟ کیاان کے علاوہ گھر کے کسی سامان پر زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ کتابوں پر زکوۃ واجب نہیں،البتہ ضرورت سے زائد ہونے کی وجہ سے صدقہ فطروقربانی واجب ہے، نیز گھر کے سامان پر بھی زکوۃ واجب نہیں۔

"(ولافی ثیاب البدن واثاث المنزل ودورالسکنی ونحوهاوکذاالکتب وإن لم تکن لأهلهاإذالم تنوللتجارۃ غیرأن الأهل له أخذ الزکوۃ الخ)استدراک علی التعمیم المأخوذ من قوله وإن لم تکن لأهلهاأی ان الکتب لازکاۃ فیهاعلی الأهل وغیرهم من أی علم کانت لکونهاغیر نامیة وإنماالفرق بین

الأهل وغيرهم في جوازأخذ الزكاة والمنع عنه....وأن الأهل إذاكان غير محتاج إليهافهو كغير الأهل.(الدرمع الرد: ۹/۲)

"صدقة الفطرهي واجبة على الحرالمسلم المالك لمقدارالنصاب فاضلاعن حوائجه الاصلية كذافي الاختيارشرح المختارولايعتبرفيه وصف النماء ويتعلق بهذاالنصاب وجوب الاضحية ووجوب نفقة الاقارب هكذافي فتاوى قاضي خان"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۹۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نیت:

مسئلہ نمبر(۱۷۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کافی سالوں سے صاحب نصاب ہے مگراس نے کبھی زکوۃ ادانہیں کی، مگراب وہ زکوۃ ادا کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اس دوران وہ ضرورت مندوں کی مدد کرتا رہا ہے، مگر زکوۃ کی نیت یا اس کے حساب سے نہیں، اب کیا وہ پچھلے سارے عرصہ کی زکوۃ ادا کرے گا یا اب سے ہی شروع کرے گا؟

(۲) اگر پچھلے سالوں کی بھی زکوۃ ادا کرنا پڑے تو پچھلے سالوں کا حساب کیسے معلوم کیا جائے؟ اس کا ریکارڈ تو معلوم نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ہر عاقل بالغ مردوعورت جب صاحب نصاب ہو اور اس مال پر سال بھی گزرجائے تو اس مال پر زکوۃ دینا فرض ہے اگر غفلت کی وجہ سے زکوۃ ادا نہ کی ہو تو بعد میں اس کی ادائیگی بہرحال لازم ہوگی بغیر اس کے ادا کیے فرضیت اس سے ساقط نہیں ہوگی، زکوۃ ادا کرتے وقت نیت کرنا بھی ضروری ہے اگر نیت نہیں کی یوں ہی مال غریب مسکینوں کو دیتا رہا تو اس کو صدقہ خیرات کا ثواب تو مل جائے گا لیکن فرضیت زکوۃ ادا نہیں ہوگی اس کی ادائیگی لازم ہے۔

"وهكذاصرح به في كتب الفقه والفتاوى وفي الهداية لايجوزأداء الزكوة إلابنية مقارنة للأداء أومقارنة تعزل مقدارالواجب الخ"......(الهداية: ۱/۱۷۱)

(۲) اگر آپ کے پاس پچھلے سالوں کا حساب لکھا ہوا نہ ہو تو اپنے تخمینہ اور اندازہ سے طے کر کے اس کا حساب کر لیا جائے پھر ان سالوں کی زکوۃ ادا کی جائے صرف ریکارڈ نہ ہونے کی صورت میں زکوۃ ساقط نہیں ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فرنیچر، کپڑوں، دکان کے کرایہ اور گاڑی کی آمدنی پر زکوۃ ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(۴۷۴): محترمی مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کچھ مسائل درپیش ہیں براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

(۱) میری بیوی کے پاس ساڑھے چار تولے سونا ہے اور چاندی بالکل نہیں ہے، باقی ضروریات کے برتن ضرورت کا فرنیچر جو جہیز میں ملے تھے باقی اکثر جوڑے کپڑوں کے جو کہ ہدیہ میں ملے ہوئے ہیں دس یا پندرہ جوڑے ہیں، کیا ان چیزوں پر زکوۃ فرض ہے یا کہ نہیں؟ اگر فرض ہے تو کون سی شرح ہے جس سے زکوۃ نہ لگے، اس میں کون سا سامان نہ ہو تو زکوۃ نہ لگے گی، باقی اگر قربانی فرض ہے کون سی چیز کم کر دیں تو قربانی نہ ہو؟

(۲) میرے پاس کوئی سونا نہیں ہے اور مکان کرایہ پر لیا ہوا ہے اور دو گاڑی آدھا حصہ میں ہیں زمین تقریباً دو ایکڑ ہے جس کا شکرانہ رہتا ہے کیا زکوۃ فرض ہے؟

(۳) میری گاڑی حاجی نے لی اور رقم ادا کر دی بعد میں دوسرے دن اس کے دل میں آیا کہ گاڑی نہ لوں اس نے کہا کہ میری رقم واپس کر دو جو میں نے ادا کر دی ہے وہ کہتا ہے براہ کرم وہ رقم ۵۰۰۰۰ ہزار واپس کرو، اگرچہ میں لینے کا حق دار نہیں مہربانی فرما دیں؟

کیا یہ رقم واپس کرنی ہے یا کہ نہیں جبکہ اس نے اس وقت خوشی سے دی تھی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۲،۱) صورت مسئولہ میں اگر آپ کی بیوی کے پاس ساڑھے چار تولے سونے کے علاوہ کچھ نقدی بھی ہے تو اس پر زکوۃ فرض ہے، البتہ فرنیچر اور کپڑوں پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی لیکن قربانی ضرورت سے زائد مال کے ہوتے ہوئے نقدی سے ملا کر اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہوگی، اگر گاڑی کی آمدنی ہوتی ہے تو اس پر بھی زکوۃ فرض ہے۔

"قیمة العروض تضم إلى الثمنين عند الإمام كما مر عن الزاهدي وصرح به في المحيط أيضا"......(ردالمحتار: ۲/ ۷۹)

صورت مرقومہ میں (مشتری) خریدار اپنی چیز واپس کر کے رقم لینا چاہتا ہے جسے اقالہ کہتے ہیں اور اقالہ فریقین کی رضامندی سے جائز ہے، بلکہ حدیث میں اس پر فضیلت بھی وارد ہوئی ہے۔

”قال فی الهداية الإقالة جائزة فی البيع بمثل الثمن الأول لقوله عليه السلام من أقال نادمابيعته أقال الله عثراته يوم القيامة“.....(الهداية: ۳/ ۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی گاڑی کی قیمت پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر (۱۷۵): مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو بھائی ہیں جن کے دو مشترک رکشے ہیں جن کی قیمت ۲۵۳۰۰۰ تھی جب ہم نے ان خریدا تھا، جن میں سے ستر ہزار ادھار لیے تھے، تو یہ رکشے ڈرائیور چلاتے ہیں، کیا ان پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ ان کا منافع متعین نہیں ہے کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے، مہربانی فرما کر جواب سے عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں دونوں رکشوں کی قیمت پر زکوۃ نہیں البتہ اگر ان کی آمدنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو ان کی آمدنی سے قرض کو نکال کر باقی رقم اگر نصاب کو پہنچتی ہو تو زکوۃ واجب ہے۔

”(وعن حاجته الاصلية) كثيابه المحتاج اليهالدفع الحرو البرد وكالنفقة ودورالسكنى وآلات الحرب والحرفةواساس المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها“.....(الطحطاوى: ص ۳۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غلطی سے زکوۃ غیر مستحق کو دے دی تو ادا ہوئی یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر (۱۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ بہاولپور کا رہائشی ہے، اور بندہ کی

کتابوں کی دکان ہے سکول وکالج کی کتابوں کا کاروبار کرتا ہے کچھ مسائل دریافت کرنے کے لئے خط لکھ رہا ہوں؟ زکوۃ اگر غلطی سے غیر مستحق کو دی گئی اور زکوۃ دینے کے بعد اس کا علم ہوجائے تو اب اس کے لیے کیا کرے؟ آیا زکوۃ دوبارہ دی جائے یا آئندہ خیال کیا جائے؟ زکوۃ ادا کرنے والا اگر دوبارہ زکوۃ ادا کرنے کا متحمل نہ ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر زکوۃ دینے والے نے غالب گمان سے مصرف زکوۃ سمجھ کے زکوۃ ادا کی تو زکوۃ ادا ہوجائے گی دوبارہ زکوۃ ادا نہ کرے۔

"(لو دفع بتحر فبان انه غنی اوهاشمی او کافر او ابوه او ابنه صح)لحدیث البخاری "لک مانویت یازید ولک مااخذت یامعن "حین دفعها یزید الی ولده معن لیس المراد بالتحری الاجتهاد بل غلبة الظن بانه مصرف بعد الشک فی کونه مصرفا"...... (البحرالرائق: ۲/ ۴۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ صرف پانچ چیزوں پر ہے:

مسئلہ نمبر(۲۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مستورات اپنی بچیوں کے لئے ساری عمر کچھ نہ کچھ بازار سے سامان خریدتی رہتی ہیں کہ وقت آنے پر بچیوں کی شادی پر دیا جائے گا چونکہ آخری وقت پر مشکل پڑ جاتی ہے کہ کیسے خریدیں؟ رقم کہاں سے مہیا کریں؟ وغیرہ وغیرہ۔ خریدا ہوا سامان کافی عرصہ تک پڑا رہتا ہے کیا اس پر بھی زکوۃ ہوگی یا معاف ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

شرعاً صرف پانچ چیزوں پر زکوۃ ہے:

۱۔سونا ۲۔چاندی ۳۔نقدروپیہ ۴۔مال تجارت ۵۔سوائم (جانور)

مذکورہ فی السوال چیزیں ان پانچ چیزوں میں سے نہیں ہیں، لہٰذا اس سامان پر زکوۃ نہیں ہوگی۔

"فلا زکوۃ علی مکاتب ولا فی ثیاب البدن واثاث المنزل ودار السکنی ونحوها اه"...... (الدرالمختار: ۱/ ۱۲۹)

"ونحوها ای کثیاب البدن الغیر المحتاج إلیها و کالحوانیت والعقارات اھ "

......(ردالمحتار: ۲/ ۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

تملیک کا معنی اور زکوۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض کتابوں میں زکوۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں تحریر ہے کہ جب تک زکوۃ کی رقم کی تملیک نہ ہو اس وقت تک ادا نہ سمجھی جائے اس سلسلہ میں بہت تشویش ہے، یہ اصطلاح میری سمجھ میں نہیں آتی، بعض بزرگوں سے تو اس شرط ادائیگی زکوۃ کے بارے میں یہاں تک سنا ہے کہ جس رقم (نصاب) پر زکوۃ واجب ہوجائے اس میں ڈھائی فیصد زکوۃ نکالی جائے یعنی انہیں میں سے کرنسی، سکے، نوٹ وغیرہ لیے جائیں، دوسری مد یا ضرورت کی اگر کوئی رقم پاس ہے تو ان میں سے زکوۃ کی رقم خرچ کی جائے، برائے مہربانی تحریر فرمائیں کہ شرعی طور پر ادائیگی زکوۃ وصدقہ نافلہ کا کیا طریقہ کار ہے؟ اصطلاح تملیک یا ملکیت سے کیا مراد ہے؟

نوٹ: عام طور پر کسی کو جب کوئی رقم بطور نذرانہ، ہدیہ، تحفہ بخشش ہبہ یا انعام کے طور پر دیتے ہیں تو دل میں تو صرف یہ نیت کرلیتے ہیں کہ زکوۃ کے پیسے ہیں، اب یہ رقم واپس نہیں لینی ہے، نیز صاحب موصوف جس کی خدمت میں یہ رقم پیش کرتا ہے ان کو مطلع کردیتے ہیں کہ ہدیہ ہے یا نذرانہ وغیرہ، کیا یہ مروجہ طریقہ درست ہے؟ یا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) تملیک کا لغوی معنی کسی کو مالک بنانا ہے زکوۃ میں تملیک ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی چیز بطور زکوۃ دی جائے تو اسے اس کا مالک بنادیا جائے تاکہ وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کرسکے یہ نہیں کہ اسے عارضی طور پر دی جائے، اور تملیک کا مذکورہ طریقہ درست ہے۔

"(وھی تملیک جزء مال)خرج الاباحۃفلو اطعم یتیماناویاالزکوٰۃ لایجزیہ الااذادفع الیہ المطعوم"...... (ردالمحتار: ۲/ ۳)

"اماتفسیرھافھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولامولاہ بشرط

قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذافی الشرع الخ واماشرط ادائهافنیة مقارنة للاداء اولعزل ماوجب اھ"......(الهندیة: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کسی مدرسہ کو بطور قرض دی گئی رقم پر بھی زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۲۷۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو کو چندسال پہلے ۷۵ ہزارروپے رہائشی زمین کی خریداری کے لئے دیئے توبعد میں حالات کے تغیر کی وجہ سے عمرو کو رقم واپس دینا پڑی صورت یہ ہوئی کہ زید ایک دینی مدرسے میں خدمت کرتا ہے اور عمرو نے اس مدرسہ سے رقم لینی تھی عمرو نے زید کی رقم مدرسہ میں منتقل کردی کہ اسی طرح جورقم عمرو نے لینی تھی وہ مدرسہ زید کوادا کردے یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے ہوااس طرح عمرو کی جگہ مدرسہ زید کا مقروض ہوگیا،اب صورت یہ ہے کہ زید کی رقم کچھ عرصہ عمرو کے پاس رہی، کئی سالوں سے مدرسہ کی انتظامیہ فی الحال واپس کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے، یادرہے کہ وہ رقم زید نے مدرسہ کوقرض دی تھی بنیت ثواب،توکیا زید پراس رقم کی زکوۃ ہوگی یانہیں؟اگرہوگی توسارے سالوں کی یاجب یہ رقم اس کے پاس آئے گی یاجس وقت نصاب شروع ہوا؟کیایہ صورت ممکن ہے کہ جب تک یہ رقم زید کے قبضہ میں نہیں آتی اس وقت تک اس پر زکوۃ بھی واجب نہیں، براہ کرم اس مسئلہ کا اطمینان بخش جواب دیکر مشکور فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں بشرط صحت سوال مدرسہ کی انتظامیہ کے ذمہ لازم ہے کہ زید کا روپیہ ادا کریں اور زید کے ذمہ سابقہ تمام سالوں کی زکوۃ لازم ہے۔

"لوکان المدیون مقرامفلسافعلی صاحب الدین زکوة مامضی اذاقبضه"......(فتح القدیر: ۲/۲۹۳)

"فتجب زکاتهااذاتم نصاباوحال الحول لکن لافوراہل عندقبض اربعین درهمامن الدین القوی کقرض وبدل مال تجارة فکلماقبض اربعین درهمایلزمه درهم اھ"......(الدرمع الرد: ۲/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کا قرض اگر پاس موجودہ رقم سے زیادہ ہے تو زکوۃ واجب نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر(۲۸۰): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

ازراہ کرم زکوۃ سے متعلق مجھے اس سوال کا جواب عنایت فرمائیں جزاکم اللہ! میرے جس پلاٹ پرسینما گھر تھا اسی پر رہائشی فلیٹس بنا رہا ہوں یہ میری ملکیت ہے اور اسکی قیمت دس کروڑ روپیہ ہے ابھی تک زیر تعمیر فلیٹس پرڈیڑھ کروڑ روپیہ لگ چکا ہے مزید تین کروڑ لگے گا، جب یہ منصوبہ مکمل ہوگا، بعدازفروخت میرا لگا ہوا سرمایہ مجھے واپس مل سکے گا، اس وقت میرے پاس دولاکھ روپیہ موجود ہے تقریباً پانچ لاکھ روپے میرے اوپر قرض ہے اور وہ ادا کرنا ہے، اس سے پہلے ہر سال زکوۃ ادا کرتا تھا تبدیل شدہ صورت حال میں مجھ پر زکوۃ کی ادائیگی کا فرض عائد ہوتا ہے یا قرض کی وجہ سے یہ فرض ساقط ہوگیا ہے؟ مطلع فرماکر شکریہ کا موقع بخشیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر واقعی قرض زیادہ ہے موجودہ رقم قرض سے کم ہے تو زکوۃ نہیں ہے۔

”(ومنها الفراغ عن الدين)قال اصحابنا كل دين له مطالب من جهة العبادیمنع وجوب الزكاة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وارش الجراحة وسواء كان الدين من النقود اوالمكيل او الموزون او الثياب اوالحيوان وجب بخلع اوصلح عن دم عمدوهو حال اومؤجل اولله تعالىٰ كدين الزكاة فان كان زكاة سائمة يمنع وجوب الزكاة بلاخلاف بين اصحابنا سواء كان ذلک في العين بان كان العين قائمااوفي الذمة باستهلاک النصاب وان كان زكاة الاثمان وزكاة عروض التجارة ففيهاخلاف بين اصحابنافعندابي حنيفة ومحمدرحمهماالله تعالىٰ الجواب فيه كالجواب في السوائم“......(الهندية: ۱/ ۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرض کی ادائیگی کے بعد مال بقدر نصاب نہ ہو:

مسئلہ نمبر(۲۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جس کے پاس ذاتی ملکیتی

ایک فیکٹری ہے جس کا کرایہ مبلغ پچاس ہزار روپے ماہانہ ہے، ایک دوسری فیکٹری جس کا مالک مذکورہ شخص ہے، قرضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس فیکٹری کو حکومت نے کئی لاکھ قرض کے عوض میں اپنی تحویل میں لیکر بند کردیا ہے، شخص مذکورہ پر تقریباً ۶ لاکھ روپے قرضہ ہے اور شخص مذکورہ کی تقریباً عادت ہے، بلکہ مختلف صورتوں میں بلا کسی اشد ضرورت مجبوری کے قرض لیتا ہے اور اس کو کسی معقول کاروبار میں صرف نہیں کرتا بظاہر کچھ معلوم نہیں یہ شخص مذکور اتنا قرضہ لے کر کہاں خرچ کرتا ہے؟ ان حالات میں شخص مذکور زکوٰۃ کا مستحق نہ ہونے کی صورت میں اس کو دی گئی زکوٰۃ کا اعادہ ضروری ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کا کیا حل ہے؟ مزید یہ جو کہ مبلغ پچاس ہزار روپے کرایہ لیا جارہا ہے وہ قرض کی ادائیگی میں منہا کیا جارہا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں شخص مذکورہ کا قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال اس کے پاس بچے نقد یا سونا چاندی اور مال تجارت اور حاجت اصلیہ سے زیادہ سامان اگر وہ سب نصاب کو پہنچ جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے، اور اگر نصاب تک نہ پہنچے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

"ای مصرف الزکاۃ والعشر الخ ھو فقیر وھو من له ادنی شیٔ ای دون نصاب اوقدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة ومسکین من لاشیٔ له"......(الدر مع الرد: ۶۴/۲)

"(منھا الفقیر) وھو من له ادنی شیٔ وھو مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیة اذا کانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر اھ"......(الھندیة: ۱/۱۸۷)

"(ومنھا المسکین) وھو من لاشیٔ له فیحتاج الی المسئلة لقوته اومایواری بدنه اھ"......(الھندیة: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میاں بیوی میں سے زیورات جس کی ملکیت سمجھی جائے زکوٰۃ اسی پر واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۲۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری منکوحہ ناراض ہو کر اپنے میکے

چلی گئی اور ساتھ اپنے تمام زیورات لے گئی، اب میں (خاوند) نے کہا کہ تم اپنے گھر واپس آجاؤ، لیکن بیوی نے کہا کہ میں تمہارے گھر نہیں آؤں گی بلکہ آپ مجھے طلاق دے دیں، اب سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کے بعد خاوند اس سے زیورات کا مطالبہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ جو کہ خاوند کے والدین نے بوقت نکاح چڑھائے ہیں جب کہ بیوی یہ کہتی ہے کہ میں زیورات کو واپس نہیں دوں گی اور وہ کہتی ہے کہ آپ اس زیور کے بدلے میں مجھ سے سامان لے لیں جس کی قیمت تقریباً زیورات کی قیمت کے برابر ہے کیا یہ صورت اختیار کرنی شرعی لحاظ سے صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ صورت میں زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ یعنی زیور بیوی کے زیر استعمال ہے بیوی پر یا خاوند پر؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں اور صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ سوال میں سسرال والوں نے جو زیور لڑکی کو دیا ہے اگر تصریح کردی تھی کہ لڑکی کی ملکیت ہے یا تصریح تو نہیں کی، لیکن اس علاقہ کے عرف میں اس کو ہبہ سمجھا جاتا ہے تو یہ زیور لڑکی کی ملکیت سمجھا جائے گا اس صورت میں خاوند مطالبہ نہیں کرسکتا اور زکوٰۃ لڑکی کے ذمہ ہوگی، اگر عرف میں ہبہ شمار نہ کیا جائے تو جیسا کے آج کل معروف ہے تو اس صورت میں خاوند مطالبہ کرسکتا ہے تو زکوٰۃ خاوند کے ذمہ ہوگی، نیز باہمی رضامندی سے مذکورہ صورت اختیار کرنا درست ہے۔

”وفی فتاوی الخیریہ سئل فیمایرسله الشخص الی غیره فی الأعراس ونحوهاهل یکون حکمه حکم القرض فیلزمه الوفاء به ام لااجاب ان کان العرف بانهم یدفعونه علی وجه البدل یلزم الوفاء به ان مثلیافبمثله وان قیمیا فبقیمته وان کان العرف خلاف ذلک بان کانوایدفعونه علی وجه الهبة ولاینظرون فی ذلک الی اعطاء البدل فحکمه حکم الهبة فی سائر احکامه فلارجوع فیه بعدالهلاک اوالاستهلاک والاصل فیه ان المعروف عرفاً کالمشروط شرطا“.....(الدرالمختار: ۵۷۳/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ مقروض کے ذمہ ہے یا قرض خواہ کے ذمہ؟

مسئلہ نمبر (۲۸۳): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مندرجہ ذیل سوالات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں۔

(۱) ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ کی ذاتی ملکیت اور گھر کے اخراجات سے زائد رقم ہے اس نے کسی کو تیں چالیس ہزار دیا ہے وہ واپس نہیں کر رہا ہے اس کی استطاعت نہیں ہے قرض دینے والے شخص پر زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک شخص نے کسی کو امانت دی امانت دیکر چلا گیا عرصہ دراز تک تقریباً آٹھ سال تک کا عرصہ گزر چکا ہے اسکے گھر کی تلاش کی گئی جہاں اس نے بتایا ہے لیکن وہ نہیں ملا نہ ہی اس نے کسی طرح رابطہ کیا، براہ کرم ارشاد فرمئیں کہ اس کی امانت کو کس جگہ لگایا جائے مکمل کوشش کے باجود وہ شخص نہیں ملا، کیا ذاتی استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مقروض اقرار کرتا ہے لیکن فی الحال ملنے کی امید نہیں ہے تو مال ملنے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب ہے۔

"فلا زكوٰة على مكاتب(إلى ان قال)دين كان جحده المديون سنين ولا بينة له عليه"...... (الدر الرد: ۲/ ۱۰۹)

"ولو كان الدين على مقر مليئ او معسر او مفلس او جاحد عليه بينه او علم به قاض فوصل الى ملكه لزم زكوٰته مامضى"......(در مختار مع ردالمحتار: ۲/ ۱۰)

صورت مذکورہ میں جس شخص نے امانت رکھوائی تھی جب تک اس کی موت وحیات کا علم نہ ہو جائے اسوقت تک اس کی حفاظت آپ کے ذمہ ہے اگر آپ نے اسکو صدقہ کر دیا یا خود استعمال کر لیا تو آپ کا ایسا کرنا صحیح نہیں ہے اور اس کی ضمان آپ پر لازم ہوگی۔

"غاب المودع ولا يدرى حياته ولا مماته يحفظها ابداً حتى يعلم بموته وورثته"......(الهندية: ۴/ ۳۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کے ذمے پچھلے چار سال کی

زکوۃ لازم ہے، تو کیا وہ ہر ماہ تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟ یہ بھی بتائیں کہ ایک تولہ کی زکوۃ کتنی بنتی ہے تاکہ حساب لگا کر یا ادا کر سکیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

گزشتہ سالوں کی زکوۃ دینا فرض ہے اگر اکٹھی دیدیں تو زیادہ بہتر ہے اگر تھوڑی تھوڑی کر کے دیں تو یہ بھی صحیح ہے، جو مال بھی آپ کے پاس ہے چاہے سونا ہو یا چاندی ہو یا نقدی یا مال تجارت اگر وہ نصاب کو پہنچتا ہے تو اس کا آپ چالیسواں حصہ زکوۃ میں ادا کریں گے۔

" (وافتراضها عمری) قال في البدائع وعليه عامة المشائخ ففي أني وقت أدى يكون مؤديا للواجب ويتعين ذلك الوقت للواجب وإذا لم يؤد إلى آخر عمره يتضيق عليه الواجب حتى لو لم يؤد حتى مات يأثم"...... (ردالمحتار: ۲/۱۴)

" (ومنها كون المال نصابا) فلا تجب في أقل منه"......(الهندية: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض دینے کے بعد قرض خواہ صاحب نصاب ہو جائے تو زکوۃ ادا کرے گا:

مسئلہ نمبر (۲۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں ایک شخص نے کسی کو قرضہ دیا اور قرضہ دینے کے بعد وہ صاحب نصاب ہو گیا آیا یہ شخص زکوۃ ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اگر وہ قرضہ دینے کے بعد صاحب نصاب نہیں ہے اور اگر قرضہ اس کو واپس مل جائے یا قرضے کی رقم کو ملا کر وہ صاحب نصاب بنتا ہے تو آیا اس قرض دینے والے پر زکوۃ کا ادا کرنا لازم ہے یا کہ نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جب یہ شخص صاحب نصاب ہو گیا اور نصاب پر سال بھی گزر گیا تو اس پر زکوۃ واجب ہو گئی، البتہ صاحب نصاب ہونے کے بعد (سال گزرنے سے پہلے) بھی زکوۃ ادا کر سکتا ہے، لیکن سال گزرنے کے بعد واجب ہو گی، اور دوسری صورت میں جب قرضہ کی رقم ملا کر صاحب نصاب ہو جاتا ہے، تو سال پورا ہونے پر زکوۃ واجب ہو جائیگی، لیکن ادا کرنا قرض کی وصولی کے بعد ہوگا اگر وصولی سے پہلے ادا کر دی تو بھی ادا ہو جائے گی۔

"الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول"......(الهداية: ۱/۲۰۰)

"فتجب زكوتها اذاتم نصابا وحال الحول لكن لافورا بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال التجارة"......(ردالمحتار على درمختار: ۱/۱۳۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب سے کم زیورات اور اس کے ساتھ نقدی پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۶): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مفتی صاحب مسئلہ یہ ہے کہ زید کے پاس کچھ سونا موجود ہے اور کچھ رقم موجود ہے لیکن دونوں کا الگ الگ نصاب پورا نہیں، کیا زید پر اس صورت میں زکوۃ دینا واجب ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ شکریہ!

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زید کے پاس موجود سونے کی قیمت اور موجودہ رقم ملا کر اگر نصاب یعنی ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت پوری ہو جائے تو زید پر زکوۃ واجب ہوگی۔

"وقيمة العروض تضم إلى الثمنين عند الإمام كما مر عن الزاهدى وصرح به فى المحيط أيضا"...... (ردالمحتار: ۲/۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے نصاب کا بیان:

مسئلہ نمبر(۴۸۷): بندہ کو ایک مسئلہ درپیش ہے برائے مہربانی بندہ کی رہنمائی فرمائیں، مسئلہ یہ ہے کہ زکوۃ اس صاحب حیثیت پر واجب ہے جو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کا مالک ہو، بندہ نے ایک عالم سے سنا ہے اس پر اس وقت سے زکوۃ فرض ہے جب سے وہ ایک تولہ سونا یا ساڑھے ۵۲ رتولہ چاندی کا مالک ہوا ہو، اس کی دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ جب زکوۃ واجب ہوئی تھی اس زمانہ میں ساڑھے ۵۲ رتولہ چاندی کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہوتی تھی لیکن آج کل سونے کی قیمت اتنی بڑھ چکی ہے کہ ایک تولہ سونے کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی سے زیادہ ہوگئی ہے۔

آپ بندہ کی رہنمائی کریں کہ زکوۃ کا معیار کیا ہے اگر ساڑھے سات تولہ سے کم زیور ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہے؟ اور معیار کس چیز کو بنایا جائے ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر کسی کی ملکیت میں فقط سونا ہے تو ساڑھے سات تولہ سونا ہی نصاب ہوگا، اگر صرف چاندی ہے تو نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، اور اگر صرف نقدی ہے یا نقدی اور چاندی دونوں ہوں یا سونا اور نقدی ہوں تو نصاب ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہوگی۔

"وقيمة العروض تضم الى الثمنين عندالإمام كمامر عن الزاهدى وصرح به في المحيط أيضا"...... (ردالمحتار: ۲/ ۳۷)

"وتضم قيمة العروض الى ثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز"......(الهندية: ۱/ ۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال تجارت میں سے زکوۃ کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

مسئلہ نمبر (۲۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دکاندار زکوۃ اپنی قیمت خرید پر دے گا یا تھوک کے حساب سے یا پرچون کے حساب سے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں سال گزرنے پر اگر زکوۃ نقد رقم سے ادا کرنا چاہے تو ادائیگی کے وقت جو قیمت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا اسی اعتبار سے زکوۃ ادا کی جائیگی۔

"وتعتبر القيمة عندحولان الحول.......... إذاكان له مائتاقفيز حنطة للتجارة تساوى مائتى درهم فتم الحول ثم زادالسعرأوانتقص فان أدى من عينهاأدى خمسة أقفز ة وإن أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب" ...... (الهندية: ۱/ ۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب کے بقدر رکھی گئی رقم پر ایک دفعہ زکوۃ ہے یا اگلے سال بھی ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۸۹): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خدا کا شکر ہے کہ میں زکوۃ ہر سال ادا کرتا ہوں ایک صاحب نے یہ وہم ڈال دیا کہ زکوۃ ایک دفعہ ادا کرنی ہوتی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے ہیں اس نے ایک دفعہ زکوۃ ادا کردی اور اس کے بعد اس کے پاس یہی دس ہزار روپے رہے اگر اس پر اضافہ نہیں ہوا تو اس پر زکوۃ نہیں ہوگی، جب کہ میرا کہنا ہے کہ اس پر زکوۃ ہوگی اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ کیا اس پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

واضح رہے کہ ہر وہ شخص جو صاحب نصاب ہو (یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان کی مالیت کے برابر مال موجود ہو جو اس کی حاجات اصلیہ سے زائد ہو) تو ایسے شخص پر زکوۃ فرض ہے، بشرطیکہ اس مال پر ایک سال گزر جائے، لہٰذا صورت مسئولہ میں جب تک یہ شخص صاحب نصاب ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوۃ فرض ہوگی۔

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الأصلية تام ولو تقديرا"......(البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

"الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول"...... (فتح القدير: ۲/۱۱۳)

"(الفصل الأول في زكاة الذهب والفضة) تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا كان أولم يكن"......(الهندية: ۱/۱۷۸)

"وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتأخيره من غير عذر"......(الهندية: ۱/۱۷۰)

"وسببه سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول لحولانه عليه"......(ردالمحتار: ۲/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کئی سالوں سے رکھے ہوئے سونے پر واجب زکوۃ کی ادائیگی کا طریقہ:

مسئلہ نمبر(۲۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سال سے ۲۱ تولے سونا اکرم کے پاس ہے اور اس کی ملکیت میں ہے اس پر زکوۃ ادا نہیں کی گئی اس سونے پر سال میں کتنی زکوۃ لگتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں سونے کی مذکورہ مقدار چونکہ ساڑھے سات تولے سے زائد ہے اس لئے اس پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ دینا ضروری ہے پہلے سال پورے ۲۱ تولے کی پھر دوسرے سال پہلے سال کی مقدار واجب ساقط کر کے باقی مال کی زکوۃ واجب ہوگی، پھر تیسرے سال پہلے دونوں سالوں کی مقدار واجب ساقط کر کے باقی مال کی زکوۃ واجب ہوگی مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق۔

"(هي تمليك جزء مال عينه الشارع) وهو ربع عشر نصاب حولي (من مسلم فقير)"...... (الدر مع الرد: ۲/۳)

"رجل له مائتا درهم فحال عليه ثلاثة أحوال إلا يوماثم أفادخمسة يزكي للحول الأول خمسة لاغير لأنه انتقص النصاب في الحول الثاني و الثالث بدين الزكاة كذافي محيط السرخسي"...... (الهندية: ۱/۱۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض کی رقم اگر قسطوں میں وصول ہو تو زکوۃ کیسے ادا کی جائے:

مسئلہ نمبر(۲۹۱): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہم قسطوں پر کاروبار کرتے ہیں ہم نے ۱۰ لاکھ روپیہ لوگوں سے قرضہ وصول کرنا ہوتا ہے، سوال یہ ہے کہ ساری رقم جو ہم نے لوگوں سے لینی ہے اس پر زکوۃ ادا کرنی پڑے گی یا جو کہ ہمیں قسط وصول ہو چکی ہے اس پر زکوۃ ادا کرنی ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں جو قسط وصول ہوگی اسی کی زکوۃ دینا لازم ہوگا، یعنی جیسے جیسے قسطیں وصول ہوتی رہیں گی ویسے ہی ان کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی۔

" فتجب زكاتها إذاتم نصابا وحال الحول لكن لافورابل عندقبض أربعين

درهمامن الدين القوى كقرض وبدل مال التجارة فكلماقبض أربعين درهمايلزمه درهم"......(ردالمحتار: ۳۸/۲)

"وقوى وهومايجب بدلاعن سلع التجارة إذاقبض أربعين زكى لمامضى كذافي الزاهدى اه"......(الهندية: ۱۷۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کمرشل بلڈنگ کی قیمت پر زکوۃ ہے یا کرایہ پر ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کمرشل بلڈنگ بنائی ہے ان کو اس بلڈنگ کا ماہوار کرایہ ملتا ہے، کیا صاحب اس بلڈنگ کی ہر سال کی مجموعی قیمت پر زکوۃ ادا کریں گے یا صرف سالانہ وصول کردہ کرایہ پر زکوۃ دینا ہوگی؟ نیز دونوں صورتوں میں زکوۃ کی شرح کیا ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں صاحب بلڈنگ سالانہ وصول کردہ کرایہ پر زکوۃ دے گا اور مال کا چالیسواں حصہ (اڑھائی فیصد) زکوۃ میں دیا جائے گا۔

"ولواشترى الرجل داراأوعبداللتجارة ثم آجره يخرج من أن يكون للتجارة لأنه لماآجره فقدقصدالمنفعة ولواشترى قدورامن صفريمسكهاأويواجرهالاتجب فيها زكوة"...... (قاضي خان: ۲۵۱/۱)

"(عمه الشارح) أى الجزء أوالمال وقول الشارح وهوربع عشرنصاب صالح لهمافإن ربع عشرمعين والنصاب معين أيضافافهم"......(ردالمحتار: ۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدارس میں زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۳): جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

ایک مدرسہ کے لیے جو لوگ عشر یا زکوۃ یا فطرانہ دیتے ہیں وہ زکوۃ یا عشر مدرسہ کے مدرسین وغیرہ کی

تنخواہوں یا مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یہاں کے بعض علماء کہتے ہیں کہ بلا واسطہ نہیں دے سکتے البتہ زکوٰۃ کے پیسوں کو کسی مسکین کو دے کر اور وہ مسکین مدرسہ کے لیے ہبہ کردے تو اس طرح تنخواہ مدرسہ کی تعمیر وغیرہ پر خرچ کر سکتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور بعض لوگ کہتے ہیں مہتمم بحکم عامل ہے اور وہ خود قبول کر سکتے ہیں اگرچہ وہ غنی بھی کیوں نہ ہوں کیا یہ صحیح ہے کہ نہیں؟

(۲) ایک حافظ قرآن مستقل طور پر لڑکیوں کو پڑھاتا ہے اور ان لڑکیوں کے والدین ان کو ایک ہزار روپیہ تنخواہ کے طور پر دیتے ہیں ان لڑکیوں کے والدین اس قاری کو زکوٰۃ کے پیسے اکھٹے کر کے تنخواہ دے سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

آج کل بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی مشکلات درپیش ہیں کیونکہ زکوٰۃ، عشر، صدقات واجبہ بغیر تملیک کے مدارس میں خرچ کرنا یا بطور تنخواہ کے دینا جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے کسی مسلمان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ زکوٰۃ کے ادا ہونے میں کسی مستحق کو بلاعوض مال کا مالک بنانا شرط ہے، ان مدارس کی تعمیر اور مساجد کی تعمیرات یا کسی کو بطور تنخواہ کے دینے کے کاموں میں مذکورہ شرط نہیں پائی جارہی، اس لیے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، باقی اگر بہت ہی مجبوری کی حالت میں ہو تو یہی طریقہ استعمال ہو سکتا ہے کہ یہ شخص اپنی طرف سے کسی مدرسہ یا مسجد میں ہدیہ دے یا چندہ سمجھ کر دے دے اور اس کو ادارہ کسی بھی استعمال میں خرچ کر سکتا ہے اور دونوں کو ثواب ہوگا۔

"وأما ركن الزكوة فركن الزكوة هو إخراج جزء من النصاب إلى الله تعالىٰ وتسليم ذلك إليه يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه إليه"...... (بدائع الصنائع: ۲/۲۹۸)

"(و) لا إلى (ممن ما) أيقن (يعتق) لعدم التمليك وهو الركن وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (قوله ثم يأمره الخ) ويكون له ثواب الزكوة وللفقير ثواب هذه القرب بحر"...... (الدر مع الرد: ۲/۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کرایہ پر دی ہوئی گاڑیوں سے حاصل ہونے والی آمدن پر زکوٰۃ ہے:

مسئلہ نمبر (۲۹۴): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس

چندگاڑیاں ہیں جوکہ آگے ڈرائیورچلاتے ہیں ان سے نفع بھی ہوتا ہے مجھے ایک آدمی نے کہا ہے کہ تم اس کی زکوۃ دیتے ہو یا نہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں، براہ کرم مجھے بتائیں کے میرے اوپران گاڑیوں کی زکوۃ فرض ہے کہ نہیں؟ مہربانی فرما کر جلد جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں گاڑیوں پرزکوۃ واجب نہیں البتہ ان کی آمدن جب مقدارنصاب کو پہنچے تو سال گزرنے کے بعداس آمدن زکوۃ واجب ہوگی۔

”وکذالواشتری جوالق بعشرة آلاف درهم ليواجرهامن الناس فحال عليهاالحول لازكوة فيهالأنه اشتراهاالغلة وعزمه أنه لووجد ربحا يبيعها لايعتبر وكذاالجمال إذااشترى إبلاللكراء أوالمكارى إذااشترى حمراللكراء اھ“......(قاضي خان على الهندية: ١/٢٥٠)

”(وكذلك آلات المحترفين) أى سواء كانت ممالاتستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم المبردأوتستهلك لكن هذامنه مالايبقى أثرعينه كصابون وجرص الغسال ومنه مايبقى كعصفروزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلازكوة في الأولين لانمايأخذ بمقابلة العمل وفي الأخيرالزكوة إذاحال عليه الحول لأن بمقابلة العين كمافي الفتح اھ“......(ردالمحتار: ٢/٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہائشی پلاٹس پرزکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والدصاحب تربیلہ کے متاثرین میں سے ہیں اورحکومت نے ہری پور کے قریب متبادل مکان کی جگہ دی تھی جوکہ دس مرلہ تھی والدصاحب نے دس مرلے کے دوپلاٹ اورخریدلئے کہ بچوں کے کام آئیں گے یہ دونوں پلاٹ دونوں بیٹوں کے نام ہیں، جومتبادل پلاٹ ملاتھااس پرمکان تعمیرکرکے کرائے پردے دیاہے اوروالدصاحب امامت کے سلسلے میں جڑانوالہ آگئے، یہاں ہم نے اپناذاتی مکان بنالیاجوکہ تیسرے بیٹے کے نام ہے، ہری پوروالے مکان کاکرایہ ہم وصول کرتے

ہیں جس کی مالیت اب پانچ لاکھ ہے دو پلاٹوں کی قیمت اب چھ لاکھ ہے، دریافت یہ کرنا کسی پلاٹ یامکان کی زکوۃ ہم پر عائد ہوتی ہے یا کہ نہیں؟ ان میں کوئی بھی پلاٹ کمرشل بنیادوں پر نہیں لیا گیا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

چونکہ یہ پلاٹ آپ کے والدصاحب نے اس لئے خریدے تھے کہ بچوں کے کام آئیں گے آپ نے خود بھی لکھا ہے کے یہ پلاٹ کوئی کمرشل بنیادوں پر نہیں لیا گیا اس لئے ان پر زکوۃ نہیں ہے کیونکہ زکوہ صرف مال تجارت اور سونا چاندی اور نقدی پر ہے۔

"أن يكون المملوك به للتجارة بأن اشترى سلعة "......(بدائع الصنائع: ۹۲/۲)

"ثم نية التجارة والإسامة لاتعتبر مالم تتصل بفعل التجارة والإسامة" ......(ایضاً)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مشینری اوراس کی قیمت پرزکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹٦): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس راس المال ایک لاکھ روپے ہیں، ایک لاکھ روپے سے اس نے ایک مشنری خریدی، اس مشینری سے کاروبار کرتا رہا اس نے ایک سال بعد حساب کیا تو کیا مشینری پر زکوۃ ادا کرنا ہوگی یا کہ نہیں؟ مشینری کے علاوہ جو مال اور زیور موجود ہے اس پر زکوۃ دینا ہوگی کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مشینوں کی قیمت پر زکوۃ نہیں ہوگی، اس کے علاوہ جو مال اور زیور ہے اس پر زکوۃ ہوگی۔

"فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل..... وكذا طعام أهله ومايتجمل به من الأواني اذالم يكن من الذهب والفضة وكذا الجوهر..... والزمرد ونحوها اذالم يكن للتجارة ......وكذا كتب العلم ان كان من أهله وآلات المحترفين كذا في السراج الوهاج اه"...... (الفتاوىٰ الهندية: ۱۷۲/۱)

”(وکذلک آلات المحترفین) أی سواء کانت ممالاتستهلک عینه فی الانتفاع کالقدوم والمبردأوتستهلک لکن هذامنه مالایبقی أثرعینه کصابون وجرص الغسال ومنه مایبقی کعصفر و زعفران.........فلازکوة فی الأولین لان مایأخذه من الأجرة بمقابلة العمل وفی الأخیرالزکاة إذاحال علیه الحول لأن المأخوذ بمقابلة العین کمافی الفتح قال وقواریرالعطارین ولحم الخیل والحمیرالمشتراة للتجارة ومقاودهاوجلالهاإن کان من غرض المشتری بیعهابهاففیهاالزکوة وإلافلاه“...... (ردالمحتار: ۲/ ۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ صرف راس المال پر ہے یا اس سے حاصل شدہ نفع پر بھی ہے؟

مسئلہ نمبر(۲۹۷): کیافرماتے ہیں مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں اگرکسی شخص نے دس ہزارکاسامان تجارت خریدابعدمیں اس کانفع مال سمیت تیس ہزارکوپہنچ گیاتواب یہ شخص جب زکوۃ اداکرے گاتودس ہزارکی اداکرے گاجواصل رقم ہے یاتیس ہزارکی؟قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں عین نوازش ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص تیس ہزارروپے کی زکوۃ اداکرے گا۔

”ولوکان الزیادة والنقصان فی العین قبل الحول ثم حال الحول وهی کذلک ففی الزیادة تجب الزکوة زائدة لأن تلک الزیادة مستفادفی خلال الحول فیضم إلی الأصل“.....(التتارخانیة: ۲/ ۱۸۳)

”من کان له نصاب فاستفادفی أثناء حول مالامن جنسه ضمه إلی ماله وزکاه سواء کان المستفادمن نمائه أولاوبأی وجه استفادضمه سواء کان بمیراث أوهبة أوغیرذلک...... ثم إنمایضم المستفادعندناإلی إصل المال إذاکان الأصل نصابافاما اذاکان اقل فانه لایضم الیه وان کان یتکامل به النصاب وینعقد الحول علیهما حال وجود النصاب کذافی البدائع “...... (فتاوی الهندیة: ۱/ ۱۷۵)

"لوهلک بعض النصاب فی أثناء الحول فاستفادمایکمله فانه یضم عندناواشار إلی أنه لابدمن بقاء الأصل حتی لوضاع استأنف للمستفادحولامنذ ملکه فان وجدمنه شیئاقبل الحول ولوبیوم ضمه وزکی الکل"......(ردالمحتار: ۲/ ۵۲)

"المستفادفی الحول...... وإن کان من جنسه ......فامااں کان متفرعامن الأصل أوحاصلابسببه کالولد والربح ......واما لم یکن متفرعا من الاصل ولاحاصلا بسببه کالمشتری والموروث والموهوب والموصی به فان کان متفرغا من الاصل اوحاصلا بسببه یضم إلی الأصل ویزکی بحول الأصل بالإجماع وإن لم یکن متفرعامن الأصل ولاحاصلابسببه فإنه یضم إلی الأصل عندنا......ثم إنمایضم المستفادعندنا الی أصل المال إذاکان الأصل نصابا"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۶)

"ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسه ضمه الیه وزکاه به" ......(الهدایة: ۱/۲۰۹)

"والمستفاد ولوبهبة اوارث وسط الحول یضم الی نصاب من جنسه فیزکیه بحول الاصل"......(الدرالمختار: ۱/۱۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض خواہ کواپنا قرض ملنے پراس کی زکوۃ دیناضروری ہے:

مسئلہ نمبر(۲۹۸): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ ایک مسئلہ درپیش ہے، مسئلہ یہ ہے کہ میرے کسی ملنے والے کورقم کی ضرورت تھی اس وقت میرے پاس رقم نہیں تھی میرے پاس سوناتھاوہ بیچ کرمیں نے اس کودیدی اورطے یہ ہواتھا کہ جب بھی آپ مجھے واپس کریں گےتوسوناہی کریں گے چہ جائے کہ اس وقت سونے کی قیمت کم ہویازیادہ؟ آیاقرآن وحدیث کی روشنی میں اس طرح کرنادرست ہے یانہیں؟ اس رقم پرمجھے زکوۃ دینافرض ہوگی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرطِ صحت سوال صورت مرقومہ میں قرض خواہ کا قرض دیتے وقت شرط لگانا شرط فاسد ہے اور شرط فاسد کے ساتھ معاملہ کرنا درست نہیں ہے البتہ اگر قرض خواہ شرط فاسد کو ختم کردے تو پھر صحیح ہے اگر قرض خواہ شرط فاسد کو ختم نہیں کرتا پھر بھی مقروض صرف وہ رقم ہی لوٹائے جو قرض خواہ سے لی ہے، قرض خواہ نے سونا بیچ کر رقم دی ہے تو مقروض بھی اتنی رقم ہی واپس کرے گا جتنی رقم قرض خواہ سے لی ہے رقم کے بدلے میں سونا واپس کرنا مقروض پر لازم نہیں ہے، اور قرض خواہ کو اپنے قرض کے واپس ملنے کے بعد اس کی زکوۃ دینا ضروری ہے ساقط نہیں ہوگی۔

"القرض لایتعلق بالجائزمن الشروط الفاسدمنھالایبطلہ ولکنہ یلغوشرط ردشیٔ أخرفلواستقرض الدراھم المکسورۃ علی أن یؤدی صحیحاکان باطل...... وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو...... وفی الأشباہ کل قرض جرنفعاحرام فقط"......(ردالمحتار: ۱۹۳/۴)

"وعندھم الدیون کلھاسواء تجب زکوتھاویؤدی متی قبض شیئاقلیلاأو کثیرا"......(أیضا: ۳۸/۲)

" فتجب زکوتھاإذاتم نصاباوحال الحول لکن لافوراًبل عندقبض أربعین درھمامن الدین"......(ایضا: ۳۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

میت کی طرف سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۹۹): کسی کے ذمے زکوۃ وکفارات تھے وہ ان کی وصیت کیے بغیر مرگیا، تو ورثاء میں سے کوئی اگر اپنے مال میں سے تبرعاً ادا کردے تو میت کی طرف سے ذمے سے زکوۃ وکفارات ساقط ہوجائیں گے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

میت کے ذمے موت سے پہلے زکوۃ وکفارات کی وصیت کرنا واجب ہے، اگر نہ کرے تو گنہگار ہوگا، پھر اگر وصیت نہ کی تو ورثاء کے ذمے ادا کرنا لازم نہیں، البتہ اگر کوئی وارث اپنے مال سے تبرعاً ادا کردے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ زکوۃ میت کے ذمے سے ساقط ہوجائیگی، اگرچہ تاخیر کا گناہ باقی رہے گا۔

"الوصية(واجبة بالزكاة) والكفارة(و)فدية(الصيام والصلوة التى فرط فيها)"......(الدرمع الرد:۳۵۸/۵)

"وأماديـن الـلـه فإن أوصى به وجب تنفيذه من ثلث الباقي وإ لالاقوله امادين الله تعالى الخ محترزقوله من جهة العبادوذلك كالزكاة والكفارات ونحوهاقال الزيلعي فإنهاتسقط بالموت فلايلزم الورثة أدائهاإلاإذا أوصى بها أوتبرعوا بهاهم من عندهم لان الركن فى العبادات نية المكلف وفعله ،وقد فات بموته فلا يتصور بقاء الواجب الخ"......(أيضا:۵۳۶/۵)

"بل الظاهرأن أصل دينه تعالى يسقط بالمشية وإن بقى أثم التأخيروقدحكى السندى قولين بالسقوط وعدمه فيمالوتبرع الوارث حيث قال إن لم يوص وتبرع بهاالورثة قيل لاتسقط الصلوات عن الميت لان الاختيارمعدوم وقيل تسقط لأن دليل الجوازالرجاء فى سعة رحمته وكمال كرمه وهويشمل التبرع ايضا"......(تقريرات الرافعي على الشامية:۳۵۸/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
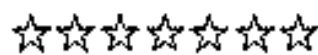
زیورات میں زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیورات میں زکوۃ ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ استعمال میں بھی نہیں ہیں، بلکہ خاص مواقع میں کبھی کبھی استعمال ہوتے ہیں، اصل میں ضرورت اور سخت مجبوری کے لیے رکھے ہیں، اس کو بیچ کر کسی سے سوال پر مجبور ہونا نہ پڑے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زیورات پر بھی زکوۃ ہے، جب وہ حد نصاب کو پہنچ جائیں اور اس پر سال گزر جائے، چاہے وہ استعمال میں ہو یا نہ ہو۔

"(الفصل الاول فى زكوة الذهب والفضة) تجب فى كل مائتى درهم خمسة دراهم وفى كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباكان أولم يكن

مصوغاأوغیرمصوغ حلیاکان للرجال أوللنساء تبراکان أوسبیکة کذافی الخلاصة اھ"......(الھندیة: ۱/۱۷۸)

"وفی تبرالذھب والفضة وحلیھماوأوانیھماالزکوۃ"......(الھدایة: ۱/۲۱۱)

"نصاب الذھب عشرون مثقالاوالفضة مائتادرھم الخ (واللازم فی مضروب کل منھماومعموله ولوتبرااوحلیامطلقااوفی عرض تجارۃ قیمته نصاب) الخ من ذھب أوورق الخ ربع عشر"......(الدرالمختارعلی ھامش ردالمحتار: ۲/۳۱)

"واللازم فی مضروب کل منھماومعموله ولوتبراأوحلیامطلقامباح الاستعمال أولاولوللتجمل والنفقة لأنھماخلقاأثماناافیزکیھاکیف کان اھ"......(الدرالمختار: ۲/۳۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
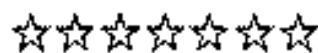
یتیم ونابالغ کے مال میں زکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۱): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یتیم ونابالغ کے مال میں زکوۃ ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

نابالغ کے مال میں زکوۃ نہیں ہے، البتہ ان کی زمینوں سے حاصل شدہ غلہ میں عشرہے، یہی حکم یتیم (نابالغ) کاہے، واضح رہے کہ یتیم اس وقت تک یتیم رہتاہے جب تک بالغ نہ ہو، بلوغت کے بعدیتیمی ختم ہوجاتی ہے، اوراگرکسی نے یتیم اورنابالغ کے مال سے زکوۃ اداکردی تووہ ضامن ہوگا۔

"وأماشرائط الفریضة فأنواع......... ومنھاالبلوغ عندنافلاتجب علی الصبی وھوقول علیؓ وابن عباسؓ فإنھما قالا لا تجب الزکوۃ علی الصبی حتی تجب علیه الصلاۃ......وکان ابن مسعودؓ یقول یحصی الولی أعوام الیتیم فإذابلغ أخبره وھذااشارۃ إلی أنه تجب الزکوۃ لکن لیس للولی ولایة الأداء وھوقول

ابن ابی لیلی حتی قال لوأداهاالولی من ماله ضمن ومن أصحابنامن بنی المسألة علی أصل وهوأن الزكوة عبادة عندنا وصبی لیس من أهل وجوب العبادة فلا تجب علیه كمالایجب علیه الصوم والصلاة اه"...... (بدائع الصنائع: ۲/ ۷۹)

"ولناأنه لاسبیل الی الایجاب علی الصبی لأنه مرفوع القلم بالحدیث ولأن إیجاب الزكوة إیجاب الفعل وإیجاب الفعل علی العاجزعن الفعل تكلیف مالیس فی الوسع ولاسبیل إلی الإیجاب علی الولی لیؤدی من مال الصبی لأن الولی منهی عن قربان مال الیتیم إلاعلی وجه الأحسن بنص الكتاب وأداء الزكوة من ماله قربان ماله لاعلی وجه الأحسن اه"...... (بدائع الصنائع: ۲/ ۸۱)

"كتاب الزكاة وشرائطها(ومنهاالعقل والبلوغ) فلیس الزكاة علی الصبی الخ الصبی اذابلغ یعتبرابتداء الحول من وقت بلوغه هكذافی التبیین اه"......(الهندیة: ۱/ ۱۷۲)

"وشرط افتراضهاعقل وبلوغ وإسلام"...... (الدرالمحتار: ۲/ ۳)

"فلاتجب علی مجنون وصبی لأنهاعبادة محضة ولیسامخاطبین بها"......(ردالمحتار: ۲/ ۳، الهدایة: ۱/ ۲۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب سے زائد سونے کی گزشتہ سالوں کی زکوۃ کیسے ادا کی جائے؟

مسئلہ نمبر(۳۰۲): ایک عورت کے پاس دو سال سے نو تولہ سونے کا زیور ہے اور اس نے اس کی زکوۃ ادا نہیں کی، اب وہ اس کی زکوۃ ادا کرنا چاہتی ہے تو کس طرح ادا کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اس عورت کو چاہیے کہ ۹ تولہ سونے کی موجودہ مالیت معلوم کرے اور پھر اس میں سے اڑھائی فیصد بطور زکوۃ

نکالے، یہ پہلے سال کی زکوۃ ہوگی، باقی بچنے والی مالیت میں سے پھر اڑھائی فیصد بطور زکوۃ نکالے یہ دوسرے سال کی زکوۃ ہوگی۔

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعا وهو الأصح" ......(الدرمع الرد: ۲/۲۴)

"وبيان ذلک أنه إذا كان لرجل مائتا درهم أو عشرون مثقال ذهب فلم يؤد زكاته سنين يزكي السنة الأولى وليس عليه للسنة الثانية شيء عند أصحابنا الثلاثة".....(بدائع الصنائع: ۲/۸۶)

"وكذا في السوائم إذا كان له خمس من الإبل السائمة مضى عليها سنتان ولم يؤد زكاتها أنه يؤدي زكاة السنة الأولى وذلک ا شارة ولا شيء عليه للسنة الثانية ولو كانت عشرا وحال عليها حولان يجب للسنة الأولى شاتان وللثانية شاة ولو كانت الأبل خمسا وعشرين يجب للسنة الأولى بنت مخاض وللسنة الثانية أربع شياه".....(بدائع الصنائع: ۲/۸۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

والد کی دولت سے بالغ اولاد غنی نہیں ہوتی:

مسئلہ نمبر(۳۰۳): ہمارے ہاں ایک مدرسہ ہے جس میں صرف مسافر طلباء کرام پڑھتے ہیں آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسے مسافر طلباء کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ جو مسافر ہیں اور دین کی تعلیم حاصل کررہے ہیں، جبکہ ان کے والدین مالدار اور امیر لوگ ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں طلباء کرام کو زکوۃ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ خود مالدار نہ ہوں اور نہ سید ہوں والد صاحب کی دولت سے بالغ اولاد غنی نہیں ہوتی۔

"(مصرف الزكوة)..........(هو فقير وهو من له ادنى شيء) أي دون نصاب" ......

(ردالمحتار: ۲/۶۴)

”ولا إلی(غنی) یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أي مال كان الخ (و)لا إلی(طفله)بخلاف ولده الكبير الخ (و)لا إلی (بني هاشم) اه“
(الدر المحتار: ۲/ ۷۱،۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

گروی میں رکھی ہوئی چیز پر زکوۃ واجب نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۰۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک شخص سے چند سالوں کے لیے قرض مانگا اس نے مجھے اس شرط پر دینے کی آمادگی ظاہر کی کہ میں اس کے پاس زیور بطور رہن رکھواؤں اور زیور کی مالیت بھی تقریباً قرض کے بقدر تھی، میں نے زیور اس کے پاس بطور رہن رکھوا کر قرض لے لیا ہے، اب میں نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے اور اپنا زیور واپس لے لیا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس زیور کی گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی لازم ہے جن میں یہ بطور رہن رکھوایا ہوا تھا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

جتنے سالوں تک زیور بطور رہن اس شخص کے پاس رہا ہے ان تمام سالوں کی زکوۃ (نہ راہن اور نہ ہی مرتہن) کسی پر لازم نہیں ہے۔

”ولا في مرهون بعد قبضه (قوله ولا في مرهون أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد وإذا استرده الراهن لا يزكي عن السنين الماضية وهو معنى قول الشارح بعد قبضه ويدل عليه قول البحر ومن موانع الوجوب الرهن ح وظاهره ولو كان الرهن أزيد من الدين ط“
......(رد المحتار: ۲/ ۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

فوٹو سٹیٹ مشین پر زکوۃ نہیں اس کی آمدنی پر ہے:

مسئلہ نمبر(۳۰۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری فوٹو سٹیٹ کی دکان ہے، جس

میں فوٹوکاپی کی تین مشینیں ہیں اور ۸۰ ہزار مالیت کے موبائل فون اور ان کے مختلف قسم کے پارٹس جن کی مالیت تقریباً ساٹھ ہزار روپے ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میں نے زکوۃ ادا کرنی ہے آیا فوٹوکاپی کی مشینوں کی مالیت بھی نصاب میں شامل ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

فوٹوکاپی کی مشینوں کے علاوہ اگر دوسری اشیاء کی مالیت زکوۃ کے نصاب کو پہنچ جائے تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوۃ واجب ہے، البتہ مشینوں سے حاصل شدہ آمدنی کو نصاب میں شامل کر کے زکوۃ ادا کی جائے گی۔

”قال في الدر: وكذالك آلات المحترفين إلامايبقى أثرعينه كالعصفر لدبغ الجلد ففيه الزكاة. قوله (كذالك آلات المحترفين) أى سواء كانت ممالاتستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد أوتستهلك لكن هذامنه مالايبقى أثرعينه كصابون وجرض الغسال ومنه مايبقى كعصفروزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلازكاة في الأولين لأن ماياًخذه من الأجرة بمقابلة العمل وفي الأخير الزكاة إذاحال عليه الحول لأن المأخوذ بمقابلة العين كمافي الفتح قال وقوارير العطارين ولحم الخيل والحمير المشتراة للتجارة مقاودهاوجلالهماإن كان من غرض المشترى بيعهابهاففيهاالزكاة وإلافلا“......(ردالمحتار: ۹/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مدرسے کا چندہ نصاب سے زائد ہو تو اس پر زکوۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۳۰۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کا چندہ جو نصاب کے بقدر ہو اور سال گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مدرسہ کے چندہ پر زکوۃ واجب نہیں، اگرچہ نصاب کے بقدر ہو اور سال بھی گزر جائے۔

”(وسببه) أى سبب إفتراضها (ملك نصاب حولي) قوله ملك نصاب)

فلازکوۃ فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک"......(الدرمع المرد: ۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ادائیگی قرض کے بعد گھر میں موجود مال کی زکوۃ نکالنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مقروض ہوگیا ہے جو کچھ اخراجات سے بچتا ہے وہ قرض میں ادا کردیتا ہے، مگر جو کچھ گھر میں مال ہوتا ہے اس مال سے وہ زکوۃ ادا کردیتا ہے، شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ اس شخص پر اس وقت واجب ہوگی جب تمام مال سے قرضہ ادا کرکے باقی جو مال بچتا ہے اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو پھر زکوۃ فرض ہوگی ورنہ اس شخص پر زکوۃ فرض نہیں ہے۔

"فإن کان له فضة مفردة فلازکوة فیهاحتی تبلغ مائتی درهم وزناوزن سبعه اه"......(بدائع الصنائع: ۱۰۰/۲)

"(وأماشرائط الوجوب) منهاالیسار وهومایتعلق به وجوب الصدقة الفطر دون مایتعلق به وجوب الزکاة"......(الهندیة: ۲۹۲/۵)

"لیس فیمادون مائتی درهم صدقة"......(الهدایة: ۲۱۰/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ مال تجارت پر واجب ہوتی ہے آلات تجارت پر نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گیس کا کاروبار کرتا ہوں میرے پاس ڈیڑھ سو گھریلو سلنڈر اور پچاس بڑے سلنڈر ہیں، ان میں کمپنی سے گیس بھروا کر رکھی جاتی ہے، پھر لوگ اپنا ذاتی سلنڈر لا کر گیس سے بھرا ہوا لے جاتے ہیں، گویا گیس کی تجارت ہے سلنڈروں کی تجارت نہیں، آیا سلنڈروں پر زکوۃ کا وجوب ہوگا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں سلنڈروں پرزکوۃ نہیں ہوگی، کیونکہ یہ مال تجارت نہیں ہیں۔

"أما آلات الصناع وظروف امتعة التجارة لاتكون مال التجارة لأنهالاتباع مع الأمتعة عادة"......(بدائع الصنائع: ۲/۹۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی اصل مال پر ہے یا اس سے حاصل ہونے والے نفع پر؟

مسئلہ نمبر(۳۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے پچاس ہزار روپے کا سامان تجارت خریدا، بعد میں وہ مال نفع سمیت تراسی ہزار سات سو روپے کا (83700) ہوگیا، اب یہ شخص اصل مال کی زکوۃ ادا کرے گا یا نفع کو بھی شامل کرکے اکٹھی سارے مال کی زکوۃ ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

شخص مذکور اصل مال اور منافع دونوں کو ملا کر سب کی اکٹھی زکوۃ ادا کرے گا۔

"جملة الكلام في المستفاد..... فأماإن كان متفرعامن الأصل أوحاصلابسببه كالولدوالربح ...... فإن كان متفرعامن الأصل أوحاصلابسببه يضم إلى الأصل ويزكى بحول الأصل بالإجماع"......(بدائع الصنائع: ۲/۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب آدمی پر بیوی کا مہر ادا کرنا باقی ہے تو کیا زکوۃ ادا کریگا یا نہیں؟

مسئلہ نمبر(۳۱۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر والا قرض شوہر کے حق میں مانع وجوب زکوۃ ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مہر والا قرض مانع وجوب زکوۃ ہے لہٰذا شوہر اپنی قابل زکوۃ مالیت میں سے مہر کی مالیت کے بقدر مالیت نکال کر بقیہ مالیت پر زکوۃ ادا کرے گا۔

"فإنه يمنع وجوب الزكاة عندنامعجلاكان أومؤجلا"...... (بدائع الصنائع: ۸۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اگر قرض مکمل مال پر محیط ہوتو آدمی صاحب نصاب نہیں رہتا:

مسئلہ نمبر(۳۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر صاحب نصاب شخص زکوۃ والے سال کے دوران مقروض ہو جائے اوراس کا قرضہ اس کے تمام قابل زکوۃ اموال کے بقدر ہو جائے تو یہ شخص صاحب نصاب رہے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں شخص مذکور صاحب نصاب نہیں رہا۔

"وعروض الدين كالهلاك عندمحمدورجحه في البحر(قوله:وعروض الدين) أي المستغرق في اثناء الحول ومثله المنقص للنصاب ولم يتم آخرالحول وأماالحادث بعدالحول فلايعتبراتفاقا(قوله ورجحه في البحر) وعبارته وعندأبي يوسف لايمنع بمنزلة نقصانه وتقديمهم قول محمديشعربترجيحه وهوكذلک كمالايخفى"......(الدر مع الرد: ۸/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال سے الگ کی گئی واجب الاداء زکوۃ چوری ہو جائے تو کیا حکم ہے؟:

مسئلہ نمبر(۳۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی زکوۃ کی رقم اپنے مال سے الگ کر کے رکھتا ہے اور چور زکوۃ کی رقم اور کچھ اس کا ذاتی مال چرا لیتے ہیں کیا زکوۃ دوبارہ ادا کرنا پڑے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ صورت میں زکوۃ کی ادائیگی نہیں ہوئی اوراب ادائیگی کی یہ صورت ہوگی کہ بقیہ مال اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس کے حساب سے زکوۃ واجب الاداء ہوگی ورنہ نہیں۔

"(قوله ولایخرج عن العهدة بالعزل) فلوضاعت لاتسقط عنه الزكوة ولومات كان میراثاعنه بخلاف مااذاضاعت في يدالساعي لأن يده كيدالفقراء البحرعن المحيط اه"...... (ردالمحتار: ۲/ ۱۳)

"وإن هلك المال بعدوجوب الزكوة سقطت الزكوة وفي هلاك البعض يسقط بقدره هكذافي الهداية"...... (الهندية: ۱/ ۱۸۰)

" (أومقارنة بعزل ماوجب) كله أوبعضه ولايخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء"......(الدرالمختارمع الرد: ۲/ ۱۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گمشدہ رقم کو زکوۃ میں سے علیحدہ نہیں کر سکتے:

مسئلہ نمبر (۳۶۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ حال ہی میں میرے پچیس ہزار روپے گم ہو گئے ہیں، کیا اس رقم کو زکوۃ تصور کر سکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ نیت زکوۃ اپنے مال کا چالیسواں حصہ فقیر مستحق زکوۃ کو مالک بنا کر دیدے اور یہ شرط یہاں پر نہیں پائی جا رہی۔

"أماتفسيرهافهي تمليك المال من فقيرمسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى كذافي التبيين"......(الهندية: ۱/ ۱۷۰ والبحرالرائق: ۲/ ۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہن وجوب زکوۃ سے مانع ہے:

مسئلہ نمبر (۳۶۴): ایک عورت نے ۱۹۶۵ء میں کچھ زیورات بنائے جس میں پچاس تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا تھا، پھر اس زیورات کو دس سال تک بنک میں بطور رہن رکھ کر قرضہ لیا دس سال گزرنے کے بعد اس کو چھڑا لیا۔

۱۔اب وہ عورت ان کی زکوۃ ادا کرنا چاہتی ہے تومذکورہ بالا مسئلہ میں وہ ۱۹۶۵ء سے زکوۃ ادا کرے گی؟

۲۔ہرسال کی علیحدہ علیحدہ ادا کرے گی یا اگر کوئی اور صورت ہوتو اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔

۳۔دس سال تک جورقم قرض لی گئی تھی ان کی بھی زکوۃ ہوگی یا نہیں؟

۴۔اگر چاندی کوصدقہ کرناچاہے تو اسکی زکوۃ ادا کرے گی یا اس کو بھی ساتھ ہی ادا کرے اور کتنی ہوگی؟ تمام مذکورہ مسئلہ کی وضاحت قرآن وحدیث کے مطابق فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالاصورتوں میں کسی بھی صورت میں اس عورت پرزکوۃ نہیں ہے، بلکہ زکوۃ ان زیورات کورہن سے چھڑانے کے بعد سے شمار ہوگی اور مذکورہ چاندی کوصدقہ کی صورت میں اس کی زکوۃ ساقط ہوجاتی ہے۔

"ومن موانع الوجوب (وجوب الزكاة) الرهن إذاكان في يدالمرتهن لعدم ملك اليد بخلاف العشر حيث يجب فيه كذافي العناية"......(البحر الرائق: ۲/ ۳۵۵)

"(قوله ولافي مرهون) أي لاعلى المرتهن لعدم ملك الرقبة ولاعلى الراهن لعدم اليدوإذااسترده الراهن لايزكي عن السنين الماضية وهومعنى قول الشارح "بعدقبضه"..........وليس فيها(في عبارة البحر) مايدل على أنه لايزكيه بعدالاستردادلكن قال في الخانية .... وكذالورهنهابألف وله مائة ألف فحال الحول على الرهن في يدالمرتهن يزكي الراهن ماعنده من المال إلاألف الدين ولازكاة في غنم الراهن لأنهاكانت مضمونة بالدين"......(ردالمحتار: ۲/ ۷)

"(ومنها الملك التام) ...... ولاعلى الراهن إذاكان الرهن في يدالمرتهن هكذافي البحر"......(الهندية: ۱/ ۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دیوانے پر زکوۃ ہے یا نہیں؟:

مسئلہ نمبر(۳۱۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک سید صاحب دیوانہ ہے، کیا ان کے اوپر زکوۃ ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جو شخص دیوانہ ہو اور دیوانہ پن مکمل سال اس پر رہے تو اس کے مال پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

”(ومنها العقل والبلوغ)فليس الزكوة على صبي ومجنون إذاوجدمنه الجنون في السنة كلهاهكذافي الجوهرة النيرة“.....(الهندية: ۱/۱۷۲)

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حوائج اصلیہ سے زائد سامان اور سونے کی مالیت پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۱۶): ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس سوا دو تولے سونا موجود ہے اور اس کے علاوہ گھر میں سامان بھی موجود ہے اور چار ہزار روپے نقد بھی ہیں اور مجھ پر مبلغ چار ہزار روپے قرضہ بھی ہے، اب اس آدمی پر قربانی اور زکوۃ واجب ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کے پاس سوا دو تولے سونے اور ضرورت سے زائد سامان کی مالیت نصاب کی مالیت کے بقدر ہے (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر) قرض کو علیحدہ کرے تو اس شخص پر زکوۃ واجب ہے لیکن اس کی ادائیگی کے لیے سونے اور نقدی پر سال کا گزرنا ضروری ہے، لیکن قربانی اور فطرانہ واجب ہے، ان کے لیے سال کا گزرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ نصاب کی بقدر مالیت کا ہونا ضروری ہے۔

”(تجب موسعافي العمروقيل مضيقافي يوم الفطرعيناعلى كل مسلم ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية) كدينه وحوائج عياله (وإن لم ينم) كمامر(وبه)أي بهذاالنصاب (تحرم الصدقة) كمامروتجب الأضحية“.....(الدرالمختارمع ردالمحتار: ۲/۷۸، ۷۹)

”(قوله واليسارالخ)بأن ملك مائتي درهم أوعرضايساويهاغيرمسكنه وثياب

اللبس أومتاع يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية ولوله عقاريستغله"......(ردالمحتار: ۲۱۹/۵)

"(ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص وشرائطهاالإسلام والاقامة واليسارالذى يتعلق به)وجوب (صدقة الفطر) كمامر"......(درمختارعلى ردالمحتار: ۲۱۹/۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بقدرنصاب یااس سے زائد سونے پرزکوۃ کی ادائیگی کاایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ساڑھے سات تولے سے زیادہ سوناہے جواس نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے رکھاہواہےاوراس پرکئی سال گزرگئے ہیں،اس کے علاوہ اس کی آمدنی صرف اتنی ہے جس سے بمشکل اخراجات پورے ہوجاتے ہیں،کیامذکورہ صورت میں زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اس آدمی پرزکوۃ واجب ہے جس طریقے سے بھی ہواداکرے اوراسے تمام سالوں کی زکوۃ اداکرنی پڑے گی پہلے سال اداکرنے کے بعد بچی ہوئی رقم سے دوسرے سال کی،اس طرح پھرباقی رقم سے، اوربقایاسالوں کی بھی اس طرح اداکرے۔

"الزكوة واجبة في الذهب والفضة مضروبة كانت اوغيرمضروبة إذابلغت الفضة مائتى درهم والذهب عشرين مثقالا"......(التتارخانية: ۱۷۳/۲)

"وزكاة الذهب والفضة ونصابهماماقال في الكتاب في كل مائتى درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباكان أولم يكن، مصوغاكان أوغيرمصوغ،كان للرجال أوللنساء"......(فتاوى قاضى خان على الهندية: ۲۴۹/۱)

"تجب في كل مائتى درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب

نصف مثقال مضروبا كان أولم يكن مصوغاأوغيرمصوغ حلياكان للرجال أوللنساء تبراكان أوسبيكة"......(الهندية: ١/ ١٧٨)

"وإذاكان لرجل مائتادرهم أوعشرون مثقال ذهب فلم يؤدزكاته سنين يزكي السنة الأولى وليس عليه للسنة الثانية شئ عنداصحابناالثلاثة وعندزفريؤدى زكوة سنين"......(بدائع الصنائع: ٢/ ٨٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عورت کو جہیز میں ملنے والے سونے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کو جہیز میں اتنا سونا ملا ہے کہ وہ زکوۃ کے نصاب پر پورا اترتا ہے کیا اس پر زکوۃ فرض ہوگی جبکہ میں بے روزگار ہوں کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے اس کے علاوہ باقی جہیز میں گھریلو سامان شامل ہے کیا اس پر بھی زکوۃ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو اس کا تعین کس طرح ہوگا؟ ساتھ یہ بھی بتادیں جو شخص صاحب نصاب ہوتا ہے کیا اس پر قربانی بھی واجب ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر سونے کا نصاب پورا ہے تو سال گزرنے پر اس کی زکوۃ ادا کرنا فرض ہے اور دیگر گھریلو سامان پر زکوۃ نہیں ہے اور صاحب نصاب شخص پر قربانی بھی واجب ہے اور اس میں سال گزرنے کی شرط نہیں ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذاملك نصابا ملكاتاماوحال عليه الحول"......(التتارخانية: ٢/ ١٦٤)

"(أوحليا)وهوما يتحلى به من الذهب والفضة سواء كان مباح الاستعمال أولاولوخاتم الفضة للرجل وسوارالبد للمرأة أفادصاحب الدرروفي الدرأفادوجوب الزكوة في النقدين ولوكاناللتحمل قال لأنهماخلقاأثمانا فيزكيهما كيف كان"......(طحطاوى: ٤١٤)

"الزكوة واجبة في الذهب والفضه......وفي الخانية مصوغاكان أوغيرمصوغ

حلیا کان للرجال أو للنساء عندنا نوی التجارۃ أم لا“ ...... (التتار خانیة: ۲/ ۱۷۳)

”ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن وأثاث المنزل ودواب الرکوب وعبید الخدمة وسلاح الاستعمال زکوۃ اھ“......(التتار خانیة: ۲/ ۱۸۳)

”لانزاع لأحد أن علة وجوب الأضحیة علی الموسر ھی القدرۃ علی النصاب“......(فتح القدیر: ۸/ ۴۲۶)

”(قوله والیسار الخ) بأن ملک مائتی درھم أو عرضا یساویھا غیر مسکنه وثیاب اللبس أو متاع یحتاجه إلی أن یذبح الأضحیة ولو له عقار یستغله فقیل تلزم لو قیمته نصابا...... فإن وجب له فی أیامھا نصاب تلزم اھ“......(ردالمحتار: ۵/ ۲۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی کو بطور قرض حسنہ دی گئی رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس روپے موجود تھے مگر کوئی ضرورت مند آیا اس نے یہ پیسے اس ضرورت مند کو بطور قرضہ حسنہ کے دیدیئے ہ قربانی اور زکوۃ آیا اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں ضرورت سے زائد روپے نہیں ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کے پاس موجودہ رقم اور قرض ملا کر اگر نصاب تک پہنچتے ہیں تو اس پر زکوۃ اور قربانی واجب ہے ورنہ نہیں، البتہ وجوب اداءِ زکوۃ اس وقت ہوگا جب وہ قرض وصول کرلے۔

”وھی واجبة علی الحر المسلم المالک لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلیة“......(الاختیار شرح المختار: ۲/ ۱۹۱)

”قوله (عند الإمام) وعندھم الدیون کلھا سواء تجب زکوتھا ویؤدی متی قبض شیئا قلیلا أو کثیرا“......(ردالمحتار: ۲/ ۳۸)

”قسم أبو حنيفة الدين على ثلاثة أقسام:قوى وهو بدل القرض ومال التجارة........ففي القوى تجب الزكوة إذاحال الحول ويتراخى القضاء إلى أن يقبض أربعين درهمافقيهادرهم“......(البحر الرائق: ۲/ ۳۶۳)

”قال أبو حنيفة رواية الأصل الديون ثلاثة دين قوى،وهو بدل التجارة والقرض ......ففي الدين القوى تجب الزكوة إذاحال الحول ويتراخى الأداء إلى أن يقبض أربعين درهماوكلماقبض أربعين درهمايلزمه درهم“......(قاضي خان: ۱/ ۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کچھ سونا چاندی اور سامان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۰): محترم ومکرم جناب مفتیان کرام السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت ہے اسکے پاس سونا ہے اور کچھ چاندی ہے اور کچھ نقدی ہے، ان میں سے کسی کا نصاب پورا نہیں ہوتا نہ سونے کا نہ چاندی کا، آیا اس کے اوپر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں لیکن اس کے پاس سامان موجود ہے اگر اس کا حساب لگایا جائے تو باقی نصابوں کے ساتھ یہ پورا ہو جاتا ہے تو اس بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر سونا چاندی کی قیمت کو ملانے سے ایک نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت حاصل ہو جائے تو اس پر سال گزرنے پر ڈھائی فی صد زکوۃ واجب ہے۔

۲۔ سونا چاندی کی قیمت اور نقدی تینوں کو ملا کر ایک نصاب پورا ہو جائے تو پھر بھی زکوۃ واجب ہے۔

۳۔ اگر سونا چاندی کی قیمت اور نقدی تینوں کو ملانے سے ایک نصاب پورا نہیں ہوتا لیکن گھر کا سامان موجود ہے تو اس سامان کا حساب نہیں کیا جائیگا، کیونکہ یہ سامان مال نامی بھی نہیں ہے اور مال تجارت بھی نہیں ہے لہٰذا زکوۃ بھی واجب نہیں ہے۔

کتب فقہ سے حوالے اور دلائل درج ذیل ہیں۔

”وتضم قيمة العروض إلى الثمنين والذهب إلى الفضة قيمة“.....(البحر الرائق: ۲/ ۲۰۰)

”ويكمل نصاب الفضة بنصاب الذهب ونصاب الذهب بالفضة“.....(قاضی خان علی الهندية: ۱/ ۲۵۰)

”ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنين قيمة“.....(الدر مع الرد: ۱/ ۱۳۵)

”وغير الذهب والفضة إنما يكون مال الزكوة إذا كان معدا للتجارة“.....(خلاصة الفتاوى: ۱/ ۲۳۷)

”ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة“.....(الهندية: ۱/ ۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تجارتی پلاٹ پر زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۳۱۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمود لندن میں رہتا ہے اور اس کا خرچہ بڑی مشکل سے پورا ہو رہا ہے؟

(۱) اس کا ذاتی مکان بھی نہیں ہے لندن میں اس نے رہائش رکھی ہوئی ہے؟

(۲) دوسرا مکان (یعنی فلائٹ) کرایہ پر دیا ہوا ہے؟

(۳) لاہور ڈیفنس میں ایک پلاٹ ہے جو کہ محمود کے نام ہے اسکے حصے میں آیا ہے، پانچ سال قبل کاروبار علیحدہ ہوا تھا لیکن والدین پلاٹ کو بیچنے نہیں دیتے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے پلاٹ اپنے داماد کے نام کروانا ہے اگر میں زبردستی چاہوں تو بیچ سکتا ہوں آیا پلاٹ کی زکوۃ والدین کے ذمہ ہوگی یا میرے ذمہ، جبکہ پلاٹ بیچنے کے لیے رکھا ہوا ہے؟

(۴) جو مکان لندن میں کرایہ پر ہے اس پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ جبکہ گھر کا خرچہ بڑی مشکل سے چلتا ہے؟

(۵) لاہور میں جو پلاٹ ہے اگر میں اس کو فروخت کر دوں تو میرے اوپر زکوۃ اس سال سے لاگو ہوگی یا سابقہ پانچ سالوں سے؟ جبکہ والدین فروخت نہیں کرنے دیتے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

لاہور میں جو پلاٹ ہے اگر وہ تجارتی پلاٹ ہے یعنی خریدتے وقت نیت فروخت کرنے کی تھی اور فروخت کرنے کے لیے ہی رکھا رہا، تو اس پر اس سال کی بھی اور گزشتہ پانچ سالوں کی بھی زکوۃ واجب ہے، اور اگر تجارتی پلاٹ نہیں یعنی خریدتے وقت نیت فروخت کرنے کی نہیں کی تھی، چاہے مال تجارت سے ہی خریدا ہو تب بھی زکوۃ واجب نہیں اور بعد میں بیچنے کی صرف نیت سے زکوۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ اگر اس پلاٹ کو فروخت کردے اور اس کی قیمت پر سال گزر جائے تو اس پر اس کی زکوۃ واجب ہوگی، اور جو مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے اس پر بھی زکوۃ نہیں۔

”أن یکون المملوک به للتجارة بأن اشتری سلعة ونوی أن تکون للتجارة عند الشراء فتصیر للتجارة سواء کان الثمن الذی اشتراها به من الأثمان المطلقة أو من عروض التجارة أو مال البذلة ......أما الشراء فلاشک أنه تجارة ......ولو اشتری عینا من الأعیان ونوی أن تکون للبذلة والمحنة دون التجارة لاتکون للتجارة سواء کان الثمن من مال التجارة أو من غیر مال التجارة لأن الشراء بمال التجارة إن دلالة التجارة فقد وجد صریح نیة الابتذال ولا تعتبر الدلالة مع الصریح بخلافها“......(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۲)

”ولا فی ثیاب البدن وأثاث المنزل ودور السکنی ونحوها أی کثیاب البدن الغیر المحتاج إلیه وکالحوانیت والعقارات“......(ردالمحتار: ۲/ ۹)

”ثم نیة التجارة والإسامة لاتعتبر مالم تتصل بفعل التجارة والإسامة لأن مجرد النیة لاعبرة به فی الأحکام لقول النبی ﷺ إن الله عفا عن أمتی ماتحدثت به أنفسهم مالم یتکلموا به أو یفعلوا“......(بدائع الصنائع: ۲/ ۹۲)

”ولو اشتری قدورا من صفر یمسکها أو یؤاجرها لاتجب فیها الزکوة کما لاتجب فی بیوت الغلة“......(قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/ ۲۵۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مکان کی خریداری کے لیے جمع کردہ رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بھائی مزدوری کر کے بیوی

بچوں کا پیٹ پالتا ہے، صاحب نصاب نہیں ہے، مکان کرایہ پر لے رکھا ہے، بیوی کے کچھ رشتہ داروں نے مل کر زکوۃ کے حساب سے مکان خریدنے کے لیے کچھ رقم دی ہے، جس کی مالیت تین لاکھ روپے ہے، اس رقم سے کوئی مناسب مکان نہ مل سکا، رقم تقریباً ایک سال سے ان کے پاس ہے، کیا اس رقم پر زکوۃ فرض ہوگی؟ جب کہ رقم خاوند نے ایک بنک اکاؤنٹ میں جمع کی ہوئی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ رقم پر زکوۃ فرض ہے۔

"وفي الهنديه تجب(أي الزكوة)في كل مائتي درهم خمسةدراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروباكان أولم يكن"......(الهندية: ١/ ١٧٨)

"(تجب في مائتي درهم وعشرين دينارا ربع العشر)....قيدبالنصاب لأن مادونه لازكوة فيه ولوكان نقصانايسيرا"......(البحر الرائق: ٢/ ٣٩٣)

"(نصاب الذهب عشرون مثقالاوالفضة مائتادرهم كل عشرة دراهم) فمادون ذلك لازكوة فيه ولوكان نقصانايسيراالخ"......(ردالمحتار: ٢/ ٣١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ سونے کی قیمت خرید پر ہے یا قیمت فروخت پر؟

مسئلہ نمبر(٣٢٣): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس سونے کا زیور ہے جو کہ اس نے بازار سے دس ہزار روپے کا خریدا تھا، اب وہ اسے بازار میں فروخت کرنا چاہتا ہے تو اس کی قیمت آٹھ ہزار روپے بنتی ہے، مہربانی کر کے رہنمائی فرمائیں کہ زکوۃ آٹھ ہزار روپے پر ہوگی یا قیمت خرید دس ہزار روپے پر؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ قیمت فروخت پر واجب ہوگی جو کہ آٹھ ہزار روپے ہیں۔

"وجاز دفع القيمة في زكوة وعشروخراج وفطرة ونذروكفارة غيرالإعتاق

وفی الشرح وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الاداء وفی السوائم یوم الأداء إجماعاً.....الخ".....(المدمع الرد: ۲/ ۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۳۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پراویڈنٹ فنڈ (provident fund) کی رقم جس سال ملتی ہے تو اس سال پوری رقم پر زکوۃ دینی چاہیے یا اگلے سال خرچ ہونے کے بعد باقی رقم پر زکوۃ دینی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم وہ ہے جو مستأجر تنخواہ سے کاٹ لیتا ہے اور یہ اجیر (ملازم) کی اجرت ہے جو مستأجر کے قبضہ میں رہتی ہے اس لیے یہ مستأجر پر دین ہے اور آزاد کی اجرت دین ضعیف ہے جس پر ملازمین کو ملکیت تو حاصل ہے لیکن قبضہ حاصل نہیں، لہٰذا اس پر گزشتہ زمانہ کی زکوۃ نہیں، وصول ہونے کے بعد اخراجات سے زائد جمع شدہ رقم پر پورا سال گزرنے کی صورت میں زکوۃ فرض ہوگی۔

"أما الأجرة ففی ظاهر الروایة عن أبی حنیفةؒ هو نصاب قبل القبض لكن لایلزمه الأداء مالم یقبض منه مائتی درهم اه".....(التتارخانیة: ۲/ ۲۲۷)

"وزكوة الدین علی أقسام فإنه قوی،ووسط وضعیف ..والضعیف وهو بدل مالیس بمال كالمهر.......لاتجب فیه الزكوة مالم یقبض نصاباویحول علیه الحول بعدالقبض وهذاعندالإمامؒ اه".....(مراقی الفلاح: ۷۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۳۲۵): کیا فرماتے ہیں علمائے عظام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ایک بیوہ عورت کے لیے لوگوں سے کچھ پیسے جمع کرتا ہے تاکہ اس بیوہ کو مکان بنا کر دیا جائے اور زکوۃ وغیرہ کی رقم ساٹھ ہزار جمع

ہوئی لیکن اس میں مکان نہیں بن سکتا، اس میں کسی کو تیس ہزار روپے تجارت کے لیے دیئے ہیں تاکہ نفع ہو اور رقم بڑھ جائے اب اس میں زکوۃ آئے گی یا کہ نہیں؟ یعنی اس تیس ہزار روپے کی زکوۃ آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ عورت صاحب نصاب بن گئی ہے اور باقی تیس ہزار روپے کی اس بیوہ کے بچوں کو دکان ڈال دی ہے تاکہ کمائی کریں اور رقم بڑھ جائے آیا اس تیس ہزار پر بھی زکوۃ آئے گی یا کہ نہیں؟ کیونکہ یہ بھی نصاب کی رقم ہوگئی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اس شخص نے اگر بیوہ اور اس کے بچوں کو نصاب کے بقدر مال کا مالک بنا دیا ہے تو اب سال گزرنے کے بعد اس بیوہ عورت کے مال پر زکوۃ واجب ہوگی۔

"الزکوۃ واجبة علی الحر العاقل المسلم إذا ملک نصابا ملکا تاما و حال علیه الحول"......(الهداية: ۱/ ۲۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کے ملکیتی سونے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس دو تولہ سونا ہے اور میں مقروض بھی ہوں تو زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ میں زکوۃ ادا کروں یا نہیں؟ اگر زکوۃ مجھ پر واجب ہے تو کتنی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر شخص مذکور کے پاس صرف دو تولہ سونا ہے اور اس کے علاوہ نقدی یا دیگر اموال نامیہ میں سے اس قدر موجود نہ ہو کہ اس کی مالیت مقدار سمیت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو زکوۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ صاحب نصاب نہیں ہے اور مشغول بالدین بھی ہے، ورا گر نقدی یا دیگر اموال نامیہ میں سے اس قدر موجود ہے کہ جس کی مالیت سمیت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو ایسی صورت میں زکوۃ واجب ہے۔

"هذا إذا كان له فضة مفردة، فأما إذا كان له ذهب مفرد فلاشيء فيه حتى يبلغ عشرين مثقالا اه"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۰۵)

"وعلى هذا إذا كان مع عروض التجارة ذهب وفضة فإنه يضمها إلى العروض ويقومه جملة لأن معنى التجارة يشمل الكل اه"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۱۰)

"(قوله ومديون للعبد)الأولى ومديون بدين يطالب به العبديشمل دين الزكوة والخراج لأنه لله تعالىٰ مع أنه يمنع لأنه مطالب من جهة العباد كمامر(قوله بقدردينه)متعلق بقوله فلازكوة اه"......(ردالمحتار: ٨/٢)

"(وفارغ عن حاجته الأصلية)لأن المشغول بها كالمعدوم ......أوتقديراكدين فإن المديون محتاج إلى قضائه لمافي يده من النصاب دفعاعن نفسه الحبس الذى هو كالهلاك اه"......(درمع ردالمحتار: ٦/٢)

"(ومنهاكون المال نصابا)فلاتجب في أقل منه هكذافي العيني شرح الكنز اه"......(الهندية: ١٧٢/١)

"فإن كان المال فاضلاعن الدين كان عليه زكوة الفاضل إذابلغ النصاب اه"(قاضي خان على الهندية: ٢٥٥/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گزرے ہوئے سالوں کی زکوۃ اور حوائج اصلیہ پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۷): (۱) اگر کسی صاحب جائیداد شخص پر زکوہ فرض ہو اور غفلت کی وجہ سے اس نے ماضی میں زکوۃ ادا نہ کی ہو اور اب ادا کرنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ کار ہوگا؟ اور ماضی کے مال کا حساب کیسے کیا جائے گا؟ جبکہ صاحب مال کو ٹھیک طرح سے معلوم نہ ہو کہ ماضی میں اس کے پاس قابل زکوۃ مال یا جائیداد کتنی تھی؟

(۲) ایسی کار جو ضرورت کے تحت گھر میں رکھی گئی ہو کیا اس کی مالیت پر زکوۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

(الف) کار قیمتی ہو جبکہ سستی کار سے بھی گھریلو ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔

(ب) وقتی طور پر کار فروخت ہو چکی ہو اور اس کی قیمت زر نقد کی صورت میں موجود ہو تو زکوۃ کا کیا حکم ہے؟

(ج) کاروبار کے نقطہ سے کار یا کاریں کبھی خریدی اور کبھی بیچ دی جائیں جبکہ ذریعہ آمدن کوئی اور بھی ہو؟

(۳) ایسا پلاٹ جو کسی ضرورت کے تحت خرید کر رکھا ہو لیکن وقتی طور پر اس کی ضرورت نہ ہو، کیا ان سب صورتوں میں زکوۃ ادا کرنا لازم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

ماضی کی زکوۃ جب بھی ادا کرے گا اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔

”وقال عامة مشائخنا إنها علی سبیل التراخی ومعنی التراخی عندهم إنها تجب مطلقا عن الوقت غیر عین خفی أی وقت أدی یکون مؤدیاللواجب ولیتعین ذلک الوقت للواجب“......(بدائع الصنائع:۲/۷۷)

ایسی کار جو اپنی ضرروت کے لیے گھر میں رکھی ہو اور استعمال میں ہے تو اس میں زکوۃ نہیں۔

”ولنا أن معنی النماء والفضل عن الحاجة الأصلیة لابدمنه لوجوب الزکوة“......(۲/۹۲)

(الف) چاہے کار قیمتی ہو یا سستی ہو دونوں کا حکم یکساں ہے۔

(ب) اگر وہ زر نقد پر سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہوگی۔

(ج) اس صورت میں زکوۃ ادا کرنا پڑے گی کیونکہ یہ اموال تجارت میں سے ہیں۔

(۳) ایسے پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں۔

”أما فی ماسوی الأثمان من العروض فإنما یکون الاعدادفیها للتجارة بالنیة“......(بدائع الصنائع:۲/۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صرف سات تولہ سونا اور بچیوں کے لیے بنائے گئے زیور پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس سات تولہ سونا بیوی کے زیور کی شکل میں موجود ہے اور یہ میری ملک ہے، اور میرا ذریعہ آمدنی ماہانہ تنخواہ اور مکان کا کرایہ ہے جو سب خرچ ہو جاتا ہے اور میں قرضدار بھی ہوں، غیر ملکی دورے کے وقت زرمبادلہ ملتا ہے جس کی بچت عمرہ کے لیے جمع کر رہا ہوں اور یہ بچت بیوی کی ملکیت ہے، گھر میں استعمال کی اشیاء کے علاوہ فالتو چیزیں یعنی ٹیلیویژن، وی سی آر وغیرہ نہیں ہے کیا سات تولہ زیور پر زکوۃ ہوگی؟

(۲) میں نے کچھ زیور بچیوں کے بالغ ہونے سے پہلے ان کے لیے لے کر رکھ دیا تھا جو ساڑھے سات تولہ سے کم ہے اسے ان کی ملک تو کر دیا مگر قبضہ میں نہیں دیا، اب وہ بالغ ہیں کیا اس کی زکوۃ والدین کے ذمہ باقی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں شوہر کے ذمہ اس کی ملکیتی سات تولہ سونا پر زکوۃ نہیں ہے، بشرطیکہ اس کے پاس نقدی یا چاندی نہیں ہے جو سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہو، اگر ہے تو زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

(۲) اس زیور کی زکوۃ والدین کے ذمہ نہیں، نابالغ بچیوں کے لیے خریدنے کی نیت کافی ہے، نابالغ اولاد کے لیے والد کا قبضہ انہی کا قبضہ ہے۔

"(قوله وهبة الأب لطفله تتم بالعقد لأن قبض الأب ينوب عنه"......(البحر الرائق: ۲۸۸/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مختلف اموال پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۲۹): اگر کسی شخص کے پاس سونا، چاندی اور نقدی موجود ہو یا صرف سونا اور نقدی یا صرف سونا یا صرف نقدی موجود ہو تو کس نصاب کے مطابق زکوۃ ادا کرے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر ہر مال بقدر نصاب ہے تو علیحدہ علیحدہ زکوۃ ایک کی ادا کرے اور اگر ہر مال بقدر نصاب نہیں بلکہ ملا کر (سونا یا چاندی میں سے) کسی ایک جنس کے نصاب کو پہنچے تو اس جنس سے ادا کروے جس میں نفع فقراء کا ہو تو یہ بھی درست ہے۔

"في البدائع ماذكر من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منها نصابا بأن كان أقل فلو كان كل منهما نصابا تاما بدون زيادة لا يجب الضم بل ينبغي أن يؤدى من كل واحد زكوته فلو ضم حتى يؤدى كله من الذهب أو الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء"......(الدر مع الرد: ۳۷/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک تولہ سونا اور ایک تولہ چاندی پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور ساتھ ایک تولہ چاندی ہے، یا ایک تولہ سے کم چاندی ہے، یا ایک تولہ سونا کے ساتھ ایک ہزار روپے ہیں، یا ایک ہزار سے کچھ کم روپے ہیں تو اس شخص پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں ہوگی؟

اور اگر زکوۃ واجب ہے تو گزشتہ کئی سال سے اس کے پاس یہ چیزیں تھیں تو کیا گزشتہ زکوۃ کا حساب لگا کر اس کو بھی ادا کرے گا یا صرف اسی سال کی زکوۃ ادا کرے گا؟ جب کہ اس شخص کے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ یہ گزشتہ سالوں کی زکوۃ بھی ادا کرے، اس صورت میں اس کو کیا کرنا چاہیے؟ تفصیل سے جواب دیں، اور اگر زکوۃ واجب نہیں تو پھر سونے کے ساتھ کتنی رقم ہو تو زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ اگر سونے کے ساتھ تھوڑی سی چاندی، نقدی، مال تجارت مل جائے تو ان سب کی قیمت یا ان میں سے بعض کی قیمت (اگر بعض موجود ہوں) چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) تک سال کے آخر میں پہنچی ہو تو زکوۃ واجب ہے، ورنہ نہیں، گزشتہ سالوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر مذکور اشیاء سال کی ابتداء اور آخر میں چاندی کے نصاب تک پہنچی ہوں تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور زکوۃ واجب ہونے کی صورت میں اگر سونا وغیرہ بیچ کر بھی ادائیگی کرنی پڑے تو کرنا واجب ہے، ورنہ گناہ اس کے سر باقی رہے گا۔

"وتضم قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز حتى لوملك مائة درهم تجب الزكوة عنده خلافا لهما ولوملك مائة درهم وعشرة دنانير اومائة وخمسين درهما وخمسة دنانير او خمسة عشر دينارا وخمسين درهما تضم اجماعا "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تنخواہ اگر ناکافی ہو تو مال زکوۃ میں شمار نہ ہوگی:

مسئلہ نمبر(۳۳۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کے لیے سونا، چاندی اور نقد رقم جن کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو زکوۃ فرض ہوجاتی ہے؟

پوچھنا نقد رقم کے متعلق ہے کہ وہ رقم جو زکوۃ کی ادائیگی (فرضیت) کے دن آپ کے پاس ہو چاہے وہ آپ کا ایک مہینہ کا خرچہ ہو جیسے کہ میری تنخواہ پچیس تاریخ کو ختم ہو جاتی ہے اور اگر یکم تاریخ کو زکوۃ کی ادائیگی کا دن ہے اور اسی دن تنخواہ ملی ہے جو کہ پچیس تاریخ تک ختم ہو جاتی ہے تو کیا اس رقم پر زکوۃ فرض ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں بشرط صحت بیان اگر آپ کو ہر ماہ کے شروع میں ملنے والی تنخواہ آپ کے تمام گھریلو ضروری اخراجات کے لیے ناکافی ہوتی ہے تو زکوۃ کی ادائیگی والے دن ملنے والی تنخواہ مال زکوۃ میں شمار نہیں ہوگی، جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

”ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة وكذا طعام اهله وما يتجمل به من الاواني اذا لم يكن من الذهب والفضة وكذا الجواهر واللؤلؤ والياقوت والبلخش والزمرد ونحوها اذا لم يكن للتجارة وكذا لو اشترى فلوسا للنفقة كذا في العينى شرح الهداية“ ......(۱/۱۷۲)

نیز علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”فاذا كان له دراهم مستحقة بصرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة كما ان الماء المستحق بصرفه الى العطش كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم“ ......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے متفرق مسائل:

مسئلہ نمبر(۳۳۲): حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق ازروئے شریعت کیا فرماتے ہیں۔

(۱) ایک مسلمان کے پاس پانچ لاکھ روپے تھے اس نے اس رقم کی زکوۃ ادا کردی پھر وہ پانچ لاکھ روپیہ (جس کی

زکوۃ ادا ہو چکی تھی) کاروبار میں لگایا دو تین ماہ کے اندر مال بک گیا اور دو لاکھ کا منافع ہوا گویا کہ اس شخص کے پاس سات لاکھ روپیہ آ گیا، اب یہ شخص دو لاکھ کی زکوۃ دے گا یا سات لاکھ کی زکوۃ دے گا، جب کہ پانچ لاکھ کی زکوۃ وہ پہلے دے چکا ہے؟

(۲) کتنی مدت مال پاس رہے تو زکوۃ واجب ہوتی ہے؟

(۳) اگر پانچ لاکھ روپے کی زکوۃ ادا کرنے کے بعد اس شخص نے ایک لاکھ روپے کا پلاٹ خریدا اور چار لاکھ کاروبار میں لگا دیے اب اس پلاٹ کی پوزیشن کیا ہوگی؟ کیا اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی؟ اگر پلاٹ پانچ سال تعمیر نہیں ہوتا یا فروخت نہیں ہوتا تو کیا ہر سال زکوۃ ادا کرنا ہوگی؟

(۴) کاروبار میں لین دین چلتا رہتا ہے اگر کسی جگہ سے لاکھ دو لاکھ ملنے کی قوی امید ہو اور وہ روپیہ اپنا ہو تو کیا اس کے ملنے سے پہلے اس کی زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا ملنے پر ادا ہوگی اور کب ہوگی؟ اور اگر زکوۃ پہلے ادا کر دی اور رقم نہ ملی لیٹ ہوگئی تو اس ادا شدہ رقم کی کیا پوزیشن ہوگی؟

(۵) زکوۃ کن لوگوں کو دی جائے بعض گھرانے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ذاتی مکان ساٹھ ستر ہزار روپے کا ہوتا ہے ان کے پاس ٹیلی ویژن، فرنیچر، واشنگ مشین وغیرہ سامان ہوتا ہے، گویا کہ ان کے پاس ستر، اسی ہزار کے اسباب ہوتے ہیں، مگر کاروبار نہیں ہوتا اور کثیر العیال ہوتے ہیں گزر بسر بہت تنگی سے ہوتا ہے، حتی کہ ایک وقت کا کھانا بھی صحیح طور پر میسر نہیں ہوتا تو کیا اس گھرانے کو زکوۃ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جب سال پورا ہوگا تو مجموعہ یعنی سات لاکھ کی زکوۃ ادا کرے گا، اصل اور نفع دونوں پر زکوۃ لازم ہے۔

(۲) سال پورا ہونے پر زکوۃ ادا کرنا فرض ہے۔

(۳) اگر پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا تھا تو اس پر ہر سال زکوۃ ہوگی، کیونکہ یہ مال تجارت ہے اور مال تجارت پر زکوۃ لازم ہے اور اگر تعمیر کے لیے خریدا تھا تو اس پر زکوۃ نہیں ہے۔

(۴) جب روپیہ اپنا ہے اور اس کے ملنے کی قوی امید بھی ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنا ہوگی یعنی جب اس شخص کے مال پر سال پورا ہو گیا تو اس ملنے والی رقم کو بھی اپنے مال میں شامل کر کے مجموعہ پر زکوۃ ادا کرے گا، اور اگر رقم ملنے میں تاخیر بھی ہوگئی تو یہ ادا شدہ زکوۃ میں ہی ہوگی۔

(۵) اگر ان کا گزر بسر نہیں ہوتا اور ضرورت سے زائد کوئی سامان بقدر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے

نہیں ہے اور وہ سید بھی نہیں ہیں تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے، ٹی وی وغیرہ تو خرافات میں داخل ہیں نہ کہ ضروریات میں البتہ مکان ضرورت میں داخل ہے۔

"ومنهاحولان الحول على المال العبرة في الزكوة للحول القمرى كذافي القنية "......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٧٥)

"قالوا وتشترط نية التجارة في العروض ولابدان تكون مقارنة للتجارة " ......(الاشباه والنظائر : ٢٦)

"منهاالفقير وهومن له ادنى شيء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غيرنامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير"......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٨٧)

"رجل له دار يسكنها يحل له الصدقه وان لم يسكن الكل هوالصحيح كذافي الزاهدى ولايدفع الى بنى هاشم وهم آل على وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل الحارث بن عبدالمطلب كذافي الهداية " ......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٨٩)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرضہ کو الگ کرکے باقی رقم پر زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ

(۱) میں بندہ ایک سرکاری دفتر سے ریٹائر ہوں ریٹائرمنٹ پر مجھے دفتر سے تقریباً35 لاکھ روپے وصول ہوئے۔

(۲) میں نے اپنا ذاتی مکان جو کہ پرانا تھا مبلغ16 لاکھ روپے میں فروخت کیا ہے۔

(۳) بندہ نے تمام جمع شدہ پونجی سے ایک خالی پلاٹ خریدا اوراس پر ذاتی استعمال کے لیے دوکان اوراوپر والی دومنزل اپنی رہائش کے لیے تعمیر کی ہیں۔

(۴) دوکان میں کاروبار کے لیے کچھ مال خرید کر ڈالا ہے، 04.10.2013 سے دوکانداری شروع کی ہے

دوکان میں اس وقت دولاکھ روپے کا مال موجود ہے، اور 03.10.2014 کو کاروبار شروع کیے ایک سال ختم ہوجائے گا۔

(۵) آج سے کوئی پانچ چھ سال پہلے ایک دوست الف سے دولاکھ قرضہ لیا تھا، جو آج تک ادا نہیں ہوسکا، مزید برآں اسی دوست الف سے رواں مالی سال میں ایک لاکھ روپیہ مزید قرض لیا ہے، یعنی اس دوست الف کے مبلغ ۳ لاکھ روپے واجب الادا ہیں اسی دوست الف کی مہربانی اور باہمی رضامندی سے یہ طے پایا ہے کہ میں آئندہ ہر مہینے ۵ ہزار روپے اس کو ادا کروں گا۔

(۶) اسی دوران مالی سال میں ایک اور قریبی دوست سے ایک لاکھ اسی ہزار روپے قرض لیا ہے یہ رقم مجھے مکان اور دوکان کی تعمیر کے سلسلہ میں درکار تھی اس دوست نے بھی یہ سہولت دی ہے کہ جب بھی ہوسکے آسانی سے قرضہ واپس کردینا۔

(۷) میرے پاس مختلف کمپنیوں کے کچھ شیئرز (حصص) بھی ہیں جن کی مالیت تقریباً ایک لاکھ پچاس ہزار ہے۔

(۸) میرے پاس تقریباً ۴۰ ہزار روپے کیش موجود ہے، جو کہ روزمرہ کی گھریلو ضروریات کے لیے رکھا ہے۔

(۹) بندہ کو دس ہزار دوصدر روپے ماہانہ پنشن ملتی ہے جو کہ قرض کی ادائیگی اور گھریلو اخراجات میں صرف ہوجاتی ہے۔

براہ کرم سائل کی رہنمائی فرمائیں کہ بندہ پر کتنی رقم زکوۃ واجب الادا ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

دوکان میں موجود مال تجارت اور نقد روپیہ جو موجود ہو اسی طرح سونا چاندی اگر ہو تو جو روپیہ لوگوں سے لینا ہو حصص وغیرہ سب جمع کرکے پھر جو قرضہ دینا ہے اس کو الگ کرکے باقی پر زکوۃ ادا کرنی ہوگی، بشرطیکہ نصاب کے بقدر باقی رہے۔

"ومن کان علیہ دین یحیط بمالہ فلازکوۃ علیہ وقال الشافعی یجب لتحقق السبب وھو ملک نصاب تام ولنا انہ مشغول بحاجتہ الاصلیۃ فاعتبر معدوما کالماء المستحق بالعطش وثیاب البذلۃ والمھنۃ وان کان مالہ اکثر من دینہ زکی الفاضل اذابلغ نصابا بالفراغۃ عن الحاجۃ والمرادبہ دین لہ مطالب من جھۃ العباد حتی لایمنع دین النذروالکفارۃ ودین الزکوۃ مانع حال بقاء النصاب لانہ ینتقص بہ النصاب وکذا بعدالاستھلاک "......(ھدایہ: ۱/۲۰۲)

”فنقول مایمنع وجوب الزکوۃ انواع منہاالدین قال اصحابنا کل دین له مطالب من جهة العباد یمنع وجوب الزکوۃ سواء کان الدین للعباد اولله تعالی کدین الزکوۃ اماالخلاف فی دین العباد فنقول انمایمنع وجوب الزکوۃ لان ملک المدیون فی القدر المشغول بالدین ناقص الاتری انه یستحق اخذه من غیرقضاء ولارضاء کانه فی یده غصب اوودیعة ولهذاحلت له الصدقة ولایجب علیه الحج والملک الناقص لایصلح سببا لوجوب الزکوۃ“

......(المحیط البرھانی : ۳/۲۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قومی رفاہی فنڈ پرزکوۃ واجب نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ہماری قوم (جوتقریبا دوہزار آبادی پر مشتمل ہے) کا اجتماعی فنڈ ہے، فنڈ کی رقم مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے جمع ہوئی ہے۔

(۱) قومی زمین بیچ کران کے عوض میں جو پیسے ہوتے ہیں وہ اجتماعی قومی فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔

(۲) ہماری قوم کا ایک اڈہ ہے جس کو سواری کی گاڑی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اڈہ زید کی ملکیت ہے لیکن انہوں نے اس اڈے پر قوم کو مجاز تصرف بنایا ہے، یہی اڈہ قوم سے ایک آدمی خریدتا ہے دولاکھ پر یا تین لاکھ پر تو وہ آدمی اس اڈے پر سواریوں کو فلائنگ کوچ وغیرہ میں بٹھا کر گاڑی کے ڈرائیور سے پیسے لیتے ہیں یعنی کمیشن لیتے ہیں، وہ دولاکھ یا تین لاکھ قومی فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔

(۳) کبھی حکومت رفاہی کام کے لیے قوم کو پیسے دیتے ہیں حکومت کے یہ روپے بھی قومی فنڈ میں جمع ہوتے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ فنڈ لاکھوں تک پہنچ گیا ہے، مضاربت پر بھی بعض پیسے دیے ہیں اور قومی فنڈ اس سے بڑھاتے ہیں، کیا اس قومی فنڈ پر زکوۃ ہے یا نہیں ہے؟ اس فنڈ کا مصرف اجتماعی امور ہیں مثلاً حکومت کی طرف سے جرم کی پاداش میں جو جرمانہ لاگو ہوتے ہیں وہ اس فنڈ سے دیے جاتے ہیں قومی بجلی ٹرانسفارمر وغیرہ کی مرمت بھی اسی فنڈ سے ہوتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں قومی فنڈ پر زکوۃ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ کسی کی ملکیت نہیں ہے، اور زکوۃ کے واجب ہونے کے لیے ملک تام کا ہونا شرط ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصابا ملكاتاما وحال عليه الحول المضمرات الملك التام ان يكون ملكه ثابتا من جميع الوجوه ولايتمكن النقصان فيه بوجه كمافي المديون والمكاتب"......(فتاوىٰ التاتارخانية: ۲/۱۶۴)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك النصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الاصلية ولوتقديرا"......(كنز الدقائق على البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

"ومنها الملك التام وهوماجتمع فيه الملك واليد واما اذاوجد الملك دون اليد كالصداق قبل القبض اووجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لاتجب فيه الزكوة كذافى السراج الوهاج"...... (فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۲)

"فمنها الملك فلاتجب الزكوة في سوائم الوقف والخيل المسبلة لعدم الملك وهذا لان في الزكوة تمليكا والتمليك في غير الملك لايتصور" ......(بدائع الصنائع : ۲/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعمیر دوکان کا ایک طریقہ اور اس پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ایک آدمی (زید) مالک زمین کو کچھ رقم مثلاً پانچ لاکھ روپے دیتا ہے کہ مالک زمین اس رقم سے اپنی زمین میں دکان بنائے، یا وہ آدمی جس کے پیسے ہیں (زید) دکان تعمیر کر کے اس کا سارا خرچہ جمع کر کے اس کا بل مالک زمین

کو دکھاتا ہے، پھر زید اور مالک زمین عام رواج کے مطابق دکان کا کرایہ مقرر کرتے ہیں، اب زید دکان چلاتا ہے اور جو کرایہ ہوتا ہے وہ اس اصل رقم جو دکان کی تعمیر پر خرچ ہوئی ہے اس میں سے کٹوتی ہوتی ہے جب وہ رقم ختم ہو جائے تو اب مقرر کردہ کرایہ مالک زمین کو ادا کرے گا اور دکان بھی اس کی ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ دکان کی تعمیر کا یہ طریقہ اور کرایہ کے ذریعے تعمیر کے خرچہ کا ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

نیز جو رقم زید نے دکان کی تعمیر پر خرچ کی ہے سال کے آخر میں اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مذکورہ میں تعمیر دکان کا یہ طریقہ بھی درست ہے، اور کرائے کے ذریعہ سے تعمیر کا خرچہ ادا کرنا بھی صحیح ہے اور زید پر سال گزرنے کے بعد اس رقم کی زکوۃ بھی واجب ہے۔

"اذا استاجر الرجل من آخر دارا بدين كان للمستاجر على الآجر يجوز وكذلك لو استاجر عبدا بدين كان للمستاجر على الآجر يجوز "

......(فتاوىٰ الهندية: ۴/۴۱۵)

"قوله كقرض قلت الظاهر ان منه مال المرصد المشهور في ديارنا لانه اذا انفق المستاجر لدار الوقف على عمارتها الضرورية بامر القاضي للضرورة الداعية اليه يكون بمنزلة استقراض المتولي من المستاجر فاذا قبض ذلك كله او اربعين درهما منه ولو باقتطاع ذلك من اجرة الدار تجب زكاته لما مضى من السنين والناس عنه غافلون"......(ردالمحتار: ۲/۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا سودی کاروبار والا آدمی زکوۃ ادا کر سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا کاروبار سودی ہے مثلاً اس نے بینک سے قرضہ لیا ہے یا بینک سے رقم کے ساتھ سود بھی وصول کرتا ہے تو ایسا آدمی اپنے پیسوں سے زکوۃ ادا کرتا ہے یا مجاہدین کو جہاد کے لیے چندہ دیتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مخلوط مال کے اندر سے اگر کسی نے صدقات واجبہ ادا کردیے تو وہ حلال مال ہی سے سمجھے جائیں گے، اگر کسی نے سارے مخلوط مال کی زکوۃ دی تو وہ بھی حلال مال ہی سے تصور ہوگی اور باقی اس کی طرف سے برأت کی نیت سے صدقہ سمجھا جائے گا۔

"لواخرج زکوۃ المال الحلال من مال حرام ذکر فی الوھبانیة انه یجزئ عندالبعض ونقل القولین فی القنیة وقال فی البزازیة ولونوی فی المال الخبیث الذی وجبت صدقته ان یقع عن الزکوۃ وقع عنھا "...... (ردالمحتار: ۲/۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک تولہ سونا اور کچھ رقم ہو تو زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۳۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس ایک تولہ سونا ہے (بصورت زیور) آیا وہ اس کی زکوۃ ادا کرے گی یا نہیں؟ جب کہ اس کے پاس کچھ رقم بھی ہے، اور اگر اس کے پاس کچھ رقم نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس ایک تولہ سونا کے ساتھ کچھ نقدی بھی ہے اور ان دونوں کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جاتی ہے اور اس پر سال بھی گزر چکا ہے تو تب زکوۃ واجب ہے، اور اگر صرف ایک تولہ سونا ہے اور کچھ نقدی وغیرہ نہیں ہے تو اس صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"واللازم مبتدأ فی مضروب کل منھما ومعموله ولوتبرا اوحلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولوللتجمل والنفقة لانھماخلقا اثماناقیزکیھا کیف کان"......

(درعلی الشامی: ۲/۳۳)

"وفارغ عن حاجة الاصلیة لان المشغول بھا کالمعدوم وفسرہ ابن ملک

بمایدفع عنه الهلاک تحقیقا کتیابة اوتقدیرا کدینه "......(درعلی الشامی: ۲/۶)

"ویضم الذهب الی الفضة وعکسه یجامع الثمنیة قیمة قوله ویضم ای عندالاجتماع اماعندانفراد احدهما فلاتعتبر القیمة اجماعا بدائع لان المعتبر وزنه اداء ووجوبا کمامر وفی البدائع ایضا ان ماذکر من وجوب الضم اذالم یکن کل واحد منهمانصابا بان کان اقل فلوکان کل منهما نصابا تاما بدون زیادة لایجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد زکاته فلوضم حتی یؤدی کله من الذهب او الفضة فلاباس به عندنا ولکن یجب ان یکون التقدیم بماهوانفع للفقراء رواجا والایؤدی من کل منهما ربع عشرة "......(درمع الرد: ۲/۳۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ اگر بیچنے کی نیت سے خریدا تو اس پر زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۸): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ ہمارے والدصاحب نے اپنی مشترکہ خاندانی حیثیت میں ایک پلاٹ ڈیرہ غازی خان میں خریدا تھا(1980ء کی دہائی میں) جوکہ برلب روڈ ہے، خاندانی تقسیم کے بعدمذکورہ پلاٹ والدصاحب کے حصہ میں ہی آیا، والدصاحب نے اس پر آرا مشین لگاکر ایک غریب ہمدرد جاننے والے کو بغیر کرایہ کے دیا کہ پلاٹ بھی محفوظ رہے گا، اور تمہارے بال بچوں کی آمدنی کا ذریعہ بھی ہوگا۔

اب والدصاحب نے ہم سب بہن بھائیوں کو حصہ دے دیا ہے اور کچھ جائیداد مشترکہ رکھی ہے جس میں یہ پلاٹ بھی ہے، ہمارے والدصاحب کو کسی نے کہا کہ آپ کے ذمہ زکوۃ ہے اس وقت سے جوکہ ادا کرنی ہے، والدصاحب اب یہ پلاٹ زکوۃ کی وجہ سے فروخت کرنا چاہتے ہیں تاکہ زکوۃ کی رقم نکال کر باقی پھر سے اولاد میں تقسیم کروں، اس پلاٹ کے علاوہ والدصاحب کے کچھ اور مکانات بھی تھے جو بوقت ضرورت فروخت کرتے تھے، لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریری فتویٰ دے دیں کہ اس مسئلہ کا کیا شرعی حل ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر مذکورہ پلاٹ خریدتے وقت نیت اس کو بیچنے کی تھی تو زکوۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

"والاصل ان ماعداالحجرين والسوائم انمايزكي بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى الثنىء وشرط مقارنتها لعقدالتجارة وهوكسب المال بالمال بعقد اواجارة اواستقراض قوله ماعداالحجرين هذاعلم بالغلبة على الذهب والفضة وقوله والسوائم بالنصب عطفا على الحجرين وماعدا ماذكر كالجواهر والعقارات والمواشي العلوفة والعبيد والثياب والامتعة ونحوذلك من العروض "......(الدرمع الرد: ۲/۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ خریدتے وقت اگر تجارت کی نیت نہ ہوتو اس پر زکوۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ایک پلاٹ خریدا بچوں کے لیے، چھ ماہ گزرنے کے بعد اس نے اس پلاٹ کو فروخت کر کے اس پلاٹ کے پیسوں سے ایک دوسرا اعلیٰ پلاٹ خرید لیا اور اس پلاٹ کے خریدنے کے وقت بھی اس کی نیت بچوں کے لیے تھی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ ہے یا نہیں؟ اور اگر زکوۃ ہے تو پہلے پلاٹ کے خریدنے کے وقت سے سال گزرنے کا اعتبار ہوگا یا دوسرے پلاٹ کے خریدنے کے وقت سے سال کا اعتبار ہوگا؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

تنقیح: سوال مذکور میں اس آدمی نے جو پہلا پلاٹ خریدا تھا وہ تجارت کی غرض سے نہیں خریدا تھا بلکہ اپنی اولاد کی پراپرٹی کے لیے خریدا تھا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر پلاٹ خریدتے وقت آپ کی نیت فروخت کی نہیں تھی تو اس پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

”ونية التجارة فى العروض اما صريحا ولابد من مقارنتها لعقد التجارة كما سيجيء اودلالة بان يشترى عينا بعرض التجارة اويؤجر داره التى للتجارة بعرض فتصير للتجارة بلانية صريحاواستثنوا من اشتراط النية مايشتريه المضارب فانه يكون للتجارة مطلقا لانه لايملك بمالها غيرها ولاتصح نية التجارة فيماخرج من ارضه العشرية اوالخراجية اوالمستاجرة اوالمستعارة لئلايجتمع الحقان (قوله ولابد من مقارنتها لعقد التجارة) بان ينوى عندالعقد ان يكون المملوك به للتجارة سواء كان ذلك العقد شراء اواجارة وسواء كان ذلك الثمن من النقود اومن العروض فلونوى ان يكون للبذلة لايكون للتجارة وان كان الثمن من النقود وخرج ماملكه بغير عقد كالميراث فلاتصح فيه نية التجارة اذاكان من غير النقود اوملكه بعقد هومبادلة مال بغيرمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد وبدل العتق فانه لاتصح فيه نية التجارة ولواشترى عروضا للبذلة والمهنة ثم نوى ان تكون للتجارة بعدذلك لاتصير للتجارة مالم يبعها فيكون بدلها للتجارة لان التجارة عمل فلاتتم بمجردالنية بخلاف مااذاكان للتجارة فنوى ان يكون للبذلة خرج عن التجارة بالنية وان لم يستعمله لانها ترك العمل فتتم بها “

......(درمع حاشية الطحطاوى : ۱/۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مکان کا کرایہ اگر ضروریات میں خرچ ہوجائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنا ذاتی مکان کرایہ پر دیا ہوا ہے اور خود کسی دوسری جگہ پر کرایہ کے مکان میں رہتا ہے اور اپنے ذاتی مکان کے کرایہ سے یہ آدمی جس مکان میں کرایہ پر رہتا ہے اس کا کرایہ ادا کرتا ہے آیا سال کے بعد اس آدمی پر جو یہ اپنے مکان کا کرایہ لیتا ہے اس کرایہ کے پیسوں پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں ہوگی؟ حالانکہ یہ آدمی اپنے ذاتی مکان کے کرائے سے جس مکان میں رہتا ہے اس کا کرایہ ادا کرتا ہے، مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اس آدمی پر زکوۃ فرض نہیں ہے کیونکہ ضروریات میں خرچ شدہ رقم پر زکوۃ نہیں ہے۔

"وفارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم وفسره ابن ملک بمايدفع عندالهلاک تحقيقا كثيابه اوتقديرا كدينه قوله وفارغ عن حاجته الاصلية اشار الى انه معطوف على قوله عن دين قوله وفسره ابن ملک اى فسر المشغول بالحاجة الاصلية والاولى فسرها وذلک حيث قال وهى مايدفع الهلاک عن الانسان تحقيقا كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج اليها لدفع الحر او البرد اوتقدير كالدين فان المديون محتاج الى قضائه بمافي يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذى هو كالهلاک وكآلات الحرفة واثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لاهلها فان الجهل عندهم كالهلاک فاذاكان له دراهم مستحقة يصرفها الى تلک الحوائج صارت كالمعدومة كماان الماء المستحق بصرفه الى العطش كان كالمعدوم وجازعنده التيمم وظاهرقوله وفارغ عن حاجته الاصلية ماكان نصابا من النقدين اواحدهما فارغا عن الصرف الى تلک الحوائج لكن كلام الهداية مشعر بان المراد نفس الحوائج فانه قال وليس فى دور السكنى وثياب البدن واثاث المنزل ودواب الركوب وعبيدالخدمة وسلاح الاستعمال زكوة لانها مشغولة بحاجته الاصلية وليست بنامية ايضا"......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹوں پر ہر سال زکوۃ ہوگی یا بوقت فروخت؟

مسئلہ نمبر(۳۳۱): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

مندرجہ ذیل زکوۃ سے متعلقہ مسائل کے لیے مجھے اور میرے ایک دوست کو فتوی درکار ہے امید ہے کہ آپ جواب سے مستفید فرمائیں گے۔

(۱) ہمارے پاس رہائشی مکان کے علاوہ ایک ایک پلاٹ ہے مسئلہ زیرغور یہ ہے کہ ان پلاٹوں پر زکوۃ ہر سال دی جانی چاہیئے یا بوقت فروخت ایک ہی دفعہ دینی چاہیئے؟

(۲) ہم نے کچھ رقوم سے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ خریدے ہوئے ہیں یا گورنمنٹ کی سیونگ سکیم میں پیسے لگائے ہوئے ہیں، ان دونوں طریقوں کے سیونگ سرٹیفکیٹ پر گورنمنٹ کا مقررہ منافعہ ملتا ہے ان میں نقصان کا پہلو موجود نہیں ہے، کیا اس طرح کی سکیموں میں پیسہ لگانا جائز ہے؟ اس طرح کے لگائے ہوئے پیسے پر جب منافع لیا جاتا ہے تو زکوۃ کاٹ لی جاتی ہے، اس طرح زکوۃ کی کٹوتی ہر چھ ماہ بعد کی جاتی ہے، کیا زکوۃ دینے کا یہ طریقہ شرعی طور پر جائز ہے؟

مہربانی فرما کر مذکورہ بالا دونوں امور پر شرعی فتوی صادر فرمائیں، ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اگر یہ پلاٹ فروخت کی نیت سے خریدا تھا تو ہر سال زکوۃ دینا لازم ہے اور اگر اس کے خریدنے کے وقت فروخت کی نیت نہیں تھی بلکہ اپنا مکان وغیرہ بنانے کی نیت تھی تو زکوۃ نہیں ہے۔

(۲) زکوۃ تو سال کے بعد فرض ہوتی ہے نیز یہ سکیمیں بھی سودی ہیں ان میں روپیہ لگانا درست نہیں ہے اور اپنے روپے کی زکوۃ بھی از خود ادا کریں۔

”والاصل ان ماعدا الحجرين والسوائم انمايزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى الثنى وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة او استقراض...... ولو نوى التجارة بعد العقد اواشترى شيئا للقنية ناويا انه ان وجد ربحا لازكوة عليه “......(الدر على الرد: ۱۶، ۱۵/۲)

”ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس بدور السكنى وثياب البدن واثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۲)

"عن جابر رضی الله عنه قال لعن رسول الله ﷺ اکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء، رواه مسلم (وکاتبه وشاهدیه) قال النووی فیه تصریح بتحریم کتابه المترابیین والشهادة علیهمابتحریم الاعانة علی الباطل"......(مرقاة المفاتیح: ۶/۴۳)

"قوله لحولانه علیه ای ان حولان الحول علی النصاب شرط لکونه سببا"......(فتاویٰ شامی: ۲/۵)

"قوله کل قرض جرنفعا حرام ای اذاکان مشروطا کماعلم ممانقله عن البحر"......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیٹی کے جہیز کے لیے خریدے گئے سونے پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۴۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے لیے بچپن ہی سے جہیز کے واسطے سونا چاندی خریدلے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور عام سامان وغیرہ خریدا مثلاً واشنگ مشین اور سلائی مشین وغیرہ تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر اس عورت نے اپنی بیٹی کو اس مال کی مالکہ بنایا ہے اور یہ بیٹی اب نابالغہ ہے تو اس بچی پر زکوۃ دینا واجب نہیں ہے کیونکہ زکوۃ کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، اور اگر اس بچی کو زیور کی مالکہ نہیں بنایا ہے اور اس پر سال بھی گزر گیا ہے تو والدہ کو زکوۃ دینا واجب ہے بشرطیکہ سونا چاندی ملا کر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جائے۔

"فلیس الزکوة علی صبی ومجنون اذاوجدمنه المجنون فی السنة کلها هکذا فی الجوهرة النیرة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

"وهوان الزکاة عبادة عندنا والصبی لیس من اهل وجوب العبادة فلاتجب علیه کمالایجب علیه الصوم والصلوة"......(بدائع الصنائع: ۲/۸۹)

”وتضم قیمة العروض الی الثمنین والذهب الی الفضة قیمة کذافی الکنز حتی لوملک مأۃدرهم وخمسة دنانیر قیمتهامأۃ درهم تجب الزکوۃ عنده خلافا لهماولوملک مائة درهم وعشرة دنانیر اومائة وخمسین درهما تضم اجماعا کذافی الکافی “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

گھریلوسامان پرزکوۃواجب نہیں ہے۔

”ولیس فی دورالسکنی وثیاب البدن واثاث المنازل ودواب الرکوب وعبیدالخدمة وسلاح الاستعمال زکوۃ “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال تجارت نصاب کو پہنچ جائے تو اس پرزکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۳۳): کیافرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زاہد نے مختلف جگہ پر کچھ پیسے نفع ونقصان کی بنیاد پرلگائے ہیں، ۲۵۰۰۰ ہزار روپے ایک ماہ میں نفع آتا ہے تو دوسرے ماہ ۹۰۰ یا ۱۵۰۰ نفع آتا ہے نیز ایک لاکھ کی رقم جو کہ کاروبار میں لگی ہوئی ہے اس پرزکوۃ ہوگی یانہیں ؟یہ رقم قرض نہیں دی ہوئی بلکہ کاروبار میں شامل ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں مال تجارت پرزکوۃ واجب ہے جب کہ اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے۔

”الزکوۃ واجبة فی عروض التجارۃ کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق والذهب “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۹)

”الزکوۃ واجبة فی عروض التجارۃ وفی المضمرات یریدبالعروض ماخلا الذهب والفضة والسوائم “ ......(فتاویٰ التاتارخانیة: ۲/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وجوب زکوۃ میں سونے کا اعتبار ہوگا یا چاندی کا؟

مسئلہ نمبر (۳۴۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مخلوط مال کی صورت میں معیار سونا ہے یا چاندی؟ جب کہ چاندی آج کل مروج نہیں ہے اور سونے اور چاندی کی قیمت میں دور نبوی ﷺ کے مقابلہ میں بہت تفاوت ہے، اور آج کل روپے پیسہ کا معیار سونے کے اعتبار سے ہے یا چاندی کی قیمت کے اعتبار سے؟

شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ زکوۃ، قربانی، صدقۃ الفطر وغیرہ کے واجب ہونے میں کس کس چیز کا اعتبار ہوگا۔

وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں وجوب زکوۃ اور صدقۃ الفطر کے لیے سونا چاندی میں سے اس کو معیار بنایا جائے گا جس کو معیار بنانے سے فقراء اور مساکین کا فائدہ ہو اور آج کل کے دور میں چاندی کو معیار نصاب ٹھہرانے میں فقراء کو فائدہ ہے۔

"الزکوۃ واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابامن الورق اوالذهب یقومها بماهوانفع للفقراء والمساکین منهما"......

(المختصر القدوری: ۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ میں قیمت خرید کا اعتبار ہوگا یا قیمت فروخت کا؟

مسئلہ نمبر (۳۴۵): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ ہم غیر ضروری اشیاء (مثلاً الیکٹرانک) وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں اب پوچھنا یہ ہے کہ ہم کس اعتبار سے زکوۃ ادا کریں گے؟ قیمت خرید کے اعتبار سے یا کہ قیمت فروخت کے اعتبار سے، کیونکہ بعض اشیاء کو کئی سال سے خریدا گیا جب کہ اس وقت وہ کم قیمت کے تھے اور اب زیادہ قیمت کے ہیں۔

(۲) بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں کہ مارکیٹ میں ان چیزوں کی کوئی مقرر قیمت نہیں ہوتی یا کوئی قیمت نہیں ہوتی تو اس سے زکوۃ کس طرح ادا کریں گے؟

(۳) اگر چیز زیادہ قیمت کی ہو یعنی قیمت خرید اور ہم اس چیز کو کم قیمت پر فروخت کرنا چاہیں تو اس میں کس اعتبار سے زکوۃ ادا کرنا ہوگی؟

(۴) اگر قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرنے کا حکم ہے تو جو قیمت خرید کے اعتبار سے زکوۃ ادا کی گئی اس کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر مثلاً ایک چیز ہم نے 1000 کی خریدی تھی اور اب اس کی قیمت 1500 روپے ہے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۵) اگر ایسی اشیاء جن کا مارکیٹ میں ریٹ مقرر نہ ہو بلکہ ہر دوکاندار الگ الگ ریٹ سے فروخت کر رہا ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۶) اگر ہم نے ایک چیز ایسی لی ہے جو کہ مکس ہے یعنی کوئی چیز اس میں زیادہ قیمت میں بک جاتی ہے اور کوئی کم قیمت میں اور اکثر چیز اس میں خراب بھی نکل آتی ہے تو اس میں زکوۃ کس اعتبار سے نکالی جائے گی، اور یہ مکس مال لاٹ کی صورت میں ہوتا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ کم قیمت والی چیز خراب نکلے گی یا زیادہ قیمت والی؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) زکوۃ کے واجب ہونے کے لیے تجارتی مال کی قیمت کم سے کم چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو یا دوسرے اموال زکوۃ کے ساتھ مل کر چاندی کے نصاب کے برابر ہو جائے تو اس مال پر سالانہ اڑھائی فیصد زکوۃ واجب ہوگی اور تجارتی مال کی وہ قیمت لگائی جائے گی جو اس شہر میں رائج ہو اور مال تجارت میں قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کی جائے گی نہ کہ قیمت خرید کے اعتبار سے۔

"وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح ويقوم في البلد الذى المال فيه"...... (درعلی الشامی: ۲/۲۴)

جس قیمت پر آپ نے اس مال کو فروخت کرنا ہے اس قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کریں۔

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح ويقوم في البلد الذى المال فيه"...... (درعلی الشامی: ۲/۲۴)

(۴) زکوۃ قیمت فروخت کے اعتبار سے ادا کی جاتی ہے اگر زکوۃ قیمت خرید کے اعتبار سے ادا کی ہے تو اب قیمت فروخت کے حساب سے جو باقی زکوۃ رہ گئی وہ ابھی ادا کریں۔

"اعطی الفضة مكان الفضة فان كان وزن الفضة فيمادفع اقل لم يجز حتى يؤدى قدرالنقصان نحوان يودى النبهرجة عن الجياد "......(فتاوىٰ التاتارخانية: ۲/۱۷۸)

(۲) خراب مال نکالنے کے بعد جو باقی صحیح مال ہے اس کی قیمت فروخت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

"وجاز دفع القيمة فى زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق "......(درعلى الشامى: ۲/۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نقدی اور مال تجارت پر سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۴۶): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر ایک شخص کمانے کے قابل نہیں مگر اس کے پاس کچھ جمع اثاثہ اپنے گزارے کے لیے جمع ہے کیا اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا رقم 5500 روپے یا اس سے زائد اس ایک سال میں رکھتا ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

(۲) اگر کسی کو کچھ رقم جو کہ نصاب زکوۃ یا اس سے زائد ہو کچھ ہی دن یا مہینے پہلے ملی ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟

(۳) اگر اسی طرح کوئی رقم کسی شخص کے پاس رکھی ہو اور رمضان کے بعد یا اس سے دو ماہ بعد کسی کو ادا کرنی ہو یا کسی خاص مد میں خرچ کرنے کے لیے مختص کی گئی ہو تو کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی؟ مثلاً رمضان سے مہینہ دو مہینہ پہلے کسی مکان کا سودا چھ لاکھ روپے میں ہوتا ہے اور یہ رقم رمضان کے مہینہ یا دو چار ماہ بعد ادا کرنے کا معاہدہ ہو تو کیا اس رقم پر بھی زکوۃ واجب الادا ہوگی، مہربانی کر کے تفصیل بتائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) اس صورت میں نقود اور مال تجارت پر ایک سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہوگی۔

(۲) اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے تو مذکورہ رقم پر زکوۃ واجب ہوگی اور اگر نہ ہو تو ایک قمری سال گزرنے پر زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوگی۔

(۳) جو چیز خریدی جاچکی ہے اس کی ادائیگی کے لیے رکھی ہوئی رقم پرزکوۃ نہ ہوگی اور جو چیز ابھی نہیں خریدی اس کے لیے مخصوص رقم پرزکوۃ واجب ہوگی۔

"ومنهاحولان الحول على المال "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۵)

"قوله وشرط وجوب ادائها اى افتراضها قوله حولان الحول وهوفى ملكه "......(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح :۷۱۵)

"والمرادبكونه حوليا ان يتم الحول عليه وهوفى ملكه لقوله عليه الصلوة والسلام لازكاة فى المال حتى يحول عليه الحول "......(البحرالرائق: ۲/۳۵۶)

"ثم انمايضم المستفادعندنا الى اصل المال اذاكان الاصل نصابا فاما اذاكان اقل من النصاب فانه لايضم اليه"......(بدائع الصنائع:۲/۹۷)

"واماالمستفاد فى اثناء الحول فيضم الى مجانسه ويزكى بتمام الحول الاصلى سواء استفيد بتجارة اوميراث اوغيره "......(مراقى الفلاح على الطحطاوى: ۷۱۵)

"والمستفاد لوبهبة اوارث وسطالحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الاصل "......(الدرالمختار: ۱/۱۳۳)

"وفى القنية العبرة فى الزكوة للحول القمرى"......(البحرالرائق: ۲/۳۵۶)

"قوله نسبة للحول اى الحول القمرى لا الشمسى كماسيأتى متنا قبيل زكاة المال "......(الدرالمختار على ردالمحتار: ۲/۵)

"ومنهاان لايكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنافان كان فانه يمنع وجوب الزكوة بقدره حالاكان اومؤجلا"......(بدائع الصنائع: ۲/۸۳)

"كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة سواء كان الدين لله تعالىٰ كالزكوة والعشر والخراج اوالدين للعباد كالثمن "......(خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۴۰)

"فارغ عن دین له مطالب من جهة العبادسواء کان لله کزکوة وخراج اوللعبد"......(الدرالمختار: ۱/۱۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ پرزکوۃ میں نیت کا اعتبار ہوگا:

مسئلہ نمبر(۳۴۷): کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے پلاٹ خریدا کہ دوکان کی تعمیر کرکے کاروبار کرے گا درمیان سال میں وہ پلاٹ بک گیا اب پھر سال کے اندرہی خریدناچاہتاہےتو کیااس پلاٹ پرزکوۃ واجب ہوگی یانہیں؟

اورتجارت کاسامان جس بھاؤمیں خریداجائےاس پرزکوۃ ہوگی یاجس بھاؤمیں بیچاجائےاس پرزکوۃ ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگرپلاٹ بیچنے کی نیت سےخریداجائےتواس صورت میں یہ سامان تجارت میں شامل ہوکرقابل زکوۃ اموال میں شامل ہوگااوراگربیچنے کی نیت سےنہ خریداجائےتواس صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے،باقی تجارت کے سامان کی قیمت لگانے کاطریقہ یہ ہےکہ جس دن سال مکمل ہواس دن موجودسامان تجارت کی مارکیٹ ریٹ کے اعتبارسے قیمت فروخت لگائی جائے۔

"قوله وفي عروض التجارة بلغت نصاب ورق اوذهب معطوف على قوله اول الباب في مائة درهم اى يجب ربع العشر في عروض التجارة اذابلغت نصابا من احدهما"......(البحرالرائق: ۲/۳۹۸)

"قوله وتشترط فيه النية اى نية التجارة عندالشراء الى اخره"......(حاشية الطحطاوى على الدر: ۱/۴۰۸)

"الاان تكون للتجارة والاصل ان ماعداالحجرين والسوائم انمايزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المودى الى الثنى وشرط مقارنتها لعقدالتجارة

وھو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض " ......

(الدرالمختار: ۱/۱۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ خریدتے وقت بیچنے کی نیت تھی تو زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۳۴۸): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ شارع فیروز پور روڈ لاہور

گزارش ہے کہ میں نے چند پلاٹ خرید رکھے ہیں کیا اس کی مالیت پر زکوۃ لگتی ہے؟ براہ مہربانی تفصیلاً بتائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مذکورہ پلاٹ خریدتے وقت نیت ان کو بیچنے کی تھی تو زکوۃ لازم ہوگی ورنہ نہیں۔

"والاصل ان ماعدا الحجرین والسوائم انمایزکی بنیۃ التجارۃ بشرط عدم المانع المؤدی الی الثنی وشرط مقارنتھا لعقد التجارۃ وھو کسب المال بالمال بعقد شراء او اجارۃ او استقراض "......(درعلی الرد: ۲/۱۵)

"قولہ ماعدا الحجرین ھذا علم بالغلبۃ علی الذھب والفضۃ وقولہ والسوائم بالنصب عطفا علی الحجرین وماعدا ماذکر کالجواھر والعقارات والمواشی العلوفۃ والعبید والثیاب والامتعۃ ونحو ذلک من العروض " ......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کرایہ کے گھر اور گاڑی پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۴۹): محترم جناب مفتی صاحب

میں اپنی پراپرٹی کی تفصیلات تحریر کر رہا ہوں براہ کرم مجھے ان کی زکوۃ کا حساب بنا کر میری راہنمائی فرمائیں۔

(۱) ایک عدد پلاٹ جو کہ تعمیر شدہ ہے اس کے نچلے پورشن میں رہائش پذیر ہوں اوپر والا پورشن 7000 ہزار روپے کرایہ پر دیا ہوا ہے جس کی آمدن سے گھر کا گزارہ چلاتا ہوں بمعہ تنخواہ کے۔

(۲) ایک کوٹھی ملتان میں ۸ مرلہ پر ہے اس کو کرایہ بحساب 2500 روپے ماہانہ پر دیا ہے اور اس کا کل کرایہ میں نے اپنی والدہ کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا ہے۔

(۳) ایک کار مہران پراپرٹی 1992 ماڈل قیمت تقریباً 1000000 روپے ہے وہ میری فیملی کے زیر استعمال ہے۔

(۴) ایک کار آٹو 100cc ماڈل 2000ء یہ کار میں نے پراویڈنٹ فنڈ لون نیسپاک سے تقریباً 335000 میں خریدی، لون نیسپاک ابھی تک 140000 اتارا ہے بقایا ابھی نیسپاک کو دینا ہے۔

(۵) بینک میں کوئی قابل ذکر نقدی جمع نہیں ہے، لیکن اس مہینے کل 40000 کچھ تنخواہ وغیرہ کے اکٹھے ہو گئے ہیں، جو کہ گھر کے خرچ، بچوں کی فیس، بل وغیرہ میں ایڈجسٹ ہو سکتے ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

آپ کے تمام غیر منقولہ اور منقولہ اموال میں سے صرف ان پر زکوۃ ہوگی جو آپ نے تجارت کی نیت سے خریدے ہیں البتہ سونا اور چاندی میں نیت تجارت ضروری نہیں، اب آپ ایسا کریں کہ سونا چاندی اور تمام نقدی کو جمع کریں اور اس میں سے قرض منہا کر کے بقیہ کا ڈھائی فیصد زکوۃ ادا کریں۔

"ومنها ای من شروط وجوبها كون النصاب ناميا حقيقة بالتوالد والتناسل والتجارة اوتقديرا بان يتمكن من الاستمناء بكون المال في يده اوفي يد نائبه وينقسم كل واحدمنهما الى قسمين خلقي وفعلي هكذافي التبيين فالخلقي الذهب والفضة لانهما لايصلحان للانتفاع باعيانهما في دفع الحوائج الاصلية فتجب الزكوة فيهما نوى التجارة اولم ينو اصلااونوى النفقة والفعلي ماسواهما ويكون الاستمناء فيه بنية التجارة اوالاسامة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۴)

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك النصاب حولي فارغ عن الدين وحاجته الاصلية نام ولوتقديرا "......(كنز الدقائق : ۶۰)

”ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة سواء كان الدين للعباد كالقرض وثمن البيع وضمان المتلفات وارش الجراحة “......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٧٢)

”تجب في كل مائتي درهم خمسة دراهم وفي كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا كان اولم يكن مصوغا اوغير مصوغ حليا كان للرجال اوللنساء تبرا كان اوسبيكة كذافي الخلاصة “......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٧٨)

”ليس فيما دون مائتي درهم صدقة لقوله عليه السلام ليس فيما دون خمس اواق صدقة والاوقية اربعون درهما فاذاكانت مائتين وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم لانه عليه السلام كتب الى معاذ ان خذمن كل مائتي درهم خمسة دراهم ومن كل عشرين مثقالا من ذهب نصف مثقال “ ......(هدايه: ١/٢١٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوزیورات عورت پہنتی ہو اس پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام علماء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سونے کے زیورات ہیں اور وہ سارا سال انہیں پہنتی ہے اپنے زیر استعمال رکھتی ہے کیا سال گزرنے پر اسے زکوۃ اداء کرنا پڑے گی؟

(۲) خاوند کے پاس چار تولہ اور بیوی کی ملکیت میں چھ تولہ سونا ہے اس طرح میاں بیوی کے پاس کل دس تولہ سونا ہو گیا، کیا سال گزرنے پر انہیں زکوۃ اداء کرنا پڑے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اگر کسی بھی مرد یا عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا ہو چاہے وہ زیور کی شکل میں ہو یا عام ڈلی کی شکل میں ہو اس کو پگھلایا گیا ہو یا نہ پگھلایا ہو یعنی جس صورت میں بھی ہو اگر اس پر سال گزر گیا ہو تو زکوۃ اداء کرنا واجب ہے اگر نہیں اداء کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

(۲) اگر کسی بھی مرد یا عورت کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہے اگر اس کے ساتھ کچھ مقدار چاندی ہو یا نقدی ہو تو ان پر سال گزر جائے تو زکوۃ اداء کرنا دونوں پر واجب ہے۔

”تجب فی کل مائتی درهم خمسة دراهم وفی کل عشرین مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا کان اولم یکن مصوغا اوغیر مصوغ حلیا کان للرجال اوللنساء تبرا کان اوسبیکة کذافی الخلاصة “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۸)

”فصل فی الذهب لیس فیما دون عشرین مثقالا من ذهب صدقه فاذاکانت عشرین مثقالا ففیها نصف مثقال...... ثم فی کل اربعة مثاقیل قیراطان ولیس فیما دون اربعة مثاقیل صدقة عندابی حنیفة قال وفی تبر الذهب والفضة وحلیهما واوانیهماالزکوة “......(الهدایة: ۱/۲۱۱)

”وتضم قیمة العروض الی الثمنین والذهب الی الفضة قیمة کذافی الکنز“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۹)

”وتضم قیمة العروض الی الثمنین والذهب الی الفضة قیمة“ ......(کنز الدقائق : ۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو پلاٹ فروخت کی نیت سے خریدا ہو اس پر زکوۃ ہے:

مسئلہ نمبر(۳۵۱): جناب مفتی صاحب دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ سائل نے سن عیسوی فروری 1998ء میں ایک قطعہ اراضی تعدادی ایک کینال تقریباً ساٹھ لاکھ روپے میں اس نیت سے خریدا تھا کہ کچھ عرصہ بعد جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو اسے بیچ کر بیٹی یا کسی بیٹے کی شادی کردوں گا، مگر کافی عرصہ تک زمینوں کی قیمتیں نہ بڑھیں، اور 1998ء کے بعد 2003ء میں اچھی خاصی قیمتیں بڑھ گئیں، اب میں نے یہ قطعہ اراضی اپنے ایک بیٹے کو کاروبار کروانے کے لیے اسے بیچنے کے لیے ایک شخص کے ساتھ پندرہ لاکھ پچیس ہزار روپے میں بیچنے کا سودا کرلیا ہے، امید ہے کہ یہ بیع جلد مکمل ہو جائے گی۔

براہ کرم رہنمائی فرمائیں کیا مجھے اس پر زکوۃ ادا کرنی پڑے گی؟

کیا زکوۃ 1998ء سے اب تک یعنی 2003ء تک چھ سال کی ادا کرنی پڑے گی؟

کیا ہر سال کے اوسط رقم کے حساب سے ادا کرنی پڑے گی یا صرف ایک سال کے لیے قیمت فروخت یعنی 1525000 پر ادا کرنی پڑے گی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ پلاٹ چونکہ فروخت کی نیت سے خریدا تھا اس لیے مال تجارت ہونے کی وجہ سے اس پر زکوۃ لازم ہے اور سب سالوں کی زکوۃ دینا ہوگی اور جو مارکیٹ ویلیو ہوگی اس حساب سے زکوۃ دیں گے، اور جب فروخت ہوگیا تو اس کی قیمت پر زکوۃ لازم ہوگی۔

"الزکوۃ واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق والذهب کذافی الهدایة ویقوم بالمضروبة کذافی التبیین وتعتبر القیمة عند حولان الحول بعدان تکون قیمتها فی ابتداء الحول مائتی درهم من الدراهم الغالب علیها الفضة کذافی المضمرات "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۹)

"الزکوة واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق او الذهب یقومهما بما هوانفع للفقراء والمساکین منهما وقال ابویوسف یقومها مماشتراه به فان اشتری بغیر الثمن یقوم بالنقدالغالب فی المصر وقال محمد بغالب النقد فی المصر علی کل حال "......(المختصر للقدوری: ۲۳)

"قوله وتشترط فیه النیة الی نیة التجارة عندالشراء الی اٰخره "......(حاشیة الطحطاوی علی الدر: ۱/۴۰۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال تجارت پر زکوۃ قیمت فروخت پر ہوگی:

مسئلہ نمبر(۳۵۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری پینٹ کی دوکان ہے، پینٹ کے کام

میں مال تجارت کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کچھ مال تو کمپنیوں کی طرف سے ادھار ہوتا ہے، ایک دوماہ یا زیادہ پر، اور کچھ مال کی پیمنٹ ہوچکی ہوتی ہے جو دوکاندار کی ملکیت میں ہوتا ہے ان دونوں قسم کے مالوں کی خرید وفروخت چلتی رہتی ہے اس میں کچھ مال ایسا ہوتا ہے جو دوکاندار کی ملکیت ہوتا ہے مگر دو، دو، تین، تین سال تک فروخت نہیں ہوتا، اب اس قسم کے دوکاندار کے مال تجارت پر زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی؟

(۱) کیا دوکاندار کے مال تجارت پر زکوٰۃ ہوگی یا اس کی آمدنی پر؟

(۲) آمدنی میں سے خرچ نکال کر صرف منافع پر ہوگی یا تمام رقم پر خرچے ڈال کر ادا کریں گے۔

ساری صورت حال کی وضاحت فرما کر اصلاح فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوٰۃ پانچ چیزوں پر سال گزرنے کے بعد فرض ہوتی ہے (۱) سونا (۲) چاندی (۳) سوائم (۴) نقدی (۵) مال تجارت، جب کہ یہ نصاب تک پہنچ چکے ہوں، مال تجارت پر زکوٰۃ اس کے صرف منافع پر نہیں بلکہ اس کی کل قیمت فروخت پر ہوتی ہے، لہذا سال گزرنے کے بعد پینٹ وغیرہ مال تجارت جو آپ کی ملکیت میں ہو، اس کی قیمت فروخت کا حساب لگا کر قرض الگ کرنے کے بعد آپ کے ذمہ زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی، اور اگر مال تجارت کے ساتھ سونا چاندی اور نقدی بھی موجود ہو تو ان سب کا حساب لگا کر زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے گی، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”الزکوۃ واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا “ ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۹)

”واذاکان تقدیر النصاب من اموال التجارة بقیمتها من الذهب والفضة وهوان تبلغ قیمتها مقدارنصاب من الذهب والفضة فلابدمن التقویم حتی یعرف مقدار النصاب “......(بدائع الصنائع: ۲/۱۱۰)

”وکذالک زکوۃ مال التجارة یجب بالقیمة والکلام فیه فی فصول احدها ان الزکوۃ تجب فی عروض التجارة اذاحال الحول عندنا“......(المبسوط: ۲/۲۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستقبل کی ضروریات کے لیے جمع شدہ رقم پرزکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۴): محترم جناب مفتی صاحب

کیافرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مستقبل کی ضروریات (مثلاً مکان بنانا،بچیوں کی شادی کرنا،گاڑی خریدنااورحج پرجانے کے اخراجات کے لیے رقم جمع کی ہوئی ہے،کیااس جمع شدہ رقم کی وجہ سےاس شخص کے ذمہ زکوۃ،فطرانہ اورقربانی واجب ہوگی؟

کیامستقبل کی ضروریات اصلیہ کوفی الحال ضروریات اصلیہ میں شامل کرسکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگرمذکورہ شخص کے پاس جمع شدہ مال نصاب شرعی کوپہنچ رہاہےتوسال گزرجانے کے بعد اس پرزکوۃفرض ہےقربانی اورفطرانہ کےایام میں نصاب شرعی کاپایاجاناکافی ہے،سال گزرناضروری نہیں ہے۔

”وسبب ای سبب افتراض منها ملک نصاب حولی نسبة للحول لحولانه علیه “......(درعلی الرد: ۲/۵)

”وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهوفی ملکه وثمینة المال کدراهم والدنانیر لتعینهما للتجارة باصل الخلقة فتلزم الزکوة کیفما امسکها ولوللنفقة “......(درعلی الرد: ۲/۱۱)

”الزکوة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکا تاما وحال علیه الحول “ ......(هدایه:۱/۲۰۰)

”تجب علی حرمسلم مکلف مالک لنصاب اوقیمة وان لم یحل علیه الحول ......قوله مالک النصاب...... ونصاب تجب به احکام اربعة حرمة الصدقة ووجوب الاضحیة وصدقة الفطر ونفقة الاقارب ولایشترط فیه النمو بالتجارة ولاحولان الحول “......(طحطاوی علی مراقی الفلاح :۱/۷۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے حساب میں اعتبار قیمت فروخت کا ہوگا:

مسئلہ نمبر (۳۵۴): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں، پرائیویٹ کلینک پر جو دوائیں مریضوں کو دی جاتی ہیں ان پر زکوۃ کب فرض ہوگی؟ کیونکہ دوائیں تقریباً دو تین ماہ میں ختم ہوجاتی ہیں، زکوۃ کا حساب کرنے میں دواؤں کی قیمت خرید کا اعتبار ہوگا یا قیمت فروخت کا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب سال پورا ہوجائے تو جو دوائیں دکان میں موجود ہوں ان کی قیمت اور دوکان کے جملہ منافع خواہ وہ بینک بیلنس کی صورت میں ہوں یا لوگوں پر قرض کی صورت میں ہوں سب جمع کرکے ان میں زکوۃ ادا کی جائے، زکوۃ کا حساب کرنے میں دوائیوں کی قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔

"وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح (قوله وهو الاصح) اى كون المعتبر في السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفي المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الاداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما"......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۴)

"وفي المحيط فالحاصل ان اباحنيفة يعتبر القيمة يوم الوجوب في جنس هذه المسائل وهما يعتبران القيمة يوم الاداء "......(المحیط البرھانی: ۳/۱۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

خام مال کی مارکیٹ قیمت پر زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۵): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

دواؤں کی کمپنی دوائیں بنانے کے لیے خام مال خریدتی ہے اس کی قیمت خرید معلوم ہے جب کہ اس خام مال پر محنت کر کے دواؤں کی شکل میں لا کر پھر فروخت کیا جائے گا اس دوران مختلف قسم کے اخراجات ہوتے ہیں، جو سامان ابھی خام مال ہی کی شکل میں پڑا ہوا ہے اس کی قیمت فروخت ابھی معلوم نہیں تو اس کی زکوۃ کا حساب کیسے ہوگا؟ تیار شدہ دواؤں کی قیمت فروخت کا اندازہ تو ہو جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں جو خام مال موجود ہے سال پورا ہونے پر اس کی قیمت مارکیٹ سے معلوم کر لی جائے اور اسی موجودہ خام مال کی مارکیٹ قیمت کے اعتبار سے زکوۃ دی جائے۔

”وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح قال الشامي (قوله وهو الاصح) اى كون المعتبر في السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفي المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الاداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما“......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۴)

”وفي المحيط فالحاصل ان اباحنيفة يعتبر القيمة يوم الوجوب في جنس هذه المسائل وهما يعتبران القيمة يوم الاداء “......(المحیط البرهانی :۳/۱۶۷)

”الزكوة واجبة في عروض التجارة ......وفي الولوالجية يقوم يوم حال عليها الحول بالغة مابلغت بعدان كان قيمتها في اول الحول مائتين ويزكي مائتي درهم خمسة دراهم “......(فتاویٰ التاتارخانية : ۲/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈسپنسری کی دواؤں پر مارکیٹ ریٹ کے اعتبار سے زکوۃ ہوگی:

مسئلہ نمبر (۳۵۶): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

کلینک کی ڈسپنسری پر موجود دواؤں کی زکوۃ کا حساب کس طرح کیا جائے جب کہ ان کی قیمت خرید معلوم ہوتی ہے اور قیمت فروخت متعین نہیں ہوتی مریض کا جب معائنہ کیا جاتا ہے تو معائنہ فیس، مشورہ فیس، کلینک کے اخراجات، دوائی وغیرہ سب ملا کر مریض سے اندازے سے رقم لے لی جاتی ہے، ایسی صورت میں سال کے بعد دواؤں پر زکوۃ کس حساب سے نکالی جائے گی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ بالا صورت میں جب ڈسپنسری میں موجود دواؤں پر سال گزر جائے تو مارکیٹ سے اس کی قیمت معلوم کر لی جائے اور اس کے مطابق زکوۃ ادا کریں اور زکوۃ میں قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔

”وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعا وهو الاصح قال الشامي (قوله وهو الاصح) اى كون المعتبر في السوائم يوم الاداء اجماعا هو الاصح فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعتبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفي المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم الاداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما“......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۴)

”وجه رواية الكتاب ان وجوب الزكوة في عروض التجارة باعتبار ماليتها دون اعيانها والتقويم لمعرفة مقدار المالية “......(كتاب المبسوط: ۲/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کا نصاب مکمل ہو تو قربانی بھی واجب ہے:

مسئلہ نمبر (۳۵۷): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

(۱) ایک آدمی کے پاس صرف دو تولہ سونا ہے، اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

(۲) ایک آدمی کے پاس دو تولہ سونا اور کچھ نقد روپے ہیں تقریباً ایک ہزار روپیہ آیا اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

(۳) ایک آدمی کے پاس دو تولہ سونا اور چاندی پانچ تولہ ہے آیا اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) جب اس کے پاس صرف یہی دوتولہ سونا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

(۲) چونکہ دوتولہ سونے کی قیمت ایک ہزار نقد روپے کے ساتھ ملا کر چاندی کا نصاب پورا ہوتا ہے لہٰذا قربانی واجب ہے۔

(۳) اس صورت میں بھی چونکہ چاندی کا نصاب پورا ہوتا ہے لہٰذا قربانی واجب ہے۔

”ولو بلغ باحدهما نصابادون الآخر تعين مايبلغ به(قوله تعين التقويم به)اى اذاكان يبلغ به نصابا لمافي النهر عن الفتح يتعين مايبلغ نصابا دون مايبلغ اھ“ ......(درعلی الرد:۲/۳۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیادوہزاراوردوتولہ سونے کے مالک پرزکوۃ ہے؟

مسئلہ نمبر(۳۵۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) میرے پاس دوہزارروپےاوردوتولہ سوناہےاورسال نہیں گزراکیامیرےاوپرقربانی واجب ہے؟

(۲) عمرمقروض ہےاوراس کے پاس سوناچاندی نہیں ہے،کیاعمرزکوۃ لےسکتاہےیانہیں؟

(۳) میرابھائی فوت ہوگیاہےاورجائیدادمیرے پاس ہےاوران کے بچے ناسمجھ اور بالغ ہیں،کیاان پرزکوۃ ہے یانہیں؟

(۴) زیدکے پاس کچھ سونااورکچھ رقم ہےدونوں کاالگ الگ نصاب مکمل نہیں ہیں،کیازکوۃ واجب ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) اگردوہزارروپےاوردوتولہ سونے کی قیمت کامجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچے تو یہ آدمی صاحب نصاب ہےاوراس پرقربانی واجب ہے۔

”قال الاضحية واجبة على كل حرمسلم مقيم موسر في يوم الاضحى عن نفسه وعن ولده الصغار ......واليسار لماروينا من اشتراط السعة ومقداره مايجب به صدقة الفطر “......(الهداية:۴/۴۴۴،۴۴۳)

(۲) مذکورہ صورت میں شخص مذکور کے پاس حاجت اصلیہ سے زائد سامان وغیرہ کی مالیت اگر اس قدر ہے کہ قرض کی ادائیگی کے بعد مقدار نصاب کو نہ پہنچے تو ایسی صورت میں زکوۃ لے سکتا ہے، بصورت دیگر اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے۔

"ومديون للعبد الاولى ومديون بدين يطالب به العبد يشمل دين الزكوة والخراج لانه لله تعالىٰ مع انه يمنع لانه مطالب من جهة العباد كمامر قوله بقدردينه متعلق لقوله فلازكوة "......(فتاوىٰ شامي: ۲/۸)

"وفارغ عن حاجته الاصلية لان المشغول بها كالمعدوم اه قال الشامي اوتقديرا كان الدين فان الدين محتاج الى قضائه بمافي يده من النصاب دفعاعن نفسه الحبس الذى هو كالهلاک "......(درالمختار مع ردالمحتار: ۲/۶)

"ومنها كون المال نصابا فلاتجب في اقل منه هكذافي العيني شرح الكنز"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۳)

"فان كان المال فاضلاعن الدين كان عليه زكوة الفاضل اذابلغ النصاب" ......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۲۵۵)

(۳) چونکہ بچے بالغ ہیں لہٰذا جب تک وہ صاحب نصاب رہیں گے ان پر سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملک نصابا ملكاتاما وحال عليه الحول "......(الهداية: ۱/۲۰۰)

(۴) یاد رہے کہ اگر رقم اور سونے کی قیمت کا مجموعہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی میں سے کسی ایک نصاب کو پہنچے تو سال گزرنے پر زکوۃ واجب ہے بصورت دیگر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

"فامااذاكان له الصنفان جميعا فان لم يكن كل واحدمنهمانصابا بان كان له عشرة مثاقيل ومائة درهم فانه يضم احدهما الى الآخرفي حق تكميل النصاب عندنا"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ادائیگی زکوۃ میں تاخیر کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۹): مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ ہم بھائی کافی عرصہ سے دوکان پر کام کرتے ہیں، اور سالانہ زکوۃ نکال کر زیادہ تو رمضان شریف میں ادا کردیتے ہیں اور کچھ بقایا دوکان میں ہی جمع کردیتے ہیں، جو کہ تمام سال جہاں ضرورت ہو عندالطلب ادا کرتے رہتے ہیں، اب جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ وہ رقم دوکان میں استعمال ہوتی رہتی ہے مگر جہاں ضرورت ہو بغیر رکاوٹ کے ادا کردی جاتی ہے، یہ مناسب ہے یا نہیں؟ شرع محمدی، فقہ حنفی کے مطابق جواب سے سرفراز فرمائیں، نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مذکورہ میں سائل نے ادائیگی زکوۃ کا جو طریقہ لکھا وہ جائز ہے لیکن زکوۃ فوری ادا کرنا واجب ہے بلاوجہ دیر کرنے سے گناہ ہوگا۔

(۲) زکوۃ جب تک اپنی ملک سے خارج کرکے فقیر کی ملک نہ دی جائے تو وہ زکوۃ دینے والے کی ملک میں ہی رہتی ہے اور وہ اس میں تصرف کرسکتا ہے، لہٰذا آپ کا زکوۃ کی رقم کو دکان میں لگانا جائز ہے۔

"تجب علی الفور عندتمام الحول حتی یاثم بتاخیرہ من غیر عذر وفی روایۃ الرازی علی التراخی حتی یأثم عندالموت والاول اصح کذافی التھذیب"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۷۰)

"لایجوزاداء الزکوۃ الابنیۃ مقارنۃ للاداء اومقارنۃ لعزل مقدارالواجب لان الزکوۃ عبادۃ فکان من شرطھا النیۃ والاصل فیھا الاقتران الاان الدفع یتفرق فاکتفی بوجودھا حالۃ العزل تیسیرا کتقدیم النیۃ فی الصوم"......(الھدایۃ:۱/۲۰۳)

"ان التصرف فی مال الزکوۃ بعدوجوبھا جائزعندنا حتی لوباع نصاب الزکوۃ جازالبیع فی الکل عندنا واماعندالشافعی فلایجوز فی قدرالزکاۃ قولاواحدا"......(بدائع الصنائع: ۱۱۵،۱۱۶/۲)

”لاخلاف لاحد ان تصرف الرجل فی ماله قبل الحول جائز بیعا کان اوغیرہ ...... واماتصرفه بعدالحول جائز عندنا فالاصل عندنا ان وجوب حق الله تعالیٰ فی المال نحوالزکوۃ وماشبه لایمنع النقل من ملک الی ملک ،وهذالان الحق فی الحقیقة فی الذمة والمال محل اقامة الحق،فقبل الاقامة کان المال خالیا عن حق الله تعالیٰ فانعدم المانع من النقل من ملک الی ملک وهذالان الحق فی الحقیقة فی الذمة والمال محل اقامة الحق ثابتا فی الحق الاتری ان مال الزکوۃ لوکانت جاریة فحال علیهاالحول حل لصاحب المال وطؤها ولوکان الحق ثابتافی العین کانت الجاریة مشترکة ولایحل وطء الجاریة المشترکة “......(المحیط البرهانی: ۱۸۰/۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کی طرف سے زکوۃ کی رقم ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۶۰): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

ایک پرائیویٹ ہسپتال والے مریض کے ٹیسٹ اپنی لیبارٹری سے کرواتے ہیں ان میں سے جو مریض مستحق زکوۃ ہوتے ہیں اس سے آدھی رقم لیبارٹری کی فیس کے طور پر لیتے ہیں اور باقی آدھی رقم اپنی زکوۃ کی مد میں سے لیبارٹری کوادا کردیتے ہیں بعض مریضوں کے لیے پوری رقم ہی زکوۃ سے ادا کردی جاتی ہے،ایسا کرنا کیسا ہے؟اس کی صحیح صورت کیا ہوگی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں ایسا کرنے سے زکوۃ ادانہیں ہوتی،کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک شرط ہے یعنی فقیرکوان پیسوں وغیرہ کامالک بنادیاجائے،اوریہاں پر یہ صورت نہیں پائی جارہی ہے،لہٰذا ہسپتال والوں کوچاہیے کہ وہ اتنے پیسے فقیرکودے دیں وہ خود لیبارٹری والوں کودے یالیبارٹری والے ان سے وصول کریں تو پھرزکوۃ بھی اداہوجائے گی اورمریض کامسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔

”قال فی کشف الکبیر فی بحث القدرة المیسرة الزکاۃ لاتتأدی الابتملیک عین متقومة حتی لواسکن الفقیر دارہ سنة بنیةالزکوۃ لایجزئه لان المنفعة لیست بعین متقومة “......(البحر الرائق: ۲/۳۵۳)

”قال القدوری رحمه الله تعالی فی کتابه لایجوزالزکوۃ الااذاقبضها الفقیر اوقبضها من یجوزالقبض له لولایته علیه کالاب والوصی یقبضان للمجنون والصبی “......(المحیط البرهانی : ۳/۲۱۴)

”اماتفسیرهافهی تملیک المال من فقیرمسلم غیرهاشمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذافی الشرع کذافی التبیین“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کے فرض ہونے کی شرائط:

مسئلہ نمبر(۳۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کے فرض ہونے کے لیے کیا شرائط ہیں؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کے فرض ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں، عقل، بلوغ، اسلام، آزاد ہونا، نصاب کا مالک ہونا، اوراس پر سال کا گزرجانا، جب کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے شرط یہ ہے کہ بوقت ادائیگی زکوۃ کی نیت کرے یا جس وقت اپنے مال سے زکوۃ کا مال علیحدہ کررہا ہو اس وقت زکوۃ کی نیت کرے۔

”وشرط وجوبهاالعقل والبلوغ والاسلام والحریة وملک نصاب حولی فارغ عن الدین وحاجته الاصلیة تام ولوتقدیرا وشرط ادائها نیة مقارنة للاداء اولعزل ماوجب “......(کنز علی البحر: ۲/۳۵۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قمری سال پورا ہونے پر زکوۃ لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۲): محترم ومکرم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ بندہ ناچیز کو معاف فرمادیں گے کیونکہ کچھ مسائل جاننا چاہتا ہوں، تعلیم کی کمی کی وجہ سے اگر کوئی غلطی ہوجائے تو بندہ پھر معافی کا طلب گار ہے۔

(۱) معلوم ہوا ہے کہ ساڑھے سات تولہ سونے پر زکوۃ معاف ہے، میرے پاس ساڑھے گیارہ تولے سونا ہے کیا مجھے پورے کی زکوۃ نکالنی چاہیئے یا پھر ساڑھے سات تولہ نکال کر باقی چار تولہ کی زکوۃ نکالنی چاہیئے؟

(۲) میں نے ایک مکان 1999 میں خرید کیا اور 2001 میں رمضان المبارک میں اس کو فروخت کا بیع نامہ کردیا یعنی آخر رمضان میں مجھے دولاکھ روپے ملے یہ دولاکھ روپے مختلف کاموں میں خرچ ہوگئے، باقی رقم سولہ لاکھ ذی الحج 2002 میں ملی، اب جن جن کا دینا تھا دے کر کل رقم گیارہ لاکھ باقی ہے، مکان کی رقم لیے ہوئے ذوالحجہ سے رمضان تک ابھی نوماہ ہوئے ہیں، کیا مجھ پر زکوۃ واجب ہے؟ کیا اٹھارہ لاکھ پر یعنی جب بیع نامہ کیا یا پھر جب سولہ لاکھ وصول کیے، ذوالحجہ میں یا خرچ کرنے کے بعد اس وقت گیارہ لاکھ روپے باقی ہیں، مفصل جواب سے آگاہ فرمادیں کہ زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

(۳) میرے بیٹے کی دوعدد ویگن روٹ پر چل رہی ہیں دونوں کی قیمت آٹھ لاکھ کے قریب ہے، چار لاکھ کا قرضہ بھی ہے، جو روزانہ آمدن ہوتی ہے وہ خرچ ہوجاتی ہے جو بچتا ہے وہ مرمت وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے، اب اس پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزادے، آمین۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سب سے پہلے یہ معلوم ہوجانا چاہیئے کہ زکوۃ چار چیزوں پر لاگو ہوتی ہے، سونا، چاندی، نقدی اور مال تجارت، اگر ان میں سے سونا ہو اور باقی تین چیزوں میں سے کچھ بھی آپ کے پاس نہ ہو تو پھر ساڑھے سات تولہ وزن ہونا ضروری ہے، اس سے کم پر زکوۃ نہیں ہوگی، اور اگر صرف چاندی ہو اور مذکورہ تین چیزوں میں سے کوئی چیز بھی آپ کے پاس نہ ہو تو پھر ساڑھے باون تولہ چاندی سے کم ہو تو اس پر زکوۃ نہیں آئے گی بلکہ ساڑھے باون تولہ اور اس سے زیادہ پر زکوۃ آئے گی، اور اگر سونا اور چاندی دونوں ہوں یا سونے کے ساتھ یا چاندی کے ساتھ اور بھی کچھ ہو تو پھر وزن کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ پھر قیمت کا اعتبار ہوگا، سونے یا چاندی میں سے جس نصاب کو بھی پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ لازم ہوجائے گی، اب آپ کے سوالات کے ترتیب وار جوابات دے دیے جاتے ہیں۔

(۱) کیا ساڑھے گیارہ تولہ سونے پر زکوۃ آئے گی۔

(۲) جب آپ کا سال قمری پورا ہوگیا اس وقت دیکھیں کہ آپ کے پاس کیا ہے؟ کل کیش، پرائز بانڈ، بینک بیلنس مختلف قسم کے سرٹیفکیٹ وغیرہ کل سونا چاندی اور اس کے زیورات اور مال تجارت کو جمع کر کے اس میں جو کسی سے لینا ہے (جیسے مکان کی قیمت) وہ بھی اس میں جمع کرلیں اور جو کسی کو دینا ہے وہ منہا کر کے جو باقی بچے اس کا اڑھائی فیصد زکوۃ میں ادا کریں۔

(۳) ویگن، ٹیکسی مال تجارت میں داخل نہیں ہے ان سے جو کچھ کمائی ہو وہ کیش میں داخل کر کے اس پر زکوۃ ادا کریں، واضح رہے کہ سال پورا ہونے سے قبل جو رقم خرچ ہوگئی ہو اس پر زکوۃ نہیں آتی۔

"ليس فيمادون عشرين مثقالا من ذهب صدقة فاذاكانت عشرين مثقالا ففيها نصف مثقال لما روينا والمثقال مايكون كل سبعة منهاووزن عشرة دراهم وهوالمعروف "......(فتاوىٰ الهندية: ۱۹۹/۱)

"وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب لان الوجوب فى الكل باعتبارالتجارة وان افترقت جهة الاعداد ويضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذاالوجه صارسببا ثم تضم القيمة " ......(هدايه: ۲۱۳/۱)

"الزكوة واجبة فى عروض التجارة كائنةماكانت اذابلغت قيمتها نصابامن الورق اوالذهب كذافى الهداية ويقوم بالمضروبة كذافى التبيين وتعتبر القيمة عندحولان الحول بعدان تكون قيمتها فى ابتداء الحول مائتى درهم من الدراهم الغالب عليهاالفضة كذافى المضمرات "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گزشتہ سالوں کی زکوۃ کی ادائیگی بھی لازم ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۳): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری تین بیٹیاں ہیں

اور ایک بیٹا ہے چاروں بچے سیکنڈری کلاس میں زیر تعلیم ہیں، بیٹا ابھی پنجم جماعت میں ہے،30 دسمبر 2003ء کو میرے شوہر کا اچانک انتقال ہوگیا، مرحوم ایک عرصے سے شوگر اور دل کے عارضہ میں مبتلا تھے، انتقال سے پانچ سال پیشتر بیماری کی وجہ سے سروس بھی ختم ہوچکی تھی، سر چھپانے کو گھر بھی نہیں ہے، فی الحال میں اپنے والد مرحوم کے گھر میں رہ رہی ہوں، سسرال والے تھوڑی مدد کردیتے ہیں، لیکن ماضی میں سسرال والوں کا رویہ مرحوم اور ہم سب کے ساتھ تلخ رہا ہے، مرحوم کا کچھ کیش اور زیور ہے بیماری اور بیکاری کی وجہ سے ہم لوگ پچھلے چار سال سے زکوۃ ادا نہیں کرسکے ہیں، آپ مجھے مہربانی فرما کر فوری طور پر جواب ارسال کریں۔

کیا ان حالات میں مجھ پر زکوۃ ادا کرنا فرض ہے کہ نہیں؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرحوم بینک میں پیسے فکس کروانے کے خلاف تھے، مرحوم نے پوری احتیاط کی بینک سے کبھی نفع نہیں لیا، میرا ابھی تک کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہے، اب میں مجبوراً قومی بچت سکیم میں پیسے فکس کروانا چاہ رہی ہوں، کیا میں اب اس طرح کرسکتی ہوں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) آپ پر اس مذکورہ کیش وزیور میں سے جو آپ کا حصہ بنتا ہے اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوۃ ادا کرنا لازم ہوگا اور گزشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنا بھی آپ پر اسی تفصیل بالا کے مطابق لازم ہوگا۔

(۲) اور بینک میں فکس منافع کے طور پر پیسے جمع کر کے اس پر اضافی رقم لینا منافع کے نام سے شرعاً چونکہ سود ہے اس لیے اس میں بالکل نہ رکھوائیں زیادہ سے زیادہ کرنٹ اکاؤنٹ میں مجبوری کی صورت میں رکھوانے کی اجازت ہے۔

"وتضم قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى الفضة قيمة كذافي الكنز حتى لوملك مائة درهم وخمسة دنانير قيمتها مائة درهم تجب الزكوة عنده خلافالهما ولوملك مائة درهم وعشرة دنانير اومائة وخمسين درهما وخمسة دنانير اوخمسة عشر دينارا وخمسين درهما تضم اجماعا كذافي الكافي "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۷۹)

"ومديون للعبد بقدردينه فيزكي الزائد ان بلغ نصابا"......(درمختار: ۱/۱۲۹)

"كل قرض جر نفعا حرام "......(ردالمحتار: ۴/۱۹۴)

"الضرورات تبیح المحظورات ومن ثم جاز اکل المیتة عندالمخمصة واساغة اللقمة بالخمر والتلفظ بکلمة الکفر للاکراہ وکذااتلاف المال واخذمال الممتنع من اداۃ الدین بغیر اذنه دفع الصائل ولوادی الی قتله "
......(الاشباہ والنظائر :۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

والد بیٹے کے مال سے زکوۃ ادا کرسکتا ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امریکہ میں ہوں، ابھی شادی ہوئی ہے، میری بیوی پاکستان میں میرے والدین کے ساتھ رہتی ہے، میں کبھی کبھی والدصاحب کوگھر کا خرچہ چلانے کے لیے پیسے بھیجا کرتا تھا، سوال یہ ہے کہ میرے والدصاحب نے سارے زیورات کی قیمت نکال کراس پرزکوۃ دے دی ہے، کیا یہ کافی ہے یا مجھے زکوۃ کے لیے خاص طور پر رقم بھیجنا ہوگی، یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہمارا جوائنٹ فیملی سسٹم ہے، جب میں پاکستان میں جاتا ہوں تو اگر میرے والدصاحب کی جیب میں ایک ہزار روپے ہے تو وہ میرا ہی ہے اگر والدصاحب امریکہ آئیں تو وہ میرے اکاؤنٹ میں سے جو چاہیں لے سکتے ہیں، یہ سوفیصد مخلوط خاندانی نظام ہے، میرے دوست کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدصاحب کوزکوۃ دینے کی اجازت دی یہ درست نہیں کیا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگرآپ کے مال میں آپ کے والدصاحب کواجازت عامہ حاصل تھی اوراس نے زکوۃ ادا کردی ہے اورآپ کی طرف سے ان کو اس بات کا اختیار حاصل تھا توان کا ادا کردینا کافی ہوگا آپ کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

"والمعتبر فی الدفع نیة الآمر حتی لودفع خمسة الی رجل وامرہ ان یدفعها الی الفقیر عن زکاۃ ماله فدفع ولم تحضرہ النیة عندالدفع جازلان النیة انماتعتبر من المؤدی والمؤدی هوالآمر فی الحقیقة وانماالمامور نائب عنه فی الاداء ولهذا لووکل ذمیا باداء الزکوۃ جاز لان المؤدی فی الحقیقه هوالمسلم یوذکر فی الفتاوی عن الحسن بن زیاد فی رجل اعطی رجلا دراهم

لیتصدق بها تطوعا ثم نوی الآمر ان یکون ذلک من زکوۃ ماله ثم تصدق المامور جازعن زکاۃ مال الآمر".....(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۵)

"وکذالوقال تصدق بهاعن کفارۃ یمینی ثم نوی الآمر عن زکاۃ ماله جازلماذکرنا ان الآمرهوالمؤدی من حیث المعنی وانماالمامور نائب عنه" ......(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۵)

"رجل اعطی دراهم لیتصدق بها تطوعا اوقال له تصدق بها عن کفارۃ ایمانی فلم یتصدق بهاحتی نوی المؤکل ان یکون من زکاۃ ماله ولم یقل شیئا ثم تصدق المامور بهاجاز عن زکاۃ ماله".....(خلاصۃ الفتاویٰ ۲/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیٹیوں کے لیے رکھے گئے سونے پرزکوۃ کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دومسئلے لکھ رہاہوں، ازراہ کرم فتویٰ دیں کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

(۱) میری بیوی نے اپنی لڑکیوں کے لیے تقریباً دس بیس تولے سونا ایک طرف اس نیت سے رکھ دیا ہے کہ شادی آنے پر نصف نصف دونوں کو دے دوں گی، اب یہ برسہابرس شادی آنے تک پڑا رہا ہے، بتلائیں کیا اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا معاف ہوگی؟ جب کہ یہ وقف کردیا گیا تھا اور استعمال بالکل نہیں کیا گیا تھا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

چونکہ خاتون نے بیٹیوں کو ابھی دیا نہیں بلکہ اپنی ملک میں ہے لہٰذا اس سونے پر زکوۃ دینا ہوگی۔

"لیس فیمادون عشرین مثقالا من الذهب صدقة فاذا کانت عشرین مثقالا ففیها نصف مثقال".....(هدایه علی فتح القدیر : ۲/۱۶۲)

"وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحریة وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام" ......(درعلی هامش الرد :۲/۴)

"واما الشرائط التی ترجع الی المال الخ ومنها الملک المطلق وھو ان یکون مملوکا لہ رقبۃ ویدا وھذا قول اصحابنا الثلاثۃ "......(بدائع الصنائع :۲/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مسجد کے نام پر رکھی گئی رقم پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۶): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ میرے بڑے بیٹے نے ایک معقول رقم ہدیۃً پچھلے سال مئی میں مجھے دی تھی، جو کہ وہ اکثر مجھے دے دیا کرتا ہے، اور میرے پاس ایک سال پورا ہونے سے پہلے خرچ ہو جایا کرتی ہے، مگر اس دفعہ اتفاق سے رکھی ہوئی ہے اور ایک سال پورا ہو گیا ہے، جب ان سے یہ رقم لی تھی تو میں نے یہ نیت کر لی تھی کہ اسے مسجد کی تعمیر و توسیع میں لگادوں گا، اب آیا سال پورا ہونے پر اس رقم کی زکوۃ دینی ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ میں اس رقم کو مسجد کے نام وقف کر چکا ہوں، لیکن مسجد کمیٹی مسجد کی تعمیر و توسیع کے لیے ابھی تیار نہیں ہے، جب کہ رقم ابھی میرے پاس ہی ہے، اور مسجد کمیٹی کو میں اپنی اس خواہش سے مطلع کر چکا ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ مذکورہ میں مذکورہ رقم پر سال کے گزرنے پر زکوۃ کی ادائیگی ضروری ہے کیونکہ فقط نیت کر لینے سے یہ مال وقف نہیں ہوگا بلکہ اس کو انتظامیہ/متولی مسجد کے حوالہ کرنا ضروری ہے۔

"ولایتم حتی یقبض ویفرز ویجعل آخرہ لجھۃ لاتنقطع "......(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر:۲/۵۳۳)

"وعندھما حبس العین علی ملک اللہ تعالیٰ علی وجہ تعود منفعتہ الی العباد فیلزم ولایباع ولایوھب ولایورث اھ "......(فتاوی الھندیۃ: ۲/۳۵۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سونا اور نقدی اگر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۶۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ہے جس کی ملکیت میں

سونے کے کچھ زیورات ہیں ان میں سے بعض روزمرہ کے استعمال کے ہیں اور بعض وہ کبھی کبھار شادی بیاہ وغیرہ میں استعمال کرتی ہے لیکن مذکورہ زیورات کی تعداد نصاب یعنی ساڑھے سات تولہ سے کم ہے، اس کے علاوہ ان کے پاس چاندی کے زیورات بالکل نہیں ہیں لیکن وہ اپنی ضروریات کے واسطے کچھ نقدی یعنی تقریباً ہزار سے لے کر دو ہزار تک روپیہ اپنے پاس رکھتی ہے تو صورت مسئولہ میں اس عورت پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟ تو سال کا اطلاق کب سے شروع ہوگا؟ نیز اسی صورت میں ان کے لیے قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر اس کے پاس موجود نقدی اور زیورات سب ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتے ہیں تو زکوۃ واجب ہے ورنہ نہیں، اور آپ جب سے صاحب نصاب ہوں اس وقت سے سال شروع ہوگا اور اگر عورت مذکورہ کی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ان میں سے کوئی ایک یا سب ملا کر اگر نصاب تک پہنچ جائیں تو قربانی بھی واجب ہے اس میں سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے۔

"وتضم قيمة العروض الى الذهب والفضة حتى يتم النصاب "......(الهداية : ١/٢١٣)

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصاباملكا تاما وحال عليه الحول "......(الهداية: ١/٢٠٠)

"وشرائطها اى شرائط الاضحية الاسلام والاقامة واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر "......(الدرالمختار: ٢/٢٣١)

"صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذاكان مالكا لمقدار النصاب فاضلاعن مسكنه وثيابه واثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده "......(الهداية: ١/٢٢٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس عورت کے پاس نقدی اور سونا ہو اس پر زکوۃ وقربانی دونوں واجب ہیں:

مسئلہ نمبر(٣٦٨): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خاوند اپنی بیوی کو

گھریلوضروریات اوراس کی ذاتی اخراجات کے لیے وقتاً فوقتاً کچھ رقم دیتا ہےاور بیوی کے پاس کچھ سونا بھی ہے جوکہ نصاب زکوۃ سے بہت کم ہے یعنی زیادہ سے زیادہ تین چار تولے، تو کیااس رقم کی موجودگی کی وجہ سے وہ عورت صاحب نصاب بن جائے گی، ایک عالم دین کہتے ہیں کہ عورت کے پاس کچھ سونا ہو جوکہ نصاب سے کم ہواوراس کے پاس کچھ نہ کچھ رقم بھی ہوتو وہ صاحب نصاب بن جاتی ہے لہٰذا اسے زکوۃ بھی دینی چاہیے اور قربانی بھی کرنی چاہیے ،کیامسئلہ یونہی ہے۔

عورت کے پاس اپنی کمائی کی کوئی رقم ہو یا اپنی کمائی والی رقم نہ ہو بلکہ خاوند اسے وقتاً فوقتاً ہدیہ کے طور پر کچھ نہ کچھ رقم دیتا ہواوراس کے پاس کچھ سونا بھی ہوتو کیا دونوں صورتوں میں مسئلہ ایک ہی ہے یعنی وہ صاحب نصاب بن جاتی ہے؟ یادونوں صورتیں مختلف ہیں؟اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں، نیز یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ اگرایسی صورت میں اس عورت نے کبھی زکوۃ نہ دی ہواور کبھی قربانی نہ کی ہوتواب کیا کرے؟ بینواتوجروا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ عالم دین کاقول بالکل درست ہے، ایسی عورتوں کوزکوۃ وقربانی دونوں دینی ہوں گی اور سابقہ زکوۃ بھی اداکریں اورسابقہ قربانی کی قیمتیں بھی صدقہ کریں اوررقم چاہےاپنی ذاتی کمائی کی ہو یاکسی کی دی ہوئی ہودونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

”ویضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذاالوجه صارسببا ثم تضم بالقيمة عندابى حنيفة وعندهمابالاجزاء وهورواية عنه حتى ان من كان له مأة درهم وخمسة مثاقيل ذهب وتبلغ قيمتها مأة درهم فعليه الزكوة عنده خلافالهما هما يقولان المعتبرفيهما القدردون القيمة حتى لاتجب الزكوة في مصنوع وزنه اقل من مأتين وقيمته فوقها هويقول ان الضم للمجانسة وهويتحقق باعتبارالقيمة دون الصورة فيضم بها“ ......(هدايه: ۱/۲۱۳)

”ولولم يضح حتى مضت ايام النحر فقدفاته الذبح فان كان اوجب على نفسه شاة بعينها بان قال لله على ان اضحي بهذه الشاة سواء كان الموجب فقيرا اوغنيا اوكان المضحي فقيرا وقداشترى شاة بنية الاضحية فلم يفعل حتى مضت ايام النحر تصدق بهاحية وان كان من لم يضح غنيا ولم يوجب على

نفسہ شاۃ بعینہا تصدق بقیمۃ شاۃ اشتری اولم یشتر"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۵/۲۹۶)

"ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا"......(درمختار: ۱/۱۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پلاٹ اگر تجارت کی نیت سے نہ خریدا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ 1997ء میں جب میری عمر 61 سال تھی میں نے ایک زرعی رقبہ زمین تجارتی مقصد کے لیے ایک ڈیلر کی معرفت خریدا تھا، بدقسمتی سے ڈیلر نے پٹواری سے مل کر ہمارے ساتھ دھوکہ فراڈ کیا، ہم کو زمین کے انتقالات تو دے دیے گئے، مگر زمین کی نہ نشاندہی ہوسکی اور نہ ہی قبضہ ملا، یہی زمین کسی اور پارٹی کو بھی بیچی جا چکی تھی، ہم پر کئی مقدمے کروا دیے گئے، تین سال بعد مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا مگر ڈیلر ہائی کورٹ میں چلا گیا، زمین بدنام ہوگئی پہلے ہی ٹکڑیوں کی شکل میں تھی، نشاندہی نہ تھی، قبضہ نہ ملا، بکتی نہ تھی، چنانچہ 1997 میں ہم نے یہ زمین ایک تیسری پارٹی کو بغیر کوئی قیمت لیے انتقال کروا دی، صرف اسی امید پر کہ پارٹی زمین کے ٹکڑے خرید کر کے ایک مکمل قطعہ زمین بنائے گی پھر سوسائٹی بنا کر کیپٹل ڈویلپمنٹ اتھارٹی (CDA) سے سوسائٹی منظور کروا کر پلاٹ بیچے گی اور پلاٹ بیچ کر ہم کو زمین کی قیمت ادا کردے گی، یوں 1997ء میں زمین سے ہماری کاغذی ملکیت بھی ختم ہوگئی پیسہ بھی نہ ملا اور تجارتی گھاٹا پکا پڑ گیا، صرف ایک امید رہ گئی کہ شاید کبھی سوسائٹی پلاٹ دے دے۔

(۲) وظیفے پڑھے، دعائیں کروائیں، خود خانہ کعبہ جا کر دعا کی اور نا معلوم نا کردہ گناہوں کی معافی مانگی اللہ تعالیٰ نے ہماری فریاد سن لی اور اگست 2002ء میں ہم کو سوسائٹی نے عارضی چند پلاٹوں کے عارضی الاٹ منٹ لیٹر جاری کردیے، مستقل الاٹ منٹ لیٹر، پلاٹوں کی نشاندہی اور قبضہ جنوری 2005ء یا بعد میں دیا جائے گا، جب سوسائٹی کو تمام ڈویلپمنٹ کام مکمل کرنے پر (CDA) اجازت نامہ جاری کرے گی، موقع کے کوائف سے اندازہ ہے کہ یہ کام جنوری تک ہو جائے گا انشاء اللہ۔

(۳) چونکہ 2002ء میں جب عارضی الاٹمنٹ لیٹر جاری ہورہے تھے تو اس وقت میری عمر 71 سال ہوگئی تھی، چنانچہ میں نے اس نظریہ کے تحت کہ میرے مرنے کے بعد میرے بچوں کو عدالتوں میں ٹرانسفر انتقالوں کے

چکروں میں خراب نہ ہونا پڑے میں نے الاٹ منٹ لیٹر دو پلاٹوں کے اپنے دو بیٹیوں کے نام (ایک غیر شادی شدہ زیر کفالت بیٹی اور ایک شادی شدہ بیٹی کو دینے کے لیے) دو پلاٹوں کے لیٹر اپنی بیوی کے نام جاری کروا دیے، ایک پلاٹ کا لیٹر اپنے نام جاری کروا دیا۔

نوٹ: میرے نام ایک مکان زیر رہائش موجود ہے۔

(۴) زکوۃ کا مسئلہ جو ٹیلی ویژن پر مفتی محمد افضل صاحب نے کئی دفعہ تفصیل سے بتایا اس کے مطابق میں یہ سمجھ پایا ہوں کہ

☆ زکوۃ روپیہ، سونا چاندی پر ہے، ہیروں مکان اور دکان اور پلاٹ اگر یہ ذاتی استعمال کے لیے ہوں تو اس پر نہیں، کرایہ پر دینے کے لیے ہوں تب بھی نہیں ہے، گائے بھینس اگر دودھ بیچنے کے لیے رکھی ہوں تو ان پر بھی نہیں ہے۔

☆ زکوۃ کی ادائیگی اس وقت واجب ہے جب کہ زکوۃ دینے کے مقررہ حساب کے دن رقم موجود ہو، اور اس ساری رقم پر دینا ہوگی جو اس وقت موجود ہو چاہے ایک دن پہلے ہی ہو (بشرطیکہ وہ شخص گذشتہ پورے سال میں صاحب نصاب تھا)

☆ پلاٹ، دوکان یا مکان اگر قطعی تجارتی غرض سے خریدا تھا تو اس پر زکوۃ واجب ہے، اور اگر زکوۃ کے لیے نقد رقم موجود نہ ہو تو بیچ کر دی جائے یا حساب کر کے واجب الادا لکھ لی جائے اور جب اور جس سال بیچی جائے اس سال اپنے دیگر زیور پیسہ کی رقم جمع کر کے کل رقم پر زکوۃ دی جائے۔

☆ جب تک مکان پلاٹ بیچا نہ جائے رقم کا تعین قیمت خرید کے حساب سے ہوگا اور فروخت والے سال کی اصل سے فروخت کی رقم سے۔

☆ میں نے 1991 سے اس زرعی زمین کے رقبہ کی قیمت پر کوئی زکوۃ نہیں دی، اس لیے کہ رقم ادا کرنے کے بعد مجھے زمین نہ مل سکی کیونکہ دھوکہ ہوا زمین دو جگہ بکی تھی، نہ زمین کی نشاندہی ہو سکی اور نہ قبضہ مل سکا، پھر یہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، ساری جاتی دیکھیے تو آدھی تولٹا، کے محاوروں کے مطابق زمین ایک سوسائٹی کو بغیر کوئی رقم لیے ٹرانسفر کروا دی، اس کی ملکیت بھی ختم اور تجارتی گھاٹا بھی پڑ گیا، سن 2002ء میں زمین کی قیمت جب پلاٹوں کی شکل میں واگذار ہوئی تو اسے بیٹیوں اور بیوی کے نام کر دیا اور ان کو پلاٹ الاٹ ہو گئے (عارضی طور پر سہی) ایک پلاٹ جو میرے نام تھا وہ میں نے کسی کو عارضی الاٹ منٹ کی بنیاد پر پھینکنے والی قیمت پر ضرورت کے تحت بیچ دیا، ضرورت پوری کرنے کے بعد جو رقم بچی اس پر یکم رمضان 2004ء کو جب میں زکوۃ دیتا ہوں زکوۃ ادا کر دی۔

(ب) بیٹے کہتے ہیں کہ پلاٹ پڑے رہیں ضرورت پڑنے پر مہنگا پلاٹ بیچ کر سستا یا بڑا پلاٹ بیچ کر چھوٹا لے لیں گے اور زائد رقم میں اور رقم ڈال کر مکان بنائیں گے، اگر باہر چلے گئے تو پلاٹ پڑا رہے گا یا اگر ضرورت ہوئی تو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے بیچا تو کسی بھی وقت جاسکتا ہے، اور اگر ہمارے والدین کو ضرورت پڑے تو بیچ سکتے ہیں، بیوی کہتی ہے کہ دو پلاٹ جو اس کو ملیں گے اس میں سے ایک زیر کفالت بیٹی کو اور ایک شادی شدہ بیٹی کو دیا جائے گا لیکن جب تک زندہ ہے پلاٹ اس کے نام رہیں گے، میں 71 سال کا ہوں اور وہ 60 سال کی ہے۔

تجارتی مقصد والی دلیل جس کا تعین خرید کے وقت ہوتا ہے وہ ان پلاٹوں پر لاگو نہیں ہوتی، کیونکہ بیٹوں اور بیوی کو تو یہ پلاٹ ہبہ کے طور پر والد اور خاوند کی طرف سے ملے ہیں، ان کا مقصد اور ارادہ اوپر والی شق میں درج ہے، اس طریق پر ان پلاٹوں پر ان کو زکوۃ ادا کرنا واجب نہیں بنتا۔

برائے مہربانی صحیح طریقہ کار پر روشنی ڈالیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس تحریر کی روشنی میں بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ کی اور آپ کی بیٹیوں کی ان پلاٹوں کی جو سوسائٹی نے آپ کے نام کیے ہیں تجارتی غرض نہیں ہے اور آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے اپنے استعمال کے لیے رکھے ہیں تو ان پر زکوۃ نہیں ہے۔

”اونية التجارة في العروض اماصريحا ولابدمن مقارنتها لعقدالتجارة كماسيجيء اودلالة بان يشترى عينابعرض التجارة اويؤجر داره التى للتجارة بعض فتصير للتجارة بلانية صريحا واستثنوا من اشتراط النية مايشتريه المضارب فانه يكون للتجارة مطلقا لانه لايملك بمالها غيرها ولاتصح نية التجارة فيما خرج من ارضه العشرية اوالخراجية اوالمستاجرة اوالمستعار لئلايجتمع الحقان قوله ولابدمن مقارنتها العقد التجارة بان ينوى عندالعقد ان يكون المملوك به للتجارة سواء كان ذلك العقد شراء اواجارة وسواء كان ذلك الثمن من النقود اومن العروض فلونوى ان يكون للبذلة لايكون للتجارة وان كان الثمن من النقود وخرج ملكه بغير عقد كالميراث فلاتصح فيه نية التجارة اذاكان من غير النقود اوملكه بعقد هومبادلة مال بغير مال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد وبدل

العتق فانه لاتصح فيه نية التجارة ولواشترى عروضا للبذلة والمهنة ثم نوى ان تكون للتجارة بعدذلك لاتصير للتجارة مالم يبعها فيكون بدلها للتجارة لان التجارة عمل لاتتم بمجرد النية بخلاف مااذاكان للتجارة فنوى ان يكون للبذلة خرج عن التجارة بالنية وان لم يستعمله لانهاترك العمل فتتم بها "
......(حاشية الطحطاوى على الدر :۱/۳۹۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ممکن الوصول رقم کی زکوۃ ادا کی جائے گی:

مسئلہ نمبر(۳۷۰): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ٹرک فریم دولاکھ چالیس ہزار پر فروخت کیا اس کی سالانہ قسط پچاس ہزار روپے ہے اب یہ شخص مذکور اپنے اس مال کے دولاکھ چالیس ہزار میں زکوۃ دے یا اسے سالانہ قسط پچاس ہزار روپے میں زکوۃ ادا کرنی پڑے گی، دونوں میں واجب الادا صورت کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں یہ شخص مذکور دولاکھ چالیس ہزار روپے کی زکوۃ ادا کرے گا، ہاں سالانہ قسط پچاس ہزار روپیہ کی زکوۃ وصول کرنے پر ادا کرے گا اور غیر وصول شدہ اقساط کی زکوۃ اگر وصول کرنے سے پہلے ادا کرے تب بھی صحیح ہے ورنہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے۔

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصابا ملكاتاماو حال عليه الحول "......(الهداية: ۱/۲۰۰)

"ومنهاحولان الحول على المال العبرة فى الزكوة للحول القمرى كذافى القنية "......(فتاوىٰ الهندية:۱/۱۷۵)

"ومن كان له نصاب فاستفاد فى اثناء الحول مالامن جنسه ضمه الى ماله وزكاه سواء كان المستفاد من نمائه اولا وباى وجه استفاد ضمه سواء كان بميراث اوهبة اوغيرذلك"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۵)

”ویجوز تعجیل الزکوۃ بعدملک النصاب ولایجوز قبله کذافی الخلاصة وانمایجوز التعجیل بثلاثة شروط احدها ان یکون الحول منعقدا علیه وقت التعجیل والثانی ان یکون النصاب الذی ادی عنه کاملافی آخر الحول والثالث ان لایفوت اصله فیمابین ذلک “......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

موہوبہ چیز پر اگر قبضہ دے دیا تو اس کی زکوۃ موہوب لہ ادا کرے گا:

مسئلہ نمبر(۱۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لاولد صاحب اپنی جائیداد اپنے بھانجوں اور بھانجیوں میں تقسیم کردیتے ہیں اوران سے درخواست کرتے ہیں کہ جورقم تقسیم کی گئی ہے کہ اس کے منافع وہ تادم حیات خودلیں گے اوراپنی مرضی سے تقسیم کریں گے ،اصل مال ان کی وفات کے بعد نئے مالک لینے کے مجاز ہوں گے،اس صورت میں زکوۃ کی رقم کس پرواجب ہوگی ،مال تقسیم کرنے والے پر یا نئے مالکان پر؟

مثال کے طور پر اصل مال ایک لاکھ روپے ہے اور پہلے سال کے بعد منافع دس ہزارروپے ہوگیا تو ٹوٹل ایک لاکھ دس ہزارروپے ہوگئے ،اور پہلے سال کا خرچ آٹھ ہزارروپے ہے تو سال کے اختتام پر ایک لاکھ دو ہزارروپے بچ گئے اوریہی رقم اگلے سال کا مال بھی ہے۔

اب آٹھ ہزارمیں سے صاحب جائیداد نے چار ہزار خودخرچ کیے اور چار ہزار اپنے بھانجے اور بھانجیوں کودیے دوسرے سال بھی اسی طرح کیا اور دوسرے سال کے اختتام پر کل مال ایک لاکھ چار ہزار ہوگیا تو زکوۃ کا حساب کس طرح کیا جائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال جب لاولد صاحب نے اپنی جائیداد اپنے بھانجوں اور بھانجیوں میں تقسیم کردی اورانہوں نے قبضہ بھی کروالیا تو وہ بھانجے بھانجیاں اس جائیداد کے شرعاً مالک بن گئے ،لہذا زکوۃ بھی انہیں پرواجب ہوگی اورلاولد صاحب کا تاحیات جائیداد سے منافع کی قید لگانا شرعاً فاسد ہے اوراس کے لیے جائیداد سے منافع حاصل کرنا درست نہیں ،اوراگر لاولد صاحب نے محض جائیداد تقسیم کی لیکن قبضہ نہیں دیا تو اس صورت میں جائیداد اسی لاولد صاحب کی ملک میں باقی ہے،لہذا زکوۃ بھی اسی پرواجب ہوگی۔

(۲) شرعاً ادائیگی زکوۃ میں کل مال کا چالیسواں حصہ ادا کیا جاتا ہے لہذا صورت مسئولہ میں ایک لاکھ چار ہزار کی زکوۃ دوہزار چھ سوروپے بنتی ہے۔

"اماصل الحکم فهوثبوت الملک للموهوب له فی الموهوب من غیرعوض لان الهبة تملیک العین من غیرعوض فکان حکمهما ملک الموهوب من غیرعوض "......(بدائع الصنائع :۵/۱۸۲)

"وتتم الهبة بالقبض(قوله بالقبض) فیشرط القبض قبل الموت "......(فتاویٰ شامی: ۴/۵۶۹)

"واماشروط وجوبها ......ومنهاالملک التام وهومااجتمع فیه الملک والید واما اذاوجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض اووجد الید دون الملک کملک المکاتب والمدیون لایجب فیه الزکوة " ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

"فالهبة والصدقة والنکاح ......لان هذه العقود لاتبطل بالشروط الفاسدة فیصح العقد ویبطل الاستثناء " ......(بدائع الصنائع :۵/۱۶۷)

"رجل وهب لآخر ارضا علی ان مایخرج منهامن زرع ینفق الموهوب له ذلک علی الواهب قال ابوالقاسم الصغار ان کان فی الارض کرم اواشجار جازت الهبة ویبطل الشرط ......وفی الاسبیجابی رجل وهب لرجل هبة اوتصدق علیه بصدقة علی ان یرد علیه ثلثها اوربعها اوبعضها فالهبة جائزة ولایرد علیه ولایعوضه بشیء کذافی التتارخانیة "......(فتاویٰ الهندیة: ۴/۳۹۲)

"لیس فیمادون مائتی درهم صدقة لقوله علیه السلام لیس فیمادون خمس اواق صدقة والاوقیة اربعون درهما فاذاکانت مائتین وحال علیهاالحول ففیها خمسة دراهم لانه علیه السلام کتب الی معاذ ان خذمن کل مائتی درهم خمسة دراهم ومن کل عشرین مثقالا من ذهب نصف مثقال " ......(هدایه: ۱/۲۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رہائشی پلاٹ پر زکوۃ واجب نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۳۷۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یتیم بچے ایک ۳ مرلے کے پلاٹ کے مالک ہیں ایک بچہ نوکری کرتا ہے جب کہ دوسرا ابھی اپنے چچا کی کفالت میں ہے، زمین کی قیمت دولاکھ اسی ہزار روپے ہے، براہ کرم یہ بتائیں کہ ان پر زکوۃ فرض ہے اگر فرض ہے تو کتنی فرض ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں اگر یہ پلاٹ رہائش کے لیے خریدا ہے تو اس کی زکوۃ دینا واجب نہیں ہے۔

"وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملک نصاب حولی فارغ عن الدين وحاجته الاصلية" ......(كنز الدقائق: ٧٠)

"وشرط فراغه عن الحاجة الاصلية لان المال المشغول بها كالمعدوم وفسرها فی شرح المجمع لابن الملک بمايدفع الهلاک عن الانسان تحقيقا اوتقديرا فالثانی كالدين والاول كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب" ......(البحر الرائق: ٢/٣٦١)

"ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس فی دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة" ......(فتاوى الهندية: ١/١٧٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وجوب زکوۃ کے لیے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے:

مسئلہ نمبر(۳۷۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس ماہ رجب میں اتنا مال آگیا کہ وہ نصاب تک پہنچتا ہے آیا اب اس پر آئندہ رمضان میں زکوۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال زکوۃ کی ادائیگی کے لیے نصاب پر سال گزرنا شرط ہے لہٰذا یہ شخص آئندہ رمضان میں نہیں بلکہ جب بھی نصاب پر سال گزر جائے تو زکوۃ ادا کرے گا۔

"لقوله عليه السلام لازكوة في مال حتى يحول عليه الحول "......(بدائع الصنائع : ۲/۲۸)

"الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذاملك نصابا ملكاتاما وحال عليه الحول " ......(الهدايه:۱/۱٦۷)

"قوله لحولانه عليه اى لان حولان الحول على النصاب شرط لكونه سببا " ......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض دہندہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہے:

مسئلہ نمبر(۳۷۴): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس روپے موجود تھے لیکن کوئی ضرورت مند آیا اور اس نے یہ پیسے ضرورت مند کو بطور قرض حسنہ کے دے دیے، قربانی اور زکوٰۃ اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اب اس کے پاس ضرورت سے زائد پیسے ہیں۔

(۲) اگر ایک آدمی کسی دنیاوی غرض کے لیے قرض لیتا ہے لیکن غرض پوری ہونے کے بعد بقیہ پیسے اس کے بعد اس کے پاس موجود ہوتے ہیں، کیا اس پر قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے؟ گورنمنٹ یا کسی فرد کو جس سے یہ قرض لیا ہے واپس بھی نہیں کر سکتا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال قرض دہندہ پر زکوٰۃ وقربانی واجب ہے کیونکہ وہ اس کا مال ہے۔

"وتجب الزكوة في الدين مع عدم القبض "......(بدائع الصنائع :۲/۸۸)

"قال ابو حنيفة رواية الاصل الديون ثلاثة دين قوى وهوبدل مال التجارة والقرض ......ففي الدين القوى تجب الزكوة اذاحال عليه الحول " ......(فتاویٰ الهندية: ۱/۲۵۲)

"ومنها الغنى لماروى عن رسول الله ﷺ انه قال من وجد سعة فليضح شرط عليه الصلاة والسلام السعة وهوالغنى "......(بدائع الصنائع: ۴/۱۹٦)

(۲) مذکورہ آدمی کے پاس اگر قرض کے پیسوں کے علاوہ اتنے پیسے موجود نہ ہوں جو نصاب تک پہنچ سکیں تو اس پر زکوۃ وقربانی واجب نہیں ہے۔

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلازكوة عليه "......(هداية : ۱/۲۰۲)

"ولو كان عليه دين بحيث لو صرف اليه بعض نصابه لاينقص نصابه لاتجب لان الدين يمنع وجوب الزكوة فلان يمنع وجوب الاضحية اولى لان الزكوة فرض والاضحية واجبة "......(بدائع الصنائع: ۴/۱۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۳۷۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نصاب زکوۃ کو ختم کرنے کے لیے بعض لوگ سال پورا ہونے سے قبل مال اپنے بیٹے وغیرہ کے نام کردیتے ہیں ایسا کرنے سے زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ سے بچنے کے لیے حیلہ کرنا سخت گناہ ہے بشرطیکہ شرعی مجبوری نہ ہو۔

"قال الخصاف كره بعض اصحابنا الحيلة في اسقاط الزكوة ورخص فيها بعضهم قال الشيخ الامام الاجل شمس الائمة الحلواني كرهها محمد بن الحسن والذي رخص فيها ابويوسف فقدذكر الخصاف الحيلة في اسقاط الزكوة واراد به المنع عن الوجوب لا الاسقاط بعدالوجوب ومشائخنا رحمهم الله اخذوا بقول محمد دفعا للضررعن الفقراء"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۳۹۱)

"الاحتيال لمنع وجوب الزكوة لاباس به وقال بعضهم هومكروه وفيه اثم وفي المنظومة في مقالة ابي يوسف ومحمدوالاحتيال لامتناع الشفعة اوالزكوة مطلق في الشريعة وفي المصفى والفتوى في الشفعة على قول ابي يوسف وفي الزكوة على قول محمد "......(فتاوىٰ التاتارخانية: ۲/۲۲۴)

”فالحاصل ان مایتخلص به الرجل من الحرام اویتوصل به الی الحلال من الحیل فهوحسن وانما یکره ذلک ان یحتال فی حق الرجل حتی یبطله اوفی باطل حتی یموهه اوفی حق حتی یدخل فیه شبهة فماکان هذا السبیل فهومکروه“......(المبسوط السرخسی : ۳/۲۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جی پی فنڈ پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سکول ماسٹر ہوں، ادارہ ہماری تنخواہ سے ہر مہینے میں ایک سو روپے کاٹتے ہیں اور یہ رقم آخر میں ملے گی، تو کیا اس رقم پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ نیز پنشن لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ کٹوتی جبراً ہوتی ہے تو اس پر زکوۃ نہیں ہے، جب مل جائے گی تو اپنی شرائط کے ساتھ زکوۃ ادا کرنا ہوگی، اور پنشن لینا جائز ہے۔

”واماالشرائط التی ترجع الی المال منها الملک فلاتجب الزکوة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک وهذا لان فی الزکوة تملیکا والتملیک فی غیر الملک لایتصور “......(بدائع الصنائع : ۲/۸۸)

”والثانی ان کان الدین مالامملوکا ایضا لکنه مال لایتحمل القبض لانه لیس بمال حقیقه بل هو مال حکمی فی الذمة ومافی الذمة لایمکن قبضه فلم یکن مالا مملوکا رقبة ویدا فلاتجب الزکوة فیه کمال الضمار “......(بدائع الصنائع : ۱/۹۰)

”ومنهاالفراغ عن الدین قال اصحابنا رحمهم الله تعالیٰ کل دین له مطالب من جهة العباد ویمنع وجوب الزکوة سواء کان الدین للعباد کالقرض وثمن البیع

وزمان المتلفات وارش الجراحة وسواء کان الدین من النقود اوالمکیل اوالموزون اوالثیاب اوالحیوان "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سونا اور چاندی پر زکوۃ پر شبہ کا جواب:

مسئلہ نمبر (۳۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں فقہ کی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ استعمال کی چیزوں پر زکوۃ نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ خواتین جو زیورات (سونا، چاندی وغیرہ) کے پہنتی ہیں وہ بھی تو استعمال کی چیز ہوتی ہے، لہذا اس پر بھی زکوۃ نہیں ہونی چاہیئے، کیونکہ زیور کا استعمال تو یہی ہے کہ ان کو کپڑے کی طرح بدن پر استعمال کیا جاتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ بات ٹھیک ہے کہ استعمال کی چیزوں پر زکوۃ نہیں ہے، لیکن سونا چاندی کے احکام دیگر چیزوں سے مختلف ہیں، ان پر زکوۃ ہر صورت میں آتی ہے چاہے وہ استعمال میں ہوں یا نہ ہوں، بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچ جائے۔

"تجب الزکوة فی مائتی درهم وعشرین دینارا ولوتبرا اوحلیا (قوله ولوتبرا اوحلیا)بیان لعدم الفرق بین المصکوک وغیره کالمهر الشرعی وفی غیرالذهب والفضة لاتجب الزکوة مالم تبلغ قیمته نصابا مصکوکا من احدهما "......(کنزمع البحرالرائق: ۲/۳۹۴)

"واللازم مبتدأ (فی مضروب کل)منهما ومعموله ولوتبرا اوحلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ولوللتجمل والنفقة لانهما خلقا اثمانا فیزکیهما کیف کانا"......(الدرالمختار علی ردالمحتار: ۲/۳۳)

"عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان امرأتین اتتارسول الله ﷺ وفی ایدیهما سواران من ذهب فقال لهما اتؤدیان زکاته فقالتالافقال لهما رسول الله ﷺ اتحبان ان یسورکما الله بسوارین من نار فقالتا لا قال فادیا زکاته "......(جامع الترمذی: ۱/۲۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا بس پر زکوۃ لازم ہوگی؟

مسئلہ نمبر(۳۷۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس ایک بس ہے، کیا اس پر زکوۃ ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بس پر زکوۃ نہیں ہے ،اس کی آمدنی کا حساب کیا جائے گا،اگر نصاب پورا ہو اور سال بھی اس پر گزر چکا ہو تو زکوۃ واجب ہوگی۔

”وشرط فراغه عن الحاجة الاصلية لان المال المشغول بها كالمعدوم وفسرها في شرح المجمع لابن الملك بمايدفع الهلاك عن الانسان تحقيقا اوتقديرا ،فالثاني كالدين والاول كالنفقة ودورالسكنى .....واثاث المنزل ودواب الركوب “......(البحر الرائق : ۲/۳۶۱)

”ومنها فراغ المال عن الحاجة الاصلية فليس في دورالسكنى واثاث المنزل ودواب الركوب“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

وراثت میں ملے ہوئے مکان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۷۹): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدہ نے اپنی حیات میں ہی مکان کی تقسیم کر کے جو حصہ بیٹے کا تھا اس کو دے دیا، اور جو حصہ بیٹیوں کا تھا ان کو دے دیا لیکن قبضہ پورے مکان پر بیٹے کا تھا، والدہ کی حیات میں اور والدہ کی وفات کے بعد بیٹیوں نے اپنے حصہ کے لیے کوشش شروع کی کافی جدوجہد اور بھاگ دوڑ کے بعد چند لوگوں میں اس مسئلہ کو حل کیا گیا، بھائی نے مکان اپنی ملکیت میں رکھا بہنوں نے رضامندی پر اور مارکیٹ ریٹ پر جو قیمت بنتی تھی، وہ بہنوں کو ادا کردی، بہنوں کو جو رقم ملی ہے کیا اس پر زکوۃ بنتی ہے یا نہیں؟ نقدی پر سال نہیں گزرا لیکن مکان ان کے حصے میں آنے کے بعد تقریباً دو تین سال کا عرصہ گزرا ہے، دوسری صورت بہنوں کی یہ ہے کہ مکان ہم نے والدہ سے قیمت میں خریدا تھا، ان دونوں صورتوں میں جب مکان کی ملکیت کی پوری رقم مل گئی اب زکوۃ دینی ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مکان انسان کو وراثت میں ملتا ہے اس پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ جب اس کو فروخت کر دے تو اس اب اس کی قیمت پر زکوۃ واجب ہو جاتی ہے، اگر وارث پہلے سے صاحب نصاب ہے تو جب باقی نصاب کی زکوۃ ادا کرے گا تو اس رقم کی بھی ساتھ ہی زکوۃ ادا کر دے گا، اور اگر پہلے سے صاحب نصاب نہیں ہے تو اس رقم پر جب سال گزرے گا تب زکوۃ واجب ہوگی، البتہ دوسری صورت میں اگر بہنوں نے وہ مکان فروخت کی نیت سے خرید اہو تو اس مکان کی موجودہ قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر فروخت کی نیت سے نہیں خریدا تو اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

"ولازکوۃ علی مکاتب الخ واثاث المنزل ودورالسکنی ونحوھا درقولہ ونحوھا کثیاب البدن الغیر المحتاج الیھا وکالحوانیت والعقارات"

......(الدرمع الرد: ۲/۹)

"وماشتراہ لھا ای للتجارۃ کان لھا بمقارنۃ النیۃ لعقدالتجارۃ لاماورثہ ونواہ لھا"......(الدرمع الرد:۲/۱۴)

"لاخلاف فی ان اصل النصاب وھوالنصاب الموجود فی اول الحول یشترط لہ الحول لقولہ لازکوۃ فی مالہ حتی یحول علیہ الحول"......(بدائع الصنائع: ۲/۹۶)

"ومن کان لہ نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسہ ضمہ الیہ"

......(الھدایہ: ۱/۲۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جو پیسے گھر میں رکھے ہوئے ہوں ان پر زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس کچھ پیسے یونہی پڑے ہوئے ہیں، وہ عورت ان پیسوں سے کاروبار بھی نہیں کرتی کیا ان پیسوں پر زکوۃ فرض ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں جب بھی مال پر سال پورا بشرطیکہ وہ نصاب کو پہنچتا ہو اس پر زکوۃ آئے گی۔

"وتجب على الفور عند تمام الحول حتى يأثم بتاخيره من غير عذر"

......(فتاویٰ الهندیة:۱/۱۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

﴿الباب الثانی فی المصارف﴾

زکوۃ کی رقم مسجد ومدرسہ میں صرف کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زکوۃ کی رقم مسجد ومدرسہ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ زکوۃ کی رقم مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں خرچ نہیں کر سکتے، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"ولایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد وکذاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار"......(الهندیة: ۱/۱۸۸)

"یشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحومسجد "......(الدرالمختار : ۱/۱۴۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جہیز اور بارات کو کھانا کھلانے کے لیے زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۳۸۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ لڑکی کی شادی کرنے کے لیے اس کے جہیز اور باراتیوں کو کھانا کھلانے کے لیے زکوۃ مانگتے ہیں کیا ان کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

واضح رہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن، رات کا کھانا موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر اس شخص کی بیٹی کا نکاح اس کے جہیز پر موقوف ہو، یعنی خاوند جہیز کے لیے اصرار کر رہا ہو، اس کے بغیر نکاح کرنے پر راضی نہ ہو اور یہ شخص اور اس کی بیٹی مستحق زکوۃ بھی ہوں تو ان کو زکوۃ دینا اور ان کے لیے زکوۃ مانگنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

"ومنها المسکین وهو من لاشیء له فیحتاج الی المسئلة لقوته اومایواری بدنه ویحل له ذلک بخلاف الاول حیث لاتحل المسئلة له فانها لاتحل لمن یملک قوت یومه بعدسترةبدنه کذافی فتح القدیر"......(الهندیة : ۱/۱۸۸)

"ویجوز صرفها الی من لایحل له السوال اذالم یملک نصابا"......(الفتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ولایجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیراودرهم اوسوائم اوعروضاللتجارۃ اولغیرالتجارۃ فاضلاعن حاجته فی جمیع السنة" ......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیوہ عورت کوزکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۳۸۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت جس کاذریعہ آمدنی کچھ نہیں ہے، اس کوصرف رمضان میں زکوۃ دی جاتی ہے اوراس کا سالانہ خرچہ ساٹھ ہزار ہے اس کوزکوۃ کی ادائیگی کس طرح کریں گے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر بیوہ عورت کے پاس سونا، چاندی، نقدروپیہ، یاکوئی ایسی چیز جوضروریات سے زائد ہواوراس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر نہ ہو، تواس کوزکوۃ دیناجائز ہے ورنہ نہیں، بشرطیکہ وہ عورت سیدہ نہ ہو، اوریکمشت دینے کی بجائے اس کوبقدرضرورت دے دیاکریں یہ جائز ہے، اگرچہ بقدرنصاب یکمشت دینابھی جائز ہے مگرمکروہ ہے۔

"قال محمد رحمه الله تعالی لایحل الزکاۃ لمن له مائتا درهم فصاعدا ولاباس بان یاخذها من له اقل من مائتی درهم" ......(المحیط البرهانی: ۳/۲۱۵)

"ولایدفع الی بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بن المطلب" ......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"وشرط صحة ادائها نیة مقارنة له ای للاداء ولوکانت المقارنة حکما......اومقارنة بعزل ماوجب کله اوبعضه" ......(درمختار: ۲/۱۱، ۱۲)

"وندب الاغناء عن السوال فی ذلک الیوم کذافی التبیین"......(الهندیة: ۱/۱۸۸)

"ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعدا وان دفعه جاز کذا فی الهدایة"......(الهندیة : ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

جس گھر میں ٹی وی ہو اُن کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ لینے والے کے گھر میں اگر ٹی وی ہو خواہ معمولی درجہ کا ہو کیا اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

ٹی وی اور اسی طرح کی ضروریات سے زائد چیزیں جن کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے جس شخص کی ملکیت میں ہو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اور اگر اس سے کم ہو تو اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر او دراهم او سوائم او عروضا للتجارة اولغیر التجارة فاضلا عن حاجته فی جمیع السنة"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم بغیر تملیک کے مدرسہ کی عمارت پر لگانا:

مسئلہ نمبر(۳۸۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب کو ایک شخص نے ایک بڑی رقم تعمیرات کی مد میں جمع کروائی مہتمم صاحب نے اس رقم کو مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کیا واضح رہے کہ جس جگہ میں مدرسہ تعمیر کیا جارہا تھا وہ جگہ وقف ہے بعد میں رقم دینے والے شخص نے کہا میں نے جو رقم دی تھی وہ زکوۃ تھی

جب کہ دیتے وقت اس کا اظہار بھی نہیں کیا تو مہتمم صاحب نے بغیر تملیک کے وہ رقم مدرسہ کی تعمیر میں لگادی اب پوچھنا یہ ہے کہ وہ شخص اگر از سرنو زکوۃ نہیں دیتا تو اس تعمیر کا کیا حکم ہے جو زکوۃ کی رقم سے بنائی گئی ہے؟

نوٹ : اسّی (۸۰) ہزار روپے زکوۃ کی مد میں بھی دیے تھے اس سے دو تین کمرے تعمیر ہوئے ہیں اور اس تعمیر میں اور لوگوں کے روپے بھی شامل ہیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کے لیے تملیک شرط ہے صورت مسئولہ میں زکوۃ ادا نہیں ہوئی کیونکہ اس میں تملیک شرعی نہیں پائی گئی، اور مہتمم صاحب کے ذمہ رقم کی ضمان نہیں ہے، کیونکہ مہتمم صاحب نے رقم موکل کے حکم کے مطابق تعمیر میں خرچ کی ہے اور کوئی خیانت نہیں کی اور موکل نے رقم دیتے وقت یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ رقم زکوۃ کی مد میں ہے۔

"یشترط ان یکون تملیکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت وقضاء دینه " ......(الدر المختار: ۱/ ۱۴۰)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه ولایجوز ان یکفن بها میت ولایقضی بهادین المیت کذا فی التبیین"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۸)

"(قوله نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه زیلعی (قوله ولاالی کفن میت) لعدم صحة التملیک منه "......(ردالمحتار: ۲/ ۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

غیر مسلم مدیون کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۸۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی غیر مسلم غریب پر قرضہ ہو تو وہ قرضہ زکوۃ سے ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

غیر مسلم کو زکوۃ دینا جائز نہیں، چاہے وہ مدیون ہو یا نہ ہو۔

"ولاتدفع الی ذمی(قوله) لحدیث معاذرضی اللہ عنہ ای المارعندقوله ومکاتب اذلاخلاف ان الضمیر فی اغنیائهم یرجع للمسلمین فکذا فی فقراء هم "......(درمع ردالمحتار: ۲/ ۷۳)

"ولایجوزصرف الزکاۃ الی الکافر حربیا کان اوذمیا"......(قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/ ۲۶۷)

"واما اهل الذمة فلایجوزصرف الزکاۃ الیهم بالاتفاق...... واماالحربی المستامن فلایجوزدفع الزکاۃ والصدقة الواجبة الیه بالاجماع ویجوزصرف التطوع الیه کذافی السراج الوهاج"......(فتاوی الهندیة: ۱/ ۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

داماد یا بہو کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۲۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ داماد یا بہو کے غریب ہونے کی صورت میں ان کو زکوۃ کا مال دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ ان دونوں کا مال بالواسطہ بیٹے اور بیٹی کو پہنچتا ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

داماد یا بہو کے غریب ہونے کی صورت میں ان کو زکوۃ کا مال دینا جائز ہے۔

"قال الشامی ویجوزدفعها الزوجة ابیه اوابنه وزوج ابنته تاتارخانیة"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

"ویجوزدفعها الی من سوی الوالدین والمولدین من الاقارب من الاخوة والاخوات وغیرهم لانقطاع منافع الاملاک بینهم"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۶۲)

"ویجوزان یعطی امرء ۃ ابیه وابنه وزوج ابنته"......(تاتارخانیة ۲/ ۲۰۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کو صدقات واجبہ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۸۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مسجد کو زکوۃ وصدقۃ الفطر و دیگر صدقات واجبہ دینا کیسا ہے؟ آج کل امام مسجد کی تنخواہ اتنی نہیں ہوتی کہ اس تنخواہ سے گزارہ ہو سکے، دوسری بات یہ ہے کہ جب محلے والے امام مقرر کرتے ہیں تو اس کو بتاتے ہیں کہ آپ کی اتنی تنخواہ ہوگی اور آپ کو اس کے ساتھ صدقہ فطر اور عشر بھی دیا جائے گا، برائے مہربانی اس مسئلہ کی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر امام صاحب، صاحب نصاب نہ ہو تو اس امام صاحب کو صدقہ فطر اور دیگر صدقات واجبہ دینا درست ہے بشرطے کہ یہ امامت وغیرہ کی تنخواہ میں نہ ہو، اگر امامت کی تنخواہ میں صدقہ فطر دیا گیا تو اس سے صدقہ فطر ادا نہیں ہوگا۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"والثانی ان الزکوة وجبت بطریق الصلة الاتری انه لایقابله عوض مالی" ......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۹)

"هی تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله"......(البحر الرائق علی الکنز: ۲/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

سید خاندان کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۸۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں سید خاندان رہتے ہیں ان میں ایک بیوہ خاتون ہے اور وہ غریب ہے میں اس سیدہ کو زکوۃ فطرانہ دینا چاہتا ہوں مگر سنا ہے کہ ان کو دینا درست نہیں، زکوۃ فطرانہ وغیرہ کے علاوہ وسائل میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اس کی مدد کرسکوں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

سید خاندان کو زکوۃ و دیگر صدقات واجبہ دینا درست نہیں ہے۔

”ولایدفع الی بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحرث بن عبدالمطلب کذا فی الهدایة ویجوزالدفع الی من عداهم من بنی هاشم کذریة ابی لهب لانهم لم یناصروا النبی ﷺ کذا فی السراج الوهاج، هذا فی الواجبات کالزکوة والنذروالعشروالکفارة فاماالتطوع فیجوز الصرف الیهم کذا فی الکافی“......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

”ومنها ان لایکون من بنی هاشم لماروی عن رسول الله ﷺ انه قال یامعشربنی هاشم ان الله کره لکم غسالة الناس وعوضکم منهابخمس الخمس من الغنیمة“......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

صدقات واجبہ ونافلہ مدرسے میں دینے کی صورت:

مسئلہ نمبر(۳۹۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عطیات ،صدقات ،خیرات ،فطرانہ، عشر،قربانی کی کھالیں اور زکوۃ کی رقم دینی مدرسہ کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر دی جاسکتی ہے تو کس انداز سے دی جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ وغیرہ دینی مدرسہ کو بھی دی جاسکتی ہے بلکہ مدرسہ کو دینے سے ان شاء اللہ دگنا ثواب ہوگا ،ایک ادائیگی زکوۃ وصدقات کا،اورایک تعلیم دین کی نشرواشاعت میں حصہ لینے کا،بشرطیکہ آپ کو اعتماد ہو کہ مہتمم صاحب یا مدرسے کی انتظامیہ اس زکوۃ کو شریعت کے مطابق استعمال کریں گے جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے کسی فقیر سے تملیک کروائی جائے پھر اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کیا جائے۔

”ویشترط ان یکون الصرف تملیکا......لایصرف الی بناء نحومسجدولاالی کفن میت...... لعدم التملیک وهوالرکن وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء“......(الدرمع الرد: ۲/۶۸،۶۹)

”قوله ای مصرف الزکاة والعشر......وهومصرف ایضالصدقة الفطروالکفارة والنذروغیرذلک من الصدقات الواجبة “......(الدرمع الرد: ۲/۶۳)

"ولاتدفع الزکوۃ لبناء مسجداوتکفین میت الی قوله وان اریدالصرف الی هذه الوجوه صرف الی فقیرثم یامربالصرف الیها فیثاب المزکی والفقیر"......(البحر الرائق: ۲/۲۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مدرسہ میں ادائیگی زکوۃ میں تملیک کی صورت:

مسئلہ نمبر (۳۹۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس میں زکوۃ وغیرہ کی ادائیگی کے لیے تملیک کی صورت کیا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

تملیک کی بہت سی صورتیں ہیں بہتر صورت یہ ہے کہ پہلے کسی شخص کو ترغیب دی جائے کہ وہ قرض لے کر مدرسہ کو صدقہ کرے اور پھر وہ زکوۃ والی رقم اس مقروض کو دے دی جائے جس سے وہ اپنا قرض ادا کرے، یاد رہے کہ تملیک صرف صدقات واجبہ کے لیے ضروری ہے تمام نفلی صدقات کے لیے تملیک کی ضرورت نہیں۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکاالی قوله ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیرثم یامر بفعل هذه الاشیاء"......(الدرمع الرد: ۲/ ۲۸، ۲۹)

"وحیلة الجوازان یعطی مدیونه الفقیرزکوته ثم یاخذهاعن دینه"......(الهندیة: ۶/ ۳۹۲)

"ولاتدفع الزکوۃ لبناء مسجداوتکفین میت الی قوله وان اریدالصرف الی هذه الوجوه صرف الی فقیرثم یامربالصرف الیها فیثاب المزکی والفقیر"......(البحر الرائق: ۲/۲۲۴)

"واماصدقة التطوع فیجوزصرفها الی الغنی لانها تجری مجری الهبة"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۵۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مدرسہ کے جملہ اخراجات بعد التملیک زکوۃ سے ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۳۹۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عطیات صدقات خیرات فطرانہ عشر قربانی کی کھال اور زکوۃ کی رقم وغیرہ مدرسہ کی مدات میں کس کس مد میں خرچ کی جاسکتی ہے؟ مدرسہ میں اخراجات کی عام طور پر یہ شکلیں ہوتی ہیں، (۱) طلباء کا کھانا (۲) طلبہ کی کتب (۳) اساتذہ کی تنخواہیں (۴) مدرسہ کی تعمیر (۵) طلباء کا وظیفہ (۶) طلباء کے لیے لباس کا انتظام (۷) طلباء کے لیے تیل صابن وغیرہ (۸) ملازمین کی تنخواہیں (۹) عمومی نوعیت کی اشیاء مثلاً کولر، تپائیاں، چٹائیاں (۱۰) پانی بجلی، گیس فون، وغیرہ کا بل (۱۱) وفاق کی سالانہ فیس۔

الجواب باسم الملک الوھاب

تملیک کے بعد زکوۃ کی رقم سے مدرسہ کے تمام مذکورہ اخراجات کفایت شعاری سے ادا کیے جاسکتے ہیں۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا..... لایصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت..... لعدم التملیک وھو الرکن وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء"..... (الدر مع الرد: ۲/ ۶۸، ۶۹)

"ولا تدفع الزکوۃ لبناء مسجد او تکفین میت الی قولہ وان ارید الصرف الی ھذہ الوجوہ صرف الی فقیر ثم یامر بالصرف الیھا فیثاب المزکی والفقیر"..... (البحر الرائق: ۲/ ۴۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سسر کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۹۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے سسر میرے سگے تایا جان ہیں، ان کی عمر ۹۰ سال ہے ان کے پاس کوئی جائیداد مال ذاتی گھر زیور وغیرہ نہیں ہے، ان کی اولاد سب ماشاء اللہ اپنے اپنے گھروں میں خوشحال ہیں، میرے سسر اپنے مرحوم بیٹے کے گھر میں رہتے ہیں، جہاں ایک بیوہ اور تین بچے ہیں، ایک بچہ کہیں ملازم ہے اور دو بچے زیر تعلیم ہیں، میرے سسر کی ماہانہ پنشن ۱۰۴۴ روپے ہے، گھر کی (بیوہ) بہو کی پنشن ۴۰۰۰ روپے ہے، میرے سسر اپنی پنشن چند دنوں میں گھریلو اخراجات وغیرہ میں خرچ کردیتے ہیں، مندرجہ

بالاصورت میں سوال یہ ہے کہ کیا میرا سسر زکوۃ لینے کا مستحق ہے، اور کیا میں اپنے سسر کو یعنی تایا جان کو زکوۃ دے سکتی ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر سسر موصوف کا پنشن کی رقم میں گزارہ مشکل ہوتا ہے اور ان کے پاس کوئی سونا چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پلاٹ وغیرہ خریدا ہوا ہے تو ان کو آپ اپنی زکوۃ کی رقم دے سکتی ہیں بشرطیکہ سسر موصوف سید بھی نہ ہوں، لیکن اپنے شوہر کے مال سے زکوۃ سسر کو دینا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اولاد اپنے والدین کو زکوۃ نہیں دے سکتی۔

"ولاالی من بینهما ولادوقیدبالولادلجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة"......(الدرمع الرد: ۲/ ۲۹)

"یجوزدفع الزکوة الی من یملک مادون النصاب اوقدرنصاب غیرتام وهو مستغرق فی الحاجة"......(البحرالرائق: ۲/ ۴۱۹)

"(وقوله وبنی هاشم وموالیهم) ای لایجوزالدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لاتحل لناالصدقة"......(البحرالرائق: ۲/ ۴۲۹)

"ویجوزصرفهاالی الاب المعسروان کان ابنه موسرا"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆
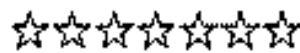
بہن اگر بھائی کے گھر میں رہتی ہوتو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۳۹۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بہن بھائی کے گھر میں رہتی ہو تو اس کو زکوۃ دینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر بہن بھائی کے گھر میں رہتی ہو اور نصاب کی مالک نہ ہو تو بہن کو زکوۃ دینا جائز اور موجب ثواب ہے۔

"وقیدبالولادلجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة"......(شامی: ۲/ ۲۹)

"وقید باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهواولی

لمافیہ من الصلۃ مع الصدقۃ کالاخوۃ والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء "......(البحر الرائق : ۲/۲۲۵)

"وفی العیون رجل یعول اختہ او اخاہ او عمہ او عمتہ فاراد ان یعطیہ الزکاۃ ان لم یکن فرض علیہ القاضی نفقتہ جاز لان التملیک من ھولاء بصفۃ القربۃ یتحقق من کل وجہ فیتحقق رکن الزکاۃ وان کان القاضی فرض علیہ نفقتہ ان لم یحتسب المودی الیہ من نفقتہ جاز ایضاوان کان لایحتسب لایجوز لان ھذا اداء الواجب بواجب آخر "......(المحیط البرھانی : ۳/۲۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

شادی شدہ بہن کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۳۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بہن شادی شدہ ہے تو بھائی اس کو زکوۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ زکوۃ دینے میں اس کے شوہر کے غریب اور امیر ہونے کا اعتبار ہے کہ نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بہن اگر فقیر ہو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے شوہر کے غریب یا امیر ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

"ویدفع الی امرءۃ غنی اذا کانت فقیرۃ وکذا الی البنت الکبیرۃ اذا کان ابوھا غنیا لان قدر النفقۃ لایغنیھا وبغنی الاب والزوج لاتعد غنیۃ کذا فی الکافی "......(الھندیۃ : ۱/۱۸۹)

"وقید بعبدہ وطفلہ لان الدفع الی اب الغنی وزوجتہ جائز سواء فرض لھا نفقۃ اولا "......(البحر الرائق : ۲/۲۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مستحق کیلئے زکوۃ کی رقم سے قرض کی ادائیگی اولیٰ ہے:

مسئلہ نمبر(۳۹۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد فاروق ولد عبدالوہاب کی ماہوار تنخواہ

تقریباً ۴۸۰۰ روپے ہے، مکان کرائے کا ہے، زیور ایک تولہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی وراثت میں کوئی چیز ہے، گھریلو سامان میں مہنگا صرف ائیر کولر ہے اور واشنگ مشین ہے، میاں بیوی اور چار بچے ہیں، تین بچے سکول پڑھتے ہیں، ایک سب سے چھوٹا معذور ہے اور بیمار رہتا ہے، مکان کا کرایہ بمع بل ۱۵۰۰ اسو روپے ہے، اور بچوں کا سکول خرچہ پانچ سو روپیہ ہے، اور مجھ پر تقریباً ۴۵۰۰ روپے قرض ہے، جو کہ چھوٹے بچے کے بیمار ہونے پر مجھ پر چڑھ گیا تھا، اور اب میں پانچ مرلے کا پلاٹ لینا چاہتا ہوں، جس کی قیمت ۷۵۰۰۰ ہزار روپے ہے، کچھ لوگ میری کچھ مدد کرنا چاہتے ہیں بطریق زکوۃ، آپ مجھے بتائیں ان پیسوں سے میں قرض اتاروں یا کہ پلاٹ کے لیے ایڈوانس دے دوں؟ یا دونوں میں سے جہاں چاہوں استعمال کر سکتا ہوں، آیا اس صورت میں مجھ پر زکوۃ لگتی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مسئولہ میں شخص مذکور مستحق زکوۃ ہے۔

" ھو فقیر وھو من له ادنی شیٔ ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ ومسکین من لاشیٔ له"......(درمختار مع ردالمحتار: ۲/ ۶۴)

(۲) دونوں جگہوں میں اس مال کو استعمال کر سکتے ہو مگر قرض ادا کرنا اولیٰ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے مدارس ومساجد کی تعمیر اور اس کے لئے حیلہ تملیک:

مسئلہ نمبر (۳۹۷): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک بہت بڑا مدرسہ ہے جو زیر تعمیر ہے، یہ ایک بہت بڑے مدرسہ کی شاخ ہے جسکی سرپرستی علمائے کرام اور مفتی صاحبان کر رہے ہیں، چند مخصوص صاحب خیر حضرات اس کی تعمیر کے لیے اپنی زکوۃ کی رقم تملیک کے ذریعہ سے خرچ کر رہے ہیں، آپ رہنمائی فرمائیں کیونکہ سائل بھی انتظام میں شامل ہے اس کا طریقہ کیا ہے؟

(۲) سائل ایک مدرسہ کا مہتمم ہے جس میں رہائشی طلباء اور طالبات ہیں، سائل اپنے مدرسہ کے تعاون کے لیے ایک صاحب خیر سے جس کے پاس صرف زکوۃ کی رقم ہے، جائز طریقہ سے مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کرنا چاہتا ہے وہ تمام صورتیں جو ممکن ہوں لکھ کر مشکور فرمائیں؟

(۳) مدرسہ خود زیر تعمیر اور خورد ونوش کے سلسلے میں مقروض ہے، جس مدرسہ کا مہتمم بھی زکوۃ کا مستحق ہو کیا یہ مہتمم

زکوۃ کا مالک بن کر مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کر سکتا ہے، اور وقتاً فوقتاً صاحب خیر کی تسلی کے لیے حساب وکتاب دکھاتا رہتا ہے ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں؟

(۴) مجھے اچھی طرح معلوم ہے کے میں فلاں کو زکوۃ کا مالک بناؤں تو وہ مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کر دے گا، جبکہ فلاں کو زکوۃ دوں تو وہ کسی صورت میں راضی نہیں ہوگا، آیا معلوم ہونے کے باوجود مدرسہ کی تعمیر کرنے والے کو زکوۃ دے سکتا ہوں؟

(ب) مزید یہ کہ تعمیری اخراجات کا حساب کتاب بھی دیکھ لوں تو اس کی اجازت ہے تاکہ میں زیادہ تعاون کرتا رہوں، آیا اس صورت میں زکوۃ ادا ہو جائے گی؟

(۵) اگر قرض لے کر تعمیر کی گئی ہو تو کیا ادائیگی کے لئے کسی کو مالک بنا کر قرض اتار سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱تا۳) زکوۃ ادا ہونے کے لئے کسی مستحق کو بلا عوض مالک بنانا ضروری ہے اور زکوۃ کی رقم سے مساجد ومدارس کی تعمیرات یا اساتذہ کی تنخواہیں ادا نہیں کر سکتے البتہ اس کے لیے بہت ہی مجبوری کے تحت حیلہ تملیک اختیار کیا جا سکتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔

(۱) کسی مستحق زکوۃ کو کہہ دیں کے آپ فلاں آدمی سے اتنا قرض لے لیں آپ کے قرض کی ادائیگی کی ضمانت ہم لیتے ہیں تو وہ دوسرا شخص کسی شخص سے قرض لے کر وہ مدرسہ کو بطور ہدیہ کے دیدے اور زکوۃ کی رقم اس مستحق کو دے دیں تاکہ وہ قرض ادا کر سکے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کسی ایسے مستحق زکوۃ کو زکوۃ کا مالک بنا دیا جائے جو ان کاموں میں خرچ کرنے کی خواہش رکھتا ہو لیکن ناداری کی وجہ سے خود خرچ نہیں کر سکتا اور وہ مالک بننے کے بعد اپنی رضامندی سے تعمیر کے لیے مدرسہ میں جمع کرا دے تو دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جائے گی اور ثواب دونوں کو مل جائے گا۔

صورت مسئولہ میں اگر مہتمم صاحب واقعی زکوۃ کے مستحق ہیں تو وہ خود بھی یہ طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔

(۴) مدرسہ کی تعمیرات پر خرچ کروانے کے لیے مستحق کو زکوۃ دینے سے ادا ہو جائے گی اگر آپ اطمینان قلب کے لئے حساب دیکھ کر زکوۃ ادا کرتے ہیں تو پھر بھی زکوۃ ادا ہو جائے گی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ لا یصرف الی بناء المسجد (قولہ نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری

الانهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه زيلعي اه"......

(ردالمحتار: ۶۸/۲)

"فـقدمنا الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء اه"

......(الدرمع الرد: ۶۹/۲)

"فالحيلة في ذلك ان بعدما دفع صاحب المال ماله العين الى الغريم قدر الدين ناوياعن الزكاة يتصدق صاحب المال على هذاالمديون بحصته من الدين ثم ان المديون يهب ذلك المقبوض من صاحب المال اه"

......(الهندية: ۳۹۲/۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کم آمدن، مقروض اور زیادہ اخراجات والے شخص کے لیے زکوۃ لینے کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۳۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی ۱۳اپریل ۱۹۸۵ء میں ہوئی میرا خاوند شوکت ایک سرکاری ملازم ہے اوراس کی ماہانہ آمدنی چھ سوروپے تھی وقت کے ساتھ ساتھ آمدنی بڑھتی رہی اوراب الحمدللہ اس وقت چھ ہزار روپے ہے، لیکن اخراجات کی شرح زیادہ اور آمدنی کم ہے، جس کی وجہ سے ہر ماہ قرضہ ہوجاتا ہے میرے شوہر کو بجلی کا کام آتا ہے، کام کرنے پر آمدنی کا ذریعہ بن جاتا ہے، لیکن عمر کا تقاضا ہے کہ زیادہ کام ہونہیں پاتا، دوسرا آمدنی کا ذریعہ اپنے بھائیوں کیساتھ دکان میں کچھ سرمایہ لگایا ہے، اس کی آمدنی عید کے موقع پر تھوڑی بہت ملتی ہے، جو کہ عید کی خوشی اور عید کے مصرف میں خرچ ہوجاتی ہے، غرض یہ ہے کہ حالات زندگی تنگ ہیں کچھ عرصہ ہوا ہے کہ میں نے اپنی رہائش کے لیے ایک مکان خریدا ہے، یہ کام بھی قرضہ کی صورت میں ہوا، ابھی قرضہ واجب ہے، میرے پانچ بچے تین بیٹیاں اوردو بیٹے ہیں، میں حتی الامکان صرف کرتی ہوں، قرضہ اتارنے کی کوشش کرتی ہوں۔

(۱) کیا میں شریعت کے مطابق زکوۃ کی مستحق ہوں؟

(۲) زکوۃ کی رقم کس مصرف میں لائی جاسکتی ہے؟

مندرجہ بالا حالات میں میری راہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر اس کے پاس سونا چاندی نقدی وغیرہ نہیں ہے اور کوئی ایسا پلاٹ بھی نہیں ہے برائے فروخت جو کہ تجارت کی نیت سے خریدا ہو، اور دیگر مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان قرضہ کی رقم سے کم ہو تو اس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے ورنہ نہیں۔

"ای مصرف الزکاۃ والعشر الخ ھو فقیر وھو من لہ ادنی شئ ای دون نصاب اوقدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ ومسکین من لاشئ لہ. اھ"...... (الدر المختار: ۲/ ۶۴)

"لاباس ان یعطی من الزکوۃ من لہ مسکن ومایتأثث بہ فی منزلہ وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم إن کان من أھلہ"...... (ردالمحتار: ۲/ ۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

لائبریری کے اخراجات کے لئے زکوٰۃ لینے کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۳۹۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محترم میاں الطاف شوکت صاحب نے کثیر سرمایہ فراہم کر کے لائبریری کے طور پر ایک بڑا ہال تعمیر کروایا جو کہ یکم فروری ۱۹۹۰ء کو محترم میاں صاحب کی رحلت پر ان کے اہل خانہ، احباب اور شاگردوں نے انہیں کے نام سے موسوم کر دیا، کم وبیش ان مرحوم کے اہل خانہ کی طرف سے فراہم کردہ سرمایہ سے اس کی تعمیر ہو سکی، اس لائبریری میں میاں صاحب کی ذاتی اور دیگر ذرائع سے حاصل کردہ دین حق کے علاوہ دیگر اہم موضوع پر ہزاروں کتب طلباء اور دیگر شائقین کے علم کی پیاس بجھانے کے لئے بلا معاوضہ موجود ہیں، جب کہ مستحق طلباء اور طالبات کو نصابی کتب کی فراہمی کے لیے فی الحال محدود پیمانے پر اہتمام کیا ہے۔

میاں صاحب مرحوم کے نام سے موسوم اس لائبریری کے حال اور کتب کی دیکھ بھال کے لئے مزید کتب کی فراہمی اور مقررہ وقت پر کھولنا بند کرنا اور اس طرح کے دیگر امور کے لیے مسلسل اور کثیر سرمایہ کی ضرورت ہے جو کہ موجودہ حالات اور زمانہ میں ایک ہی خاندان کے لئے یہ بوجھ اٹھانا ممکن نہیں رہا جب کہ لائبریری عوام الناس اور طلباء اور طالبات کے لئے بھی ہے۔

درج بالا حقائق کے تحت فتویٰ صادر فرمائیں کہ مخیّر اور صاحب نصاب کی زکوٰۃ اس لائبریری کے لئے حاصل کی جا سکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

مسئولہ صورت میں زکوۃ کی رقم بغیر تملیک کے لائبریری میں خرچ نہیں کی جاسکتی، اور تملیک کے بعد لائبریری کے تمام اخراجات میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

”(قوله تمليكا) فلايكفي فيها الاطعام الا بطريق التمليك ولو اطعمه عنده ناويا الزكاة لاتكفي وفي التمليك اشارة الى انه لايصرف الى مجنون وصبي غير مراهق الا اذا قبض لهما من يجوز له قبضه كالاب والوصي وغيرهما ويصرف الى مراهق يعقل الاخذ كما في المحيط قهستاني. ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لا اباحة لايصرف الى بناء المسجد قوله نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه زيلعي اه“...... (ردالمحتار: ۲/۶۸)

”قوله ولايبني بها مسجد ولايكفن بها ميت لانعدام تمليك منه وهو الركن والدليل على ان التمليك لايتحقق في تكفين الميت ان الذئب لواكل الميت يكون الكفن للمكفن لاللوارث كذافي النهاية وكذالايقضى بها دين ميت ولايبنى بها السقايات ولايحفر بها الآبار ولايجوز الاان يقبضها الفقير اويقبضها له ولي اووكيل لانها تمليك ولابد فيها من القبض ولهذا لايجوز اطعامها بطريق الاباحة“ ......(الجوهرة النيرة: ۱/۱۵۵)

”وقدمنا ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم“...... (الدرمع الرد: ۲/۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے کسی فقیر کے قرض کی ادائیگی اور کاروبار شروع کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۰۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک انسان غریب ہے محنت کرتا ہے، ملازمت بھی کرتا ہے، سفید پوش ہے، کام کرنا چاہتا ہے، کام کو سمجھتا بھی ہے، سمجھدار باشعور لڑکا ہے، اس کا باپ اپنے

بیٹے سے پیسوں کا تقاضا کرتا رہتا ہے، وسائل نہیں ہیں کہ کوئی کاروبار کام وغیرہ کرسکیں، نماز اور روزہ کا پابند ہے، دین پر چلنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، جماعتوں کیساتھ جاتا رہتا ہے، چار ماہ لگے ہوئے ہیں، ایماندار مخلص ہے پوچھنا یہ ہے کہ اس لڑکے کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے کہ وہ اس زکوۃ والی رقم سے کاروبار وغیرہ کرسکے؟ یا وہ قرض لے کر کوئی کام کرنا چاہتا ہے اب یہ قرض اس لڑکے کے سر پر ہے، زکوۃ کی رقم سے اس کا قرض اتار سکتے ہیں؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اسلام میں کیا حکم ہے؟ زکوۃ کی رقم سے کفالت کرسکتے ہیں؟ برائے مہربانی دلیل کے ساتھ لکھ دیجئے، یہ لڑکا اپنی پریشانی کا اظہار بھی کسی کے سامنے نہیں کرسکتا، اللہ آپ کی دنیا وآخرت اچھی کردے۔ آمین!

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال شخص مذکور اگر واقعتاً مستحق زکوۃ ہے تو اس کے لئے زکوۃ کی رقم لیکر کاروبار کرنا درست ہے، البتہ زکوۃ کی رقم سے فقیر کے قرض کی ادائیگی فقیر کے کہنے پر ہو تو درست ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ولو قضی دین الفقیر بزکوة ماله ان کان بأمره یجوز وان کان بغیر أمره لایجوز وسقط الدین ولو دفع الیه دار الیسکنها عن الزکوة لایجوز"......(الهندیة: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی کیلئے تملیک فقیر شرط ہے:

مسئلہ نمبر (۱۰۳): محترم ومکرم حضرت اقدس جناب مفتی حمید اللہ جان صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ والے مہتمم ناظم وغیرہ طلباء مدرسہ کی طرف سے وکیل کی حیثیت سے ضرورت کے وقت زکوۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کی زمین خریدنے پر خرچ کرسکتے ہیں؟ مدلل وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کی ادائیگی کے لئے کسی مستحق کو زکوۃ کا مالک بنانا شرط ہے، بغیر تملیک کے

زکوۃ کی رقم کو مدرسہ کی زمین خریدنے کے لئے اور مدرسہ کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں، نیز مہتمم اور ناظم طلباء کی طرف سے وکیل بالقبض نہیں ہوتا۔

"اماتفسیرهافهی تملیک المال من فقیرمسلم غیرهاشمی ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذافی الشرع الخ واماشرط ادائهافنیة مقارنة للاداء اولعزل ماوجب"......(الهندیة: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خیراتی ہسپتال کو زکاۃ دینے کا مسئلہ اور کسی عیسائی کو بینک کا نفع دینا:

مسئلہ نمبر(۴۰۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) کیا خیراتی ہسپتال کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

(۲) بینک کا نفع ہسپتال کے عیسائی ملازمین کو دیا جاسکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب:

اگر کسی ہسپتال میں زکوۃ شرعی طریقہ سے مستحق مریض کو تملیک کرکے صحیح طریقہ سے صرف کی جاتی ہے تو ایسے ہسپتال میں زکوۃ دی جاسکتی ہے، ہماری معلومات کے مطابق کسی ہسپتال میں صحیح طریقے سے زکوۃ استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا جب تک اطمینان نہ ہوجائے اس وقت تک ہسپتال کو زکوۃ نہ دیں، بلکہ اس جیسے کسی اور ادارے کو بھی زکوۃ نہ دیں۔

صورت مرقومہ میں بینک سے نفع لینا حرام ہے اس نفع کو مالک پر لوٹانا ضروری ہے، اور اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو تو کسی فقیر کو بلانیت ثواب دے دیں۔

"ولایجوزان یبنی بالزکوة المسجدوکذاالقناطیروالسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهاروالحج والجهادوکل مالاتملیک فیه ا"......(الهندیة: ۱/ ۱۸۸)

"قوله (کمن فی یده عروض لایعلم مستحقیها)یشمل ماإذاکانت لقطة اوغصبااورشوة فان کانت لقطة فقدعلم حکمهاوان کانت غیرها فالظاهر

وجوب التصدق باعيانها ايضا وسقط عنه المطالبة كأنه والله تعالىٰ اعلم لانه بمنزلة المال الضائع والفقراء مصرفه عند جهل اربابه وبالتوبة يسقط اثم الاقدام على الظلم اه"...... (ردالمحتار: ۳/۳۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے مدارس ومساجد کی تعمیر کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (۴۰۳): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم! سلام مسنون کے بعد آپ کی دعاؤں سے دین کی محنت میں کوشاں ہیں، اس سلسلہ میں ہمیں مدرسہ کے لیے جگہ کی اشد ضرورت ہے جسکی وجہ سے مختلف افراد سے بات کرنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے کچھ افراد اس فتوے کا تقاضا کرتے ہیں کہ زکوۃ کا پیسہ کس صورت میں مدرسہ میں لگ سکتا ہے؟ آپ فرمائیں کہ زکوۃ کا پیسہ کس صورت میں مدرسہ میں لگ سکتا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں، جزاک اللہ خیراً کثیراً۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کسی مستحق کو تملیک کرانا ضروری ہے اور مساجد ومدارس کی تعمیر اور ان کے لیے زمین خریدنے پر صرف کرنا جائز نہیں، بصورت مجبوری کسی مستحق زکوۃ کو تملیک کرا کے اسکو تملیک کے بعد زمین کی قیمت میں یا تعمیرات میں صرف کرنے کی اجازت ہے۔

"وقدمنا ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء هل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم (البحث لصاحب النهر) وقال لانه مقتضى صحة التمليك اه"......(الدر مع الرد: ۲/۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کاروبار میں نقصان اٹھانے والے مقروض شخص کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۰۴): جناب مفتی صاحب السلام علیکم! گزارش ہے کہ بندہ کاروباری آدمی ہے جس کا نام رستم علی ولد محمد یوسف (مرحوم ہے) ڈسٹرکٹ بھاولنگر میں چک نمبر ۱۷ میں دکان کا سلسلہ ہے جس سے اپنے بچوں کا گزارہ

کرتا ہے میرے پانچ بچے ہیں کاروبار میں نقصان ہونے کیوجہ سے تقریباً باون ہزار روپے کا مقروض ہو گیا ہوں، اور کاروبار بند ہو چکا ہے گھر میں اتنا قیمتی سامان نہیں ہے کہ بیچ کر قرضہ ختم کیا جاسکے، کیا اس صورت میں بندہ زکوٰۃ صدقہ خیرات کا مستحق ہے؟ اسکا فتویٰ دیا جائے، حضور کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر آپ پر واقعتاً اتنا قرضہ ہے اور آپ کے پاس اتنی رقم یا حاجات اصلیہ سے زائد سامان یا زیورات وغیرہ نہیں ہیں جس کو بیچ کر قرضہ اتار سکیں تو آپ مستحق زکوٰۃ ہیں اور آپ کے لیے زکوٰۃ لینا شرعاً درست ہے۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه"......(الهندية: ١/١٨٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی ٹرسٹ (فلاحی ادارہ) کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ:

مسئلہ نمبر (٤٠٥): محترم و مکرم جناب حضرت مفتی صاحب مندرجہ ذیل مسئلہ پر شرعی لحاظ سے جواب کی درخواست ہے، ہمارے قریبی ایک نہایت دیانتدار ایک عزیز ایک ٹرسٹ قائم کر کے غرباء کے لیے فری ڈسپنسری، ہسپتال بنانا چاہتے ہیں اس غرض کے لیے زمین اور عمارت حاصل کرنے کا منصوبہ ہے، کیا اس غرض کے لیے بنائے گئے ٹرسٹ کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ جبکہ عمارت کے لیے زمین کے حصول تعمیرات اور ہسپتال کے آغاز تک غالباً دو سے تین سال کا عرصہ لگ سکتا ہے منصوبہ ہر لحاظ سے قابل عمل ہے اور بنیادی طور پر مستحقین زکوٰۃ افراد کے لیے ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوٰۃ کی ادیگی کے لیے کسی مستحق کو بلاعوض مالک بنانا ضروری ہوتا ہے، صورت مسئولہ میں چونکہ یہ شرط نہیں پائی جارہی اس لیے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

"قال في شرح التنوير لا يصرف إلى بناء نحو مسجد وفي الشامية كبناء القناطر والسقايات و...... كل ما لا تمليك فيه"...... (ردالمحتار: ٢/٦٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بنو ہاشم کو زکوۃ کسی صورت میں بھی دینا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر (۳۰۶): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب عرض یہ ہے کہ ہمیں ایک شرعی مسئلے کا جواب تفصیل کے ساتھ چاہیے وہ یہ ہے کہ زکوۃ عباسی، علوی سید، حضرت جعفرؓ یا حضرت عقیلؓ یا حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد پر کن کن صورتوں میں جائز نہیں؟ اسی طرح ان کو صدقہ فطر دینے کا کیا حکم ہے؟ ہم عباسی ہیں، ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان کو زکوۃ دی جائے اور زکوۃ کے مستحق ہیں اور بہت سے لوگ ان کو فطرانہ زکوۃ وغیرہ دیتے ہیں، میں نے بہشتی زیور میں پڑھا ہے کہ ان کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں بنو ہاشم کو کسی صورت میں زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اور بنو ہاشم میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد مراد ہیں، البتہ ان کی ضروریات کو نفلی صدقات سے پورا کیا جاسکتا ہے۔

"ولایدفع الی بنی ھاشم وھم آل علی وآل عباس وال جعفروال عقیل وال الحارث بن عبدالمطلب کذافی الھدایہ......ھذافی الوجبات کالزکوۃ والنذر والعشر والکفارۃ فأما التطوع فیجوز الصرف إلیھم کذافی الکافی"...... (الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معاشرتی بہبودی ادارے کا زکوۃ کی رقم کو بطور قرض استعمال کرنا:

مسئلہ نمبر (۳۰۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک معاشرتی بہبود کا ادارہ ہر سال زکوۃ کی رقم حاصل کر کے تقسیم کرتا ہے، کیا یہ حاصل کردہ رقم سے حسب ذیل مقاصد کے لیے بطور قرض استعمال کرسکتا ہے؟ اور کتنے عرصہ میں رقم کی واپسی ضروری ہے؟

(۱) ادارہ کی زمین پر زید نے مقدمہ دائر کیا جس کو واپس لینے کا طے پایا کہ چھ لاکھ روپے ادا کرے گا کیا زید کو ادائیگی کے لیے چار پانچ لاکھ حاصل کردہ زکوۃ کی رقم سے ادائیگی کرسکتا ہے؟

(۲) مذکورہ زمین پر ایک مارکیٹ بھی تعمیر کرنے کا ارادہ ہے، کیا اس مقصد کے لیے حاصل کردہ زکوۃ کی رقم بطور قرض استعمال کرسکتا ہے؟ اور اس کی واپسی کتنے عرصہ میں لازمی کرنا پڑے گی؟

ازراہ کرم مذکورہ بالا سوالات کے بارے میں شرعی آراء سے مطلع فرمائیں جزاکم اللہ۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں حاصل شدہ زکوۃ کی رقم کو مذکورہ مقاصد میں بطور قرض استعمال کرنا درست نہیں بلکہ مستحقین کو اس مال کا مالک بنایا جائے۔

"(الیتیمة)سئل البقالی عمن أعطی رجلادراھم یتصدق بھاعن زکاة الامر....إن کان صرف المال الذی دفعه الأمر فی حاجته ثم دفعھامن مال نفسه فھذالایجوزلانه لماأنفقه صارمضموناعلیه فلایبرأ إلابالأداء إلی المالک"......(التتارخانیة: ۲/۲۱۴)

"أماتفسیرھافھی تملیک المال من فقیرمسلم غیرھاشمی الخ"......(الھندیة: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد جو مقروض ہو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۴۰۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد ہے لیکن مقروض ہے کیا اس شخص کو زکوۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کے حوالے سے جواب عرض فرمائیں حالت یہ ہے کہ اس کا مکان بھی نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں امام مسجد اگر صاحب نصاب نہیں ہے اور مقروض ہے اور سید بھی نہیں تو شرعاً ایسے آدمی کو زکوۃ دینا جائز ہے، بلکہ افضل ہے۔

"إنماالصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھاوالمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل"...... (التوبة:)

”یجوز دفعھا إلی من یملک أقل من النصاب وإن کان صحیحامکتسبا کذافی الزاھدی“.....(الھندیة: ۱۸۹/۱)

”والدفع إلی من علیہ الدین أولیٰ من الدفع إلی الفقیر کذافی المضمرات“.....(الھندیة: ۱۸۸/۱)

”(منھاالفقیر)وھومن لہ أدنی شئ وھومادون النصاب أوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجة فلایخرجہ عن الفقرملک نصب کثیرة غیرنامیة إذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیراہ“.....(الھندیة: ۱۸۷/۱)

”(ومنھاالمسکین)وھومن لاشئ لہ فیحتاج إلی المسئلة لقوتہ أومایواری بدنہ اہ“.....(الھندیة: ۱۸۷/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سید کے لئے مدرسہ کا کھانا اور وظیفہ وصول کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۰۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) اگر ایک طالب علم آل علیؓ میں سے ہے، مدرسے میں رہتے ہوئے اس کے لیے مدرسہ کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی جانب سے وظیفہ وصول کرنا کیسا ہے؟ اور اگر اس کے لیے جائز نہیں ہے تو یہ کھانا جو کہ کھا چکا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کے لئے مدرسہ کا کھانا زکوۃ سے ہو یا صدقہ واجبہ سے ہو بغیر تملیک کے استعمال کرنا جائز نہیں لیکن اگر استعمال کرلیا ہے تو ان حضرات کی زکوۃ ادا ہوچکی اور اگر واپسی کی کوئی صورت نہ ہو تو توبہ کریں۔

”وفی الھندیة ولایدفع إلی بنی ھاشم وھم ال علیؓ وال عباسؓ وال جعفرؓ وال عقیلؓ وال الحارثؓ بن عبدالمطلب“..... (الھندیة: ۱۸۹/۱)

”وأماإذاظھر أنہ غنی أوھاشمی أوکافر.....فإنہ یجوزوتسقط عنہ الزکوة فی قول أبی حنیفةؒ ومحمدؒ“..... (الھندیة: ۱۹۰/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سیدمدرس کومدرسے کے فنڈ میں سے تنخواہ لینا دینا:

مسئلہ نمبر(۴۱۰): مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے دینی مدارس کے اندر صدقات، عشر، زکوٰۃ، قربانی کی کھالیں اور جورقم ہوتی ہے اس میں سے کوئی مدرس ہاشمی سیداعوان ہوتو اس کی تنخواہ اس سے لینا جائز ہے؟ اس بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں، جواب ارشادفرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں مدارس میں جورقم زکوۃ، صدقات، عشر، قربانی کی کھالوں سے جمع ہوتی ہے اس میں سے کسی مدرس کوبھی بغیر حیلہ کے تنخواہ دیناجائزنہیں ہے چہ جائیکہ کسی ایسے مدرس کودی جائے جوسید ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتاہو، سیدیاہاشمی کوزکوۃ، صدقات، عشروغیرہ سے تنخواہ دیناکسی صورت میں بھی جائزنہیں ہے۔

"وفی الھندیۃ ولایدفع إلی بنی ھاشم وھم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب"......(الھندیۃ: ۱/ ۱۸۹)

"ولونوی الزکوۃ بمایدفع المعلم إلی خلیفۃ ولم یستاجرہ إن کان الخلیفۃ بحال لولم یدفعہ یعلم الصبیان أیضاأجزاہ وإلافلا"......(الھندیۃ: ۱/ ۱۹۰)

"قال فی شرح التنویرولاإلی بنی ھاشم إلامن أبطل النص قرابتہ وھم بنولھب فتحل لمن اسلم منھم کماتحل لبنی المطلب ثم ظاھرالمذھب إطلاق المنع"......(ردالمحتار: ۱/ ۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سماجی تعلیمی وفلاحی اداروں کوصدقات واجبہ ونافلہ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۱۱): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سماجی وتعلیمی ادارہ جس کے نام sare &fair بحیثیت ایک" این جی او" کے پاکستان میں کام کررہاہے اس کاصدردفترجرمنی میں واقع ہے اس کابنیادی مقصد child labar کے خلاف کام کرناہے مزیداس کے منشور کے مطابق منصوبہ غریب بچوں کی تعلیم اورصحت پہنچاناہے اس طرح اوراسی نام کے سکول نیپال اورانڈیامیں بھی کام کررہے ہیں، ہمارے ہاں اس نام کاادارہ ۱۸/اکتوبر۲۰۰۰ءکو veren ورن پنڈ نزدشیخوپورہ میں کھول دیاگیاہے

اس وقت چار سو بچے یہاں مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں، لگ بھگ ایک کروڑ کی رقم خرچ کر کے سکول کی عمارت تعمیر کی گئی ہے، منشور کے مطابق پاکستانی کارپٹ اپنی برآمد کا اشاریہ (0.25) رضا کارانہ طور پر جب کہ یورپ میں موجودہ کارپٹ importers اپنی درآمدات کا ایک فیصد پاکستان کے لیے جمع کرتا ہے، اس کے علاوہ ملکی وغیر ملکی تاجر Donation بھی دیتے ہیں اور import نہ کرنے کے باوجود (۵ فیصد) روپے ماہانہ بھی دیتے ہیں، اس طرح یہ ادارہ چلایا جا رہا ہے، ابھی تک ادارے سے منسلک شعبہ صحت ڈسپنسری کا آغاز نہیں ہوا، لگ بھگ ایک لاکھ روپے تنخواہوں کی مد میں جا رہے ہیں، Cora Fair پاکستان کے دفتر کا مکمل انتظام اور ممبر شپ پاکستانی قالین باف تاجروں کے کنٹرول میں ہے اور کوئی بیرونی مداخلت اس میں نہیں ہے، اب تک ۲۵ ممبر بن چکے ہیں، اس سلسلہ میں مفتی صاحب کیا کہتے ہیں اس ادارے کی مدد زکوۃ فنڈ سے کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ دوسری صورت میں یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ اس ادارے کی مدد نفلی صدقات سے یا خیرات سے کی جا سکتی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقم براہ راست مستحق کو تملیک کر کے دینا اور ان پر خرچ کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ دیگر امور مذکورہ میں زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقم لگانا جائز نہیں، ہاں البتہ نفلی صدقات وخیرات کی رقم لگانا جائز ہے۔

"(مصرف الزكوة والعشر) وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني "...... (الدر مع الرد: ۲/ ۶۴)

"ويشترط ان يكون الصرف (تمليكا) لا إباحة (ولا) يصرف (الى بناء نحو مسجد) قوله نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه زيلعي"...... (الدر مع الرد: ۲/ ۶۸)

"الزكوة هي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي الخ"...... (الهندية: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مسجداورمدرسہ کی تعمیر کے لئے حیلہ تملیک کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۱۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مسجداور مدرسہ کی تعمیر کررہے ہیں اس سلسلے میں کچھ معلومات زکوۃ کے بارے میں چاہتے ہیں براہ کرم اسی کاغذ پر تحریر فرمادیجئے گا۔

(۱) کیا مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوۃ کی رقم استعمال ہوسکتی ہے؟

(۲) مدرسہ اور مسجد میں کون سی صورت میں زکوۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱) مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوۃ کی رقم بغیر حیلہ تملیک کے لگانا جائز نہیں ہے۔

(۲) مسجد میں زکوۃ کی رقم استعمال نہیں جاسکتی اور مدرسہ میں صرف مستحق طلبہ کوزکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا ان کی طرف سے وکیل بن کر مال پر قبضہ کرکے ان پر خرچ کی جاسکتی ہے، البتہ اگر بصورت مجبوری حیلہ تملیک کرلیا جائے (کسی ایسے مستحق شخص کواس کا مالک بنادیا جائے جو یہ جذبہ رکھتا ہو کہ اگر اسکے پاس وسائل ہوں تو وہ ان امور میں خرچ کرے پھر وہ اپنی خوشی سے مدرسہ میں دے دے) تو مدرسہ اور مسجد کے تمام امور میں خرچ کرنا جائز ہے۔

"(مصرف الزكوة والعشر)وهومصرف أيضاالصدقة الفطروالكفارة والنذروغيرذلك من الصدقات الواجبة كمافي القهستاني (هوفقيرالخ)"...... (الدرمع الرد:۲/۶۳)

"ويشترط أن يكون الصرف (تمليكا) لاإباحة (ولا)يصرف(إلى بناء نحومسجد)قوله نحومسجد كبناء القناطروالسقايات واصلاح الطرقات والحج والجهادوكل مالاتمليك فيه زيلعي"......(الدرمع الرد: ۲/۶۸)

"الزكوة هي تمليك المال من فقيرمسلم غيرهاشمي الخ"......(الهندية: ۱/۱۷۰)

"(ان الحيلة ان يتصدق على الفقيرثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهرنعم)البحث لصاحب النهروقال لانه مقتضى صحة التمليك"...... (ردالمحتار: ۲/۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کئی سال پہلے خریدے گئے پلاٹ پر وجوب زکوۃ کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۳): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس بارے میں کہ عبداللہ آج سے بارہ سال پہلے ملازمت سے ریٹائر ہوا تھا اسے ایک معقول رقم خدمت (پنشن) کے لیے ملی، عبداللہ نے اس رقم کو محفوظ کرنے کی غرض سے ایک رہائشی علاقے میں ایک پلاٹ خرید لیا اور بارہ سال کے بعد عبداللہ نے ارادہ کیا کہ یہ پلاٹ اپنی اولاد میں تقسیم کر دوں، اولاد کو اختیار مل جائے گا کہ چاہے تو وہ اپنے حصہ میں مکان تعمیر کریں یا اسے بیچ کر رقم اپنے مصرف میں لے آئیں، عین ممکن ہے کہ سارے پلاٹ کو بیچ دیا جائے اور اولاد اپنا اپنا حصہ نقد وصول کرلے، رجسٹری پلاٹ کی ابھی تک عبداللہ کے نام ہے، لیکن اس نے ارادہ کرلیا ہے کہ پلاٹ بچوں میں تقسیم کروں گا، آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ کیا اس پلاٹ پر زکوۃ کی ادائیگی ہوگی؟ اور یہ کہ زکوۃ کون ادا کرے گا اور کتنی ادا کرے گا؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہے تو عبداللہ کو گزشتہ سالوں کی زکوۃ ادا کرنا واجب ہے، اگر فروخت کرنے کی نیت سے نہیں خریدا تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔

"فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة"...... (الهندية: ۱/۱۷۳)

"وليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وسلاح الاستعمال زكوة لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضا" ......(الهداية: ۱/۲۰۲)

"(وأثاث المنزل ودور السكنى ونحوها) قوله(أثاث المنزل الخ) محترز قوله نام ولو تقديرا قوله ونحوها أى كثياب البدن الغير المحتاج إليها وكالحوانيت والعقارات"...... (الدرمع الرد: ۲/۹)

"لو كان له عبد لا للتجارة أو دار لا للسكنى ولم ينو التجارة لا يجب فيهما الزكاة"......(مجمع البركات بحواله معلم الفقه: ۱/۴۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ فنڈ سے مستحق بچیوں کو رقم دینا یا سامان خرید کر دینا:

مسئلہ نمبر (۴۱۴): علمائے کرام درجہ ذیل تشریحات کے متعلق فتوی صادر فرمائیں۔

(۱) گھریلو ملازمات کو ملازمت کے صلہ میں ماہانہ اچھی تنخواہ اور اچھی خوراک دیتے ہیں جو ہم خود کھاتے ہیں اور اچھے سے اچھے لباس مہیا کرتے ہیں اور انہیں اپنی بیٹیوں کی طرح رکھا ہوا ہے، ان کے والدین جو کہ غریب ہیں ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے ہیں اور انہیں وقتاً فوقتاً لباس بھی مہیا کرتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان بچیوں کی شادی زکوۃ فنڈ سے کروا سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی شادی کے اخراجات کے لیے ان کے والدین کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، بچیوں کے والد بھی فوت ہو چکے ہیں اور اسی طرح وہ پیسے یتیم کی مد میں بھی آجاتے ہیں، کیا شادی ہم زکوۃ فنڈ سے کروا سکتے ہیں؟

(۲) کیا بچیوں کے والدین اور ان کے جو غریب رشتہ دار ہیں جو کہ زکوۃ کے مستحق ہیں زکوۃ فنڈ سے ان کو لباس مہیا کر سکتے ہیں؟

(۳) کیا زکوۃ فنڈ سے ان کے والدین کی مدد وغیرہ کر سکتے ہیں؟

(۴) واضح رہے کہ یہ بچیاں ہمارے ہی گھر میں دن رات رہتی ہیں، انہیں اچھی خوراک اور اچھا لباس مہیا کرتے ہیں، اور ہمارے پاس بہت خوش ہیں، انہیں اپنے گھر میں ایسی سہولت میسر نہیں ہے، کیا ہم انہیں زکوۃ فنڈ ادا کر سکتے ہیں، کیا ان کے رشتہ داروں کو خوارک اور لباس زکوۃ فنڈ سے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

(۱،۲،۳،۴) صورت مسئولہ میں اگر یہ بچیاں مستحق زکوۃ ہوں اور ہاشمی بھی نہ ہوں تو زکوۃ فنڈ سے سامان خرید کر دے سکتے ہیں، اسی طرح ان بچیوں کو یا ان کے والدین کو یا ان کے رشتہ داروں کو زکوۃ کے پیسوں سے لباس وغیرہ خرید کر دے سکتے ہیں۔

"فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی ھذا فی المشئ کذا فی التبیین"...... (فتاوی الھندیه: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نصاب سے کم صرف سونا کسی کے پاس ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۴۱۵): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب میں اپنے ایک عزیز کو زکوۃ دینا چاہتا ہوں، انہوں نے اپنی کم آمدنی سے بچا کر اپنی بیٹوں کے لیے چار تولے سونا خریدا ہوا ہے اس کے علاوہ ان کے پاس روپیہ چاندی وغیرہ کچھ نہیں ہے، جو آتا ہے وہ خرچ ہو جاتا ہے، کیا ایسے شخص کو زکوۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

ایسے شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

" فی المصارف منها الفقير وهو من له ادنى شئ وهو مادون النصاب أوقدر نصاب عندنا وهو مستغرق فی الحاجة فلايخرجه عن الفقر"......

(الهندية: ۱/۱۸۷)

"نصاب الذهب عشرون مثقالا"......(الدر المختار: ۲/۳۱)

"واللازم فی مضروب كل ومعموله ولوتبرا أوحليا مطلقا أوعرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أوورق اى فضة مضروبة فأفاد أن التقويم إنمايكون بالسكوك عملا بالعرف مقوما بأحدهما إن استويا فلو أحدهما أروج تعين التقويم به ولو بلغ بأحدهما نصابا دون الآخر تعين مايبلغ به ولو بلغ باحدهما نصابا.....وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وماغلب غشه يقوم.....إلا إذا كان يخلص منه مايبلغ نصابا أو أقل وعنده مايتم به فقدتجب زكاته فتجب وإلا فلا"...... (الدرمع الرد: ۲/۳۳)

"وقيمة العرض للتجارة تضم إلى الثمنين لأن الكل للتجارة وضعا وجعلا"

......(أيضا: ۲/۳۷)

"ولا إلى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال كان"......(أيضا: ۲/۷۰)

مذکورہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کے پاس اگر چار تولے سونے کے ساتھ کچھ نقد رقم ہو چاہے جتنی ہی ہو تب بھی یہ صاحب نصاب ہے، کیونکہ اس نقدی کو سونے کے ساتھ ملانے سے

وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جاتی ہے، لہٰذا اس صورت میں اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اور اگر اس چار تولے سونے کے علاوہ کچھ بھی نقدی نہ ہو اور نہ ہی چاندی ہو نہ ہی مال تجارت ہو اور نہ ہی ضرورت سے زائد سامان ہو کہ جن کو سونے کے ساتھ ملانے سے یہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے، تو چونکہ صرف سونا ہونے کی صورت میں نصاب مکمل ساڑھے سات تولہ ہے لہٰذا نصاب کامل نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر کا زکوۃ کی مد میں فیس معاف کرنا اور دوائی دینا:

مسئلہ نمبر(۴۱٦): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) اگر فیس کو زکوۃ کے ضمن میں معاف کر دیا گیا کیا زکوۃ ادا ہوگئی؟

(۲) یا چیک اپ اور دوا کے پیسے جو دوسروں سے لیتا ہے وہ مستحق سے نہیں لیتا اور سمجھتا ہے کہ اتنے پیسے زکوۃ سے ادا ہوگئے آیا یہ صحیح ہے؟ جب کہ دواء کے پیسوں کا ڈاکٹر بھی مالک نہیں بنا تھا، اس کو زکوۃ میں شمار کرتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کی رقم جب تک مستحق زکوۃ کے قبضہ میں نہ دی جائے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، لہٰذا دونوں مذکورہ صورتوں میں زکوۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر دوائی کسی فقیر کو بطور زکوۃ دے دی اور تملیک کر دی تو اس سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

”فھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ“......

(الھندیة: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے کاروباری نقصان کا ازالہ کرنا اور قرض ادا کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۱۷): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار دوستوں نے قرض لیکر کاروبار شروع کیا تھا لیکن نہ چل سکا اور مکمل طور پر ختم ہوگیا، اب ہم سے قرض خواہ مسلسل رقم کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن ہمارے حالات بہت خراب ہیں، کیا ہم زکوۃ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوٰۃ اس وقت لے سکتے ہیں جب آپ خود صاحب نصاب نہ ہوں، قرض کی رقم علیحدہ کرنے کے بعد یعنی قرض کی رقم الگ کرنے کے بعد سونا یا چاندی میں سے کسی ایک کا نصاب نہ ہو، چاہے دونوں کو ملا کر ہی ہو یا نقدی ملا کر ہی ہو یا ضرورت سے زائد اتنا مال اسباب نہ ہو جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے نصاب کو پہنچ جائے۔

"(ومنها الغارم) وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه أو كان له مال على الناس لا يمكنه أخذه كذا في التبيين والدفع إلى من عليه الدين أولىٰ من الدفع إلى الفقير كذا في المضمرات"......(الهندية: ١٨٨/١)

"ومديون لا يملك نصابا فاضلا عن دينه"......(الدر مع الرد: ٦٧/٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ کے لئے مہتمم زکوٰۃ وصدقات واجبہ لے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۱۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں مدارس علوم دینیہ کے تمام اخراجات مثلاً (تعمیر دارالاقامہ، تعمیر مسجد، مدرسہ کی خریداری، کتب درس، تدریس، تنخواہ اساتذہ وملازمین اور نظم خوراک طلبہ) بوجہ عدم دستیابی وسائل وعدم دلچسپی عوام مجبوراً عشر وزکوٰۃ سے پورے کیے جاتے ہیں، کیا ان مندرجہ بالا مصارف میں زکوٰۃ وعشر کا لگانا جائز ہے، حیلہ کے ساتھ یا بغیر حیلہ کے؟ اگر حیلہ کے ساتھ جائز ہے تو کیا غنی شخص اگر حیلہ بنا کر عشر وزکوٰۃ سے استفادہ کرے تو عشر وزکوٰۃ سے اس شخص (مالک) کا ذمہ فارغ ہوجاتا ہے، اگر نہیں تو اس حیلہ اور اس حیلہ میں کیا فرق ہے۔ کتب فقہ میں جس طرح غنی شخص کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اسی طرح عشر وزکوٰۃ کی رقومات سے فقہی ادارے کی تعلیم تعمیر کو بھی منع کیا گیا ہے نیز اگر یہ عمل عشر وزکوٰۃ برائے تعمیر مدرسہ ومسجد ودیگر مندرجہ بالا مصارف میں استعمال کرنا جائز نہیں تو مہتمم مدرسہ عالم بالمسئلہ پر یہ بیان (کہ عشر وزکوٰۃ لینا مصارف میں جائز نہیں) واجب تو نہیں اور خاموشی اختیار کرنے پر وعید حدیث شریف کا مستحق تو نہیں؟ حدیث میں ہے:"من كتم علما مما ينفع الله به في امر الناس امر الدين الجمه الله يوم القيامة بلجام من النار"ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مذکورہ مصارف میں زکوٰۃ کا استعمال کرنا جائز نہیں محتاج فقیر کو ہی تملیکاً دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، مروجہ حیلہ

کو علماء نے پسند نہیں کیا مگر ضرورت کی بنا پر حیلے کی اجازت ہے، اگر مجبوری کی صورت میں بھی اجازت نہ دی جائے تو ضیاع دین کا اندیشہ ہے، جیسا کہ اسی ضرورتِ زمانہ کی وجہ سے متاخرین نے تعلیم دین و امامت واذان پر اجرت کی اجازت دی ہے، لہٰذا اگر بصورت مجبوری مذکورہ بالا حیلہ تملیک شرعی کو اختیار کیا گیا، تو مذکورہ مصارف اور غنی کے لیے زکوۃ وعشر کا مال استعمال کرنے کی گنجائش ہے، بغیر حیلہ تملیک کے درست نہیں، ایسے اہتمام سنبھالنے والے حضرات جن کو یہ مسئلہ معلوم ہے ان پر بتانا ضروری نہیں پھر بھی اگر وہ مہتمم احسن طریقہ سے اظہار کردے اور پھر حیلہ تملیک کرلے تو بھی ٹھیک ہے۔

"(ولايصرف إلى بناء نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالاتمليک فيه زيلعي"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۸)

"أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء هل له أن يخالف أمره لم أره والظاهر نعم (البحث لصاحب النهر) وقال لأنه مقتضى صحة التمليک"...... (ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

"(لاتصح الاجارة لعسب الطيس ولالاجل الطاعات..... (ويفتى اليوم بصحتهالتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان) قال في الهداية وبعض مشائخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الأمور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن وعليه الفتوى"......(الدرمع الرد: ۵/ ۳۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی میں موجودہ قیمت کا اعتبار ہے:

مسئلہ نمبر(۴۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس بقدرِ نصاب سونا موجود ہے اس پر سال بھی گزر چکا ہے لیکن میں نے اس سونے کی زکوۃ ادا نہیں کی، اب دو تین ماہ سال سے زائد گزر چکے ہیں، جس وقت زکوۃ مجھ پر واجب ہوئی تھی اس وقت سونے کی قیمت موجودہ قیمت سے کم تھی۔

میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ میں اب سونے کی زکوۃ کی ادائیگی میں کس قیمت کا حساب کروں؟ موجودہ قیمت کا یا اس قیمت کا جس وقت سال مکمل ہوا تھا؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں سونے کی زکوۃ ادا کرتے وقت موجودہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

”وجاز دفع القيمة في الزكوة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الإعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب. وقالا يوم الأداء وفي السوائم يوم الأداء إجماعا فقط“.....(الدر المختار: ۲/۲۴)

”وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لان الواجب احدهما ولهذا يجبر المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء“ .....(الهندية: ۱/۱۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی ادائیگی میں موجودہ قیمت کا اعتبار ہے:

مسئلہ نمبر(۳۷۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے زیور یا مال کی موجودہ قیمت کا اعتبار کرنا چاہیے یا قیمت خرید کا؟ فروخت کی نیت سے لیے گئے پلاٹ کی زکوۃ کس طرح ادا کریں، موجودہ قیمت پر یا قیمت خرید پر؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کی ادائیگی کے وقت موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا، چاہے وہ زیور ہو یا پلاٹ وغیرہ ہو۔

”وكذا كل مكيل اوموزون اومعدود وان كانت الزيادة في الذات بان ذهبت رطوبته تعتبر القيمة يوم الوجوب اجماعا الخ“.....(الهندية: ۱/۱۸۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غیر رہائشی مدرسہ کو زکوٰۃ اور عشر دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۲۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی دینی مدرسے میں بیرونی مقیم طلباء نہ ہوں اور تعلیم کے اوقات کے بعد اگر مدرسہ بند ہو جاتا ہو اور طلباء گھروں کو چلے جاتے ہوں تو اس مدرسے کے کرایہ کے اخراجات اور مدرسے کے مکان کے اخراجات اور بل میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

اور اس مدرسے کو زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟ یا مدرسے کے منتظمین کے لیے زکوٰۃ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تفصیلاً جواب دیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک شرط ہے، لہٰذا مذکورہ مصارف میں زکوٰۃ لگانا جائز نہیں ہے، البتہ سخت مجبوری کی حالت میں حیلہ تملیک کے بعد استعمال کر سکتے ہیں۔

"هی شرعاتملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیرغیرهاشمی ولامولاه"......(الدرمع الرد: ۲/ ۳)

"هی تملیک المال من فقیرمسلم غیرهاشمی ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذافی الشرع کذافی التبیین"......(الهندیة: ۱/ ۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرض کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۲۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمود احمد نے چار لاکھ پندرہ ہزار روپے کا اپنے بھائی مقصود احمد کو دکان میں سامان وغیرہ ڈال کر دیا اب محمود احمد کا اپنا کاروبار بھی ہے، جس سے آمدنی ۸۴/ ہزار روپے ہے ان میں ۳۵/ ہزار روپے خرچہ چلتا ہے، اس کے علاوہ ایک پلاٹ خرید رکھا ہے، اس کے قسط وار ہزار روپے ادا کئے ہیں، ان میں ۸۴/ ہزار روپے ادا کرنا باقی ہیں، مذکورہ صورت میں مقصود احمد پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا کہ نہیں؟ اگر واجب ہوگی تو کیا صورت ہوگی؟ واضح رہے کہ مقصود احمد نے قرضہ نہیں اتارا، قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں جزاکم اللہ خیراً۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت ہو، مال تجارت ہو یا رقم ہوتو زکوۃ واجب ہوگی، اگران میں سب تھوڑا تھوڑا ہوجو چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو بھی اس میں زکوۃ واجب ہوگی اور یہ مال ضرورت اصلیہ سے زائد ہوں اور لئے ہوئے قرض سے بھی زائد ہوں اور اس نصاب پر سال بھی گزرجائے تو زکوۃ دیناواجب ہے۔

”(ومنها الفراغ عن الدين)قال أصحابنا كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكوة“...... (الهندية: ۱۷۲/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے محلہ کے بچوں کی دینی تعلیم کے لیے مسجد کے متصل کمرہ بنانا:

مسئلہ نمبر (۳۲۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ ایک کمرہ زکوۃ کے پیسوں سے محلے کے بچوں کے لئے بنایا گیا تاکہ اس میں تعلیم حاصل کریں اور بیرونی طالبعلم وہاں کوئی نہیں ہے لیکن بعد میں انہوں نے نیت کرلی کہ بیرونی طالب علم بھی رکھیں گے، تو کیا اس کے لیے زکوۃ کا پیسہ درست ہے کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کے پیسوں سے مدرسہ کی تعمیر درست نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ میں تملیک فقیر شرط ہے اور اس صورت میں تملیک نہیں پائی جاتی، لہٰذا زکوۃ کی جو رقم اس تعمیر پر بغیر تملیک کے خرچ ہوئی ان لوگوں کی زکوۃ ادا نہیں ہوئی اور خرچ کرنے والے پر ضمان ہوگا۔

”ولايجوز أن يبنى بالزكوة المسجد وكذا القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه“......الهندية: ۱۸۸/۱)

”ولايبنى بها مسجد ولايكفن بها ميت لانعدام تمليك منه وهو الركن....ولايبنى بها السقايات ولايحفر بها الآبار“...... (الجوهرة النيرة: ۱۵۵/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

دینی مدارس کو سالانہ گندم اور چندہ بطورِ زکوٰۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے جامعہ میں ایک سو پچیس طالبات زیر تعلیم ہیں، جن کی رہائش وطعام فری ہے، اور جامعہ ھذا کی کوئی مستقل گرانٹ بھی نہیں ہے اور یہ اپنی مدد آپ چل رہا ہے، مخیر حضرات اپنا صدقہ زکوٰۃ خیرات دیتے ہیں وہ ان پر صرف ہوتا ہے، تو یہ فتویٰ لینا ہے کہ کوئی شخص ان کو سالانہ گندم خرید کر دیتا ہے یا چندہ دیتا ہے تو زکوٰۃ کی رقم سے دے سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص کا زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کو سالانہ گندم اور چندہ دینا درست ہے بشرطیکہ مہتمم اس کو مستحقین سے تملیک کروائے، مستحق کو اختیار ہے اسے جیسے چاہے خرچ کرے۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لاإباحة کما مر لایصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت وقضاء دینه أما دین الحی الفقیر فیجوز کما مر (قوله تملیکا) فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک ولو أطعمه عنده ناویا الزکاة لاتکفی الخ"......(الدر مع الرد: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض آدمی کا زکوٰۃ لینا:

مسئلہ نمبر (۴۶۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ تقریباً پچاس ہزار روپے کا مقروض ہے، ایک محکمہ میں ملازم ہے اور بندہ کی تین ہزار سات سو روپے تنخواہ ہے اور ایک چھوٹا بھائی ہے جو کہ ایک مکان پر ملازم ہے، اس کی تنخواہ پندرہ سو روپے ہے، ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور اتنی تنخواہ پر ہمارے بمشکل گھریلو اخراجات پورے ہوتے ہیں بندہ کی بیوی کے پاس تقریباً پانچ تولے سونا ہے جو کہ اس قرضے میں سے لیکر بندہ نے اس کی شادی پر اس کو دیا ہے بارش نہ ہونے کی وجہ سے غلہ بازار سے خریدنا پڑتا ہے، کیا بندہ زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال آپ مذکورہ حالات میں زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔

"مصرف الزكوة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ به قوله أي دون نصاب أي نام فاضل عن الدين فلو مديونا فهو مصرف"......(الدر مع الرد: ۳۶/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ کو قرض کی رقم سے علیحدہ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک آدمی کو کچھ پیسے ادھار دیئے تھے ان میں سے میں نے آدھے اس کو معاف کردیئے وہ آدمی واقعی غریب ہے اس کا گزارہ مشکل سے ہوتا ہے، میں نے اس کو کہا کے جو رقم دینی ہے وہ زکوٰۃ کے پیسوں میں کٹوادو، مگر وہ مانتا نہیں، کہتا ہے کہ دے دوں گا، مگر تقریباً چار پانچ سال ہوگئے ہیں کہ وہ رقم نہیں دے سکا، اگر ویسے معاف کرنے کو کہوں تو مان جائے گا، کیا اس کے بتائے بغیر وہ رقم اس سے زکوٰۃ کے پیسوں میں کاٹ دوں کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زکوٰۃ کسی مستحق زکوٰۃ کو بلاعوض مال کا قبضہ دلا کر مالک بنانے کو کہتے ہیں اس لیے زکوٰۃ کی رقم قرض سے نہیں کاٹ سکتے اور نہ ہی اس طرح کرنے سے شرعاً زکوٰۃ ادا ہوگی، جب تک کہ کسی مستحق زکوٰۃ (فقیر) کو زکوٰۃ کا مالک نہ بنایا جائے، البتہ ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ آپ پہلے زکوٰۃ کا مال مقروض کو تملیک کریں بعد میں اس سے قرضہ کے بدل میں وصول کریں۔

"فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى اه"......(الهندية: ۱۷۰/۲)

"وأداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكوته ثم يأخذها عن دينه ولو امتنع المديون مد يده واخذها لكونه ظفر بجنس حقه"......(الدر مع الرد: ۱۳/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غریب اہل حدیث کو زکوۃ، قربانی کی رقم اور فدیہ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں اہل حدیث اولیاء اللہ کی عزت نہیں کرتے انہیں زکوۃ نہیں دینی چاہیے، کیا یہ بات درست ہے؟

(۲) میں پچھلے سال قربانی نہیں کرسکا میں اس کی رقم غریب اہل حدیث کو دینا چاہتا ہوں اس طرح ایک آدمی روزوں کا فدیہ بھی اسے دینا چاہتا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں اہل حدیث واجب قربانی سنت سمجھتے ہیں، اس لیے یہ رقم ان کو نہیں دینی چاہیے اور وہ روزے کی جگہ فدیہ جائز سمجھتے ہیں اس لے ان کو یہ رقم نہیں دینی چاہیے۔

آپ حضرات قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ آدمی جب مسلمان فقیر غیر سید ہو تو اس کو زکوۃ، قربانی کی رقم اور روزوں کا فدیہ دینا درست ہے، البتہ مذکورہ صفات والے شخص کے بجائے دیندار شخص کو دینا زیادہ بہتر ہے۔

"(مصرف الزکوۃ) وھو من لہ أدنی شئ وھو مادون نصاب اوقدرنصاب غیر نام"......(الھندیۃ: ۱/ ۱۸۷)

"قولہ :أدنی شئ ،المراد بالشئ النصاب النامی وبادنی ما دونہ فافعل التفضیل لیس علی بابہ کما اشار الیہ الشارح والاظھر أن یقول من لایملک نصابا نامیا لیدخل فیہ ما ذکرہ الشارح " ......(ردالمحتار:۷/ ۲۰۶،ب)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بنو ہاشم کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں سید خاندان رہتے ہیں، ان میں ایک بیوہ خاتون ہے اور وہ غریب ہے، میں اس سیدہ کو زکوۃ فطرانہ دینا چاہتا ہوں مگر سنا ہے کہ ان کو زکوۃ فطرانہ وغیرہ دینا درست نہیں کیا اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں اس کی مدد کرسکوں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں سیدہ کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

"ولایدفع إلی بنی هاشم وهم آل عباس و آل علی و آل جعفر و آل عقیل و آل الحارث بن عبدالمطلب كذافي الهداية ويجوز الدفع إلی من عداهم من بنی هاشم كذرية ابی لهب لأنهم لم يناصروا النبی ﷺ كذافي السراج الوهاج"......(الهندية: ۱/۱۸۹)

اس سے معلوم ہوا کے بنی ہاشم کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی، البتہ ان کو بطور ہدیہ، ہبہ تحفہ اور عطایا وغیرہ سے دے سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے خیراتی ہسپتال کیلئے بستر و دیگر استعمال کا سامان خریدنا:

مسئلہ نمبر(۴۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لاہور میں ایک فلاحی ادارہ ہے جس کے زیر انتظام غریبوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے، جس کے اخراجات ہسپتال میں قائم زکوۃ فنڈ سے ادا کئے جاتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں کیا کوئی شخص اپنی زکوۃ ادا کرسکتا ہے؟ عطیہ دے سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اسکی زکوۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کہ غریب غیر سید مسلمان کو بلاعوض مالک بنانا ضروری ہے، اس وجہ سے اگر اس زکوۃ سے صرف مستحق افراد کا علاج کیا جاتا ہے دوائی وغیرہ دی جاتی ہے تو زکوۃ ادا ہوجائے گی، اگر اس روپے سے ہسپتال کے بستر اور مشین یا دیگر سامان خرید لیا جائے یا غیر مستحق افراد پر خرچ کرتے ہوں تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"اما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا في الشرع كذافي التبيين"......(الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت میں چار مہینے لگانے کیلئے کسی کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تبلیغی جماعت میں گیا، اس کے پاس پیسے نہیں تھے وہ چار مہینے لگا رہا تھا اس کو کسی نے زکوۃ کے پیسے دیدیئے، یہ پیسے اس کے لیے لینا جائز تھے یا نہیں؟ پھر اس آدمی نے کہا کہ میرے لئے ان پیسوں سے کچھ چیزیں خرید لینا، پھر چیزیں خود اس نے دیں کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مستحق زکوۃ تھا تو اس کے لیے لینا جائز ہے ورنہ نہیں لے سکتا، مستحق ہونے کی صورت میں جب وہ مالک بن گیا تو دینے والے کے لیے کچھ چیزیں لانا لازم نہیں ہیں، اگر زکوۃ دینے والا اس کو کچھ چیزیں لانے پر مجبور کرتا ہے تو یہ جائز نہیں۔

" فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا في الشرع كذا في التبيين "......(الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

معلم یا معلمہ کو زکوۃ کی رقم میں سے تنخواہ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معلم یا معلمہ کو زکوۃ کی رقم سے تنخواہ دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ہمارے گھر کے پاس بچیوں کا ایک دینی مدرسہ کھلا ہے اور اس کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ معلمہ کی تنخواہ دے سکیں، میرے پاس بھی صرف زکوۃ کی رقم دینے کی گنجائش ہے، کیا میں مدرسہ کی معلمہ کو تنخواہ کے طور پر زکوۃ کی رقم دے سکتا ہوں؟ یا انتظامیہ کو رقم دوں چاہے وہ مدرسہ میں استعمال کرے یا چاہے وہ مدرسہ کے مدرس کی تنخواہ میں استعمال کر سکے؟ (جگہ بھی کرایہ پر ہے) اور اسی طرح امام مسجد کا مسئلہ ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ کے پیسے کسی مدرس کی تنخواہ میں نہیں دیئے جا سکتے کیونکہ زکوۃ کے ادا کرنے کے لیے کسی مستحق کو مالک بنانا شرط ہے اس لیے آپ زکوۃ کے پیسے مدرسہ میں دیا کریں۔

اور یہ وضاحت بھی دیا کریں کہ یہ زکوٰۃ کے پیسے ہیں پھر مدرسہ والے حیلہ تملیک کر کے مدرس کی تنخواہیں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

"یصرف إلی کلھم اوالی بعضھم تمیلکالاإلی بناء مسجدو کفن میت وقضاء دینه"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریبی رشتہ دار مستحقین کو زکوٰۃ دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے:

مسئلہ نمبر (۴۳۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بھائی غریب ہے کیا اس کو بہن زکوٰۃ دے سکتی ہے یا کہ نہیں؟ بہن غریب ہے کیا اس کو بھائی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

نیز رشتہ داروں میں سے کس کس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور کس کس کو نہیں دے سکتے؟ خوب وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگر کسی کا بھائی یا بہن غریب ہے نہ صرف ان کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے بلکہ اس کو صلہ رحمی اور زکوٰۃ کا دوہرا ثواب ملتا ہے، رشتہ داروں میں سے اصول اور فروع اور زوجین ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، باقی سب رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں اور رشتہ داروں کو دینا غیروں سے بہتر ہے، بشرطیکہ وہ مستحق ہوں اور مستحق غیر رشتہ دار اشد ضرورت مند نہ ہوں۔

"قوله (واصله وان علاوفرعه وان سفل) بالجرای لایجوزالدفع الی ابیه وجده وان علاولاالی ولده وولدولده وان سفل لان المنفعة لم تنقطع عن المملک من کل وجه کماقدمه فی تعریف الزکوة لان الواجب علیه الاخراج عن ملکه رقبة ومنفعة ولم یوجدفی الاصول والفروع الاخراج عن ملکه منفعة وان وجدرقبة وفی عبده وجدالاخراج منفعة لارقبة"......(البحر الرائق: ۲/ ۲۴۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غریب ماموں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۳۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زکوۃ کی رقم کس کو دینی چاہیے اور کس کو لگتی ہے اور کس کو نہیں؟ میرے ایک رشتہ دار ماموں ہیں ان کا کوئی کاروبار نہیں بچیوں کو دینی تعلیم دیکر گزارہ کرتے ہیں، کیا انکو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ ایک سالی ہیں ان کے بچے ہیں خاوند کھیتی باڑی کرتا ہے اتنے خوشحال نہیں کیا انکو زکوۃ دے سکتے ہیں؟ ایک ہمسایہ ہے، وہ کاروبار کوئی نہیں کرتا اس کا ایک بچہ زمینداری کرتا ہے، کیا ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟ دو بھابھیاں بیوہ ہیں ان کے دو بچے کام کرتے ہیں، کیا ان کو زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں رہنمائی فرمائیں؟

(۲) ہم دو دوستوں نے دکان لیکر کام شروع کیا ہم نے ایک ایک لاکھ رقم لگائی، کرایہ اور بجلی کا بل دینے کے بعد اتنا منافع نہیں ہوتا کہ گھر کا خرچہ نکل جائے کیا اس پر زکوۃ بنتی ہے یا کہ نہیں؟ اگر بنتی ہے تو کتنی؟ گزارہ ہم اپنی تنخواہوں سے چلاتے ہیں۔

(۳) ہمارے پاس دو موٹر سائیکل ہیں، ایک بچے کا ایک میرا، اس پر زکوۃ کتنی ہے؟

(۴) ہم اپنے گھر میں رہتے ہیں اس پر زکوۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) زکوۃ اصول اور فروع کو نہیں دی جاسکتی، میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے، اور نہ ہی ہاشمی کو دی جاسکتی ہے، ان کے علاوہ باقی ہر شخص کو زکوۃ دی جاسکتی ہے جو نصاب کا مالک نہ ہو اور نصاب ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے، یا اس کے بقدر مال کا آدمی مالک ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو پھر زکوۃ واجب ہے۔

”ولایدفع الی اصله وان علاوفرعه وان سفل“......(الهندية: ۱/۱۸۸)

(۲) مال تجارت اگر نصاب کو پہنچتا ہے تو اس کی زکوۃ ادا کرنی پڑے گی۔

(۳) ضرورت کی اشیاء میں رہائشی مکان پر زکوۃ نہیں ہے۔

”(ومنها فراغ المال) عن حاجة الأصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة“......(الهندية: ۱/۱۷۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

اشد ضرورت کے وقت حیلہ تملیک کے بعد مسجد کی تعمیر پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۴۴): محترمی ومکرمی جناب حضرت مفتی صاحب! گزارش ہے کہ ہم مسجد کے لئے پلاٹ خریدنا چاہتے ہیں ہمارے پاس رقم کم ہے، جبکہ ایک شخص زکوۃ کا پیسہ دینا چاہتا ہے، سوال یہ ہے کہ کس طرح اس پیسے کو خرچ کریں کہ اس کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے؟ اور مسجد کی خریداری کا بھی مسئلہ حل ہو جائے جواب کے لیے نہایت گزارش کی جاتی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ زکوۃ کا مال فقراء اور مساکین کا حق ہے، زکوۃ کی ادائیگی صرف اس وقت ہوگی جب اسے کسی مستحق کو (بلاعوض) تملیک کرادی جائے، اور مسجد میں یہ صفت نہیں پائی جاتی، لہذا مسجد میں زکوۃ کی رقم دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"وعلى هذا يخرجه صرف الزكوة إلى وجوه البر من بناء المسجد والرباط والسقايات وإصلاح القناطر وتكفين الموتى ودفنهم أنه لايجوز لما لايوجد التمليك اه".....(بدائع الصنائع: ۲/ ۳۹)

اگر مسجد کے لیے رقم کی اشد ضرورت ہو کہ اگر زکوۃ کی رقم نہ دی گئی تو مسجد نہیں بنے گی، تو پھر حیلہ تملیک کے ذریعے زکوۃ کی رقم مسجد میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے یہ رقم کسی فقیر کے تملیک کر دی جائے پھر فقیر کو کہہ دو کہ وہ اپنی خوشی سے ساری رقم مسجد میں دیدے اور واضح رہے کے حیلہ تملیک صرف ضرورت کے وقت کیا جاسکتا ہے ورنہ درست نہیں ہے۔

"وقال في الدر: وقدمنا ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم".....(الدر مع الرد: ۲/ ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فقیر غیر مقروض سے فقیر مقروض زکوۃ کا زیادہ مستحق ہے:

مسئلہ نمبر(۴۴۵): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے والد صاحب کے اکاؤنٹ سے انکو بتائے بغیر پیسے نکلوائے تھے جو کہ مبلغ چالیس ہزار تھے، اس کے علاوہ چند دوستوں سے پیسے لئے تھے ان

پیسوں سے میں نے ایک کاروبار شروع کیا جو نہ چل سکا مکمل طور پر ختم ہوگیا، اب میں قرض ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں، اور والد صاحب اور دوسرے قرض خواہ مسلسل مطالبہ کررہے ہیں، کیا میں زکوۃ وغیرہ کی رقم استعمال کرسکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر آپ واقعۃً مقروض ہیں تو آپ کے لیے زکوۃ کی رقم لینا جائز ہے، بلکہ مقروض (فقیر) شخص غیر مقروض فقیر کی نسبت زکوۃ کا زیادہ مستحق ہے، بشرطیکہ آپ سید نہ ہوں۔

"(ومدیون لایملک نصابافاضلاعن دینه) وفي الظهیریة الدفع للمدیون أولی منه للفقیر (قوله أولی منه للفقیر) أی أولی من الدفع للفقیر الغیر المدیون لزیادة احتیاجه"......(الدر مع الرد: ۲/۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ اور صدقات نافلہ کا مستحق کون ہے؟

مسئلہ نمبر (۴۳۶): بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم! مسئلہ یہ ہے کہ میں مریض آدمی ہوں، میرا کوئی کاروبار نہیں اور میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا ہوں، میری بیوی کے پاس ساڑھے تین تولے سونا ہے، میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے، وہ میرے پاس رہتے ہیں، گھر کا خرچ میں قرض لے کر پورا کرتا ہوں، قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا میں صدقہ یا خیرات لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب:

صورت مرقومہ میں آپ صدقاتِ نافلہ اور خیرات لے سکتے ہیں، البتہ صدقاتِ واجبہ اور زکوۃ لینے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی کے پاس اتنا مال نہیں ہے جو نصاب کو پہنچ جائے یا اتنا مال تو ہے لیکن وہ حاجت اصلیہ کے ساتھ مشغول ہے، مثلاً رہنے کے لیے گھر ہے، پہننے کے لیے کپڑے موجود ہیں، لیکن ان کے علاوہ کوئی نقدی رقم موجود نہیں ہے اور نہ ہی اتنا زیور ہے جو نصاب کو پہنچ جائے تو ایسی صورت میں یہ شخص فقیر ہے، صدقات، خیرات، زکوۃ وغیرہ لے سکتا ہے۔

"(ومنها الفقیر) وهو من له أدنی شيء وهو مادون النصاب أو قدر نصاب غیر نام

وھو مستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیة إذاکانت مستغرقة بالحاجة الخ"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۷)

"لابأس أن یعطی من الزکوۃ من له سکن ومایتأثث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم الخ "(الدرمع الرد: ۲/۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کی مستقل آمدن نہ ہو اور مقروض بھی ہو اس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام شریعت کے لحاظ سے اس مسئلہ کے بارے میں کہ

صورت احوال یہ ہے کہ تین آدمی ایک گھر کے کمانے والے ہیں جن کی ٹوٹل آمدنی آٹھ ہزار روپے ہے، جس سے گھر کے اخراجات نہایت مشکل سے پورے ہوتے ہیں، مگر تینوں آدمیوں کی آمدنی مستقل نہیں ہے جس سے ضرورت پوری ہو جائے، گھر کے اخراجات بدستور قائم رہتے ہیں، اس طرح وہ آدمی مبلغ پچیس، تیس ہزار روپے کا مقروض ہو چکا ہے، کیا ان حالات میں وہ آدمی زکوۃ وصدقات وفطرانہ کا حق دار ہے؟ اس بارے میں فتویٰ ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مذکورہ شخص اگر واقعۃً مقروض ہے تو ان کے لیے زکوۃ وفطرانہ کے پیسے لینا درست ہے خواہ ان کی آمدنی کتنی ہی ہو، بلکہ غیر مقروض مسکین کی بنسبت اس کو زکوۃ دینے کا زیادہ ثواب ہے۔

"(ومدیون لایملک نصابافاضلاعن دینه)وفی الظهیریة الدفع للمدیون أولی منه للفقیر(قوله أولی منه للفقیر) أی أولی من الدفع للفقیر الغیر المدیون لزیادۃ احتیاجه"......(الدرمع الرد: ۲/۶۷)

"(وصدقة الفطر کالزکوۃ فی المصارف) وفی کل حال (إلافی) جوازہ (الدفع إلی الذمی وعدم سقوطهابهلاک المال"......(الدرمع الرد: ۲/۸۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

گھر کا خرچہ پورا ہو رہا ہو لیکن مقروض ہونے کی وجہ سے زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۳۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کاروباری حالات کی وجہ سے مقروض ہوگیا تھا، زمین اور دکان دے کر قرض کی ادائیگی کی مگر ابھی بھی کچھ قرض باقی ہے، جس میں گھر کا کرایہ شامل ہے، مالک مکان پریشان کر رہا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ میں نے ایک دوست سے قرض حسنہ مانگا تھا وہ قرض حسنہ کی بجائے زکوۃ سے میری مدد کرنا چاہتا ہے اور میرے پاس پلاسٹک مولنگ مشین بھی ہے جس پر مزدوری کر کے گھر کا خرچہ چلا رہا ہوں، پوچھنا یہ ہے کہ میں زکوۃ کی رقم سے گھر کا کرایہ اور قرض اتار سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں سائل زکوۃ کی رقم سے اپنی جملہ مذکورہ ضروریات پوری کر سکتا ہے چاہے وہ کرایہ کی صورت میں ہوں یا قرض کی صورت میں ہوں اور زکوۃ بھی وصول کر سکتا ہے۔

"فإن كان من عليه الدين معسرا يجوز له أخذ الزكوة في أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل الخ"......(الهنديه: ۱/۱۸۹)

"باب المصرف هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالا من الفقير والعامل والمكاتب والمديون الخ"...... (البحر الرائق: ۲/۴۱۹)

"وقيدنا بكونه فارغا عن الحوائج الأصلية لأنه لو كان مستغرقا بها حلت فتحل لمن ملك كتبا تساوي نصابا وهو من أهلها للحاجة الخ"...... (البحر الرائق: ۲/۴۲۷)

"وهل له ان يخالف أمره لم أره والظاهر نعم اه.(قوله والظاهر نعم)وقال لأنه مقتضى صحة التمليك قال الرحمتي والظاهر أنه لا شبهة فيه لأنه ملكه إياه عن زكوة ماله وشرط عليه شرطا فاسدا والهبة والصدقة لا يفسدان بالشرط الفاسد اه"...... (الدر مع الرد: ۲/۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا جوان بیٹوں کے غریب باپ کو زکوۃ لینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۳۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مجھے زکوۃ دینا چاہتا ہے

اور میں مستحق زکوۃ بھی ہوں، مگر میرے دونوں جوان بیٹے ہیں اور بیروزگار و مستحق زکوۃ ہیں، زکوۃ دینے والے کو یہ تردد ہے کہ میرے بیٹے چونکہ جوان ہیں اسلئے میں مستحق زکوۃ نہیں ہوں، آیا انکا مجھے زکوۃ دینے سے ان کی زکوۃ ادا ہوجائے گی؟ نیز کیا میں ان پیسوں سے اپنی بچی کی شادی کرسکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں آپ کیلئے زکوۃ کی رقم لینا اوراس سے بچی کی شادی کرنا درست ہے بشرطیکہ آپ سید نہ ہوں۔

"(منها الفقير) وهو من له أدنى شئ وهو مادون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غير نامية إذاكانت مستغرق بالحاجة كذافي فتح القدير"......(الهنديه: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بہن بھائی کو زکوٰۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۳۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم بہن، بھائیوں کو دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

جو بہن بھائی نصاب کے مالک نہیں ہیں ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"ولا إلى من بينهما ولاد (قال الشامي) قيد بالولاد لجوازه لبقية الأقارب كالإخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى لأنه صلة وصدقة" ......

(ردالمختار: ۲/۶۹)

"والأفضل في الزكوة والفطر والنذور الصرف أولاً إلى الإخوة والأخوات الخ"......(الهنديه: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک فقیر کو زکوۃ کی کتنی مقدار دینی چاہیے؟

مسئلہ نمبر(۴۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو کتنی زکوۃ دینی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ایک آدمی کو نصاب سے کم زکوۃ دینی چاہیے بقدر نصاب دینا مکروہ ہے، لیکن اگر وہ شخص مقروض ہو تو نصاب یا نصاب سے زیادہ دینا بھی درست ہے۔

"وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً أو كان صاحب عيال بحيث (لو فرقه عليهم لا يخص كلاً) أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره اه"......(الردالمحتار: ۲/ ۷۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مؤذن کو زکوۃ دینے کا ایک مسئلہ:

مسئلہ نمبر(۴۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مؤذن جو خود بھی بیمار ہے اسکے پاس اتنا سونا چاندی بھی نہیں ہے جو نصاب کو پہنچے کیا ایسے شخص کو زکوۃ دینا درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے ذمہ کچھ قرض بھی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر مؤذن واقعی مقروض ہے اور اس کے پاس قرض کی رقم کے علاوہ ضروریات اصلیہ سے زائد اتنا سامان وغیرہ نہ ہو جسکی مالیت سے قرض بھی ادا ہو سکے اور مزید اتنا بچے کہ نصاب زکوۃ کو پہنچ جائے تو اس کو زکوۃ دینا درست ہے۔

"والغارم من لزمه دين لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه"......(الهداية: ۲/ ۲۲۱)

"(والغارمين) قيل الغارم الذي عليه الدين أكثر من المال الذي في يده أو مثله أو أقل منه لكن ما وراءه ليس بنصاب اه"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۵۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض شخص کو قرض اتارنے کے لیے قابل زکوۃ رقم سے قرض کو الگ کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۴۳): ایک آدمی، صاحب نصاب ہے اس کا ذریعہ آمدنی ایک عدد دکان ہے، بقول اس آدمی کے کہ گورنمنٹ نے ہمارے بازار (الحدید) کی تمام دکانیں گرادی ہیں، اس کے بعد عوامی دباؤ کی وجہ سے قدرے پیچھے کی قید لگا کر اسی جگہ کے مالکانہ حقوق دینے کے لیے تیار ہوگئی ہے، جس کی قیمت فی دکان ایک لاکھ ستر ہزار روپے مقرر کی گئی ہے، اس لیے وہ شخص چونکہ گورنمنٹ کا مقروض ہو چکا ہے، لہٰذا قرض اتارنے کے لیے قرض کی رقم کو قابل زکوۃ رقم سے الگ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں گورنمنٹ چونکہ بازار (الحدید) کی تمام دکانداروں کے لیے مالکانہ حقوق دینے کے لیے تیار ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے دکاندار مالک بن گئے ہیں، لیکن مقررہ قیمت کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے دکاندار گورنمنٹ کے مقروض ہیں تو اس قرض کو اتارنے کے لیے قابل زکوۃ رقم سے قرض کی رقم کو الگ کر سکتے ہیں، الگ کرنے کے بعد اگر اتنی رقم باقی ہو جو نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس شخص پر زکوۃ دینا واجب ہے، ورنہ نہیں۔

"ومنها أن لايكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنا فإن كان فإنه يمنع وجوب الزكوة بقدره حالا كان أو مؤجلا............ ولنا ماروي عن عثمان رضی اللہ عنہ أنه خطب في شهر رمضان وقال في خطبته (ألآ أن شهر زكاتكم قد حضر فمن كان له مال وعليه دين فليحسب ماله بما عليه ثم ليزكى بقية ماله) وكان بمحضر من الصحابة ولم ينكر عليه أحد منهم فكان ذلك إجماعا منهم على أنه لاتجب الزكاة في القدر المشغول بالدين، وبه تبين أن مال المديون خارج عن عمومات الزكاة"...... (بدائع الصنائع: ۲/۸۳)

"(قوله فلا زكاة على مكاتب الخ) (ومديون للعبد بقدر دينه) فيزكي الزائد إن بلغ نصابا الخ"...... (الدر مع الرد: ۲/۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زیرِ تعمیر مدرسہ اور طلبہ کے لیے زکوۃ وصدقات واجبہ جمع کرنا:

مسئلہ نمبر(۲۲۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس نیت سے کہ مستقبل میں ایک مستقل مدرسہ جس کے لیے کمرے تعمیر کیے جائیں گے، باقاعدہ تعمیر جاری ہے اور دیگر اخراجات کیے جائیں گے مدرسہ قائم ہوگا،مندرجہ بالا صورت حال میں صدقات کا فنڈ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا ہم زکوۃ وصدقات فطرانہ کی رقوم مندرجہ بالا صورت حال میں جمع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کئی سال تک جمع کر کے رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ امید ہے کہ تحریری جواب جلدی عنایت فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علم نافع میں مزید اضافہ فرمائے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

تعمیر مدرسہ کے لیے زکوۃ وصدقات واجبہ کا فنڈ لینا جائز نہیں، ہاں طلبہ کے لیے فنڈ جمع کرنا جائز ہے اور صدقات نافلہ تعمیر مدرسہ کے لیے جائز ہے اور کئی سالوں کے لیے جمع کر کے رکھ سکتے ہیں، لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک سال سے زائد کے لیے جمع نہ کیے جائیں (بلا ضرورت)۔

" قال في الهداية لايبنى بها(الزكوة) مسجدولايكفن بهاميت لانعدام التمليك وهوالركن قال في فتح القديرفإن الله تعالى سماهاصدقة وحقيقة الصدقة تمليك المال من الفقير"......(فتح القدير: ۲/۲۰۷)

"لايصرف(إلى بناء)نحو(مسجدو)في الشامية كبناء القناطروالسقايات واصلاح الطرقات وكرى الأنهاروالحج والجهادوكل مالاتمليك فيه"......(ردالمحتار: ۲/۶۸)

"التاسعة وقف على عمارة المسجدعلى أن مافضل من عمارته فهوللفقراء فاجتمعت الغلة والمسجدغيرمحتاج إلى العمارة قال الفقيه أبوبكرتحبس الغلة لأنه ربمايحدث بالمسجدحدث وتصيرالأرض بحال لاتغل"......(البحرالرائق: ۵/۲۶۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا مستحق زکوۃ شخص زکوۃ کی رقم کو اپنے تمام جائز امور میں خرچ کرسکتا ہے؟:

مسئلہ نمبر(۴۳۵): بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم !سائل بچوں اور بچیوں کو گھروں میں جا کر دینی تعلیم دیتا ہے جس سے گھر کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے، دوماہ پہلے ایک فیکٹری میں جا کر قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی تھی وہاں سے مجھے دوہزارروپے مل جایا کرتے تھے لیکن وہ سلسلہ بھی بند ہوگیا ہے، کرائے کے مکان میں رہتا ہوں ذریعہ آمدنی نہ ہونے کے برابر ہے، جو پیسے آتے ہیں وہ کرائے کے مکان اور بلوں وغیرہ میں چلے جاتے ہیں؟

سائل آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا زکوۃ کے پیسے سائل استعمال میں لاسکتا ہے؟ یا کسی سے لے کر استعمال کرسکتا ہے؟ اپنے بچوں کو زکوۃ کے پیسوں سے گاؤں بھیجنا چاہتا ہوں، آپ مجھے برائے مہربانی بتائیں کہ ہم زکوۃ کے پیسے استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں اگر آپ زکوۃ کے مستحق ہیں اور صاحب نصاب نہیں ہیں یعنی آپ کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر گھر میں ضرورت سے زیادہ سامان نہ ہوں اور آپ سید بھی نہیں ہیں تو آپ زکوۃ لے سکتے ہیں اور زکوۃ لے کر اپنے بچوں پر اور اپنی دیگر ضروریات پر خرچ کرسکتے ہیں۔

”قوله (هو الفقير وهو من له أدنى شئ) أى دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (ومسكين من لاشئ له) “......(الدر مع الرد؛۲/۶۴)

”قوله (هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالا من الفقير)أى المصرف الفقير والمسكين،والمسكين أدنى حالا وفرق بينهما في الهداية وغيرها بأن الفقير من له أدنى شئ والمسكين من لاشئ له وقيل على العكس ولكل وجه والأول هو الأصح وهو المذهب كذافي الكافي والأولى أن يفسر الفقير بمن له مادون النصاب كما في النقاية أخذا من قولهم يجوز دفع الزكوة إلى من يملك مادون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة“......(البحر الرائق:۲/۴۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا دور کے رشتہ داروں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۴۶): محترم ومکرم حضرت مفتی صاحب میرے ذمہ زکوۃ کی کچھ رقم ہے آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ کیا میں یہ دور کے رشتہ داروں کو دے سکتی ہوں کہ نہیں؟ ان کا مکان تو اپنا ہے لیکن کافی بچے ہیں، آمدنی کم ہے کیا اس فیملی کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر ارشاد فرمائیں کہ آج کل کن لوگوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے اور کن کو نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کی رقم اپنے اصول وفروع کو نہیں دی جاسکتی اور زوجین آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیں، ان کے علاوہ اپنے رشتہ داروں کو دے سکتے ہیں جو نصاب کے مالک نہ ہوں اور ہر ایسے مسلمان شخص کو زکوۃ دے سکتے ہیں جو سید نہ ہو اور نصاب کا مالک نہ ہو۔

”(لا إلی من بینهما ولاد ولو مملوکا لفقیر) أی بینه وبین المدفوع إلیه لأن منافع الإملاک بینهم متصلة فلا یتحقق التملیک علی الکمال هدایة والولاد بالکسر مصدر ولدت المرأة ولادة و ولادا مقرب أی أصله وإن علا کأبویه وأجداده وجداته من قبلهما وفرعه وإن سفل ....(أو زوجة ولو مبانة) أی فی العدة ولو بثلاث نهر عن معراج الدرایة“......

(ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب کو حج کی ادائیگی کے لیے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۴۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نصاب کا مالک ہے اس کو حج کرنے کے لیے زکوۃ کی رقم دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صاحب نصاب آدمی کو حج کرنے کے لیے زکوۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے۔

”(و) لا إلی (غنی) یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلیة من أی مال کان“......(ردالمحتار علی الرد: ۲/ ۷۰)

”ولاتدفع إلى غني لقوله عليه السلام لاتحل الصدقة لغني“......(الهداية: ۱/ ۲۲۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

بنات کا مدرسہ چلانے کے لیے زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۴۲۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک مدرسہ بچیوں کے لیے کھول رکھا ہے، جس میں قرآن پاک ناظرہ، تفسیر، احادیث (ریاض الصالحین) فقہ (بہشتی زیور اور تسہیل قدوری) اور عربی لغت بھی پڑھانے کا انتظام موجود ہے، شروع میں مدرسہ کا بخوبی کام ہوتا تھا، اب جب کہ طالبات کی تعداد بڑھ رہی ہے اور تعلیم و تعلم بھی بڑھ رہا ہے اور اس کے علاوہ معلمات کے لیے ایک خادمہ کی بھی ضرورت ہے، مشاہرہ میں حوصلہ افزائی کی بھی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ، اب سوال یہ ہے کہ زکوۃ وغیرہ کی رقم تملیک کر کے طالبات پر جیسے چاہیں خرچ کر سکتے یا نہیں؟ جبکہ ذاتی طور پر ایسا کرنا صحیح نہیں لگتا، اس میں کراہیت بھی ہے، مہربانی فرما کر مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سخت مجبوری اور اشد ضرورت کی بناء پر حیلہ کرنے کی گنجائش دی گئی ہے جب کہ آپ کی ضروریات مدرسہ کی کسی اور طرح پوری نہیں ہوتی پھر وہ رقم فقراء اور مساکین کے لیے زکوۃ کے حق سے وصول کی جا سکتی ہے، بصورت حیلہ تملیک کروا کے مدرسہ کے اخراجات ایسی رقم سے پورے کئے جاسکتے ہیں، بغیر ضرورت کے استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس کو فقہاء کرام نے مکروہ قرار دیا ہے۔

”والحيلة في التكفين بهاالتصدق بهاعلى فقيرثم هويكفن فيكون الثواب لهماو كذافي تعمير المساجد“......(الأشباه والنظائر: ۳۹۸)

”فرع “يكره أن يحتال في صرف الزكاة إلى والديه المعسرين بأن تصدق بهاعلى فقيرثم صرفهاالفقيرإليهما كمافي القنية قال في شرح الوهبانيةوهي شهيرة مذكورة في غالب الكتب“......(ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

فقیر کے گھر میں ٹی وی ہوتو اسے زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۴۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت بیوہ ہے اس کے بچے بھی اس کی کفالت میں ہیں، اور اس کے گھر ٹی وی ہے، تو کیا اسے زکوۃ دینا جائز ہے؟ اور زکوۃ دینے والے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اور کیا اس کے ذمہ سے زکوۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں ٹی وی حاجت اصلیہ میں سے نہیں ہے اگر اس کی مالیت نصاب مال سے زیادہ ہو تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور اگر نصاب سے کم ہو تو زکوۃ ادا ہو جائے گی، بشرطیکہ عورت کے پاس کوئی اور قابل زکوۃ مال نہ ہو جو ٹی وی کی قیمت سے مل کر نصاب پورا کردے، واضح رہے کہ ٹی وی کو اس کے مفاسد کثیرہ کی وجہ سے گھر میں رکھنا جائز نہیں۔

"قال في البدائع قدر الحاجة هو ماذكره الكرخي في مختصره فقال لابأس أن يعطى من الزكاة من له مسكن ومايتأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة اه".....(ردالمحتار: ۲/ ۷۰)

"مصرف الزكوة والعشر (هو فقير وهو من له أدنى شئ) أى دون نصاب أوقدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة(ومسكين من لاشئ له)على المذهب اه".....(ردالمحتار: ۲/ ۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

پیشہ ورانہ فنی تربیتی اداروں میں زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۵۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت پنجاب نے بے روزگاری ختم کرنے کے لیے غریب عوام کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے زکوۃ کے مستحق طلباء کو پیشہ ورانہ تربیت دینے کا پروگرام بنایا ہے تاکہ وہ ہنر سیکھ کر خود اپنی روزی کما سکیں اور معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل کرسکیں، حکومت پنجاب نے پیشہ ورانہ فنی ادارے کھولے ہیں اس میں زکوۃ کونسل مستحق طلباء کو زکوۃ کے فنڈ سے وظیفہ دیتی ہے، ہر مستحق

زکوۃ طالب علم کو پچیس سو روپے کے حساب سے وظیفہ دیا جاتا ہے، جس میں سے وہ صرف پانچ سو روپے وصول کرتا ہے اور باقی دو ہزار روپے ادارے کا خرچ بذریعہ تملیک ادارے کو منتقل کر دیتا ہے، اسی رقم سے انتظامیہ اپنے اخراجات چلاتے ہیں، اساتذہ کی تنخواہیں مشینری خریدتے ہیں، بلوں کی ادائیگی اور باقی تمام اخراجات شامل ہیں، اب حکومت کے کچھ افراد نے اعتراض کیا ہے کہ یہ زکوۃ کے پیسوں سے اساتذہ کی تنخواہیں، مشینری کی خرید اور بلڈنگ کی دیکھ بھال وغیرہ خرچ نہیں کی جاسکتی، لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ مندرجہ بالا بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ زکوۃ فنڈ کے ذریعے سے بذریعہ تملیک زمین، بلڈنگ اور مشینری کی خریداری اور اساتذہ کی تنخواہیں دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں انتظامیہ زکوۃ فنڈ سے ہر طالب علم کو ماہانہ مذکورہ رقم تملیک کر کے دیتی ہے پھر دو ہزار فیس کے طور پر طالب علم انتظامیہ کے پاس جمع کرواتا ہے، انتظامیہ اس رقم کو اپنے اخراجات میں خرچ کر دیتی ہے، اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ درست ہے، واضح رہے کہ ہاشمی یا سید خاندان میں سے کسی کو زکوۃ نہیں دے سکتے، نیز واضح رہے کہ اگر انتظامیہ پیسے طلباء کو قبضے میں دینے سے قبل ہی کٹوتی کر لیتی ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"ویشترط أن یکون الصرف (تملیکا) لا إباحۃ کمامر اہ"......(الدر مع الرد: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سادات کے لیے زکوۃ فنڈ سے تعلیمی وظائف لینا جائز نہیں:

مسئلہ نمبر(۳۵۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا تعلق اہل سنت والجماعت (دیوبندی) مسلک سادات گھرانے سے ہے اور بی۔اے کی طالبہ ہوں، مجموعی ماہانہ آمدنی دو ہزار روپے (والد صاحب کی پنشن ہے) پانچ افراد خانہ میں بہن بھائی بے روزگار ہیں سخت مالی مشکلات کا سامنا ہے جس کے باعث میں تعلیم جاری رکھنے سے قاصر ہوں، گزشتہ دنوں کالج والوں نے ضلعی فنڈ سے مستحق طلباء کے تعلیمی وظائف کے فارم مستحق طلباء میں تقسیم کیے تھے، ایک فارم میرے پاس موجود ہے جس کی ایک کاپی میں ساتھ بھیج رہی ہوں تاکہ آپ زکوۃ فنڈ کی نوعیت کا جائزہ لے سکیں اور شرعی احکامات کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں، کہ سادات کے گھرانے

سے تعلق رکھنے کے باوجود اس زکوۃ فنڈ والی رقم سے اپنی تعلیم کے اخراجات پورے کرنا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے قیام وطعام اور دیگر تعلیمی اخراجات کا بندوبست اکثر زکوۃ فنڈ سے اور عطیات وغیرہ سے کیا جاتا ہے، اس پس منظر میں ارشاد فرمائیں کہ تعلیمی اخراجات کے لیے مذکورہ فنڈ سے پیسے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

سادات کو زکوۃ کا مال استعمال کرنا شرافت نسب کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔

”ولا یصرف إلی بناء مسجد...... ولا إلی بنی هاشم“......(الدر مع الرد: ۲/۶۸، ۷۲)

مدارس دینیہ میں سادات کے کھانے کا انتظام زکوۃ وصدقات سے نہیں کیا جاتا، دوسری مد سے کیا جاتا ہے اور وسعت والے تو مدرسہ کا کھانا کھاتے ہی نہیں۔

”ولا یدفع إلی بنی هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث بني عبدالمطلب کذافي الهدایة ....هذافي الواجبات کالزکاة والنذروالعشر والکفارة فأما التطوع فیجوز الصرف إلیهم کذافي الکافي“......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے مدرسہ کے لیے طعام خرید کر دینا:

مسئلہ نمبر (۴۵۲): ایک شخص صاحب نصاب ہے اور اپنے مال کی زکوۃ نکالتا ہے زکوۃ کی رقم دینی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتا ہے، جیسے مدرسہ دینیہ کے طعام کی مد، یا مدرسہ کے لیے زمین خریدنا اور اس قسم کے مختلف النوع اخراجات کی مد میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر مدرسہ میں ہر طالب علم کو طعام تقسیم کر کے دیا جاتا ہے تو اس میں زکوۃ کے مال سے مدد کرنا جائز ہے اور زکوۃ ادا ہو جائے گی، جبکہ اجتماعی صورت میں اباحت ہوتی ہے تملیک نہیں ہوتی لہٰذا اجتماعی صورت

میں کھلانے سے زکوۃ ادانہیں ہوگی، باقی مدرسے کے لیے زمین خریدنا زکوۃ کے مال سے جائز نہیں، کیونکہ مدرسہ اہلِ تملیک میں سے نہیں ہے، بالجملہ ہروہ نیک کام جس میں تملیک نہیں پائی جاتی اس میں زکوۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس سے زکوۃ ادا ہوگی۔

”ويشترط أن يكون الصرف (تمليكا) لا إباحة كمامر لا يصرف (إلى بناء) نحو (مسجد) وفي ردالمحتار قوله تمليكافلايكفي فيهاالإطعام إلابطريق التمليك ولوأطعمه عنده ناويا زكوته لاتكفي ط وفي التمليك إشارة إلى أنه لايصرف إلى مجنون وصبي غيرمراهق إلاإذاقبض لهمامن يجوزله قبضه كالأب والوصي وغيرهماويصرف إلى مراهق يعقل الأخذكمافي المحيط قهستاني وتقدم تمام الكلام على ذلك اول الزكوة (قوله نحومسجد) كبناء القناطروالسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهاروالحج والجهادوكل مالاتمليك فيه زيلعي اه“......(الدرمع الرد: ۲/ ۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا بیٹی یا اس کی اولاد کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۵۳): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے آٹھ سال پہلے میری بیٹی کی شادی ہوئی، اس کی دو بیٹیاں ہیں اس کا خاوند شروع سے تنگ کر رہا تھا روزی نہیں کماتا تھا، اب عرصہ چار ماہ سے وہ گھر سے چلا گیا ہے یہ کہہ کر کہ میں تمہیں نہیں کما کر کھلا سکتا، اب اس غم کی وجہ سے میری بیٹی بیمار ہوگئی ہے اور اب ہم اپنی بیٹی اور اس کی دو بیٹیوں کو گھر لے آتے ہیں، اور یہ بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہے کہ مجھ سے فیصلہ لے لو مگر ہم نے کچھ نہیں کہا اور نہ طلاق لی، اب میری بیمار بیٹی کہتی ہے کہ اس نے شروع سے مجھ کو بہت تنگ کیا ہے اور پریشان کر رکھا ہے، اب اگر وہ کہے تو بھی اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی، ان حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ اگر ہم کو توفیق دے تو کیا ہم ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی بھی سہارا نہیں ہے، جواب کے لیے عاجزانہ منتظر رہوں گا۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بیٹی یا اس کی اولاد کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی، البتہ اس صورت میں صدقات نافلہ دے سکتے ہیں، البتہ دوسری مد سے اس کی خوب امداد کی جائے اور اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

"(قوله وإلى من بينهماولاد) أى بينه وبين المدفوع إليه لأن منافع الأملاک بينهم متصلة فلايتحقق التمليک على الكمال هداية والولادبالكسر......وشمل الولادبالنكاح والسفاح فلايدفع إلى ولده من الزناولاإلى من نفاه كماسيأتى وكذاكل صدقة واجبة كالفطرة والنذروالكفارات أماالتطوع فيجوزبل هوأولى كمافى البدائع اه"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

"(قوله واصله وان علاوفرعه وان سفل)وقيدباصله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوزالدفع لهم"...... (البحرالرائق: ۲/ ۴۲۵)

"(قوله والى من بينهماولاد)وقيدبالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۵)

"يجوزدفع الزكاة الى من سوى الوالدين والمولودين من الاقارب"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۶۲)

"(واصله وان علاوفرعه وان سفل وزوجته وزوجهاوعبده ومكاتبه ومدبره وام ولده) اى لايجوزدفع الى اصوله وهم الابوان والاجدادوالجدات من قبل الاب والام وان علوااولاالى فروعه وهم الاولادواولادالاولادوان سفلوا"......(تبيين الحقائق: ۱/ ۳۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ اور چرم قربانی کی رقم مدرسہ کی مختلف ضروریات میں خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۳۵۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

۱۔ زکوۃ کی رقم اور چرم ہائے قربانی کی رقم مدرسہ کی عمارت میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ طلباء کے لیے دریاں، کتابیں رکھنے کے لیے تپائی وغیرہ خریدی جاسکتی ہیں؟

۳۔ اساتذہ صاحبان کی تنخواہ دی جاسکتی ہے؟

۴۔ طلباء حضرات کے والدین بھی آتے ہیں، کیا ان کی مہمان نوازی بھی کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

۵۔ مدرسہ میں جو اجلاس ہوتے ہیں ان میں خرچ کر سکتے ہیں؟

۶۔ مدرسہ کے منتظمین کی ضروریات یا ان کے سفر کے لیے استعمال کی جا سکتی ہے؟ (کرایہ وغیرہ) کیونکہ ہم چند ساتھی اپنے گاؤں میں مدرسہ کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں، ہماری خواہش ہے کہ ہم شریعت مطہرہ کے مطابق کام کریں بلکہ عملی زندگی میں بھی ثابت قدمی ہو۔

الجواب باسم الملک الوہاب

زکوۃ و چرمہائے قربانی کی رقم مذکورہ تمام صورتوں میں لگانا ناجائز ہے، کیونکہ زکوۃ اور چرمہائے قربانی کی رقوم مستحق کو تملیک کرانا ضروری ہے جو کہ یہاں نہیں پائی جارہی، البتہ اگر حیلہ تملیک کرلیا جائے (یعنی فقیر طلباء اس رقم کو لیکر اپنی رضامندی سے دیں یا ان کی طرف سے وکیل بن کر ان کی رضامندی سے اساتذہ لیں) تو اس کے بعد ان امور میں مذکورہ رقم صرف کی جا سکتی ہے، البتہ فضول تصرف سے احتراز کیا جائے۔

"لایصرف (إلی بناء) نحو (مسجد) کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الأنھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ زیلعی"......(ردالمحتار: ۲/ ۲۸)

"أما رکن الزکوۃ فرکن الزکاۃ ھو إخراج جزء من النصاب إلی اللہ تعالی وتسلیم ذالک إلیہ یقطع المالک یدہ عنہ...... وھو المصدق"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۴۲)

" ویشترط أن یکون الصرف (تملیکا) لا إباحۃ......ان الحیلۃ أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمرہ بفعل ھذہ الأشیاء وھل أن یخالف أمرہ لم أرہ والظاھر نعم"......(الدر المختار: ۲/ ۲۸)

"ویتصدق بجلدھا أو یعمل منہ نحو غربال أو جراب لأنہ جزء منھا ......ولا یبیعہ بالدراھم لینفق الدراھم علی نفسہ وعیالہ الخ"......(البحر: ۸/ ۳۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کھال اگر بیچی جائے تو قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے لہٰذا اس میں دیگر صدقات واجبہ کی طرح تملیک ضروری ہے۔

"فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه"......(الدر على الرد: ۵/ ۲۳۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے مستحق افراد کی شادی کروانا:

مسئلہ نمبر(۴۵۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم میں سے مستحقین زکوۃ نوجوان بچوں اور بچیوں کی شادی کروانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں اگر نوجوان بچے اور نوجوان بچیاں زکوۃ کے مستحق ہیں تو ان کو زکوۃ کے پیسوں سے شادی کے لیے سامان لیکر تملیک کر کے دینا یا نقد رقم تملیکا دینا جائز ہے۔

"قوله (هو الفقير وهو من له أدنى شئ) أي دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (والمسكين من لاشئ له)"......(الدر مع الرد: ۲/ ۶۴)

"قوله (هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالا من الفقير) أي المصرف الفقير والمسكين، والمسكين أدنى حالا وفرق بينهما في الهداية وغيرها بأن الفقير من له أدنى شئ والمسكين من لاشئ له وقيل على العكس ولكل وجه والأول وهو الأصح وهو المذهب كذا في الكافي والأولى أن يفسر الفقير بمن له مادون النصاب كما في النقاية أخذا من قولهم يجوز دفع الزكاة إلى من يملك مادون النصاب أو قدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة"......

(البحر الرائق: ۲/ ۴۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

نفلی صدقات وخیرات کا خود استعمال کرنا اور گھر والوں پر خرچ کرنا:

مسئلہ نمبر(۴۵۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ وخیرات کو گھر میں آدمی خود استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

نفلی صدقہ اہل وعیال پر صرف کرنا جائز ہے،اورخود بھی اس میں سے کھاسکتا ہے،البتہ زکوۃ خود استعمال نہیں کرسکتے۔

"(قوله بل في الظهيرية)إضراب انتقالي عن عدم كراهة نقلهاإلى القرابة إلى تعين النقل إليهم وهذانقله في مجمع الفوائدمعزياللأوسط عن أبي هريرة مرفوعاإلى النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال ياأمة محمدوالذي بعثني بالحق لايقبل صدقة من رجل وله قرابة محتاجون إلى صلته ويصرفهاإلى غيرهم" ...... (ردالمحتار: ۲/۷۵)

"وفي القهستاني والأفضل إخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه وعماته ثم أخواله وخالاته ثم ذووأرحامه ثم جيرانه"......(ردالمحتار: ۲/۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بینک کے مقروض کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۵۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شریف النفس اوردیندارآدمی ہے،اس نے بینک سے کسی مجبوری کے تحت قرضہ لیا ہے اب وہ بینک کاقرضہ اورسودلوٹاناچاہتا ہے،مگراتنی استطاعت نہیں،اگرزکوۃ کے پیسے سے اس کی مددکی جائے توزکوۃ اداہوجائے گی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ شخص کی مدد زکوۃ کے پیسوں سے درست ہے زکوۃ اداہوجائے گی،البتہ اس کوسابقہ کئے ہوئے گناہ پرتوبہ کرناضروری ہے۔

"قوله تعالى:"انماالصدقات للفقراء ....والغارمين وفي سبيل الله"...... (الآية)

"والغارمون بصرف نصيبهم لأرباب الديون وكذالك في سبيل الله تعالى الخ"...... (البحرالرائق: ۲/۴۲۱)

"(والمدیون)أطلقه کالقدوری وقیده فی الکافی بأن لایملک نصابافاضلاعن دینه لأنه المرادبالغارم فی الآیة وهوفی اللغة من علیه دین ولایجدقضاء کماذکره القتبی ....وفی فتاوی ظهیریة:والدفع إلی من علیه دین أولی من الدفع إلی الفقیر الخ"......(البحر الرائق: ۲/۲۲۴)

"(ومدیون)هوالمرادبالغارم فی الایة وذکرفی الفتح مایقتضی أنه یطلق علی رب الدین أیضافإنه قال..... والغارم من علیه الدین ولایجدوفاء ......الخ"......(الدرمع الرد: ۲/۶۶)

"ومنهاالغارم وهومن لزمه دین ولایملک نصابافاضلاعن دینه أوکان له مال علی الناس لایمکنه أخذه کذافی التبیین والدفع إلی من علیه الدین أولی من الدفع إلی الفقیر کذافی المضمرات"......(الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس پر قربانی واجب ہو اور زکوۃ واجب نہ ہو کیا وہ زکوۃ لے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۵۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر قربانی واجب ہے مگر زکوۃ واجب نہیں کیا یہ شخص زکوۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں جو شخص صاحب نصاب زکوۃ نہ ہو مگر صاحب نصاب صدقۃ الفطر وقربانی ہو اس کو زکوۃ لینا جائز نہیں۔

"وبه أی بهذاالنصاب تحرم الصدقة کمامروتجب الأضحية"......(الدر المختار: ۱/۱۱۷)

"قوله تحرم الصدقة أی الواجبة أماالنافلة فإنمایحرم علیه سؤالهاوإذاکان النصاب المذکورمستغرقابحاجته فلاتحرم علیه الصدقة" ......(ردالمحتار: ۲/۷۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مستحق شخص کا پلاٹ کی خریداری کے لیے زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۴۵۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی محمد فاروق کی ماہوار آمدنی 4800 روپے ہے، مکان کرائے پر بمعہ بل 1500 زیور ایک تولہ بھی نہیں ہے اور ایک واٹر کولر اور ایک واشنگ مشین ہے، ہم دو میاں بیوی ہیں اور چار بچے ہیں، اس میں ایک معذور ہے اور ان کا سکول کا خرچہ پندرہ سو روپے ہے، اور مجھ پر 4500 روپے قرضہ ہے، اور میں پانچ مرلے کا پلاٹ لینا چاہتا ہوں جس کی قیمت 75000 روپے ہے، اور کچھ لوگ بطور زکوۃ میری مدد کرنا چاہتے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ کیا میں ان پیسوں سے اپنی قرض اتار سکتا ہوں؟ یا ان پیسوں کے ساتھ پلاٹ کا ایڈوانس لے کے دے سکتا ہوں؟ یا میں اپنی مرضی کروں؟ اس صورت میں مجھ پر زکوۃ ہے یا نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں آپ کی آمدن خرچ اور قرض وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ پر زکوۃ فرض نہیں، پلاٹ کی خریداری کے لیے آپ زکوۃ لے سکتے ہیں، مگر اتنی رقم نہیں کہ آپ خود صاحب نصاب ہو جائیں۔

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكوة عليه"......(الهداية: ۱/۲۰۲)

"ويكره أن يدفع إلى واحد مائتي درهم فصاعدا وان دفع جائز اه"......(الهداية: ۱/۲۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بھتیجے یا بھتیجی کو زکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۴۶۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری حقیقی بھتیجی جو کہ اپنے بھائی کے ساتھ رہتی ہے، میرے بھائی اور بھابھی ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے تھے، آج کل اس کی شادی کی تیاری چل رہی ہے، مگر وہ غریب ہونے کی وجہ سے لڑکے والوں کی ڈیمانڈ پوری نہیں کر پا رہے، تو کیا میں ان کو زکوۃ دے سکتا ہوں یا کسی بالکل فقیر کو دینی چاہیے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

آپ اپنی بھتیجی کو زکوۃ دے سکتے ہیں بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ زکوۃ، صدقہ، فطرانہ وغیرہ

میں افضل یہ ہے کہ پہلے اپنے بھائی، بہنیں یاان کی اولاد کو دی جائے، اگر ان میں سے کوئی مستحق زکوۃ نہ ہو تو پھر دوسروں کو دیں۔

”والأفضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف اولا إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم“......(الهندية: ١/ ١٩٠)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیاداماد کوزکوۃ دینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۶۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے شوہر یعنی اپنے داماد کو جو کہ تنگ دست ہے، زکوۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مذکورہ صورت میں عورت اپنے داماد کوزکوۃ کی رقم دے سکتی ہے، اگر داماد غریب اور تنگ دست ہے اور سید نہیں ہے۔

”قال في التاتارخانية وفي تجنيس خواهرزاده ويجوز أن يعطي امرأة أبيه وابنه وزوج ابنته اه“......(التتارخانية: ٢/ ٢٠٦)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیامزکی کاوکیل اپنے بیٹے کوزکوۃ دے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۶۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کوزکوۃ کی رقم دے کر یہ کہے کسی مستحق کو دے دو اور اس شخص کا اپنا بالغ لڑکا مستحق ہو تو کیا وہ شخص اپنے بالغ بیٹے کوزکوۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں وہ شخص اپنے بالغ بیٹے کوزکوۃ کی رقم دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ سید نہ ہو۔

"والوکیل إذا اعطی ولده الکبیر أو الصغیر أو امرأته وهم محاویج جائز ولا یمسک شیئا کذا فی الخلاصة اھ" ...... (الهندیة: ۱/ ۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جعفری سید کون ہیں؟ کیا جعفری سید کو یا اس کی بیوی کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

مسئلہ نمبر (۳۶۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کے کوائف درجہ ذیل ہیں اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

۱۔ زید اپنے کو جعفری اور سید کہتا ہے جعفر طیارؓ کی اولاد کہتا ہے، کیا سید اور بنی ہاشم کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

۲۔ کیا حضرت جعفر صادق اور جعفر طیارؓ ایک ہی بزرگ ہیں؟

۳۔ زید ملازم ہے، بیوی ماں اور تین بیٹوں کا کفیل ہے، مشکل سے گزر بسر ہوتی ہے، کیا زید کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

۴۔ زید کی بیوی زکوۃ دینے والے کی بیٹی ہے، کیا بیٹی کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

۱۔ جعفری سید اور بنی ہاشم کو زکوۃ دینا شرافت نسب کی وجہ سے جائز نہیں۔

۲۔ جعفر طیار صحابہ کرامؓ میں ایک صحابی گزرے ہیں جو حضور ﷺ کے ابن عم اور حضرت علیؓ کے سگے بھائی تھے، آپ کا نام جعفر کنیت ابو عبداللہ، والد کا نام عبد المناف (ابو طالب) اور والدہ کا نام فاطمہ ہے، ۸ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے، اس وجہ سے ایک عرصہ تک حضور ﷺ کو شدید غم رہا، یہاں تک کہ روح الامین نے آکر بشارت دی کہ خدا نے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوں کے بدلہ دو نئے بازو عنایت کیے ہیں جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں، چنانچہ اس وقت آپؓ ذوالجناحین اور طیار کے ساتھ ملقب ہوئے۔ (سیر الصحابہ: ۲/ ۱۶۰)

جعفر بن محمد الملقب بہ صادق ہے یہ تابعی ہے اس کی کنیت بھی ابو عبداللہ ہے یہ فرقہ امامیہ کے چھٹے امام ہیں اور امام محمد باقر کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب پیدائش ۸۰ھ مدینہ میں ہوئی۔ (سیر الصحابہ: ۷/ ۶۷)

۳۔ زید سے مراد اگر وہی زید ہے جو سید اور جعفر طیار کی اولاد کہتا ہے تو اس کو زکوۃ دینا درست نہیں، کیونکہ شریعت

کی رو سے سید اور بنی ہاشم شرافت نسب کی وجہ سے مستحق زکوۃ نہیں، اور اگر زید سے مراد کوئی اور زید ہے تو اگر وہ سید اور بنو ہاشم نہیں ہے اور صاحب نصاب نہیں تو اس کو زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

۴۔ زید کی بیوی اگر زکوۃ دینے والے کی بیٹی ہے تو اس کو زکوۃ دینا جائز نہیں، البتہ زید جو کہ داماد ہے اگر مستحق ہے تو اس کو دے سکتے ہیں۔

"تصرف الزكاة إلى أولاد كل إذا كانوا مسلمين فقراء إلا أولاد عباس وحارث وأولاد أبي طالب من علي‌ؓ وجعفرؓ وعقيل"......(ردالمحتار ۲/۲۷)

"لايجوز الدفع لهم لحديث البخاري "نحن أهل بيت لاتحل لنا الصدقة" ولحديث أبي داؤد "مولى القوم من أنفسهم وإنا لاتحل لنا الصدقة" ......
(البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

"ولايدفع إلى بني هاشم وهم آل عليؓ وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل حارث بن عبدالمطلب كذا في الهداية"......(الهندية: ۱/۱۸۹)

ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحا مكتسبا كذا في الزاهدي"......(الهندية: ۱/۱۸۹)

"لايجوز الدفع إلى أبيه وجده وإن علا ولا إلى ولده وولد ولده وإن سفل لأن المنفعة لم تنقطع عن الملك من كل وجه"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

باپ بیٹے کا ایک دوسرے کو حیلہ تملیک سے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۳۶۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ بیٹے کو زکوۃ کی رقم صحیح حیلہ کر کے دے سکتا ہے اسی طرح بیٹا، باپ کو؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں فقہاء کرام نے بیٹے کا باپ کو زکوۃ کی رقم حیلہ کر کے دینے کو مکروہ لکھا ہے اور اسی طرح باپ کا بیٹے کو زکوۃ کی رقم حیلہ کر کے دینا بھی مکروہ ہے۔

"(فرع)یکره أن یحتال في صرف الزکاة إلی والدیه المعسرین بأن تصدق بهاعلی فقیرثم صرفهاالفقیرإلیهماکمافي القنیة قال في شرح الوهبانیة وهي شهیرة مذکورة في غالب الکتب"......(ردالمحتار: ۲/ ۶۹)

"ولایدفع المزکي زکوةماله إلی أبیه وجده وإن علاولاإلی والده وولدوَلَده وإن سفل لأن منافع الأملاک بینهم متصلة فلایتحقق التملیک علی الکمال"......(الهدایة: ۱/ ۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کوصدقات واجبہ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۶۵): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں امام کواجرت میں عشر دینا جائز ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

عشرکامصرف وہی ہے جوزکوۃ کامصرف ہے توجیسے زکوۃ کی رقم امام کواجرت میں دیناجائزنہیں اسی طرح عشربھی امام کواجرت میں نہیں دے سکتے، اورنہ ہی صدقۃ الفطراجرت میں دے سکتے ہیں، البتہ اگرعشرامام کواجرت کے علاوہ محتاج سمجھ کردیاجاتاہواورامام مستحق بھی ہوتوپھرجائزہے، اسی طرح زکوۃ اورصدقۃ فطرکابھی یہی حکم ہے۔

"مصرف الزکوۃ والعشر......هومصرف ایضاالصدقة الفطروالکفارة والنذروغیرذلک من الصدقات الواجبة کمافي القهستاني"...... (ردالمحتار: ۲/ ۶۴)

"قال الأصل فیه قوله تعالی إنماالصدقات للفقراء الآیة قال المحشي والمساکین والعاملین علیهاوالمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمین وفي سبیل الله وابن السبیل فریضة من الله"......(الهدایة: ۱/ ۲۲۱)

"وإن علم القوم حاجته فاعطوه شیأ من غیرشرط فهوحسن لأنه من باب البروالصدقة والمجازة علی إحسانه بمکانهم وکل ذلک حسن"...... (البدائع: ۱/ ۳۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تعلیم قرآن، روزگار اور یتیم بچی کی شادی کے لیے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۶۶): زکوۃ کی رقم مندرجہ ذیل میں کس کو دینا جائز ہے؟

۱۔ تعلیم القرآن کے لیے کسی ادارے کو رقم دی جاسکتی ہے؟

۲۔ کیا کسی کو روزگار کے لیے رقم دی جاسکتی ہے تا کہ وہ باعزت حلال روزی کما کر بال بچوں کو پال سکے؟

۳۔ کیا زکوۃ کی رقم یتیم بچی کی شادی پر اور شادی کے دیگر اخراجات مثلاً تواضع مہمانان وغیرہ پر خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

۱۔ دی جاسکتی ہے، اور وہ ادارہ اس رقم کو مستحق پر خرچ کرے مدرسہ کی تعمیر اس رقم سے ناجائز ہے۔

"قال فی الشرح التنویر لایصرف مال الزکوۃ الی بناء"...... (ردالمحتار)

۲۔ یہ مستحق کو دے سکتے ہیں یعنی مسکین غیر ہاشمی کو دے سکتے ہیں۔

۳۔ بہتر صورت یہ ہے کہ زکوۃ کی رقم کوئی شخص جمع کر کے یکمشت اس یتیم مستحق بچی کو (اس کے ولی کے ذریعہ سے) مالک بنا کر دے دے اور پھر وہ اس رقم سے اپنی شادی کے اخراجات پورے کرے، جہیز کا سامان بھی لے سکتی ہے، مہمانوں وغیرہ کو کھانا بھی کھلا سکتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

خیراتی ہسپتال میں زکوۃ دینے اور خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۶۷): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

مندرجہ ذیل صورت احوال میں آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے؟

(۱) میں ایک فلاحی تنظیم سے وابستہ ہوں جس کے زیر اہتمام ایک رفاہی ہسپتال بھی کام کر رہا ہے، جس میں مریضوں کو سنت کے مطابق مشورہ دیا جاتا ہے، دوائی، علاج اور سرجری بھی فراہم کی جاتی ہے۔

(۲) ہسپتال میں سند یافتہ تجربہ کار ڈاکٹرز نرس عملہ موجود ہے، تمام ضروری سہولیات مثلاً آپریشن تھیٹر، ایکسرے، ای سی جی اور لیبارٹری وغیرہ بھی موجود ہیں۔

(۳) مریضوں میں اسی فیصد مریض ایسے ہیں جو نادار ہیں جن کا علاج مفت کیا جاتا ہے، اس مقصد کے لیے ہمارے پاس زکوۃ کے عطیات جمع ہوتے رہتے ہیں ان میں سے ان اخرجات کی ادائیگی ہوتی ہے۔

(۴) ہسپتال میں زکوۃ کس کس مد میں خرچ ہوسکتی ہے؟ اس کے بارے میں آراء مختلف ہیں، اسی سلسلہ میں آپ کی رائے کا طلب گار ہوں۔

(ا) ایکسرے (ECG) ای سی جی لیبارٹری آپریشن، دی جارہی ہیں اور بجلی، پانی، گیس وغیرہ کے اخراجات بھی انہی مریضوں پر ہورہے ہیں، اسی میں سے یہ اخراجات بھی دیئے جاسکتے ہیں؟

(ج) جن مریضوں کو مفت سہولیات دی جارہی ہیں ان کے تناسب سے ڈاکٹروں کو تنخواہیں دیدی جائیں؟ مثلاً ۸۰ رفیصد مریضوں کو مفت سہولیات دی جارہی ہیں اور ۲۰ رفیصد مریض اپنے واجبات کی ادائیگی کرتے ہیں، تو کل اخرجات کا ۸۰ رفیصد زکوۃ فنڈ سے دیدیا جائے؟ جن میں دوائیں ڈاکٹروں اور عملہ کی تنخواہیں ایکسرے، ای سی جی، لیبارٹری، بجلی گیس، پانی اور ٹیلی فون کے بل شامل ہیں؟

(۵) آپ اتفاق کریںگے کہ تمام رفاہی اداروں اور ہسپتال کا دارومدار زکوۃ اور عطیات پر ہی ہوتا ہے، غیر زکوۃ عطیات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں، میں ممنون ہونگا اگر آپ میری رہنمائی فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں زکوۃ وصدقات واجبہ کی رقم سے مستحق مریض کو دوائی لیکر ویدینا اور اسی طرح ان مدات میں زکوۃ کی رقم لگانا جن میں بلاتوکیل زکوۃ کی رقم زیر علاج مستحق مریضوں کو تملیک کردی جائے جائز ہے اور ڈاکٹروں کی تنخواہیں بجلی کے بلوں اور دیگر امور میں جو ہسپتال کے متعلق ہوں زکوۃ وصدقات واجبہ کا پیسہ لگانا جائز نہیں۔

"(ولا یصرف إلی بناء نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ زیلعی"......(ردالمحتار: ۲/۲۸)

"الزکوۃ ھو تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی الخ" ...... (الھندیۃ: ۱/۱۷۰، البحر: ۲/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قریش خاندان سے تعلق رکھنے والے غریب افراد کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۶۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم قریشی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، خاندان میں کچھ افراد ایسے ہیں جو زکوۃ کے واقعی مستحق ہیں، مگر سنا ہے کہ قریشی فرد کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی، اس سلسلہ میں وضاحت فرمادیں کہ واقعی قریشیوں کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی؟ اور کیا ہم اپنی فیملی کے مستحق افراد کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں قریشی بنی ہاشم جو کہ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد ہیں ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں ان کے علاوہ دیگر قریشی بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"ولایدفع إلی بنی هاشم وهم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب کذافی الهدایة. ویجوز الدفع إلی من عداهم من بنی هاشم کذافی السراج الوهاج"......(الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علاج کے لیے زکوۃ لینا:

مسئلہ نمبر(۴۶۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کا نام شیخ محمد یونس ہے اپنے مکان میں رہائش پذیر ہوں، عرصہ ۲ سال سے گردہ کی مرض میں مبتلا ہوں، سب کچھ علاج پر خرچ کردیا ہے، اب میں ڈیڑھ لاکھ روپے کا مقروض ہوں، ادھر گھر کا خرچہ کام کر کے بمشکل چلاتا ہوں سال سے مریض ہوں بندہ اپنے گردے کا آپریشن کرنا چاہتا ہے اور گردے کا آپریشن کا خرچہ تین لاکھ روپے ہے، لہٰذا دوست احباب سے زکوۃ کا فنڈ اکٹھا کر کے گردے کا علاج یا آپریشن کرواسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مسئلہ مذکورہ میں اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جس مستحق زکوۃ پر قرض ہو اس کو زکوۃ دینا عام فقیر کو دینے سے بہتر ہے۔

"والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير اھ"

......(البحر الرائق: ۲/ ۲۴۲)

"ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من النصاب وإن كان صحيحا مكتسبا اھ فإن كان من عليه دين معسرا يجوز له أخذ الزكوة في أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل اھ"...... (الهندية: ۱/ ۱۸۹)

"(قوله فارغ عن حاجته) قال في البدائع قدر الحاجة هو ماذكره الكرخي في مختصره فقال لا بأس أن يعطى من الزكوة من له مسكن وما يتأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله اھ" ......

(ردالمحتار: ۲/ ۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دینی درسگاہ کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۷۰): حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں جامعہ عثمانیہ ایک عظیم دینی درسگاہ ہے، جہاں پر کثیر تعداد میں طلبا مسافر زیر تعلیم ہیں، کیا وہاں زکوۃ کی رقم اپنی طرف سے جامعہ کے فنڈ میں دینا جائز ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں کسی بھی دینی مدرسہ کو زکوۃ دینا درست ہے، بشرطیکہ انتظامیہ پر شرعی طریقہ سے صرف کرنے کا اعتماد ہو، اور اس میں غلط نظریات کی تربیت نہ دی جاتی ہو، جبکہ زکوۃ کی رقم طلبہ کو براہ راست تملیک کرائی جائے۔

"(وفي سبيل الله) عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالىٰ وسبيل الخيرات إذا كان محتاجا"......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۵۴)

"(وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة) وقيل الحاج وقيل طلبة العلم وفسره في

البدائع بجمیع القرب (قوله وقیل طلبة العلم) كذافي الظهيرية والمرغيناني ....فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصاوقدقال في البدائع في سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات إذاكان محتاجاً اهـ"......(ردالمحتار: ۲/۶۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوٰۃ لینے کے متعلق غنی کی تین قسمیں اوران کاحکم:

مسئلہ نمبر(۱۷۷): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیدایک ایکڑ زمین کامالک ہے، مگرزمین کی آمدنی کوئی بھی نہیں جس سے گھر میں صرف دودھ پوراہوتاہے، زیدکی ۳۵۰۰روپے ماہوارتنخواہ ہے، جس سے بڑی مشکل سے چھ افرادکی کفالت کررہاہے، زید ۲۱۰۰۰ہزارروپے کامقروض ہے، زیدنے ایک شخص سے کہاکہ میری زمین بنجرہے اس میں ٹیوب ویل لگ جائے توزمین کارآمدہوجائے گی، اس لئے زکوٰۃ کی رقم دیدیں تاکہ ٹیوب ویل لگاسکوں، اس شخص نے جواب دیاکہ تم پرزکوٰۃ نہیں لگتی، جب کہ زیدکی قوم چدہڑ ہے سیدنہیں ہے، شرعاًکیازیدزکوٰۃ کامستحق ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں زیدزکوٰۃ کامستحق ہے اورزکوٰۃ لے سکتاہے، لیکن خوداس کازکوٰۃ کاسوال کرناحرام ہے اس لیے کہ غنی تین قسم پرہے پہلاوہ جس کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہے، دوسراوہ جس کی وجہ سے زکوٰۃ لیناحرام ہے اوراس پرزکوٰۃ واجب ہے، تیسراجس کی وجہ سے سوال حرام اورزکوٰۃ لیناحرام نہیں ہے۔

"ومنهاالغارم وهومن لزمه دين ولايملك نصابافاضلاعن دينه أوكان له مال على الناس لايمكنه أخذه كذافي التبيين والدفع إلى من عليه الدين أولى من الدفع إلى الفقير كذافي المضمرات"......(الهندية: ۱/۱۸۸)

"ولوكان له ضيعة قيمتهاآلاف ولايحصل منه مايكفي له ولعياله اختلف فيه قال ابن مقاتل يجوزصرف الزكوة إليه"......(الهندية: ۴/۸۵)

"وأماالغناء الذي يحرم به السؤال فهوأن يكون له سدادعيش بأن كان له قوت يومه"......(بدائع الصنائع: ۱/۱۲۱)

”وذکرفي الفتاوی فیمن له حوانیت ودورالغلة لکن غلتهالاتکفیه أنه فقیرویحل له أخذ الصدقة عندمحمدوزفروعندأبي یوسف لایحل وعلی هذاإذاکان له أرض وکرم لکن غلته لاتکفیه ولعیاله ولوکان عنده طعام للقوت یساوی مائتي درهم فان کان کفایة شهرتحل له الصدقة“......(بدائع الصنائع: ۲/ ۱۵۹)

”وفیهاسئل محمدعمن له أرض یزرعهاأوحانوت یستغلهاأودارغلتهاثلاثة آلاف ولاتکفي لنفقته ونفقة عیاله سنة یحل له أخذ الزکوة وان کانت قیمتهاتبلغ الوفاء وعلیه الفتوی وعندهمالایحل“......(ردالمحتار: ۲/ ۷۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

علاج معالجے کے لئے کسی فقیر کو زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۷۲): کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مقبوضہ کشمیر کا مہاجر ہے غریب بھی ہے اور صاحب نصاب بھی نہیں ہے، ڈاکٹروں نے پاکستان میں لاعلاج کر کے بیرون ملک علاج کرنے کے لیے بھیجنے کی تجویز دی ہے، تو کیا شخص مذکور کو یا اس کی بچی کو زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال صورت مرقومہ میں مذکورہ آدمی فقیر ہے لہٰذا ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

”(منهاالفقیر)وهومن له أدنی شئ وهومادون النصاب أوقدرنصاب غیرنام وهومستغرق في الحاجة لایخرج عن الفقراء“......(الهندیة: ۱/ ۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کو صدقات واجبہ میں سے تنخواہ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۷۳): کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین ایک

گاؤں کی مسجد میں امام ہے اورگاؤں والے انتہائی غریب لوگ ہیں، انکی تنخواہ ادانہیں کرسکتے، آیااس امام کے لیے صدقہ یازکوۃ اپنی تنخواہ میں لیناجائز ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں اگرامام غریب اورزکوۃ کا مستحق ہے توزکوۃ لے سکتاہے، واضح رہے کہ زکوۃ کی رقم اس کو تنخواہ میں نہیں دی جاسکتی، لیکن اگرامام زکوۃ کا مستحق نہیں توزکوۃ کی رقم لینادرست نہیں، زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ ادا نہ ہوگی، یہی حکم صدقاتِ واجبہ کابھی ہے۔

"ولایجوزدفع الزکوۃ إلی من یملک نصاباأی مال کان دنانیرأودراھم أوسوائم أوعروضاللتجارۃ أولغیرالتجارۃ فاضلاعن حاجته في جمیع السنة ھکذافي الزاھدی"......(الھندیة: ۱/۱۸۹)

"فھي تملیک المال من فقیرمسلم غیرھاشمي ولامولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی"...... (الھندیة: ۱/۱۷۰، البحرالرائق: ۲/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فقیرکوزکوۃ کی رقم زیادہ سےزیادہ کتنی دےسکتےہیں؟

مسئلہ نمبر(۴۷۴): کیافرماتےہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک ہی مسکین کوزکوۃ کی رقم ایک لاکھ یاپانچ لاکھ روپے دےدیےجائیں توکیااس طرح دینےوالےکی زکوۃ اداہوجائےگی یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ میں مسکین کویافقیرکوزکوۃ سے اتنی رقم دیناکہ وہ صاحب نصاب ہوجائے اس سے زکوۃ تواداہوجاتی ہے لیکن بغیرضرورت کے ایساکرنامکروہ ہے، ہاں اگروہ صاحب عیال ہے یامقروض ہے تب اتنی رقم دیناجس سےوہ فقیرصاحب نصاب ہوجائےبلاکراہت جائزہے۔

"ویکرہ أن یدفع إلی واحدمائتي درھم فصاعداوإن دفع جازاہ"......

(الھدایة: ۱/۲۲۴)

”(وكره إعطاء فقير نصابا)أو أكثر (إلا إذا كان) المدفوع إليه مديونا(أو) كان (صاحب عيال) بحيث (لو فرقه عليهم لايخص كلا)أو لايفضل بعد دينه (نصاب) فلايكره فتح اه“......(الدرمع الرد: ۱/۴۷)

”قال محمد في الأصل إذاأعطى من زكوته مائتي درهم أو ألف درهم إلى فقير واحد فإن كان عليه دين مقدار مادفع عليه وفي الخانية أو يبقى دون المائتين أو كان صاحب عيال يحتاج إلى الإنفاق عليهم فإنه يجوز و لايكره وإن لم يكن عليه دين و لاصاحب عيال فإنه يجوز عند أصحابنا الثلاثة ويكره وقال زفر لايجوز وقال أبو يوسف يجوز في المائتين اه“...... (التتارخانية: ۲/ ۲۱۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کو فطرانہ دینا:

مسئلہ نمبر (۴۷۵): عیدالفطر کا جو فطرانہ ہوتا ہے کیا وہ بطور فطرانہ امام صاحب کو دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ اس بستی میں بیوہ اور یتیم موجود ہوں، اور وہ فطرانہ سے محروم رہ جائیں، کیا امام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ لوگوں کو راغب کرے کہ فطرانہ میرے اوپر جائز ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مرقومہ میں فطرانہ کا حق داروہ ہے جو زکوۃ کا حق دار ہے، اس وجہ سے اگر امام مسجد زکوۃ کا حقدار ہے تو اسے دینا جائز ہے، بشرطیکہ یہ امامت کے عوض میں نہ ہو، کیونکہ امامت کے عوض میں زکوۃ اور فطرانہ دینا جائز نہیں ہے۔

”وصدقة الفطر كالزكوة في المصارف“......(در على الرد: ۲/ ۸۶)

”التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل كذافي الزاهدي“......(الهندية: ۱/ ۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

رفاہی کاموں کے لیے زکوۃ اور فطرانہ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۷۶): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم اعوان برادری سے تعلق رکھتے ہیں ہمارا مسلک دیوبند ہے، ہم نے اپنی سہولت کے لیے ایک تنظیم اعوان ویلفیئر سوسائٹی بنائی ہے، ہم اس سوسائٹی کے زیر اہتمام کچھ رفاہی کام شروع کرنا چاہتے ہیں، مثلاً ڈسپنسری وغیرہ، کیا ہم فطرانہ، زکوۃ اور قربانی کی کھالیں اس مد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

زکوۃ اور صدقات واجبہ میں یہ شرط ہے کہ غریب مسلمان غیر سید کو بلاعوض مالک بنا کر دیے جائیں، جب کہ رفاہی کاموں میں تملیک نہیں ہوتی اور ڈسپنسری سے ہر امیر وغریب اور سید وغیر سید نفع اٹھائے گا، لہٰذا اس طرح زکوۃ وغیرہ سے یہ خدمت کرنا درست نہیں، اسی طرح اعوان برادری اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے خواہ غیر فاطمی اولاد ہو ان کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

"اماتفسیرها فهي تمليک المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالیٰ هذا في الشرع کذافي التبيين"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۷۰)

"وکمالايجوز صرف الزکوة الی الغني لايجوزصرف جميع الصدقات المفروضة والواجبة اليه کالعشور والکفارات والنذور وصدقة الفطر لعموم قوله تعالیٰ انماالصدقات للفقراء وقول النبي ﷺ لاتحل الصدقه لغني ولان الصدقة مال تمکن فيه الخبث لکونه غسالة الناس لحصول الطهارة لهم به الذنوب ولايجوز الانتفاع بالخبيث الاعندالحاجة والحاجة للفقير لاللغني"......(بدائع الصنائع : ۲/۱۵۷)

"ولايدفع الی بني هاشم وهم آل عليؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل حارثؓ بن عبدالمطلب کذافي الهداية"......(فتاوی الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۷۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کاروباری شخص مارکیٹ کا دو لاکھ روپے کا مقروض ہو جاتا ہے، اس صورت حال میں کیا یہ صحت مند کاروباری شخص زکوۃ کا مستحق ہوگا؟ جب کہ اس کا کاروبار اب ختم ہو چکا ہے، مزید یہ ہے کہ اس طرح زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر واقعی اس شخص کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ اور دیگر کوئی مال نہیں ہے اور قرضہ ہے یا مال تو ہے لیکن قرض مال سے زیادہ ہے اور یہ شخص سید بھی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے، اور دینے والے کی زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی۔

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر النصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غير نامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"ولايجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا اى مال كان دنانير اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغير التجارة فاضلاعن حاجته في جميع السنة هكذافي الزاهدی "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"وفي الظهيرية الدفع للمديون اولى منه للفقير قوله اولى منه للفقير اى اولى من الدفع للفقير الغير المديون لزيادة احتياجه "......(درمع الشامي: ۲/۹۷)

"ولايدفع الى بنى هاشم وهم آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل حارثؓ بن عبدالمطلب كذافي الهداية "......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا غنی طالب علم مدرسہ کا کھانا کھا سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۷۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دینی طالب علم کے پاس اتنے پیسے موجود ہیں کہ اس کی وجہ سے وہ غنی ہے، اور اس پر زکوۃ واجب ہے، اب اگر یہ طالب علم کسی دینی ادارہ میں پڑھ رہا ہے تو مدرسہ کا کھانا پینا اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

اگر کھانا زکوۃ کی رقم سے ہو تو جائز نہیں ہے، اور اگر زکوۃ کو مطبخ میں لگانے سے قبل کسی مسکین کو دے کر تملیک کی گئی ہو تو جائز ہے، البتہ تقویٰ کے خلاف ہے۔

"الغنی اذا اکل مما تصدق به علی الفقیر ان اباح له الفقیر ففی حل التناول اختلاف بین المشائخ و ان ملکه الفقیر الغنی لاباس به "......(فتاویٰ الهندية : ۵/۳۴۰)

"وماذکر فی شرح الجامع الصغیر یکره ان یاکل الرجل من مال الفقیر یعنی من مال اخذه من الصدقة لااذاملکها بجهة اخریٰ کذافی جواهر الفتاویٰ"......(فتاویٰ الهندية: ۵/۳۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

غنی طالب علم زکوۃ نہیں لے سکتا:

مسئلہ نمبر(۴۷۹): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر طالب علم کسی امیر گھرانے سے تعلق رکھتا ہو اور مدرسہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے رہائش پذیر ہو اور وہاں سے کھانا وغیرہ کھاتا ہو، اور وظیفہ بھی لیتا ہو، کیا مذکورہ طالب علم کے لیے یہ سب کچھ جائز ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوہاب

طالب علم اگر غنی ہو تو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز نہیں ہے بعض نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان پر رد کیا ہے۔

”وبھذاالتعلیل یقوی مانسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذالزکوۃ ولوغنیا اذافرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفارتہ لعجزہ عن الکسب والحاجۃ داعیۃ الی مالابدمنہ قال الشامی تحت قولہ والحاجۃ داعیۃ وھذاالفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد قلت وھو کذلک والاوجہ تقییدہ بالفقیر “ ......(فتاویٰ شامی: ۲/۶۵)

”امابقیۃ الصدقات المفروضۃ الواجبۃ ......فلایجوز صرفھا للغنی لعموم قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لاتحل صدقۃ لغنی “......(البحر الرائق: ۲/۴۲۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دو کینال زمین کے مالک کوزکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۰): (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس دو کینال زمین ہو جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو اور اس میں کاشت وغیرہ کرتا ہو تو ایسے آدمی کو زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک آدمی کے پاس زمین تو ہے لیکن خالی پڑی ہے، اس پر کاشت وغیرہ نہیں کرتا، اور اس آدمی کی اتنی تنخواہ ہے جس سے گھر کا خرچہ ہی پورا ہوتا ہے تو اس آدمی کو زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) جس شخص کے پاس مذکورہ دو کینال زمین ہو اور وہ اس کو کاشت کرتا ہو، یا کاشت نہ کرتا ہو تو اس کو صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور قربانی اس شخص کے اوپر واجب ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) بشرط صحت سوال شق اول میں مذکور شخص کے پاس اگر اس زمین کے علاوہ کوئی مال ایسا موجود نہ ہو جو نصاب کو پہنچتا ہو، اور اس زمین کی آمدنی سے اہل وعیال کے سال کا ضروری خرچہ پورا نہ ہوتا ہو تو یہ شخص زکوۃ اور صدقۃ الفطر لے سکتا ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(۲) شق ثانی میں مذکور شخص کی زمین کی مالیت اگر نصاب کو پہنچتی ہو اور اس پر اتنا قرض نہ ہو جس کی وجہ سے نصاب میں کمی آتی ہو تو یہ شخص زکوۃ نہیں لے سکتا، بصورت دیگر زکوۃ لے سکتا ہے۔

(۳) شق ثالث میں مذکور شخص اگر زمین کی کاشت کرتا ہے اور اس کے پاس کوئی دوسرا مال اتنی مقدار میں موجود

نہ ہو جو نصاب زکوۃ کو پہنچتا ہو اور اس زمین کو بیچنے کا ارادہ نہ ہو، تو تب یہ آدمی زکوۃ اور صدقۃ الفطر لے سکتا ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہے، اور اگر کاشت نہیں کرتا اور زمین کی مالیت بھی نصاب کو پہنچتی ہو اور اس شخص پر کوئی ایسا دین بھی نہ ہو کہ جس کے منفی ہونے کی صورت میں نصاب پورا نہ رہ جاتا ہو تو زکوۃ اور صدقۃ الفطر نہیں لے سکتا اور قربانی بھی واجب ہے، اور اگر زمین کی مالیت نصاب کو نہیں پہنچتی اور اس شخص کے پاس کوئی مال بھی اس قدر نہیں ہے جو اکیلا نصاب کو پہنچتا ہو یا زمین کی مالیت کے ساتھ ملا کر نصاب کو پہنچتا ہو تو پھر یہ شخص زکوۃ صدقۃ الفطر لے سکتا ہے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

"ولایجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصابا من ای مال ویجوز دفعها الی من یملک اقل من ذلک وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی" ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۲۷۹)

"ومصرف هذه الصدقة ماهو مصرف الزکوة"......(خلاصة الفتاویٰ: ۱/۲۷۵)

"ولوکان له ارض یدخل علیه منهاقوت السنة فعلیه الاضحیة حیث کان القوت یکفیه ویکفی عیاله وان کان لایکفیه فهومعسر"......(البحر الرائق: ۸/۱۸۹)

"وشرائطها الاسلام والاقامة والیسار الذی یتعلق به وجوب صدقة الفطر" ......(الدرعلی الشامی: ۵/۲۱۹)

"والحاصل ان النصب ثلاثة ،نصاب یوجب الزکوة علی مالکه وهو النامی خلقة اواعدادوهوسالم من الدین ونصاب لایوجبها وهومالیس احدهما فان کان مستغرقا بحاجة مالکه حل له اخذها والاحرمت علیه کثیاب تساوی نصابا لایحتاج الی کلها اواثاث لایحتاج الی استعماله کله فی بیته وعبد وفرس لایحتاج الی خدمته ورکوبه ودار لایحتاج الی سکنها فان کان محتاجا الی ماذکرنا...... ونصاب یحرم المسئلة وهوملک قوت یومه اولایملکه لکنه یقدر علی الکسب اویملک خمسین درهما علی الخلاق فی ذلک"......(فتح القدیر : ۲/۲۰۲)

”باب المصارف منها الفقیر وھو من له ادنی شیء وھو مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصب کثیرة غیر نامیة اذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۷)

”لوکان علیه دین بحیث لوصرف فیه نقص نصابه لاتجب “......(فتاویٰ الهندیة: ......)

”فان کان علیه دین یحیط بکسبه فلازکوة علیه “......(البنایه علی الهدایة: ۳/۳۰۰)

”لوکان له ضیعة قیمتها آلاف ولایحصل منه مایکفی له ولعیاله اختلف فیه قال ابن المقاتل یجوز صرف الزکوةالیه ولوکان فی داره بستان یساوی نصابا ان لم یکن فی البستان من مرافق الدار کالمطبخ وغیره لایجوزله اخذالزکوة وھوکالمتاع والجواھر فی الدار“......(بزازیه علی الهندیة: ۴/۸۵)

”ولایجوز دفع الزکوة الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراھم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغیرالتجارة فاضلاعن حاجته فی جمیع السنة ھکذافی الزاھدی “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

”ولوکان له ضیعة تساوی ثلاثة آلاف ....قال محمدبن مقاتل یجوزله اخذالزکوة ولوکان له دارفیها بستان وھویساوی مائتی درھم قالوا ان لم یکن فی البستان مافیه مرافق الدار من المطبخ والمغتسل وغیره لایجوز صرف الزکوة الیه وھوبمنزلة من له متاع وجواھر “......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تبلیغی جماعت والوں کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۱): کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والوں کو جو اللہ کے راستے میں وقت لگارہے ہیں زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دلائل کی روشنی میں ان حضرات کو جو اللہ کے راستے میں وقت لگا رہے ہیں اگر وہ مستحق زکوۃ ہیں اور سید بھی نہیں ہیں نیز اگر وہ وطن سے بقدر سفر شرعی دور ہیں اور ان کے پاس مال بھی نہیں ہے تو ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔

"انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل "......(سورۃ التوبۃ: ٦٠)

"قال وبنوهاشم الذین تحرم علیهم الصدقة آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل علیؓ وولد الحارثؓ بن عبدالمطلب " ......(المحیط البرهانی : ٣/٢١٤)

"واما قوله تعالیٰ وابن السبیل فهو الغریب المنقطع عن ماله وان کان غنیا فی وطنه لانه فقیر فی الحال وقدروینا عن رسول الله ﷺ قال لاتحل الصدقة لغنی الافی سبیل الله اوابن السبیل "......(بدائع الصنائع: ٢/١٥٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

٧٠ سالہ بیمار اور غریب شخص کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (٤٨٢): السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ٧٠ سال عمر کا ہے وہ اور اس کی بیوی بیمار ہیں، اس کی صرف پنشن 1077 روپے ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی آمدن نہیں ہے نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے، اس کی زمین بھی بھائیوں کے قبضہ میں ہے جو کہ اس کو بٹائی بھی نہیں دیتے، اب کیا اس آدمی کو عشر اور زکوۃ دینا جائز ہے یا کہ نہیں؟ کیونکہ اس پنشن سے اس کا گزارا نہیں ہوتا، ایک عالم نے بتایا ہے کہ اس کو عشر اور زکوۃ دینا جائز ہے۔

آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

سونا چاندی جس شکل میں بھی ہو نقدی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ان پانچوں میں کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ اتنا ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جا سکتی ہو تو ایسے شخص کو زکوۃ

لینا جائز نہیں ہے، اوراگران پانچوں کا مجموعہ اتنا ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی نہیں خریدی جاسکتی تو ایسے شخص کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"ولایجوز دفع الزکوۃ الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراھم اوسوائم اوعروضا للتجارۃ اولغیر التجارۃ فاضلاعن حاجتہ فی جمیع السنۃ ھکذافی الزاھدی ویجوز دفعھا الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاھدی"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"واماشروط وجوبھا...... ومنھاکون المال نصابا فلاتجب فی اقل منہ ھکذافی العینی شرح الکنز"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۷۱،۱۷۲)

"باب المصرف ای مصرف الزکوۃ والعشر ھوفقیروھومن لہ ادنی شیء ای دون النصاب اوقدرنصاب غیرنام مستغرق فی الحاجۃ"......(الدرعلی الشامی: ۲/۶۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دینی مدارس کے طلباء کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۳۸۳): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلباء کو زکوۃ دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

دلائل کی روشنی میں مدارس دینیہ میں پڑھنے والے طلباء اگروہ مستحق زکوۃ ہیں اورسید بھی نہیں ہیں توان کوزکوۃ دے سکتے ہیں۔

"انماالصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل"......(سورۃ التوبۃ: ۶۰)

"قال وبنوھاشم الذین تحرم علیھم الصدقۃ آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل علیؓ وولد الحارثؓ بن عبدالمطلب"......(المحیط البرھانی: ۳/۲۱۴)

"وفي المبسوط لايجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا الاالى طالب العلم والغازى ومنقطع الحج"......(فتاویٰ الشامی: ۲/۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

کیا مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں زکوۃ خرچ کی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۴۸۴): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر کے لیے زکوۃ کی رقم شرعی تقاضوں (تملیک) کو پورا کرنے کے بعد خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

زکوۃ کی رقم حیلۂ تملیک شرعی کے بعد مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کی جاسکتی ہے۔

"لو ارادصرفها الى بناء المسجد او القنطرة لايجوز فان ارادالحيلة فالحيلة ان يتصدق به المتولى على الفقراء ثم الفقراء يدفعون الى المتولى ثم المتولى يصرف ذلك"......(فتاوىٰ الهندية: ۲/۴۷۳)

"ولايبنى بهاالسقايات ولايبهربهاالابار ولايجوز الاان يقبضها فقيرا ويقبضها له ولى اووكيل لانهاتمليك ولابدفيها من القبض"......(الجوهرة النيرة: ۱/۱۵۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆☆

قربانی کی کھالوں کو مسجد میں خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۵): جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک مسئلہ درپیش ہے کہ کیا قربانی کی کھالیں مسجد بنانے میں یا جنازہ گاہ بنانے میں یا مسجد کے امام کے لیے خرچ کی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

مسجد، مدرسہ، جنازہ گاہ کی تعمیر میں چرمہائے قربانی کی قیمت کا صرف کرنا یا تنخواہوں پر صرف کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

"ولو باع الجلد او اللحم بالدراھم او بمالاینتفع به الابعداستھلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الی بدله"......(ھدایه: ۴/۴۵۱)

"قوله تصدق بثمنه لان معنی التمول سقط عن الاضحیة فاذاتمولھا بالبیع انتقلت القربة الی بدله فوجب التصدق "......(حاشیة ھدایه: ۴/۴۵۱)

"ویشترط ان یکون التصرف تمیلکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحومسجد ولاالی کفن میت وقضاء دینه امادین الحی الفقیر فیجوز لوبامره"......(درمختارعلی ھامش ردالمحتار: ۲/۲۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ لے کر قرض اتارنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۶): حضرۃ اقدس جناب مفتی حمیداللہ جان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے وہ مسئلہ یہ ہے کہ مجھ پر قرض ہے اور جن کا قرض دینا ہے وہ معاف نہیں کرنا چاہتے، کرایہ کے گھر پر رہتا ہوں، تین ماہ کا کرایہ بھی نہیں دیا، کیا میں زکوۃ لے کر اپنا قرض اتار سکتا ہوں؟ کیونکہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو بیچ کر میں قرض اتار سکوں، جو تحریر لکھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر سچ لکھی ہے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ مقروض ہیں اور آپ کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ اپنا قرض ادا کر کے آپ پھر بھی صاحب نصاب رہتے ہوں تو آپ زکوۃ لے سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ سید نہ ہوں۔

"ومنھا الغارم وھومن لزمه دین ولایملک نصابافاضلاعن دینه اوکان له مال

علی الناس لایمکنه اخذه کذافی التبیین والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر کذافی المضمرات "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کوعلاج کے لیے زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مختارنواز ولد محمد نواز (مرحوم) یتیم بچہ ہے، بلڈ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہے، علاج معالجہ کے لیے خطیر رقم درکار ہے، اس کی بساط نہیں رکھتا، والدہ ماجدہ بیوہ ہیں، انہوں نے ماشاء اللہ حج بھی کیا ہوا ہے، تو ہمیں فتویٰ لکھ کردیں کہ بچہ جو مریض ہے اس کا علاج زکوۃ خیرات سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر شخص مذکور مستحق شرعی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی ملکیت میں کل سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اورضرورت سے زائد سامان اگراس قدر ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہے تواس کوزکوۃ دینا جائز نہیں ہے، اوراگر یہ چیزیں اتنی مقدار میں ہوں کہ ان سے ساڑھے باون تولہ چاندی نہیں خریدی جاسکتی تواس شخص کوزکوۃ دینا جائز ہے، اوراگر شخص مذکور مستحق زکوۃ تو نہ ہولیکن بیماری جان لیوا ہوجیسا کہ سوال سے ظاہر ہورہا ہے اورکوئی راستہ، کوئی بندوبست بھی علاج معالجہ کے لیے میسر نہ ہوتو شخص مذکورکسی سے اتنا قرض لے کرکہ جس سے مستحق زکوۃ بن جائے اپنے علاج معالجہ پرخرچ کرلے پھراسے رقم زکوۃ دے دی جائے اوروہ اس کوعلاج معالجہ پرلگالے۔

"نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل قوله عشرون مثقالا فمادون ذلک لازکوة فیه"......(درعلی هامش الرد: ۲/۳۱)

"الزکوة واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذابلغت قیمتها نصابا من الورق والذهب"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۷۹)

"والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر......فان کان مدیونا

فدفع اليه مقدار مالوقضى به دينه لايبقى له شيء اويبقى دون المأتين لابأس به"......(فتاوىٰ الهندية: ۱۸۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم تملیک کے بعد مسجد میں خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۸): بخدمت حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک دیوبند عالم فاضل جو کہ ۱۵ سال سے ہمارے خطیب ہیں ان سے ہم نے پوچھا کہ زکوۃ کی رقم کو ہم تملیک یعنی تبدیل کر کے مسجد کی تعمیراتی کاموں پر خرچ کر سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ایسا کر سکتے ہیں، ہم نے ان کو بائیس ہزار روپے (عالم صاحب کو) دیے انہوں نے اپنے طریقہ کار سے تملیک کروا کر ہمیں دے دیے ہم نے اس رقم سے 19500 روپے مسجد کی دوسری منزل پر خرچ کر دیے، دو عدد باتھ روم اور وضو کرنے کے لیے کچھ ٹوٹیاں لگوا دیں اور جگہ بنادی، آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ عمل درست ہے؟ عالم صاحب نے پہلے اس رقم کا زکوۃ کے مستحق کو مالک بنایا تھا اور پھر اس کو تملیک کروا کر ہمیں دیے تھے، عالم صاحب نے بتایا کہ ہم جو ماہانہ تنخواہ ادارے سے لیتے ہیں اس کو بھی اسی طریقے سے لیتے ہیں، کیا ہم اس طریقے سے تملیک کر کے مسجد کی تعمیر و ترقی کے لیے رقم آئندہ بھی خرچ کر سکتے ہیں، اگر خدانخواستہ ہمارا عمل درست نہیں تو اس کا ازالہ کیا ہے؟

کیا تملیک کی رقم حقیقی بھائی بہن جو کہ زکوۃ کے مستحق ہوں ان کو دے سکتے ہیں؟

جوابی لفافہ بھیج رہے ہیں برائے مہربانی جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ بات درست ہے کہ زکوۃ میں یہ شرط ہے کہ غریب غیر سید مسلمان کو مالک بنا کر دیں پھر وہ مختار ہے کہ اس رقم کو جہاں چاہے خرچ کرے، باقی حیلہ تملیک جو مدارس میں کیا جاتا ہے وہ مجبوری میں ہوتا ہے، اور مسجد میں عموماً ایسی مجبوری نہیں ہوتی کہ اس کا نظام نہ چل سکے، جب کہ مدارس میں یہ مجبوری ہے کہ ان کا نظام اس کے بغیر نہیں چل سکتا، لہٰذا مسجد کے لیے عام حالات میں حیلہ نہ کیا جائے، باقی بہن بھائی اگر مستحق زکوۃ ہیں تو ان کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

"يصرف العشر والزكوة الى ما نص الله تعالى فى كتابه وهو قوله تعالى انما

الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم الایة"......(الفتاوی السراجیة: ۱۵۳)

"والفقیر عندالامام من لیس له نصاب وله مایکفیه"......(بزازیه علی هامش الهندیة: ۴/۸۵)

"ولایدفع الی بنی هاشم وهم آل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب کذافی الهدایة"......(فتاویٰ هندیة: ۱/۱۸۹)

"وکذلک من علیه الزکوة لوارادصرفها الی المسجد اوالقنطرة لایجوز فان ارادالحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرة"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۴۷۳)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذاالقناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهادوکل مالاتملیک فیه ولایجوز ان یکفن بهامیت ولایقضی بهادین المیت کذافی التبیین"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد لان التملیک شرط فیها ولم یوجد وکذالایبنی بهاالقناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه"......(تبیین الحقائق: ۱/۵۳۲)

"ولایجوز دفع الزکوة الی الزوج ولاالی الزوجة ویجوزالی الاخ والاخت والعم والخال"......(فتاوی السراجیة: ۱۵۳)

"والافضل فی الزکوة والفطر والنذر والصرف اولا الی الاخوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اهل حرفته ثم الی اهم مصره اوقریته کذافی السراج الوهاج"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض اور بے بس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۸۹): محترم مکرمی جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں مسمی عبدالرؤف ولد جلال دین محبوب مارکیٹ کرم آباد میں عرصہ دراز سے شاپنگ بیگ اور کریانہ کی دوکان کا کام کرتا رہا ہوں، مالی حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ میرے اوپر بہت زیادہ قرضہ ہو گیا ہے، اسی وجہ سے 22 سال بیوی دماغی مریضہ رہی اور اب اللہ پاک کو پیاری ہو چکی ہے۔

محنت مزدوری کر کے قرض کا 1/3 حصہ اتار چکا ہوں، بقایا قرض اتنا ہے کہ قرض لینے والے آئے دن بے عزت کرتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں، دوکان فروخت ہو چکی ہے، مالک نے دوکان سیل کر دی ہے، اب ہم فارغ ہیں، جو پیسے ملے تھے ان سے ہم 02.02.06 کو دوکان خالی کر کے جو ہم اکبری منڈی سودا لینے گئے وہاں پر ڈاکوؤں نے چھین لیے، ایک بچی دماغی مریض بن گئی ہے، بڑا بیٹا الیاس وہ بھی دماغی مریض بن گیا ہے، اور میں بھی دماغی مریض ہوں، اب ہم تینوں ایک ہی ڈاکٹر سے دوائی لے کر کھا رہے ہیں۔

ہم پر بہت تنگی کے دن آگئے ہیں، سود پر قرض لینا بھی حرام ہے، خودکشی کرنا بھی حرام ہے، میرے لیے گھر کا خرچ چلانا بھی مشکل ہو گیا ہے، کوئی سونا، چاندی یا پراپرٹی میرے پاس نہیں ہے نہ ہی ٹی وی، وی سی آر وغیرہ ہے۔

جناب مفتی صاحب میرے لیے اس دلدل سے نکلنا مشکل ہے، آیا کہ ان حالات میں میرے لیے زکوۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ مقروض ہیں اور آپ کے پاس سونا، چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی ضرورت سے زائد کوئی اور چیز ہے اور سید بھی نہیں ہیں تو آپ کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے۔

"یصرف العشر والزکوۃ الی مانص اللہ تعالی فی کتابہ وھو قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم الآیۃ"

......(الفتاوی السراجیۃ : ۱۵۳)

"والفقیر عندالامام من لیس لہ نصاب ولہ مایکفیہ"......(بزازیہ علی ھامش الھندیۃ : ۳/۸۵)

”ولایدفع الی بنی ہاشم وھم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب کذافی الھدایۃ“ ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱۸۹/۱)

”نصاب الذھب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درھم کل عشرۃ درھم وزن سبعۃ مثاقیل قولہ عشرون مثقالا ومادون ذلک لازکاۃ فیہ“......(در علی ھامش الرد : ۳۱/۲)

”والدفع الی من علیہ الدین اولی من الدفع الی الفقیر......فان مدیونا فدفع الیہ مقدار مالو قضی بہ دینہ لایبقی لہ شیء اویبقی دون المائتین لابأس بہ“ ......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱۸۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

اعوان قوم کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۰): محترم ومکری حضرت مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

براہ مہربانی اس مسئلہ کاحل قرآن اورحدیث کی روشنی میں ارشادفرماکرحوصلہ افزائی فرمائیں۔

ہماراپوراگاؤں سوائے چندگھروں کے جوکہ پیشہ ورہیں قوم ”اعوان“(قطب شاہی اعوان) سے تعلق رکھتاہے،کچھ علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ ”قوم اعوان“ کاسلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ سے جاکرملتاہے جوکہ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں،اس لیےان کوبراہ راست زکوۃ نہیں لگتی،اگرغریب اورحاجتمند”اعوان“بھائی کوزکوۃ دیتی ہےتوتملیک کرکےان کواداکی جائے،مگربعض علماء کرام کی رائے یوں ہےکہ اعوان اپنے اعوان بھائی کواورسید اپنےسیدبھائی کوبراہ راست زکوۃ دےسکتاہے۔

آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ مہربانی فرماکراس مسئلے کاصحیح حل بتاکراس پریشانی سے ہمیں نجات عطافرمائیں،اللہ آپ کوجزائےخیردے۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرواقعۃً اعوان قوم کاسلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سےمل جاتاہےاوران کاہاشمی خاندان سے

ہونا محقق ہوجاتا ہے تو سیدوں کی طرح اعوان قوم کے افراد کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی، یہ بھی یاد رہے کہ جیسے غیر سید سید کو زکوۃ نہیں دے سکتا اسی طرح سید بھی سید کو زکوۃ نہیں دے سکتا، بعینہ جیسے غیر اعوان، اعوان کو زکوۃ نہیں دے سکتا (بشرطیکہ ان کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک جاپہنچے) اسی طرح اعوان بھی اعوان کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔

"ولاتدفع ای الزکوۃ الی بنی ھاشم لقوله علیه السلام یابنی ھاشم ان الله تعالی حرم علیکم غسالة الناس واوساخھم وعوضکم منھا بخمس الخمس بخلاف التطوع ...... قال وھم آل علیؓ وآل عباسؓ"......(ھدایه: ۲۲۳/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جوابازی کرنے والوں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۱): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار قماریعنی جوابازی کھیلتے ہیں کئی مرتبہ ان کو منع بھی کیا گیا ہے اور بے عزت بھی کیا گیا ہے، لیکن وہ سیدھے راستے پر نہیں آرہے، گزشتہ سال ان کی قماربازی کی رقم بہت زیادہ تھی تو بھائیوں نے اور قریبی رشتہ داروں نے زکوۃ کے پیسے اکٹھے کیے اور وہ پیسے ادا کیے۔

لیکن وہ شخص اسی طرح قماربازی کھیلتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس شخص کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ جو دی جاچکی ہے وہ اداہوئی ہے یا نہیں؟ اگر دی ہوئی زکوۃ لاعلمی میں دی ہے مسئلہ کا پتہ نہ ہونے کی وجہ سے تب بھی اس کو لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

افضل اور بہتر یہ ہے کہ کسی نیک اور صالح مسلمان کو زکوۃ دی جائے، لیکن اگر کسی فاسق فاجر وگناہ گار کو بھی دیں گے تو زکوۃ اداہوجائے گی، بشرطیکہ وہ شخص مستحق زکوۃ ہو اور اس قمارباز سے توبہ بھی کروائیں تو ممکن ہے کہ وہ گناہ کو ترک کردے، اور اگر اس کے باوجود وہ بازنہ آئے تو پھر اس کو زکوۃ وغیرہ نہ دیں۔

"منھا الفقیر وھومن له ادنی شیء وھوماذون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجة فلایخرجه عن الفقر ملک نصاب کثیرة غیرنامیة

اذاکانت مستغرقة بالحاجة کذافی فتح القدیر ،التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاهل کذافی الزاهدی"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"کره نقلها الاالی قرابة اواحوج اواصلح اواورع اوانفع للمسلمین...... وفی معراج التصدق علی العالم الفقیر افضل "......(فتاویٰ شامی: ۲/۷۵)

"وعدم الکراهة فی نقلها للقریب للجمع بین اجری الصدقة والصلة وللاحوج لان المقصود منهاسدخلة المحتاج فمن کان احوج کان اولی ولیس عدم الکراهة منحصرا فی هاتین لانه لونقلها الی فقیر فی بلد آخراورع واصلح کمافعل معاذ رضی الله عنه لایکره ولهذاقیل التصدق علی العالم الفقیر افضل " ......(البحرالرائق: ۲/۴۳۶)

"ویجوزدفعهاالی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحامکتسبا"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"اماتفسیرها فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیرهاشمی ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ هذافی الشرع کذافی التبیین"......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۷۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کوتنخواہ میں دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۲): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کمپنی ہے جس میں ورکرز کی تنخواہ 7200سے لے کر 11000 تک ہے جس میں گزارامشکل ہے، لہٰذاایک تجویز آئی ہے کہ جن ورکرز کی تنخواہ12000سے کم ہےتوان کوماہانہ12000 روپے دیے جائیں ،لیکن اس کی ترتیب درج ذیل ہے۔

اگرورکرز کی تنخواہ8000روپے ہےتواس کوملیں گے12000روپےلیکن جوفرق4000روپے کا ہے وہ زکوۃ میں سے دے دیاجائے۔

فرمایاجائے کہ شرعاًایسادرست ہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال کمپنی کے ملازمین اور ورکر زکو اجرت (تنخواہ) میں زکوۃ نہیں دے سکتے۔

"الیتیمة سئل عن معلم له خلیفة فی المکتب یعلم الصبیان ویحفظھم ویکتب الواحھم ولم یستاجرہ بشیء معلوم وماشترط شیئا والمعلم یعطیه فی الاحایین دراھم بنیة الزکوة ھل یجوز عن زکوة؟ قال نعم الاان یکون بحیث لولم یعطه لم یعمل له ذلک فی مکتبه "......(فتاوی التاتارخانیة: ۲/۳۰۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض تنگ دست کوزکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۳): باسمہ سبحانہ وتعالیٰ، حامداومصلیا

کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ جس کی عمر ۶۰ سال ہے، بندہ کے ذمہ تقریباً گیارہ لاکھ روپے قرض ہے اور بعض قرض خواہ بہت پریشان کرتے ہیں، اور بندہ کی ذاتی آمدنی گھریلوخرچ وغیرہ کے لیے کافی ہے، مگراس آمدنی میں بچاکراس قرض کوادا کرناممکن نہیں ہے، اورنہ ہی بندہ کے پاس رہنے کے مکان کے علاوہ کوئی جائیداد ہے اورنہ ہی زیور ہے کہ جس کو بیچ کرقرض ادا کروں، کیابندہ زکوۃ لے کرقرض اتارسکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

مقروض تنگ دست کوزکوۃ دیناجائز ہے تاکہ وہ اپناقرض ادا کرسکے، بشرطیکہ وہ سیدنہ ہو۔

"ومنھاالغارم وھومن لزمه دین ولایملک نصابافاضلاعن دینه اوکان له مال علی الناس لایمکنه اخذہ ،ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعدا وان دفعه جاز کذافی الھدایة ھذااذالم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیه مقدارمالوقضی به دینه لایبقی له شیء اویبقی دون المائتین لاباس به "

......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۸۸)

”والدفع الی من علیہ الدین اولی من الدفع الی الفقیر “......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ وعشر کو تعمیر اور تنخواہ میں صرف کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں اکثر آبادی کے لوگ بریلوی مسلک سے وابستہ ہیں، گاؤں میں صرف تین مساجد ہیں جس میں نہ مستقل پیش امام ہیں اور نہ درس وتدریس کا کوئی خاص انتظام ہے، اسی بناء پر ہم لوگوں نے ایک مسجد کے ساتھ گاؤں کے طلباء کے لیے درس گاہ بنائی ہے، اس درس گاہ کی تعمیر ومدرس کی تنخواہ کے لیے گاؤں والوں سے زکوۃ وعشر وغیرہ جمع کر کے مروجہ حیلہ تملیک کے مطابق اس پر خرچ کرتے ہیں۔

بعض علماء کرام اس پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درس گاہ میں قیام وطعام نہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ وعشر کو صرف کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ یہ زکوۃ وعشر آپ لوگ اپنے بچوں پر صرف کرتے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ علماء کا یہ اعتراض درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مدرس کی تنخواہ اور مدرسہ کی تعمیر پر زکوۃ وعشر وغیرہ سے شرعی طریقہ سے حیلہ تملیک کے بعد خرچ کرنا شرعاً درست ہے بغیر تملیک کے خرچ کرنا جائز نہیں ہے، اور اس پر بعض علماء کا اعتراض کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

”وکذلک من علیہ الزکوۃ لو ارادصرفھا الی بناء المسجد او القنطرۃ لایجوزفان ارادالحیلۃ فالحیلۃ ان یتصدق بہ المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونہ الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرۃ “......(فتاویٰ الھندیۃ: ۲/۴۷۳)

”وبناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وشراء قن یعتق...... والحیلۃ فی الجواز فی ھذہ الاربعۃ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بعدذلک

بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الزکوۃ وللفقیر ثواب ھذہ القرب کذافی المحیط "......(البحر الرائق:۲/۴۲۴)

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد لان التملیک شرط فیھا ولم یوجد وکذالایبنی بھاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ "......(تبیین الحقائق : ۱/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے ہسپتال کے لیے مشینری لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۵): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم سے ہسپتال کو مشینری لے کر دینا درست ہے یا نہیں؟

اور اسی طرح زکوۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر پر لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور حیلہ تملیک کے بعد کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ کی رقم کو ہسپتال کی اشیاء خریدنے اور مدرسے کی تعمیر میں بلاتملیک صرف کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت کی وجہ سے حیلہ تملیک کروالیا جائے تو اس رقم کا مذکورہ مصارف میں خرچ کرنا جائز ہے۔

"وکذلک من علیہ الزکوۃ لوارادصرفھا الی بناء المسجد اوالقنطرۃ لایجوز فان ارادالحیلۃ فالحیلۃ ان یتصدق بہ المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونہ الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرۃ "......(الفتاویٰ الھندیۃ: ۲/۴۷۳)

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد لان التملیک شرط فیھا ولم یوجد وکذالایبنی بھاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیہ "......(تبیین الحقائق : ۱/۳۰۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ،صدقات کا پیسہ درس گاہیں بنانے میں لگانا:

مسئلہ نمبر(۴۹۶): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک جامعہ ہے جس کے اندر مقیم (بیرونی) طلباء وطالبات بھی ہیں لیکن طلباء وطالبات کے لیے درس گاہیں کم ہیں اور طلباء وطالبات گرمی، سردی کی وجہ سے بیمار ہورہے ہیں، تو کیا زکوۃ،صدقات کا پیسہ (تملیک کے بعد) طلباء وطالبات کی درس گاہیں بنانے میں لگ سکتا ہے؟ اگر کوئی شرعی حیلہ یا طریقہ تملیک ہے تو برائے مہربانی رہنمائی فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں زکوۃ صدقات واجبہ کا پیسہ شرعی طریقہ تملیک کے بعد طلبہ وطالبات کے لیے دینی درس گاہیں بنانے میں لگانا شرعا درست ہے، بغیر تملیک کے جائز نہیں ہے، تملیک کی صورت یہ ہے کہ مدرسے کا مہتمم مال زکوۃ اور صدقات واجبہ لے کر کسی ایسے مخلص دیندار مسکین یعنی کسی ایسے مستحق کو اگر وہ خود مالدار ہوتا تو وہ اپنی دولت سے اس تعمیر کو اپنی سعادت سمجھتا، اس کو مالک بنادے پھر وہ اسی مال کو مہتمم مدرسہ کو دے دے تو اس کے بعد مہتمم مدرسہ ہر اس شعبہ میں مال کو صرف کردے جس کی مسکین مستحق نے اجازت دی ہو، اور اگر مہتمم مدرسہ کو اجازت عام دے دی ہو تو پھر جہاں چاہے مدرسہ میں وہاں اس مال کو لگا سکتا ہے۔

"وكذلک من عليه الزكوة لواراد صرفها الى بناء المسجد او القنطرة لايجوز فان اراد الحيلة فالحيلة ان يتصدق به المتولي على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولي ثم المتولي يصرف الى ذلک كذافي الذخيرة "......(فتاویٰ الهندية: ۴۷۳/۲)

"وبناء مسجد وتكفين ميت وقضاء دينه وشراء قن يعتق...... والحيلة في الجواز في هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يامره بعدذلک بالصرف الى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب كذافي المحيط "......(البحر الرائق: ۴۲۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کے علاج کے لیے زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۴۹۷): بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں جاوید یہ گزارش کرتا ہوں کہ میرے ۶ ماہ کے بچے کے دل کا آپریشن ہے، جس کے لیے ڈاکٹر ۲ لاکھ روپے مانگ رہے ہیں، اور میری تنخواہ بہت کم ہے، اور نقدی میرے پاس بالکل نہیں ہے، لہٰذا بڑی ہی عاجزانہ گزارش ہے کہ آپ مجھے کچھ لکھ کر دے دیں جس کی بناء پر میں مستحق اپنے معصوم بچے کا آپریشن کرواسکوں، کیا میں ان حالات میں زکوۃ لے سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

آپ اگر سید نہیں ہیں اور آپ کے پاس نقد روپیہ، سونا، چاندی، اسباب تجارت نہیں ہیں اور نہ ہی ضرورت سے زائد کوئی دیگر چیز ہے مثلاً ٹی وی وغیرہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو تو آپ کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے۔

"منها الفقير وهومن له ادنى شيء وهومادون النصاب اوقدر نصاب غيرنام وهومستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غيرنامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير"......(فتاوىٰ الهندية:۱/۱۸۷)

"ويجوزدفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحا مكتسبا "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"اماتفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالىٰ هذافي الشرع كذافي التبيين "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۷۰)

"قوله هوالفقير والمسكين وهواسوء حالامن الفقير اى المصرف الفقير والمسكين والمسكين ادنى حالا وفرق بينهما في الهداية وغيرها بان الفقير من له ادنى شيء والمسكين من لا شيء له "......(البحرالرائق: ۲/۴۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام یا خطیب کو تنخواہ میں زکوۃ وعشر دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۴۹۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر، زکوۃ، قیمت چرمہائے قربانی، صدقۂ فطر اور دیگر صدقات واجبہ کسی امام یا مؤذن یا خطیب وغیرہ کو تنخواہ کے طور پر دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں حکم یہ ہے کہ عشر، زکوۃ، چرمہائے قربانی کی قیمت، صدقۂ فطر ودیگر صدقات واجبہ کسی امام یا مؤذن یا خطیب وغیرہ کو تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی نے اس طرح زکوۃ دے دی تو اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

"ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لولم يعطه صح والالا قوله والالا اى لان المدفوع يكون بمنزلة العوض "......(الدرمع الرد: ۷۷/۱)

"ولو نوى الزكوة بمايدفع المعلم الى الخليفة ولم يستاجره ان كان الخليفة بحال لولم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزأه والافلا وكذامايدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكاة "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۹۰)

البتہ اگر وہ امام یا مؤذن مالک نصاب نہ ہوں تو پھر تنخواہ کے علاوہ اس کو زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ دے سکتے ہیں۔

"ويجوز دفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحا مكتسبا كذافي الزاهدى"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واضح رہے کہ دریں زمانہ مدارس دینیہ زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ کا بہترین مصرف ہیں، کیونکہ ایک عالم دین پر خرچ کرنا کسی جاہل پر خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

"التصدق على العالم الفقير افضل من التصدق على الجاهل كذافي الزاهدى"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"وكره نقلها الا الى قرابة ......اوالى طالب العلم وفى المعراج التصدق على

العالم الفقير افضل..... قوله افضل اى من الجاهل الفقير قهستانى"......(الدمع الرد: ۲/۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو قرض ادا کرنے کے لیے زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر(۴۹۹): جناب مفتی صاحب دام ظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک شخص زید صاحب نصاب نہیں ہے، اسے دوسرا شخص بکر قرض کے طور پر کچھ رقم دے اور پھر بکر جو کہ صاحب نصاب ہے اپنی زکوۃ زید کو دے دے، اور زید اپنا قرض ان زکوۃ کے پیسوں سے بکر کو ادا کر دے، اور یہ سارا معاملہ باہمی رضامندی سے ہو، تو آیا جائز ہے یا نہیں؟ حکم شرعی ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں ایسا کرنا جائز ہے۔

"وحيلة الجواز ان يعطى المديون الفقير خمسة زكاة ثم ياخذمنه قضاء عن دينه كذافى المحيط " ......(البحر الرائق: ۲/۳۷۰)

"فنقول مذهب علمائنا رحمهم الله تعالى ان كل حيلة يحتال بهاالرجل لابطال حق الغير اولادخال شبهة فيه اولتموية باطل فهى مكروهة وكل حيلة يحتال بهاالرجل يتخلص بهاعن حرام اويتوصل بهاالى حلال فهى حسنة والاصل فى جوازهذاالنوع من الحيل قول الله تعالى (وخذبيدك ضغثا فاضرب به ولاتحنث) وهذاتعليم المخرج لايوب النبى عليه وعلى نبينا الصلوة والسلام عن يمينه التى حلف ليضربن امرأته مائة عود وعامة المشائخ على ان حكمهاليس بمنسوخ وهوالصحيح من المذهب كذافى الذخيرة " ......(فتاوىٰ الهندية: ۶/۳۹۰)

"فان الحيل فى الاحكام المخرجة عن الامام جائزة عندجمهور العلماء وانماكره ذلك بعض المتعسفين لجهلهم وقلة تاملهم فى الكتاب والسنة

والدلیل علی جوازہ من الکتاب قولہ تعالی (وخذبیدک ضغثا فاضرب بہ ولاتحنث (سورۃ ص : ۴۴) ھذاتعلیم المخرج لایوب علیہ السلام عن یمینہ التی حلف لیضربن زوجتہ مائۃ فانہ حین قالت لہ لوذبحت عناقاباسم الشیطان فی قصۃ طویلۃ اوردھا اھل التفسیر رحمھم اللہ تعالی " ......
(مبسوط: ۳۰/۲۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زرعی زمین کے مالک کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۰): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شادی سے پہلے امیر تھا لیکن شادی کے بعد اپنی زمین وغیرہ چھوڑ کر شہر میں رہ کر مزدوری کرتا ہے، اب یہاں غریب ہو گیا ہے، لیکن زمین غیر آباد ہے، اور اس کے والدین بھی زندہ ہیں کیا اس پر زکوۃ لگتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں جس زمین پر کاشت نہیں کرتا تو یہ زمین حاجات اصلیہ میں سے نہیں اگر زمین کی مالیت بقدر نصاب زکوۃ کو نہ پہنچتی ہو تو زکوۃ لینا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی اور مال بقدر نصاب موجود نہ ہو یا زمین کی قیمت ملا کر نصاب کو نہ پہنچتا ہو تو پھر بھی لینا درست ہے۔

"باب المصارف منھا الفقیر وھو من لہ ادنی شیء وھو مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجۃ فلایخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذاکانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذافی فتح القدیر "
......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"والحاصل ان النصب ثلاثۃ نصاب یوجب الزکوۃ علی مالکہ وھو النامی خلقۃ اواعداد اوھو سالم من الدین ونصاب لایوجبھا وھومالیس احدھما فان کان مستغرقا بحاجۃ مالکہ حل لہ اخذھا والاحرمت علیہ کثیاب تساوی نصابالایحتاج الی کلھا اواناث لایحتاج الی استعمالہ کلہ فی بیتہ وعبدوفرس لایحتاج الی خدمتہ ورکوبہ ودارلایحتاج الی سکنھا فان کان

محتاجا الی ماذکرنا حاجة اصلية فهوفقير يحل دفع الزكوة اليه وتحرم المسئلة عليه ونصاب يحرم المسئلة وهوملك قوت يومه اولايملكه لكنه بقدرعلى الكسب اويملك خمسين درهما على الخلاف فى ذالك“ ......(فتح القدیر : ۲/۲۰۲)

”والاصل ان ماعدا الحجرين والسوائم انمايزكى بنية التجارة “......(فتاویٰ شامی: ۲/۱۵)

”ولوكان الفقير قويا مكتسبا يحل له اخذالصدقة عندنا لماروى عن سلمان الفارسى انه قال حمل الى رسول الله ﷺ صدقة فقال لاصحابه كلوا ولم ياكل “......(بدائع الصنائع: ۱/۱۵۹)

”ويجوزصرفها الى من لايحل له السؤال اذالم يملك نصابا وان كانت له كتب تساوى مائتى درهم الاانه يحتاج اليهاللتدريس اوللتحفظ اوالتصحيح يجوز صرف الزكوة اليه كذافى فتاوىٰ قاضى خان “......(فتاویٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس کی بیوی کے پاس سونا ہو اس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۰۱): کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص خود غریب اور مزدور قسم کا ہے، لیکن اس کی بیوی کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور نقدی کچھ بھی نہیں ہے، کیا اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر یہ بیان حقیقت پر مبنی ہے اور یہ شخص صاحب نصاب اور ہاشمی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

”الباب السابع فى المصارف منها الفقير وهومن له ادنى شيء وهومادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهومستغرق فى الحاجة فلايخرجه عن الفقر

ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذا کانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذا فی فتح القدیر"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"باب المصرف ای مصرف الزکوۃ والعشر واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم وھو فقیر وھو من کان لہ ادنی شیء ای دون نصاب اوقدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجۃ"......(در علی الشامی: ۲/۶۴)

"ولاتدفع الی بنی ھاشم لقولہ علیہ السلام یابنی ھاشم ان اللہ حرم علیکم غسالۃ الناس واوساخھم وعوضکم منھا بخمس الخمس بخلاف التطوع لان المال ھھنا کالماء یتدنس باسقاط الفرض اما التطوع بمنزلۃ التبرد بالماء قال وھم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب وموالیھم"......(ھدایۃ: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

دو مکانوں کے مالک کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۲): کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے پاس اپنے مکان کے علاوہ دوسرا مکان بھی ہے، لیکن ویسے وہ غریب ہے کیونکہ روزانہ مزدوری کرتا ہے، اور گھر والوں کو کھلاتا ہے تو اب اس آدمی پر زکوۃ کا مال لگتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں اگر مکان کی مالیت نصاب زکوۃ کو نہ پہنچتی ہو تو زکوۃ لینا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور مال بقدر نصاب زکوۃ موجود نہ ہو یا مکان کی قیمت سے ملا کر نصاب کو نہ پہنچتا ہو۔

"باب المصارف (منھا الفقیر) وھو من لہ ادنی شیء وھو مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وھو مستغرق فی الحاجۃ فلایخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذا کانت مستغرقۃ بالحاجۃ کذا فی فتح القدیر"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

”والحاصل ان النصب ثلاثة نصاب یوجب الزکوۃ علی مالکه وھو النامی خلقة او اعداد او ھو سالم من الدین ونصاب لایوجبھا وھو مالیس احدھما فان کان مستغرقا بحاجة مالکه حل له اخذھا والاحرمت علیه کثیاب تساوی نصابالایحتاج الی کلھا اواثاث لایحتاج الی استعماله کله فی بیته وعبدوفرس لایحتاج الی خدمته ورکوبه ودارلایحتاج الی سکنھا فان کان محتاجا الی ماذکرنا حاجة اصلیة فھوفقیر یحل دفع الزکوۃ الیه وتحرم المسئلة علیه ونصاب یحرم المسئلة وھوملک قوت یومه اولایملکه لکنه یقدرعلی الکسب اویملک خمسین درھما علی الخلاف ذالک “.....(فتح القدیر : ۲/۲۰۲)

”ولوکان الفقیر قویا مکتسبا یحل له اخذالصدقة عندنا..... لماروی عن سلمان الفارسی انه قال حمل الی رسول اللہ ﷺ صدقة فقال لاصحابه کلوا ولم یاکل “.....(بدائع الصنائع: ۱/۱۵۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

چھوٹے بھائی کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۰۳): جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسئلہ میں آپ کی طرف سے فتویٰ ورہنمائی درکار ہے۔

میرا چھوٹا بھائی عابد جمیل جو ابھی تک برسر روزگار نہیں ہے اور والدین کے ساتھ گھر میں رہتا ہے، میں برسر روزگار ہوں اور بمع بیوی بچوں کے اکٹھے والدین کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں، غلط سوسائٹی میں پڑ جانے کی وجہ سے چھوٹے بھائی پر قرضہ اور سود کی رقم واجب الادا ہے، اب اس نے توبہ کی ہے کہ آئندہ غلط کام (شرط لگانا، یا جوا وغیرہ) نہیں کروں گا۔

میں نے اللہ کی راہ میں دینے کے لیے کچھ رقم غریبوں کی مدد، تعمیر مسجد، تعمیر مدرسہ و دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنے کا سوچا تھا کہ خرچ کروں گا، اب وہ رقم میں چھوٹے بھائی کے قرضہ اور سود کی رقم اتارنے کے لیے چھوٹے بھائی کو دے سکتا ہوں یا نہیں؟ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا اچھا کھاتا پیتا گھرانہ ہے، میرے والد صاحب بھی کام کرتے ہیں، میں

زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں، میرے والد صاحب بھی زکوۃ ادا کرتے ہیں، میں اپنی زکوۃ کی رقم سے چھوٹے بھائی کا قرضہ اور سود کی رقم اتارنے کے لیے بھی رقم دے سکتا ہوں یا نہیں؟

(۲) ایک دوسرا چھوٹا بھائی جو چھوٹے سے بڑا ہے میرے اور والد صاحب کے ساتھ کام میں کاروبار میں شریک تھا، اس نے پچھلے دو تین سال سے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور غلط کاموں میں شرط جوئے وغیرہ میں لگ گیا ہے، میرے اور والد صاحب سے چھپ کر کافی رقم کاروبار سے نکال کر ضائع کر دی ہے، جس کا ہمیں بعد میں علم ہوا، اب اس نے بھی توبہ کر لی ہے اور کام پر دفتر میں آنا شروع کر دیا ہے، لیکن ابھی اتنا زیادہ کام نہیں کر رہا ہے جس سے قرضہ اور سود کی رقم ادا ہو جائے، اس کے ذمہ بھی ایک بڑی رقم قرضہ اور سود کی ہے جو وہ کاروبار سے کما کر کئی سالوں میں بھی ادا نہیں کر پائے گا، لہٰذا اس دوسرے بھائی طاہر جمیل کو اللہ کی راہ میں خرچ کی جانے والی رقم جس کی تفصیل اوپر گزری ہے یا میری طرف سے زکوۃ کی رقم سودی قرضے کی ادائیگی کے لیے دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ نیز اگر فتویٰ میں دونوں بھائیوں یا چھوٹا بھائی جو ابھی برسر روزگار نہیں ہے رقم دینے کی اجازت مل جاتی ہے تو تب بھی میں اس اللہ کے نام پر خرچ کی جانے والی رقم سے کچھ رقم تعمیر مسجد تعمیر مدرسہ میں خرچ کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

الجواب باسم الملک الوھاب

چھوٹے بھائی کے ذمہ جو قرض ہے اگر وہ صاحب نصاب نہیں ہے تو اسے ادائیگی قرض کے لیے آپ اپنی زکوۃ کی رقم دے سکتے ہیں، اور اس کو نفلی صدقات بھی دے سکتے ہیں۔

"ویجوز دفع الزکوۃ الی من سوی الوالدین والمولودین من الاقارب ومن الاخوۃ والاخوات وغیرھم لانقطاع منافع الاملاک بینھم ولھذا تقبل شھادۃ البعض علی البعض واللہ اعلم"......(بدائع الصنائع: ۱۶۲،۱۶۳/۲)

"ومنھا الغارم وھو من لزمہ دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینہ او کان لہ مال علی الناس لا یمکنہ اخذہ الی ان قال ویکرہ ان یدفع الی رجل مائتی درھم فصاعدا وان دفعہ جاز کذا فی الھدایۃ ھذا اذا لم یکن الفقیر مدیونا فان کان مدیونا فدفع الیہ مقدار مالو قضی بہ دینہ لا یبقی لہ شیء او یبقی دون المائتین لا باس بہ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱۸۸/۱)

"والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

عزیز واقارب میں سے کس کوزکوۃ دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۰۴): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کے کون کون سے لوگ مستحق ہیں؟ مثلاً یعنی عزیز واقارب میں سے کس کوزکوۃ دی جاسکتی ہے؟ اور مریض کوکس حالت میں زکوۃ دی جاسکتی ہے؟ یعنی غریب آدمی کے پاس کتنا مال ہوتو وہ مستحق بنتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں زکوۃ کا مستحق ہر وہ شخص ہے جونصاب کا مالک نہ ہو۔

"یجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

اورعزیز واقارب میں اپنے اصول وفروع میں سے کسی کوبھی زکوۃ نہیں دے سکتے، اور خاوند اپنی بیوی کواور بیوی اپنے خاوند کوزکوۃ نہیں دے سکتی، اوران کے علاوہ باقی سب کوزکوۃ دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ زکوۃ کے مستحق ہوں۔

"قوله واصله وان علاوفرعه وان سفل بالجر ای لایجوز الدفع الی ابیه وجده وان علا ولاالی ولده وولدولده وان سفل"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۵)

"ولایدفع الی اصله وان علاوفرعه وان سفل کذافی الکافی"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۱۸۸)

"وزوجته وزوجها ای لایجوز الدفع لزوجته ولادفع المرأة لزوجها لماقدمناه"......(البحر الرائق: ۲/۴۲۵)

"ولایدفع الی امرأته للاشتراک فی المنافع عادة ولاتدفع المرأة الی زوجها عندابی حنیفة رحمه الله تعالی کذافی الهدایة"......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

مریض اور غریب کو اس وقت زکوۃ دی جاسکتی ہے جب کہ وہ نصاب کا مالک نہ ہو۔

"یجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"یجوز دفع الزکوة الی من یملک مادون النصاب اوقدر نصاب غیر نام وهو مستغرق فی الحاجة" ......(البحر الرائق: ۲/۳۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض اگر معسر ہو تو اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے:

مسئلہ نمبر (۵۰۵): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد از سلام آپ سے عرض یہ ہے کہ میں اس وقت قرضوں میں پھنسا ہوا ہوں، اور قرض اتنا ہے کہ جس کی ادائیگی بغیر کسی مالی مدد کے ناممکن ہے، اور میں اس قرض کی وجہ سے اپنے بیوی بچوں اور گھر والوں سے دور ہوں، قرض لینے والے مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دیتے ہیں، اور ایک مرتبہ مجھے پکڑ کر لے گئے تھے، میں بڑی مشکل سے جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہوا، اور اس وقت سے اپنے گھر والوں سے دور ہوں، اس وقت اتنا کماتا ہوں کہ اپنا ہی گزر بسر کرسکتا ہوں، اپنے بچوں کی بھی میں کفایت نہیں کرسکتا۔

آپ سے التجا یہ ہے کہ آپ بتائیں کیا ایسی صورت میں زکوۃ لینے کا حقدار ہوں یا نہیں؟ اور کیا میں لوگوں سے اپیل کرسکتا ہوں؟ برائے مہربانی فرما کر جواب دیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی آپ کے پاس اتنا زائد مال موجود نہیں ہے کہ جس کو فروخت کرکے قرضہ اتارا جاسکے اور آپ سید بھی نہیں ہیں اور صاحب نصاب بھی نہیں ہیں تو آپ زکوۃ لے سکتے ہیں۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"فان کان من علیه الدین معسرا یجوز له اخذ الزکوة فی اصح الاقاویل لانه بمنزلة ابن السبیل"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"ومنها ان لایکون من بنی هاشم لماروی عن رسول الله ﷺ انه قال یامعشر بنی هاشم ان الله کره لکم غسالة الناس و عوضکم منها بخمس الخمس من الغنیمة "......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

حیلہ تملیک اور زکوۃ کی رقم کا مصرف:

مسئلہ نمبر (۵۰۶): محترم جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) کیا زکوۃ کی رقم براہ راست دینی مدرسہ کی عمارت میں خرچ ہوسکتی ہے؟

(۲) کیا زکوۃ کی رقم عصری تعلیم کے سکول کی عمارت بنانے میں خرچ ہوسکتی ہے؟

(۳) کیا مندرجہ بالا تعمیرات میں زکوۃ کی رقم استعمال کرنے کے لیے تملیک ضروری ہے؟

(۴) کیا تملیک ایک حیلہ ہے؟ اور حیلہ کرنا گناہ ہے؟ جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا تھا ہفتہ کے دن کے بارے میں۔

(۵) قرآن وحدیث کی روشنی میں تملیک کہاں کرنا جائز ہے؟

(۶) ہسپتال وغیرہ کی بلڈنگ میں زکوۃ استعمال ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۷) پاکستان میں تمام مدارس کی عمارات وغیرہ زکوۃ سے بن رہی ہیں کیا یہ جائز ہے؟ اور زکوۃ اس طرح صحیح استعمال ہوجاتی ہے؟ مثلاً جو لوگ بھی مدارس زکوۃ سے بناتے ہیں کیا ان کی زکوۃ ادا ہوجاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کی رقم پاکستان کے تمام مدارس کی عمارات میں اور ہسپتال کی عمارات میں براہ راست استعمال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اگر ضرورت کی وجہ سے حیلہ تملیک کروالیا جائے تو اس رقم کا مذکورہ مصارف میں استعمال کرنا جائز ہے، اور سکول کی عمارت میں زکوۃ لگانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سکول زکوۃ کے مصارف میں سے نہیں ہے، اگر کسی نے سکول کی عمارت میں زکوۃ لگائی ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی ہے، اتنی زکوۃ دوبارہ ادا کرنا لازم ہے، اور حیلہ تملیک زکوۃ وصدقات واجبہ میں ہوتا ہے، اور تملیک کی صورت یہ ہے کہ مدرسہ کا مہتمم مال زکوۃ اور صدقات واجبہ لے کر کسی ایسے

مخلص دیندار مسکین یعنی ایسے مستحق کو کہ اگر وہ خود مالدار ہوتا تو وہ اپنی دولت سے اس تعمیر کو اپنی سعادت سمجھتا اس کا مالک بنادے پھر وہ اسی مال کو مہتمم مدرسہ کو دے دے تو اس کے بعد مہتمم مدرسہ وہ مال اس شعبہ میں خرچ کردے جس کی مسکین مستحق نے اجازت دی ہو، اور اگر مہتمم مدرسہ کو اجازت عام دے دی ہو تو پھر جہاں چاہے مدرسے میں وہاں اس مال کو لگا سکتا ہے، اور ہر حیلہ اختیار کرنا گناہ نہیں ہے، بلکہ وہ حیلہ اختیار کرنا جس سے کسی کا حق مارا جائے یا کسی حرام کام کو چھپانے کے لیے حیلہ اختیار کیا جائے وہ حیلہ اختیار کرنا گناہ ہے، اور بنی اسرائیل کا ہفتہ والے دن حیلہ بھی اس میں داخل ہے کیونکہ وہ حرام کی ہوئی چیز تک پہنچنے کے لیے حیلہ کرتے تھے، باقی کسی جائز کام کے لیے حیلہ اختیار کرنا جائز اور مشروع ہے قرآن کی رو سے بھی اور حدیث کی رو سے بھی۔

"وبناء مسجد ای لایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد لان التملیک شرط فیها ولم یوجد وکذالایبنی بهاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه"......(تبیین الحقائق: ۱/۳۰۰)

"وکذلک من علیه الزکوۃ لواراد صرفها الی بناء المسجد اوالقنطرۃ لایجوز فان ارادالحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذلک کذافی الذخیرۃ"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۴۷۳)

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحومسجد"......(درمع الرد: ۲/۶۸)

"فنقول مذهب علمائنا رحمهم الله تعالی ان کل حیلة یحتال بهاالرجل لابطال حق الغیر اولادخال شبهة فیه اولتمویه باطل فهی مکروهة وکل حیلة یحتال بهاالرجل لیتخلص بهاعن حرام اولیتوصل بهاالی حلال فهی حسنة والاصل فی جواز هذاالنوع من الحیل قول الله تعالی وخذبیدک ضغثا فاضرب به ولاتحنث وهذاتعلیم المخرج لایوب النبی علیه وعلی نبینا الصلاۃ والسلام عن یمینه التی حلف لیضربن امرأته مائة عودوعامة المشایخ علی ان حکمها لیس بمنسوخ وهوالصحیح من المذهب کذافی الذخیرۃ"......(فتاویٰ الهندیة: ۲/۳۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قربانی کی کھالوں کی قیمت سے قبرستان کے لیے جگہ خریدنا:

مسئلہ نمبر (۵۰۷): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ قرآن وسنت اور اجماع کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

گاؤں کے مشترکہ قبرستان کے لیے زمین خریدنی مطلوب ہے تقریباً ساڑھے دس لاکھ میں سے کچھ رقم کم پڑ رہی ہے، کیا کوئی ایسی شرعی صورت یا طریقہ ہے کہ گاؤں والوں کی طرف سے قربانی کی کھالیں جمع کرکے رقم وصول کرکے قبرستان کے لیے خریدی جانے والی زمین کی ادائیگی کے لیے استعمال کی جاسکے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں واضح رہے کہ قربانی کی کھالیں صدقہ واجبہ میں سے ہیں، اور صدقہ واجبہ زکوۃ، فطرانہ وغیرہ تعمیرات، مساجد، قبرستان وغیرہ کے لیے استعمال نہیں کرسکتے، لیکن بصورت شدید مجبوری کے حیلہ تملیک کرکے استعمال کرسکتے ہیں۔

"قال فی شرح تنویر الابصار لایصرف مال الزکوۃ الی بناء نحو مسجد وفی الشامیة کبناء القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه زیلعی"......(فتاویٰ شامی: ۲/۸۵)

"قال المصنف الاصل فیه قوله تعالیٰ(انماالصدقات للفقراء)فهذه ثمانية اصناف وقدسقط منهاالمؤلفة قلوبهم لان الله تعالیٰ اعزالاسلام واغنی عنهم وعلی ذلک انعقدالاجماع "......(هدایه: ۱/۲۲۱)

"فی الوقف والصدقة ارادالوقف فی مرض موته وخاف عدم اجازة الورثة بقرانها وقف رجل وان لم یسمه وانه متولیها وهی فی یده اراد وقف داره وقفاصحیحا اتفاقا یجعلها صدقة موقوفة علی المساکین ویسلمها الی المتولی ثم یتنازعان فیحکم القاضی باللزوم اویقول ان قاضیا حکم بصحته فیلزم اویقول ان ابطله قاض کان صدقة "......(الاشباه والنظائر: ۳۰۱)

"فی الزکوة ومن له علی فقیر دین واراد جعله عن زکاة العین فالحیلة ان

یتصدق علیہ ثم یاخذہ منہ عن دینہ وھو افضل من غیرہ اہ "......(الاشباہ والنظائر: ۳۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو زکوۃ دینا جائز ہے، لیکن قرض کو زکوۃ میں معاف نہیں کرسکتے:

مسئلہ نمبر (۵۰۸): محترم جناب مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرا نام علی احمد ہے میں نے 1994 میں امیٹیشن جیولری سپلائی کا کام شروع کیا تھا، تقریباً پانچ چھ سال میں یہ کام کرتا رہا، اس کے بعد میں بیمار ہوگیا، جس کی وجہ سے میرا آپریشن ہوا اور ڈاکٹر نے مجھے وزن اٹھانے سے منع کردیا، جس کی وجہ سے میں نے وہ کام چھوڑ دیا، کام چھوڑنے سے جو میں نے لوگوں سے یعنی اپنی گاہکوں سے پیسہ لینا تھا وہ مجھے نہیں ملا، کچھ تھوڑا ملا وہ بھی گھر میں خرچ ہوگیا، جس کی وجہ سے میں تقریباً دو لاکھ گیارہ ہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہوں، اب میں ملازمت کرتا ہوں، تین ہزار روپے ماہوار تنخواہ ہے، میں شادی شدہ ہوں، میرے ماشاء اللہ دو بچے ہیں، اتنی آمدنی میں گھر کا گزارا نہیں ہو رہا، جب کہ میں نے قرضہ بھی دینا ہے، اور گھر کے حالات بہت خراب ہیں، جس آدمی کا میں نے قرضہ دینا ہے ان کا نام نعیم احمد ہے جن کی شاہ عالم مارکیٹ میں ہول سیل کی دکان ہے، اور تین چار سال سے قرضہ دینا ہے، اور وہ رقم کا تقاضا کرتے ہیں، اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر ان سے گزارش کی ہے کہ آپ مجھے کسی حساب میں یعنی زکوۃ میں دے دیں میرا قرضہ اتر جائے گا، وہ بہت اچھے انسان ہیں، وہ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کسی اچھے عالم دین سے پوچھ لیں اگر وہ کہتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے تو وہ بھی بتادیں، آپ کی مہربانی ہوگی، میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے بیچ کر میں قرضہ اتار سکوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اگر آپ مستحق زکوۃ ہیں اور سید بھی نہیں ہیں تو ایسے آدمی کو زکوۃ دینا درست ہے، البتہ قرض دار اگر قرض کو زکوۃ میں معاف کردے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ زکوۃ کی رقم مقروض کو دے دیں اور پھر وہ مقروض وہ رقم اپنے قرض میں واپس کردے تو اس سے زکوۃ بھی ادا ہو جائے گی۔

”ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملک نصابا فاضلا عن دينه او كان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذافي التبيين “......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۸)

”والغارم من لزمه دين ولايملک نصابا فاضلاعن دينه “......(الهداية: ۱/۲۲۱)

”ولايجوزان يعطى من الزكوة فقراء بنى هاشم ولامواليهم قال عليه الصلوة والسلام الصدقة محرمة على بنى هاشم ومولى القوم من انفسهم وقال عليه الصلوة والسلام يابنى هاشم ان الله كره لكم غسالة الناس وعوض لكم منها بخمس الخمس من الغنيمة “......(المحيط البرهاني: ۳/۲۱۴)

”واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لايجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكوته ثم ياخذها عن دينه “......(الدرالمختار: ۱/۱۳۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیازکوۃ کی رقم سے حج بدل کیاجاسکتاہے؟

مسئلہ نمبر(۵۰۹): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ شارع فیروز پور لاہور

گزارش ہے کہ میں نے دو حج کیے ہوئے ہیں، آپ اورقرآن وسنت کی روشنی میں فرمائیں کہ کیا میں زکوۃ کی رقم سے حج بدل کرسکتی ہوں؟ یاکسی کو بھیج سکتی ہوں؟ نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زکوۃ کی رقم مستحق زکوۃ کو لوجہ اللہ مالک بناکر دیناضروری ہے لہٰذا آپ اپنی زکوۃ کی رقم سے ازخود کسی کاحج بدل نہیں کرسکتیں، اورنہ ہی کسی پرحج بدل کی مد میں خرچ کرسکتی ہیں۔

”واذادفع الزكوة الى الفقير لايتم الدفع مالم يقبض الفقير اويقبضها للفقير من له ولاية على الفقير نحوالاب والوصي يقبضان للصبي والمجنون “

......(خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۴۲)

"اذادفع الزکوۃ الی الفقیر لایتم الدفع مالم یقبضها للفقیر من له ولایة علیه نحو الاب والوصی یقبضان للصبی والمجنون کذافی الخلاصة "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۹۰)

"ولایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد وکذاالقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه ولایجوز ان یکفن بهامیت ولایقضی بهادین المیت کذافی التبیین " ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

"ولوبنی مسجدبنیة الزکوۃ اوحج اواعتمر اواعتق العبد اوقضی دین حی اومیت بغیر اذن الحی لایجوز " ......(خلاصة الفتاوی: ۱/۲۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۰): بخدمت جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

جناب عالی!

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ میں عاشق حسین خان حلفیہ بیان کرتا ہوں اور خداوند قدوس کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں سید نہیں ہوں، میری اپنی ذات لودھی پٹھان ہے، نہ میرے پاس سونا ہے نہ چاندی، اور نہ کوئی پلاٹ ہے، اور نہ کوئی ذاتی گھر ہے، میں خود دل کا مریض ہوں، اور میں ہسپتال پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی جیل روڈ میں زیر علاج ہوں، میرا بیٹا افضال احمد خان ولد عاشق حسین خان بھی دل کا مریض ہے، وہ بھی ہسپتال میں زیر علاج ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں خود کرایہ کے مکان واقع گلی کشفی عارف چوک مالک مکان کا نام نور محمد صاحب ملت چوک روڈ بالمقابل عمر سائنس اکیڈمی اسکول کے سامنے رہائش پذیر ہوں، میرا بیٹا نرسری میں پودے وغیرہ کا کام کرتا ہے، میں خود گورنمنٹ ملازمت میں بحیثیت اکاؤنٹس گلبرگ پی ڈبلیوڈی بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ میکلوڈ روڈ لاہور آفس آف دی ایس ای تھرڈ سرکل میکلوڈ روڈ لاہور سے جولائی 1981 سے ریٹائرڈ ہوں، میں غریب آدمی ہوں میری شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لف ہے، کیا میں زکوۃ لینے کا حق دار ہوں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر یہ بیان حقیقت پرمبنی ہے اور آپ سید اور صاحب نصاب نہیں ہیں تو آپ کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"الباب السابع في المصارف ومنها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدرنصاب غيرنام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غيرنامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"باب المصرف اى مصرف الزكوة والعشر واماخمس المعدن فمصرفه كالغنائم هوفقير وهو من كان له ادنى شيء اى دون النصاب اوقدرنصاب غيرنام مستغرق في الحاجة"......(درعلى الشامي: ۲/۶۴)

"ولاتدفع الى بني هاشم لقوله عليه السلام يابني هاشم ان الله حرم عليكم غسالة الناس واوساخهم وعوضكم منهابخمس الخمس بخلاف التطوع لان المال ههنا كالماء يتدنس باسقاط الفرض اماالتطوع بمنزلة التبرد بالماء قال وهم آل عليؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقيلؓ وآل الحارثؓ بن عبدالمطلب ومواليهم"......(الهداية: ۱/۲۲۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا سگے بہن بھائیوں کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۱۱): بخدمت جناب مفتیان کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں

(۱) زکوۃ سگی بہن کو دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) اور سگے بھائی کو زکوۃ کا مال دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) زکوۃ کی مقدار کتنی ہے؟

(۴) زکوۃ کے مال سے مدرسہ بنوانا جائز ہے کہ نہیں؟

ان مسائل کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیں۔

آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوهاب

(۲،۱) حقیقی بہن بھائی کو زکوۃ دی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوۃ ہوں۔

(۳) زکوۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے جس کو اڑھائی فیصد بھی کہا جا سکتا ہے۔

(۴) تملیک شرعی کے بغیر زکوۃ کے مال سے مدرسہ بنوانا جائز نہیں ہے۔

”والافضل فی الزکوة والفطر والنذور الصرف اولا الی الاخوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اهل حرفته ثم الی اهل مصره اوقریته“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۹۰)

”ولایجوزدفع الزکوة الی اولاده واولاد اولاده من قبل الذکور والاناث وان سفلوا ولاالی والدیه واجداده وجداته وان علوامن قبل الآباء اوالامهات ویجوزالی سائر قرابته نحوالاخوة والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات ولودفع الی اخته ولهاعلی زوجها مهریبلغ نصابا ان کان الزوج ملیا مقرالوطلبت لایمنع عن الاداء لایجوز صرف زکوته الیهاوان کان فقیرا اوغنیا الاانه لایعطی لوطلبت جازالصرف الیها“......(خانیه علی الهندیة: ۱/۲۶۷)

”وفی العیون رجل یقول اخته اواخاه اوعمه اوعمته فارادان یعطیه الزکوة ان لم یکن فرض علیه القاضی نفقة جازلان التملیک من هؤلاء بصفة القربة یتحقق من کل وجه فیتحقق رکن الزکوة“......(المحیط البرهانی: ۳/۲۱۸)

”تجب فی کل مائتی درهم خمسة دراهم وفی کل عشرین مثقال ذهب نصف مثقال مضروبا کان اولم یکن مصوغا اوغیرمصوغ حلیاکان للرجال اوللنساء تبرا کان اوسبیکة“......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۷۸)

”یجب فی مائتی درهم وعشرین دینارا ربع العشر ولوتبرا اوحلیا اوآنیة ثم فی کل خمس بحسابه“ ......(کنزالدقائق: ۷۴، باب زکوة المال)

”ولو بنی مسجدا بنیة الزکوة لایجوز وکذا الحج والعمرة واعتاق العبد“......(خانیة علی الھندیة: ۱/۲۶۸)

”ولایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذا القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانھار والحج والجھاد وکل مالاتملیک فیه “......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قرضہ اگر اثاثہ جات سے زیادہ ہو تو زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۱۲): محترم جناب مفتی صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ میں (منصور احمد انصاری) بذریعہ تحریر آپ سے مخاطب ہوں میں آج کل جن حالات سے گزر رہا ہوں جن معاشی مشکلات اور مسائل، پریشانی میں ہوں ان مسائل کو بیان کرنا چاہتا ہوں اور اس کے حل کے سلسلے میں آپ سے دینی رہنمائی چاہتا ہوں۔

عرصہ تین سال پہلے میں نے اپنے ایک عزیز کے ساتھ مل کر ایک کاروبار شروع کیا، ایک کثیر رقم اپنے حلقہ احباب سے حاصل کی گئی اور مختلف پیپر ملوں میں ردی کاغذ کی سپلائی کا کام شروع کیا، جس میں بہت سی رقم ایسے لوگوں کی طرف پھنس گئی جو طاقتور اور بدنیت لوگ تھے، اپنی اسی مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک پیپر مل ٹھیکے پر حاصل کی اور مزید رقم مختلف ذرائع سے حاصل کر کے کام کو چلانے کی کوشش کی، لیکن نفع کی بجائے مجھے مزید نقصان کا سامنا کرنا پڑا، جس کی وجہ سے مل بند ہوگئی، ہم دونوں ایک بڑے قرضے کے بوجھ تلے دب گئے، عرصہ ڈیڑھ سال سے اس قرضے سے نجات کے لیے مسلسل کوششیں کر رہا ہوں، اس سلسلے میں اپنے اثاثہ جات مثلاً زیور، گاڑی، گھر کا سامان فروخت کر کے اس قرض کا کچھ حصہ ادا کر پایا ہوں، لیکن قرض جو میرے ذمے میں واجب الادا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پارٹنر سے علیحدگی کے بعد میرے ذمہ واجب الادا رقم

(۱)　پرویز اشرف صاحب تقریباً　11.45.000

(۲)	ایاز اکرام	400.000
(۳)	محمد قاسم	39.5000
(۴)	اصغر عالم (بہنوئی)	800.000
(۵)	محمد عاشق	400.000
(۶)	محمد طارق مفتی (بہنوئی)	100.000
(۷)	دیگر متفرق	100.000

ٹوٹل کل رقم.................33.30.000

سر دست ان قرضوں کو ادا کرنے کے لیے میرے پاس نہ کوئی جائیداد ہے اور نہ کوئی زیور یا کوئی اور اثاثہ جسے فروخت کر کے میں یہ قرض ادا کر سکوں، میرے تین بچے ہیں اور والدہ ہیں جن کا میں واحد کفیل ہوں، آج کل کوئی نوکری نہیں ہے، صرف محنت مزدوری کرتا ہوں، پھر بھی گھر کے ماہانہ اخراجات پورے نہیں کر پاتا، جن لوگوں سے میں نے رقم لینی ہے باوجود انتھک کوشش کے میں کامیاب نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ لوگ بدنیت اور طاقتور لوگ ہیں، اب حالات یہ ہیں کہ مندرجہ بالا لوگ جن کا میں مقروض ہوں ان کے حالات بھی بہت زیادہ خراب ہیں، اور وہ لوگ مجھ سے اپنی رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں، کچھ مخیّر حضرات جو میرے حالات سے واقف ہیں انہوں نے زکوۃ کی رقم سے میری کچھ مدد کے لیے کہا ہے، اس تحریر کے ذریعہ آپ سے مجھے دینی رہنمائی چاہیئے آیا کہ میں ان کی تجویز کے مطابق زکوۃ کی رقم لے کر اپنا قرضہ ادا کر سکتا ہوں؟ میری رہنمائی فرمائیں۔

مندرجہ بالا افراد بھی میرے حالات سے آگاہ ہیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر واقعی آپ مقروض ہیں اور کوئی اثاثہ جات نہیں ہیں یا اگر ہیں تو بھی قرضہ زیادہ ہے اور آپ سید بھی نہیں ہے تو آپ کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے۔

”ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولايملك نصابافاضلاعن دينه او كان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذافي التبيين والدفع الى من عليه دين اولى من الدفع الى الفقير كذافي المضمرات “......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۸)

”قوله والمديون اطلقه كالقدورى وقيده في الكافي بان لايملك نصابا فاضلا عن دينه لانه المراد بالغارم في الآية وهو في اللغة من عليه دين ولايجد

قضاء کماذکرہ القتبی وانمالم یقیدہ المصنف لان الفقر شرط فی الاصناف کلها الاالعامل وابن السبیل اذاکان لہ فی وطنہ مال بمنزلۃ الفقیر وفی الفتاوی الظهیریۃ والدفع الی من علیہ الدین اولی من الدفع الی الفقیر " ......(البحر الرائق: ۲/۲۴۲)

"ولاتدفع الی بنی ہاشم لقولہ علیہ السلام یابنی ہاشم ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم غسالۃ الناس واوساخہم " ......(الہدایۃ: ۱/۲۲۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم سے دینی کتب اور رسائل کی طباعت کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۳): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں

کیا زکوۃ کی رقم دینی کتب کی طباعت اور رسائل وجرائد، جن میں امت کے مسائل اور مفاد کے بارے میں مضامین شامل ہوں پر خرچ ہوسکتی ہے؟

کیا یہ رقم مفاد عامہ یعنی میڈیکل کیمپوں اور دیگر ایسے ہی کاموں پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ واضح رہے کہ زکوۃ کی رقم براہ راست انہیں کاموں پر خرچ کرنا ہے۔

الجواب باسم الملک الوہاب

زکوۃ کی رقم سوال میں ذکر کردہ امور پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی ایسے مسلمان زندہ آدمی کو دینا ضروری ہے جو مستحق زکوۃ ہو۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکالااباحۃ کمامر ای ھی لغۃ الطہارۃ والنماء وشرعا تملیک خرج الاباحۃ فلواطعم یتیما ناویاالزکوۃ لایجزیہ ولایصرف الی بناء نحومسجد قولہ مسجد کبناء القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل مالاتملیک فیہ زیلعی"......(فتاویٰ شامی: ۲/۶۸)

"وفی تجنیس خواہرزادہ ولایجوزالزکوۃ الابقبض الفقراء اوبقبض من

یکون قبضہ قبضا لھم...... ولاتصرف فی بناء مسجد وقنطرة وفی شرح الطحاوی ورباط وفی شرح المتفق ولایبنی بھاقبر ولایقضی بھادین میت ولایعتق عبدولایکفن میتا والحیلة لمن اراد ذلک ان یتصدق ینوی الزکوة علی فقیر ثم یامرہ بعدذلک بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذالک الفقیر ثواب ھذاالصرف "......(فتاویٰ التاتارخانیة:۲۰۵،۲۰۴/۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کسی کوشادی کے لیےزکوۃ کے پیسے دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۴): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

میری والدہ کے کزن کی شادی ہے،ان کے گھر میں سب کچھ ہےان کا ابوکام نہیں کرتا،ان کوشادی کے لیے پیسے چاہئیں،کیاان کوزکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگروہ کزن مسکین اور مستحق ہےتواس کوزکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔

"ویجوزصرف الزکوة الی من لایحل لہ السوال اذالم یملک نصابا "......(فتاویٰ خانیة علی الھندیة: ۲۶۵/۱)

"المصارف منھاالفقیر وھومن لہ ادنی شیء وھومادون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجة فلایخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرة غیرنامیة اذاکانت مستغرقة بالحاجة "......(فتاویٰ الھندیة: ۱۸۷/۱)

"لاباس بان یعطی من الزکوة من لہ مسکن ومایتاثث بہ فی منزلہ وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ......عن اصحاب رسول اللہ وھذا لان ھذہ الاشیاء من حوائج اللازمة التی لابد للانسان منھافکان وجودھا وعدمھا سواء "......(بدائع الصنائع :۱۵۹،۱۵۸/۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مریض کو اخراجات کی مد میں زکوۃ دینا:

مسئلہ نمبر (۵۱۵): حضرات مفتیان کرام مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

بعض مستحق زکوۃ مریض اپنا علاج معالجہ ہسپتال سے کراتے ہیں، اس کے جو اخراجات ہوئے وہ ہسپتال والے مریض کو اپنی زکوۃ کے حساب میں سے اتنی رقم ہاتھ میں دے کر کہتے ہیں کہ یہ اخراجات کے حساب میں جمع کرادو، بعض مریض ہسپتال میں واپس جمع کرانے میں بھی ہچکچاہٹ یا بخل سے کام لے کر وہ رقم بھی لے جانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسی صورت میں کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟

زکوۃ کے مستحق مریضوں کو ہسپتال میں داخلے کی صورت میں بغیر ان کے ہاتھ میں دیتے ہوئے زکوۃ کی رقم ان پر کیسے خرچ کی جائے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مستحق زکوۃ مریض کو زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے اور اختیار دے دیا جائے اس کے بعد فیس وغیرہ میں ان سے واپس لے سکتے ہیں۔

"و آتوا الزکوۃ والایتاء هو التملیک"......(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۲)

تدبیر اس مسئلہ کی یہ ہے کہ آپ مستحق زکوۃ کو رقم بطور قرض دیں مریض اس قرض سے آپ کی فیس ادا کردے پھر آپ زکوۃ کی نیت سے ان کو زکوۃ کی رقم دیں اس کے بعد آپ زکوۃ کی رقم اپنے قرض کے بدلہ میں واپس لے لیں۔

"ومن له علی فقیر دین اراد جعله عن زکوۃ العین فالحیلة ان یتصدق علیه ثم یاخذه منه عن دینه وهو افضل من غیره ولو امتنع المدیون من دفعه له مدیده ویأخذه منه لکونه ظفر بجنس حقه"......(الاشباہ والنظائر: ۱/۳۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف:

مسئلہ نمبر (۵۱۶): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چرم قربانی کی قیمت کا مصرف کیا ہے؟

کیا اس قیمت سے دینی کتابیں خرید سکتے ہیں عام استعمال کے لیے یا مسجد کی لائبریری کے لیے، کیا اس رقم کو راستہ عام بنانے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

قربانی کی قیمت سے راستہ بنوانا یا مسجد کی لائبریری کے لیے کتابیں خریدنا شرعاً درست نہیں ہے، بلکہ مساکین کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔

"ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لاینتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الى بدله "......(هدایه: ۲/۴۵۱)

"فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وعن الثانى باطل لانه كالوقف مجتبى"......(الدر على هامش الشامي: ۵/۲۳۱)

"وشرط صحة ادائها نية مقارنة له اى للاداء ولو كانت المقارنة حكما كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم فى يد الفقير او نوى عند الدفع الوكيل بلا نية "......(الدر على الشامي: ۲/۱۲،۱۱)

"فان بيع اللحم او الجلد به اى بمستهلك او بدراهم (قوله تصدق بثمنه) اى وبالدراهم فيما لو ابدله بها قوله ومفاده صحة البيع هو قول ابى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى بدائع لقيام الملك والقدرة على التسليم "......(فتاوىٰ شامي: ۵/۲۳۱)

"ولا يشترى به ما لا ينتفع به الا بعد الاستهلاك نحو اللحم والطعام ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به الا بعد الاستهلاك ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق كذا فى التبيين وهكذا فى الهداية والكافى"......(فتاوىٰ الهندية: ۵/۳۰۱)

"هى تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمى ولا مولاه بشرط قطع المنفعة

عن الملک کل وجه الله تعالی لقوله تعالیٰ وآتوا الزکاة والایتاء هو التملیک ومراده تملیک جزء من ماله وهو ربع العشر اومایقوم مقامه وانما کانت اسما للفعل عندالمحققین وهوالاصح "......(البحر الرائق: ۲/۳۵۲)

"وتعاونوا علی البر ......ان المراد بالبر متابعة الامر مطلقا وبالتقوی اجتناب الهوی...... (ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان)فیعم النهی کل ماهو من مقولة الظلم والمعاصی ویندرج فیه النهی عن التعاون علی الاعتداء والانتقام وعن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما وابی العالیة انهمافسرا الاثم بترک ماامرهم به وارتکاب مانهاهم ......واتقوا الله امر بالاتقاء فی جمیع الامور " ......(روح المعانی :۶/۵۲)

"لایجوز ان یبنی بالزکوة المسجد وکذاالقناطر وکل مالاتملیک فیه " ......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کلینک یا ہسپتال کی تعمیر میں زکوۃ خرچ کرنے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۷): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

زکوۃ کا حساب کرنے کی جو مقررہ تاریخ ہے اس سے پہلے ہی کچھ رقم سے کلینک یا ہسپتال میں تعمیر یا فرنیچر یا آلات وغیرہ پر رقم خرچ کردی گئی یا اس کے آرڈر دے دیے گئے تو اس رقم پر زکوۃ کس طرح دی جائے گی؟ جبکہ زکوۃ کی مقررہ تاریخ تک اس رقم کی ادیگی نہیں کی گئی ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اس مسئلہ کی دوصورتیں ہیں۔

(۱) جو مال مقررہ تاریخ سے پہلے خرچ کردیا گیا اس مال کی زکوۃ نہیں دی جائے گی، کیونکہ زکوۃ اس مال پر ہوگی جو سال گزرنے پر اس کے پاس موجود ہے اور بقدر نصاب ہے۔

”ومنها الملک التام وھو مااجتمع فیه الملک والید واما اذاوجد الملک دون الید کالصداق قبل القبض اووجد الیددون الملک کملک المکاتب والمدیون لاتجب فیه الزکوۃ کذافی السراج الوھاج “......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۷۲)

(۲) اور دوسری صورت میں جورقم خرچ کرنے کا آرڈر دیا ہے لیکن مال اس کی ملک اور قبضے میں ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی اور مقررہ تاریخ پر اس کا بھی حساب کیا جائے گا۔

”ومنها الملک المطلق وھو ان یکون مملوکاله رقبة ویدا وھذاقول اصحابنا الثلاثة “......(بدائع الصنائع :۲/۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس مریض کے لیے زکوۃ لی اگر وہ مرجائے تو زکوۃ کے پیسوں کا کیا کیا جائے؟

مسئلہ نمبر(۵۱۸): کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا بیٹا بیمار ہوا، اس کے علاج کے لیے ڈاکٹروں نے ۵ لاکھ روپے ایڈوانس طلب کیے، اور اس کے علاوہ ہسپتال میں آنے جانے کا خرچہ، وہاں ٹھہرنے کا خرچہ ۵ لاکھ سے علاوہ تھا، آدمی کے پاس اس وقت ۲ لاکھ روپے موجود تھے لیکن وہ ناکافی تھے، مجبوراً اس شخص نے اپنے بیٹے کا علاج کروانے کے لیے دوست احباب سے اپیل کی، دوست احباب نے بھرپور تعاون کیا جو تقریباً دو لاکھ چھیاسٹھ ہزار جمع ہوگئے، سابقہ اپنے پیسے اور جمع شدہ چار لاکھ چھیاسٹھ ہزار ہوگئے، اب مسئلہ یہ ہے کہ جب پیسے جمع ہوگئے تو بچہ کا علاج کروانے کے لیے جانے کا پروگرام بنایا تو اس آدمی کا بیٹا رضائے الٰہی سے فوت ہوگیا۔

اب وہ پیسے جو دوست احباب سے اکٹھے کیے ہیں ان کا کیا کرنا چاہیے؟ ان حضرات میں سے کسی نے زکوۃ دی، کسی نے عطیہ دیا، کسی نے صدقہ دیا، اب اس رقم کو ان دوست احباب کو واپس کردینا چاہیے یا میں اپنے کسی کاروبار میں استعمال کرسکتا ہوں؟ یا کسی نیکی پر خرچ کردوں؟

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

(۱) صورت مذکورہ میں اگر یہ صدقات اور زکوۃ وغیرہ اس بچے کو دیے تھے یا باپ نے بچے کے لیے قبضہ کیے تھے

توان صدقات اورزکوۃ کوواپس نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ بچہ صاحب نصاب نہیں ہے اس لیے صدقات واجبہ اورزکوۃ وغیرہ بچے کودینا صحیح ہے۔

(۲) اوراگر یہ صدقات واجبہ اورزکوۃ وغیرہ بچے کے والدکودیے ہیں تو یہ صدقات واجبہ اور زکوۃ وغیرہ واپس کرنا ضروری ہے کیونکہ بچے کاوالدصاحب نصاب ہے اورصاحب نصاب کوزکوۃ اورصدقات واجبہ دینا جائز نہیں ہے، ہاں اگرصدقات اورعطیات اورہبہ وغیرہ ہوں توصاحب نصاب کوبھی دینا جائز ہے ان کاواپس کرناکوئی ضروری نہیں ہے۔

(۱)"الموھوب لہ ان کان من اھل القبض فحق القبض الیہ وان کان الموھوب لہ صغیرا اومجنونا فحق القبض الی ولیہ وولیہ ابوہ اووصی ابیہ ثم جدہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی ومن نصبہ القاضی سواء کان الصغیر فی عیال واحدمنھم اولم یکن کذافی شرح الطحاوی "......(فتاویٰ الھندیۃ:۳۹۳/۴)

"اذادفع الزکاۃ الی الفقیر لایتم الدفع مالم یقبضھا اویقبضھاللفقیرمن لاولایۃ علیہ نحوالاب والوصی یقبضان للصبی والمجنون کذافی الخلاصۃ "......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۹۰)

(۲)"لایجوزصرف الزکوۃ الی الغنی و لایجوز صرف جمیع الصدقات المفروضۃ والواجبۃ الیہ کالعشور والکفارات والنذور وصدقۃ الفطر لعموم قولہ تعالی انماالصدقات للفقراء واماصدقۃ التطوع فیجوزصرفھا الی الغنی لانھاتجری مجری الھبۃ "......(بدائع الصنائع:۲/۱۵۷)

"وامابقیۃ الصدقات المفروضۃ والواجبۃ کالعشروالکفارات والنذور وصدقۃ الفطر فلایجوز صرفھا للغنی لعموم قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لاتحل صدقۃ للغنی "......(البحرالرائق:۲/۲۴۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا طالب علم کی فیس زکوۃ کے پیسوں سے ادا کی جاسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۱۹): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ یا قربانی کی کھالوں کی رقم میں سے طالب علموں کی مدد کی جاسکتی ہے؟ فیسوں کے اعتبار سے، جب کہ یہ طالب علم ایک ایسے ادارہ میں زیر تعلیم ہیں جو کہ خالصتاً مسجد کا ادارہ ہے، اور اس ادارہ میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم دی جاتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوہاب

زکوۃ کی رقم نادار طالب علم کو دی جاسکتی ہے، خواہ وہ دینی تعلیم حاصل کررہا ہو یا معاشی، زکوۃ کی رقم اس کو بصورت تملیک دینا شرط ہے، براہ راست فیس میں جمع کروانا درست نہیں ہے۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا "

......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ "......(درمختار علی ھامش ردالمحتار: ۲/۶۸)

البتہ فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے دینی طلبہ کو دینا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے اور حدیث میں طلبہ علم کا مصداق دینی طلبہ ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم کسی حادثاتی مریض پر خرچ کرنا:

مسئلہ نمبر(۵۲۰): حضرات مفتیان کرام مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ درج ذیل مسائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

(وہ رقم جو زکوۃ کا حساب کرنے کی مقررہ تاریخ سے قبل نکال لی گئی ہو) ایسی رقم کو کیا کسی حادثاتی مریض پر جو کہ بے ہوش پڑا ہے خرچ کیا جاسکتا ہے؟ یا اس رقم سے جو دوائیں خریدی گئی ہیں کیا وہ اس مریض پر استعمال کرائی جاسکتی ہیں؟ کبھی مریض کی حالت خطرناک ہونے کی وجہ سے فوری طور پر ان دواؤں کو استعمال کر لیا، اور پھر اتنی رقم کی دوائیں خرید کر واپس زکوۃ کی رقم سے خریدی گئی دواؤں میں رکھ دی جائیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

یہ رقم ان مذکورہ بالاصورتوں میں استعمال کرنا جائز ہے، البتہ اگر اس میں اداءِ زکوۃ کی نیت نہ کی گئی بلکہ محض امداد واعطاء ہی کی نیت تھی تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، اور مقررہ تاریخ کو دوبارہ باقی مال سے زکوۃ دینا ضروری ہوگی۔

”لو وجبت الزکوۃ فی مائتی درهم فادی خمسة ونوی ذلک تطوعا سقطت عنه زکوۃ الخمس وهی ثمن درهم ولاتسقط عنه زکاۃ الباقی“

......(البحر الرائق: ۲/۳۷۰)

زکوۃ کی رقم سے خریدی گئی دواؤں کو جس مریض پر استعمال کیا گیا ہے اگر وہ زکوۃ کا مستحق ہے تو زکوۃ ادا ہوگئی ہے اور اپنے مصرف میں ہی خرچ ہوئی ہے، اور اگر زکوۃ غیر مصرف میں بغیر تحقیق ہی کے دی گئی تو دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔

”حتی لودفع بلاتحرلم یجزان اخطأ“......(درعلی الرد: ۲/۷۴)

بشرطیکہ اس کی جانب سے کسی ولی نے قبضہ کرلیا ہو، کیونکہ زکوۃ میں تملیک شرط ہے، اگر مریض خود نہ کرے تو اس کے ولی کا قبضہ کرنا ضروری ہوگا۔

”وکذالودفع الزکوۃ ماله الی صبی فقیر اومجنون فقیر وقبض له ولیه ابوه اوجده اووصیهما جاز“......(بدائع الصنائع: ۲/۱۴۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بیمار مقروض کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۱۱): حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نہایت ادب سے گزارش ہے کہ میں دوسال سے کالے یرقان کا مریض ہوں، اور مجھے بلڈ پریشر ہائی اور بلڈ شوگر بھی ہے، میرا کوئی ذریعہ آمدن نہیں ہے جس سے میں اپنا علاج کرواسکوں، میری بہن جوکہ میرے سر پر ہیں انہیں بھی بلڈ پریشر ہے اور وہ دل کی مریضہ ہیں، میری چار بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں، دونوں بیٹے مہینہ کا چار ہزار کے قریب کماتے ہیں جس میں وہ گھر کے بل اور گھر کے بیماروں کے اخراجات بمشکل پورے ہوتے ہیں، میری دوائی تو بہت دور کی بات ہے، اور میرا جو علاج ہے وہ تو ہے ہی اتنا مہنگا نوے ہزار کا، ٹیکوں کا مکمل کورس ہے، اس کے علاوہ دوائیاں علیحدہ ہیں، میری بڑی بیٹی جوکہ ایک سکول ٹیچر ہے اس کی تنخواہ سات سو روپے ہے اس میں وہ بڑی مشکل سے

اپنی تینوں بہنوں کی فیس ادا کرتی ہے، میرا اپنا ذاتی گھر بھی نہیں ہے، میرے بھائی کا گھر ہے جس میں مجھے ایک کمرہ دیا ہوا ہے میں اس کمرے میں رہتا ہوں اور گزر بسر کرتا ہوں، سونا چاندی تو بہت دور کی بات ہے، میں اگر کسی سے سوال کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ تم اتنے جوان ہو تم کام نہیں کرسکتے ہو؟ کسی کو کیا معلوم ہے کہ میرے اندر کتنی تکلیفیں ہیں، یہ تو میں جانتا ہوں اور ڈاکٹر جانتے ہیں، میرے سے تو اب چلا بھی نہیں جاتا، میں تیس ہزار روپے کا مقروض بھی ہوں، میں پہلے pdh کا ملازم تھا تقریباً 25 سال کام کیا ہے، جب کام چھوٹ گیا تو میں نے سائیکل پر سودا بیچنا شروع کردیا، اور اب میں اگر کہیں سے ادھار مانگتا ہوں تو وہ بھی انکار کردیتے ہیں کہ پہلے پیسے تو دیے نہیں جاتے یہ کہاں سے دوگے؟ اگر کہیں میں آگے چلتا ہوں تو وہ سود کی بات کرتے ہیں کہ پہلے کوئی چیز رکھوا دو پھر لے لینا، میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں جو میں رکھوا سکوں، میری مہینے کی دوائی ہی آٹھ نو سو کی آتی ہے، اگر اس کے ساتھ ٹیکے بھی لگیں تو پندرہ سولہ سو روپے بنتے ہیں، اور میرے پاس سروس کی مکمل رپورٹ موجود ہے، اس کے علاوہ بیت المال سے آدھے ٹیکوں کا جو کورس ہوا تھا وہ بھی رپورٹ ہے، لیکن وہ کورس مکمل نہ ہونے کی صورت میں ضائع ہوگیا ہے، ڈاکٹر اظہار صاحب جو کہ گلبرگ میں ہیں وہ بھی میرے لیے کوشش کررہے ہیں، ان کے پاس دو مہینے کے ٹیکوں کے پیسے جمع ہوتے ہیں، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آپ کو یہ ٹیکے لگنے سے پچاس فیصد تک آرام آسکتا ہے، اب مجھے اس بات کا جواب دیں کہ میں زکوۃ کا حق دار ہوں یا نہیں؟ اور اگر ہوں تو کہاں تک لے سکتا ہوں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال آپ مستحق زکوۃ ہیں اور آپ زکوۃ لے سکتے ہیں۔

"(هم الفقير)هو من له مال دون النصاب والمسكين هو من لاشيء له ......والغارم من لزمه دين ولايملك نصابافاضلا عن دينه "......(درر الاحكام: ١/١٨٨)

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير تام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثيرة غير نامية اذاكانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير "......(فتاوىٰ الهندية: ١/١٨٧)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

صاحب نصاب طالب علم کو فدیہ کی رقم دینا:

مسئلہ نمبر (۵۲۲): بخدمت حضرت اقدس مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مسئلہ درپیش ہے جس کا جواب تحریر فرما کر تشفی فرمادیں۔

اگر کوئی صاحب نماز یا روزہ کے فدیہ کی رقم کسی ایسے طالب علم کو دے جو کہ دینی مدرسہ میں زیر تعلیم ہو مگر وہ صاحب نصاب ہو (یعنی زکوۃ دیتا ہو) مگر فی الحال وہ مدرسہ میں زیر تعلیم ہے، کیا ایسے طالب علم کو فدیہ کی رقم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب باسم الملک الوهاب

غنی طالب علم کو فدیہ نماز وصدقۃ الفطر دینا ناجائز ہے، بعض فقہاء کرام نے غنی طالب علم کو دینا جائز لکھا ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان پر رد لکھا ہے۔

”فی الدر المختار ،وبهذا التعليل يقوى مانسب للواقعات من ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكوة ولو غنيا اذافرغ نفسه لافادة العلم واستقامة لعجزه عن الكسب والحاجة داعية الى مالابدمنه قال الشامى تحت قوله والحاجة داعية..... وهذا الفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة فى الغنى ولم يعتمد احدقلت وهو كذلك والاوجه تقييده بالفقير“......(فتاویٰ شامی: ۲/۲۵)

”ولايجوزدفع الزكوة الى من يملك نصابا اى مال كان دنانير اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغير التجارة فاضلاعن حاجته فى جميع السنة هكذافى الزاهدى“......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

”وغنى يملك نصابا اى لايجوز الدفع له لحديث معاذ المشهور خذهامن اغنيائهم وردهافى فقرائهم اطلقه فشمل النصاب النامى السالم من الدين الفاضل عن الحوائج الاصلية الموجب لكل واجب مالى “ ......(البحر الرائق: ۲/۴۲۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بچوں سے فیس لینے والے ادارے کا زکوۃ وصول کرنا:

مسئلہ نمبر(۵۲۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک دینی ادارہ ہے، اور جو کہ وہ مکمل ٹرسٹ ہے، جس میں ہر طرح کا حساب رکھا جاتا ہے، اور اس کا ہر سال گورنمنٹ سے آڈٹ بھی کروایا جاتا ہے، ادارہ کا تمام سلسلہ فیسوں پر ہے، فیسوں کی نوعیت بچے کی استعداد پر ہوتی ہے، مستحق اور یتیم بچے بالکل فری پڑھتے ہیں، اوران کی کتب یونیفارم کا انتظام بھی ادارہ کرتا ہے، ادارہ کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کی سربلندی اور اپنی نئی نسل کے سینوں میں دین متین کی صحیح روح کو پہنچانا ہے، یہ ادارہ غیر تجارتی بنیادوں پر کام کررہا ہے، الحمدللہ اس ادارے کی سرپرستی مشائخ عظام اور وقت کے جید علماء کرام فرما رہے ہیں، اور ان کی مشاورت سے یہ تمام امور چلا رہا ہے، ادارہ کی تمام بلڈنگیں کرایہ پر ہیں، ادارہ کو زکوۃ کی مد میں ملنے والی رقم اپنے بالغ طلباء کے ذریعہ سے تملیک کرواکر ادارہ اپنے مصرف پر خرچ کرتا ہے، ادارہ میں دینی ودنیاوی دونوں تعلیم دی جاتی ہیں، مذکورہ بالا طریقے سے تملیک کرانا صحیح ہے کہ نہیں؟ براہ کرم تملیک کے بارے میں مکمل شریعت مطہرہ کی رو سے رہنمائی فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کے لیے صرف بالغ اور طالب علم ہونا کافی نہیں ہے بلکہ مستحق زکوۃ ہونا شرط ہے، کیونکہ زکوۃ کا روپیہ مالدار اور سید کو دینا جائز نہیں ہے، نیز واضح ہو کہ حیلہ تملیک تو بہت مجبوری میں اختیار کیا جاتا ہے کہ دینی مدارس چلانے کے لیے اور ذرائع نہیں ہوتے اس لیے حیلہ تملیک اختیار کیا جاتا ہے، اور آپ کا ادارہ جب اپنا نظام چلانے کے لیے طلباء سے فیس وصول کرتا ہے تو اس کو زکوۃ کی رقم حیلہ تملیک کے ذریعہ سے استعمال کرنا درست نہیں ہے، بلکہ وصول ہی نہ کرے، البتہ اگر واقعی مستحق طلبہ پر خرچ کرے تو وصول کرنا درست ہے۔

"منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير تام وهو مستغرق في الحاجة فلايخرجه عن الفقر ملك نصب كثير غير نامية اذا كانت مستغرقة بالحاجة كذافي فتح القدير "......(فتاوی الھندیة : ۱/۱۸۷)

"اماتفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذافي الشرع كذافي التبيين"......(فتاوی الھندیة: ۱/۱۷۰)

"ویجوز دفعھاالی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحامکتسبا" ......
(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

"ھوالفقیر والمسکین وھواسوء حالا من الفقیر ای المصرف الفقیر والمسکین والمسکین ادنی حالا وفرق بینھما فی الھدایۃ وغیرھا بان الفقیر من لہ ادنی شیء والمسکین من لاشیء لہ"......(البحرالرائق: ۲/۴۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس مدرسہ میں غریب طالب پڑھتے ہوں اس میں عشر دینا:

مسئلہ نمبر(۵۲۴): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دینی مدرسہ جس میں طالب علم پڑھتے ہوں اور رہائش بھی مدرسہ میں رکھتے ہوں اور طالب علموں کی اکثریت غریب بچوں کی ہو، اور کچھ لڑکوں کے والدین درمیانے درجے کے ہوں، دیہاتی ماحول ہو جہاں پر مدرسوں کی امداد کم کی جاتی ہو، ایسے مدرسے کو اناج کا عشر دیا جانا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مسئولہ میں مدرسہ کو اناج کا عشر دینا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔

"ومنھافی سبیل اللہ وھواختیار منہ لقول ابی یوسف وعندمحمد منقطع الحاج وقیل طلبۃ العلم" ......(البحرالرائق: ۲/۴۲۲)

"ومنھافی سبیل اللہ وھم منقطعوا الغزاۃ الفقراء منھم عندابی یوسف وعندمحمد منقطعوا الحاج الفقراء منھم"......(فتاوی الھندیۃ: ۱/۱۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امامت وخطابت کے بعوض صدقات واجبہ دینا:

مسئلہ نمبر(۵۲۵): حضرات علماء کرام ومفتیان عظام دین عالیہ وحقہ سے مندرجہ ذیل مسائل کی صحیح تحقیق انتہائی ادب کے ساتھ سائل معلوم کرنا چاہتا ہے کہ

(۱) زکوۃ، صدقۃ الفطر، قربانی کی کھال یا اس کھال کی قیمت اور دیگر واجبات ونذرانات امام وخطیب مسجد کو بعوض امامت وخطابت دینا از روئے شریعت مطہرہ جائز ہے یا نہیں؟

اگر دینا جائز نہیں تو پھر خود امام وخطیب مسجد اور ان کے اہل وعیال کا نان نفقہ اور اخراجات ضروریہ کا بوجھ کس پر لازم اور واجب ہے؟ تاکہ وہ اطمینان قلب کے ساتھ دین عالیہ وحقہ کی خدمت بصورت امامت وخطابت سرانجام دے سکے۔

(۲) امامت وخطابت مسجد بعوض تنخواہ از روئے شریعت مطہرہ جائز ہے یا نہیں؟

اگر جائز ہے تو آج کل اس مہنگے دور میں امام وخطیب مسجد کی تنخواہ کا کم از کم معیار کیا ہونا چاہیے؟ جس سے وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نان نفقہ اور اخراجات ضروریہ پورے کر سکے، اور اس کے بارے میں پریشان وسرگرداں نہ ہو، اور قلب فارغ کے ساتھ دین عالیہ وحقہ کی خدمت بشکل امامت وخطابت کر سکے، اور اس تنخواہ کے حصول کی کیا صورت ہونی چاہیے؟

(۳) اگر امام وخطیب مسجد صاحب نصاب نہ ہو بلکہ مسکین غریب اور فقیر ہو تو پھر ایسے امام وخطیب مسجد کو زکوۃ، صدقۃ الفطر، قربانی کی کھال یا اس قربانی کی کھال کی قیمت اور ایسے ہی دیگر واجبات ونذرانات کا دینا از روئے شریعت مطہرہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوہاب

(۱) زکوۃ، فطرانہ، نذر، قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف فقراء اور مساکین ہیں اور مذکورہ رقوم بلاعوض فقیر مستحق زکوۃ شخص کو مالک وقابض بنا کر دینا شرعاً لازم ہے، لہٰذا زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ امامت وخطابت کے عوض مشاہرہ میں امام صاحب کو دینا شرعاً جائز نہیں ہے، اس سے زکوۃ وغیرہ ادا نہ ہوں گے، البتہ اگر وہ مستحق زکوۃ ہے تو مندرجہ اشیاء سے اس کی امداد کی جا سکتی ہے اھ (بدائع الصنائع) امام صاحب کا معقول معاوضہ حق الخدمت مسجد انتظامیہ کے ذمہ لازم ہے۔

(۲) متاخرین فقہاء کے فتویٰ کے مطابق امام کے لیے حق الخدمت لینا جائز ہے، اور امام وخطیب کا مشاہرہ اتنا معقول ہونا چاہیے کہ وہ سکون سے اپنی زندگی گزار سکے۔

(۳) اگر امام صاحب فقیر، مستحق زکوۃ ہو تو پھر اسے زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ بلاعوض مالک بنا کر دینا جائز ہے، لیکن تنخواہ میں دینا پھر بھی جائز نہیں ہے۔

”مصرف الزکوۃ والعشر...... هو فقیر وهومن له ادنی شیء ای دون نصاب اوقدرنصاب غیرنام مستغرق فی الحاجة ومسکین من لاشیء له علی المذهب “......(درمختار: ۱۴۰/۱)

”تملیک جزء مال عینه الشارع عن مسلم فقیر غیرهاشمی ولامولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه “......(درمختار: ۱۲۹/۱)

”ولودفعهاالمعلم لخلیفته ان کان بحیث یعمل له لولم یعطه صح والالا قوله والالا ای لان المدفوع یکون بمنزلة العوض “......(درمع الرد: ۲/۷۷)

”ولونوی الزکوة بمایدفع المعلم الی الخلیفة ولم یستاجره ان کان الخلیفة بحال لولم یدفعه یعلم الصبیان ایضا اجزأه والافلا“......(فتاویٰ الهندیة : ۱/۱۹۰)

”ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن، قال فی الهدایة وبعض مشائخنا رحمهم الله استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الامورالدینیة ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیه الفتویٰ اه وقداقتصر علی استثناء تعلیم القرآن ایضافی متن الکنز ومتن مواهب الرحمن وکثیر من الکتب وزادفی مختصرالوقایة ومتن الاصلاح تعلیم الفقه وزادفی متن المجمع الامامة ومثله فی متن الملتقی ودررالبحار وزادبعضهم الاذان والاقامة والوعظ وذکره المصنف معظمها ولکن الذی فی اکثرالکتب الاقتصار علی مافی الهدایة فهذامجموع ماافتی به المتاخرون من مشایخنا “......(ردالمحتار: ۵/۳۸)

”ویشترط ان یکون الصرف تملیکالااباحة کمامر لایصرف الی بناء نحومسجد “......(درعلی الرد۲/۶۸)

”ومنها ان یؤذن محتسبا ولایاخذ علی الاذان والاقامة اجراولایحل له اخذالاجرة علی ذلک لانه استئجار علی الطاعة وذالایجوزلان الانسان فی تحصیل الطاعة عامل لنفسه فلایجوزله اخذالاجرة علیه وعندالشافعی یحل

له ان یاخذ علی ذلک اجرا وهی من مسائل کتاب الاجارات وفی الباب حدیث خاص وهو ماروی عن عثمان بن ابی العاص رضی الله عنه انه قال آخر ماعهدالی رسول الله ﷺ ان اصلی بالقوم صلاة اضعفهم وان اتخذ مؤذنا لایاخذعلیه اجرا وان علم القوم حاجته فاعطوه شیئا من غیر شرط فهوحسن لانه من باب البر والصدقة والمجازاة علی احسانه بمکانهم وکل ذلک حسن"......(بدائع الصنائع: ۱/۳۷۵،۷۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس شخص کو کاروبار میں نقصان ہو گیا ہو اس کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نوید اکبرولد محمد اکبر ایک پرائیویٹ ادارے میں ملازم ہوں، یہ ادارہ شیئرز کی خرید وفروخت کا کاروبار کرتا ہے، اسی ادارے کی وساطت سے میں نے بھی شیئرز کی خرید وفروخت کا کام کیا، جس میں مجھے میری اوقات سے زیادہ نقصان ہو گیا، اب ادارے کے مالکان مجھ سے رقم کا مطالبہ کررہے ہیں، اور گندی گالیاں، مار پیٹ تک آگئے ہیں اور جان سے ماردینے کی دھمکی دیتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ یہ سب کچھ کر گزریں گے، میں ایک سفید پوش آدمی ہوں، میری نا تو کوئی جائیداد ہے اور نہ ہی میرے گھر میں کوئی زیور ہے، بس تنخواہ پر گزارا ہے، اور میں آج کل کرایے کے مکان میں رہ رہا ہوں، میری پانچ بیٹیاں ہیں اور بیوی ہے۔

مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا ان حالات کے اندر میں زکوۃ کا حق دار ہوں یا نہیں؟ جسے لے کر میں اپنی عزت اور اپنی جان بچا سکوں؟ حاصل یہ کہ مجھ پر ساڑھے چھ، سات لاکھ کا قرضہ ہے، اور میرے پاس روزمرہ کی ضرورت کے علاوہ کوئی کیش، کوئی جائیداد بھی نہیں ہے۔

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر سوال میں ذکر کردہ تحریر حقیقت کے عین مطابق ہے تو اس صورت میں مذکورہ شخص مستحق زکوۃ ہے اور انہیں زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

"فان کان من علیه الدین معسرا یجوز له اخذالزکوة فی اصح الاقاویل لانه بمنزلة ابن السبیل"......(قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۱۶۶)

"فان كان من عليه الدين معسرا يجوزله اخذالزكوة فى اصح الاقاويل لانه بمنزلة ابن السبيل "......(فتاوىٰ الهندية: ١٨٩/١)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سید کی بیٹیوں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۷): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سید بزرگ فوت ہوگئے ہیں، ان کی سات بیٹیاں ہیں اور بیٹا کوئی نہیں ہے، کیا ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

شرافت نسب کی وجہ سے سیدوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

"كتاب الزكوة ،فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذافي الشرع كذافي التبيين "......(فتاوىٰ الهندية: ١٧٠/١)

"وشرعا تمليك جزء مال عينه الشارح من مسلم فقير ولومعتوها غيرهاشمي ولامولاه الخ "......(درمع الرد: ٣/٥)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

فلاحی اداروں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۲۸): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاہور کا ایک فلاحی ادارہ ہے، جس کے زیرانتظام ہسپتال، مدارس وغیرہ چل رہے ہیں، اوران ہسپتالوں میں غریبوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے، جن کے اخراجات ہسپتال میں قائم زکوۃ فنڈ سے ادا کیے جاتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس صورت میں کیا کوئی شخص اپنی زکوۃ میں سے اس ہسپتال فنڈ میں عطیہ دے سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اوراس کی زکوۃ ادا ہوجائے گی؟

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے یہ شرط ہے کہ غریب غیر سید مسلمان کو بلاعوض مالک بنا کر دی جائے، لہذا اگر اس

زکوۃ سے صرف مستحق افراد کو دوا وغیرہ دی جاتی ہے تو زکوۃ ادا ہوگئی، اور اگر اس روپے سے ہسپتال کے بستر اور مشین یا دیگر سامان خرید لیا جاتا ہو یا غیر مستحق افراد پر خرچ کرتے ہوں تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"اما تفسيرها فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى هذا في الشرع كذا في التبيين "......(فتاویٰ الهندية: ١/١٧٠)

"ويشترط ان يكون الصرف تمليكا لااباحة كمامر لايصرف الى بناء نحو مسجد ولاالى كفن ميت وقضاء دينه "......(الدر المختار على هامش الرد: ٢/٦٨)

"قوله نحو مسجد كبناء القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه زيلعي "......(فتاویٰ شامی: ٢/٦٨)

"ولايجوزان يبنى بالزكوة المسجد وكذاالقناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل مالاتمليك فيه ولايجوز ان يكفن بها ميت ولايقضى بهادين الميت كذافي التبيين " ......(فتاویٰ الهندية: ١/١٨٨)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ایک مقروض شخص کو زکوۃ میں ڈیڑھ لاکھ روپے دینا:

مسئلہ نمبر(۵۲۹): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ قرض ہے، میرا ایک دوست ہے، اس کو حج کرنے کا بہت شوق ہے، لیکن بہت غریب ہے اور حج پر بھی جانا چاہتا ہے، میں نے ایک اہل ثروت سے بات کی تو اس نے کہا کہ میرے پاس زکوۃ کا مال ہے، تو میں نے کہا کہ میں مقروض ہوں آپ مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے زکوۃ میں سے دے دیں، میں اپنی طرف سے اس کو وہ پیسے حج کے لیے دے دوں گا بطور ہدیہ یا بطور قرضہ، اور اس نے مجھے ڈیڑھ لاکھ روپے دے دیے، تو کیا اس کی زکوۃ ادا ہوگئی؟ اور میں نے اس کو حج کے لیے بطور ہدیہ دے دیے تو کیا میرا یہ فعل جائز ہے؟ اور اس پر مجھے بھی حج کا اجر ملے گا یا نہیں؟ اور اگر بطور قرضہ دیے اور اس نے حج کرلیا تو کیا میرا یہ فعل جائز ہے؟ اور اس نے واپس آکر وہ قرض ادا بھی کردیا؟ اور اس قرض پر مجھے اجر ملے گا یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال مذکورہ شخص کا آپ کو بطور زکوۃ ڈیڑھ لاکھ روپے دینا جائز ہے، جب کہ آپ کی کل مالیت سے قرض زیادہ ہو، اور آپ مستحق زکوۃ بھی بنتے ہوں، کیونکہ مقروض کو زکوۃ کا مال دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی۔

"ومنھا الغارم وھو من لزمه دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینه او کان له مال علی الناس لا یمکنه اخذہ کذافی التبیین والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر "......(فتاویٰ الھندیة: ۱/۱۸۸)

(۲) اگر آپ کا دائن راضی ہو تو اپنے غریب دوست کو بطور قرض ڈیڑھ لاکھ روپے برائے حج اخراجات دے سکتے ہیں، آپ کو تعاون علی البر کی وجہ سے ثواب ملے گا، لیکن اگر ہدیہ کر دیں تو یہ زیادہ بہتر ہے اور زیادہ ثواب کا کام ہے۔

"وشرائط صحتھا فی الموھوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیز ا غیر مشغول کماسیتضح ورکنھا ھو الایجاب والقبول "......(ردالمحتار علی درالمختار : ۵۶۷/۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مجبور اور بے بس کو زکوۃ لینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۰): کیا فرماتے ہیں علماء حق بروئے شریعت اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے 18 سال قبل درس وتدریس کے لیے پرائیویٹ سکول بنایا تھا، اور اللہ نے اپنے فضل وکرم سے بہت کچھ دیا ہوا تھا، زید نے اپنی تین بہنوں کی شادی کی اور اپنی بھی، 2001ء میں زید کو آنتوں کی تکلیف ہوگئی، جس کے لیے دو مرتبہ راولپنڈی میں آپریشن کروانا پڑا، اس میں زید کا تمام سرمایہ ختم ہو گیا اب زید 2001ء سے مسلسل بے کار ہے، گھر کے اخراجات اللہ تعالیٰ نہ جانے کہاں سے پورے کر رہا ہے، زید کی شہر میں سفید پوشی کا بھرم بھی ہے، اور عرصہ تیس برس سے شعبہ صحافت سے منسلک ہے، اب حقیقی حالات یہ ہیں کہ والدہ علیل ہیں، اور میں اور میری اہلیہ اور بہن اس کا حال ہی میں کینسر کا آپریشن ہوا ہے، چوبیس گھنٹے میں صرف ایک بار کھانا کھاتے ہیں، اور بچوں کو جن کی عمر سات سال اور پانچ سال ہے دن میں دو بار دودھ پلاتے ہیں، دونوں بچے حفظ قرآن کر رہے ہیں، زید کا چونکہ شہر میں ایک نام ہے اس لیے وہ اپنی جھوٹی انا کی خاطر گھر والوں کو فاقہ کرا سکتا ہے لیکن بچوں کا کیا کرے؟

کسی کے سامنے کہتے شرم آتی ہے سب آسودہ سمجھتے ہیں، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ زید زکوۃ کا حقدار ہے یا نہیں؟ زید کے پاس ایک روپیہ بھی ذاتی نہیں ہے، جواب سے مستفید فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

زید اگر واقعی ایسا مجبور ہے کہ اس کے پاس سونا، چاندی، نقد روپیہ، اسباب تجارت اور ضرورت سے زائد کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سید بھی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"باب المصرف هو الفقير والمسكين وهو اسوأ حالا من الفقير ......الفقير من له ادنى شيء والمسكين من لاشيء له ......والاولى ان يفسر الفقير بمن له دون النصاب كمافي النقاية اخذا من قولهم يجوز دفع الزكوة الى من يملك مادون النصاب اوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة" ......(البحر الرائق: ۲/۴۱۹)

"التصدق على الفقير العالم افضل من التصدق على الجاهل كذافي الزاهدى"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"في المصارف منها الفقير وهو من له ادنى شيء وهو مادون النصاب اوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق في الحاجة"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"ومنها المسكين وهو من لاشيء له فيحتاج الى المسئلة لقوته اومايوارى بدنه ويحل له ذلک"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۷)

"ويجوز دفعها الى من يملک اقل من النصاب وان كان صحيحامكتسبا كذافي الزاهدى"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"ولايدفع الى بنى هاشم وهم آل علیؓ وآل عباسؓ وآل جعفرؓ وآل عقیلؓ وآل حارثؓ بن عبدالمطلب كذافي الهداية"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتالوں اور اداروں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۳۱): محترم جناب مفتی صاحب جامعہ اشرفیہ لاہور

اس مسئلہ پر فتویٰ کی ضرورت ہے مدد فرمائی جائے۔

ہم چنیوٹ شیخ ایسوسی ایشن کی طرف سے زکوۃ فنڈ اکٹھا کرتے ہیں، جس کے لیے ایک آفس سیکرٹری ہے، اور میں میاں ہارون فنانس سیکرٹری کا عہدہ نبھا رہا ہوں، میرا کام صرف حساب چیک کرنا اور فنڈ کی بانٹ کے لیے جو فیصلے صدر سیکرٹری حضرات کرتے ہیں ان کے لیے بینک چیک وغیرہ کو دستخط کرنا ہے۔

زکوۃ فنڈ کی بابت تین اداروں کے نام ہے۔

(۱) الحجاز ہسپتال، گلبرگ لاہور

(۲) گلاب دیوی ہسپتال لاہور

(۳) مدرسہ اقرأ گلگت

اور ایک فری ڈسپنسری، چوہڑ منڈی لاہور (برائے خرچہ ادویات صرف) غریب اور حق دار برادری کی عورتوں (ذاتی اخراجات) اور بندوں کو برائے ضرورت بچی کی شادی وغیرہ کے لیے فرداً فرداً ادا کی جاتی ہے۔

(۱) کیا زکوۃ فنڈ کو اداروں کے نام دیا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا فرداً فرداً مندرجہ بالا ضروریات کے لیے زکوۃ فنڈ میں سے رقم خرچ کی جا سکتی ہے؟

مہربانی فرما کر تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ کے لیے یہ شرط ہے کہ غریب مسلمان غیر سید کو بلاعوض مالک بنا کر دی جائے، لہٰذا اگر یہ ادارے صرف مستحق افراد پر خرچ کرتے ہوں خواہ دواء کی صورت میں ہو یا نقدی کی صورت میں تو ان کو دینا جائز ہے، اور اگر ہسپتال وغیرہ کی تعمیر و مرمت یا اس کے فرنیچر، بیڈ مشینری یا ڈاکٹروں کی تنخواہ و فیس وغیرہ میں لگاتے ہوں تو زکوۃ ادا نہ ہوگی، کیونکہ اس میں تملیک نہیں ہوتی بلکہ یہ چیزیں ہسپتال کے لیے وقف ہوتی ہیں، اور یہی حال مدرسہ کا ہوگا اس میں بھی مستحق طلبہ پر مالک بنا کر خرچ کیا جانا ضروری ہے ورنہ زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

نوٹ: اس جواب کے ساتھ حوالہ جات نہیں ہیں مناسب حوالہ جات دوسرے جوابات سے اس کے ساتھ لگا دیے جائیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض آدمی کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۲): محترم ومکرم جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

میرا نام محمد فاروق ولد عبدالوہاب ہے، میری ماہوار آمدن تقریباً 4800 ہے، اور میرا مکان کرایہ پر ہے، اور زیور ایک تولہ بھی نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی وراثت میں چیز ہے، میرے گھریلو سامان میں مہنگا صرف ایئر کولر اور واشنگ مشین ہے، ہم 2 میاں بیوی اور 4 بچے ہیں، 3 بچے سکول پڑھتے ہیں سب سے چھوٹا بچہ معذور اور بیمار رہتا ہے، مکان کا کرایہ بمع بل مبلغ 1500 روپے ہے، اور بچوں کے سکول کا خرچ تقریباً 500 روپے ہے، اور مجھ پر تقریباً 45000 روپے قرض ہے جو کہ چھوٹے بچے کے بیمار ہونے کی وجہ سے مجھ پر قرض ہو گیا ہے اور میں اب ایک پانچ مرلے کا پلاٹ لینا چاہتا ہوں جس کی قیمت تقریباً 75000 روپے ہے، او رکچھ لوگ میری مدد کرنا چاہتے ہیں بطریق زکوۃ، اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان پیسوں سے میں قرض اتاروں یا پلاٹ کا ایڈوانس دے دوں یا دونوں میں سے جہاں چاہوں استعمال کرلوں اور آیا کہ اس صورت میں مجھے زکوۃ لگتی بھی ہے یا کہ نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مستحق زکوۃ ہے۔

"وفی شرح التنویر مصرف الزکوۃ والعشر هوفقیر وهومن له ادنی شیء ای دون نصاب اوقدرنصاب غیرتام مستغرق فی الحاجة ومسکین لاشیء له"

......(۲/۶۴).

دونوں جگہ اس مال کو استعمال کر سکتے ہیں مگر قرض ادا کرنا اولیٰ ہے۔

"باب المصرف ای مصرف الزکوۃ والعشر......هوفقیر وهومن له ادنی شیء ای دون نصاب اوقدر نصاب غیرنام مستغرق فی الحاجة ومسکین من لاشیء له"......(درمع الرد: ۲/۶۴)

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"

.....(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۹)

"للمالک ان یتصرف فی ملکه ای تصرف شاء".....(بدائع الصنائع: ۵/۳۹۴)

"سئل ابوحفص الکبیر عمن یعطی الزکوۃ الی الفقراء احب الی من دینه لیقضی دینه ؟قال الی من علیه دین لیقضی دینه".....(فتاویٰ التاتارخانیة: ۳/۲۲۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تیس ہزار روپے کے مقروض کو زکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر (۵۴۳): بخدمت جناب مفتی صاحب

گزارش ہے کہ شریعت کے لحاظ سے صورت احوال یہ ہے کہ تین آدمی ایک گھر کے کمانے والے ہیں جن کی ٹوٹل آمدن 8000 روپے ہے، جس سے گھر کے اخراجات نہایت مشکل سے پورے ہو رہے ہیں مگر تینوں آدمیوں کی آمدن مستقل نہیں ہے جس ماہ ایک فرد کی مزدوری کم ہو جاتی ہے تو گھر کے اخراجات بدستور موجود رہتے ہیں اسی طرح وہ آدمی مبلغ 30000 روپے کا مقروض ہو چکا ہے، ان حالات میں وہ آدمی زکوۃ وصدقات وفطرانہ کا حق دار ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فیصلہ ارشاد فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص قرضہ کی وجہ سے صاحب نصاب نہیں رہتا ہے اور مستحق بنتا ہے اور سید بھی نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"فان کان من علیه الدین معسرا یجوز له اخذ الزکوۃ فی اصح الاقاویل"

.....(البحر الرائق: ۲/۴۲۰)

"(الباب السابع فی المصارف) ومنها الغارم وهو من لزمه دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینه او کان له مال علی الناس لا یمکنه اخذه کذا فی التبیین والدفع

لی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر کذافی المضمرات "......(فتاویٰ الهندیة: ۱/۱۸۸)

"قوله وبنی هاشم ومو الیهم ای لایجوز الدفع لهم لحدیث البخاری نحن اهل بیت لاتحل لناالصدقة " ......(البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض غیر سید کو زکوۃ دے سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۵۳۳): محترمی ومکرمی مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم کے بعد بندہ رقم طراز ہے کہ ایک آدمی کی ایک دوکان تھی جو معاشی بدحالی کی وجہ سے دیوالیہ کی شکل اختیار کر چکی ہے کنبہ کے سات افراد ہیں، بچوں کی کفالت اور مکان کا کرایہ بمستقل دو تین لڑکوں کی قلیل محنت سے پورا ہو رہا ہے نتیجہ یہ ہے کہ آدمی قرضہ کے بوجھ سے لد چکا ہے، ایام رفتہ میں اس نے کسی طرح ایک تین چار مرلہ کا پلاٹ خریدا تھا جس پر غربت وعسرت کی بناء پر چھت بھی ڈالنے سے قاصر ہے، علاوہ ازیں اس کے موجودہ اثاثہ میں ایک پرانا شکستہ حالت میں سکوٹر ہے اور گھر میں زیور نہیں ہے، ہاں ضرورت کے برتن وغیرہ موجود ہیں، کیا ایسا پریشان حال اور مصیبت زدہ انسان موجودہ کمر توڑ اور ہوش ربا مہنگائی کے دور میں شریعت مطہرہ کی رو سے زکوۃ کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص مقروض ہے اور سید نہیں ہے تو اس کو زکوۃ لینا جائز ہے۔

"هو الفقیر والمسکین وهو اسوأ حالا من الفقیر والعامل والمکاتب والمدیون قوله المدیون اطلقه القدوری وقیده فی الکافی بان لایملک نصابا فاضلاعن دینه لانه المراد بالغارم فی الآیة وهو فی اللغة من علیه دین ولایجد قضاء کماذکر القتبی ......وفی الفتاوی الظهیریة والدفع الی من علیه الدین اولی من الدفع الی الفقیر"......(کنز مع البحر الرائق: ۲/۴۲۲)

"وکره اعطاء فقیر نصابا اواکثر الااذاکان المدفوع الیه مدیونااوکان

صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لايخص كلا اولايفضل بعددينه نصاب فلايكره "......(درعلى الرد : ۲/۷۴)

"ويجوزدفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحامكتسبا كذافي الزاهدى "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"ولاتدفع الى بنى هاشم لقوله عليه السلام يابنى هاشم ان الله تعالىٰ حرم عليكم غسالة الناس واوساخهم " ......(هدايه: ۱/۲۲۳)

"وبنى هاشم وهم آل على وعباس وجعفر وعقيل والحارث بن عبدالمطلب ومواليهم اى معتقى هؤلاء ولاالى ذمى "......(شرح الوقاية : ۲/۲۹۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

زکوۃ کی رقم تعمیر ومرمت پرلگاناجائزنہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۵۲۵): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں مسجد سے علیحدہ بلڈنگ جس میں بچے بچیاں قرآن پاک حفظ وناظرہ پڑھتے ہیں غیر مقامی طلباء بھی نہیں ہیں لنگر وغیرہ کاانتظام بھی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ناداربچہ پڑھتاہے،کیااس بلڈنگ کی مرمت وغیرہ پرزکوۃ کی رقم خرچ ہوسکتی ہے؟چونکہ وہ بلڈنگ صرف اورصرف قرآن پاک کی تعلیم کے لیے ہی خصوصی طورپراستعمال میں ہے،برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح طورپرلکھدیں،آپ کی مہربانی ہوگی۔

الجواب باسم الملک الوھاب

زکوۃ میں یہ شرط ہے کہ غریب مسلمان غیرسیدکوبلاعوض مالک بناکردی جائے،جب کہ عمارت وقف ہے اس کاکوئی مالک نہیں ہے لہٰذاتعمیرومرمت پرلگاناجائزنہیں ہے۔

"هي تمليک المال بغيرعوض من فقيرمسلم غيرهاشمي ولامولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من كل وجه لله تعالىٰ "......(كنزالدقائق : ۶۹،مكتبه رحمانيه)

"ولايجوز ان يبنى بالزكوة المسجد وكذاالقناطر والسقايات واصلاح

الطرفات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۸)

"لایصرف الی بناء نحو مسجد قوله نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالاتملیک فیه زیلعی"......(الدرمع الرد: ۲/۶۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جس شخص کی کوئی آمدن نہ ہو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے:

مسئلہ نمبر(۵۳۶): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی ایسا غریب آدمی ہو یا بیوہ یا معذور انسان زکوۃ کا مستحق ہو سکتا ہے جس کا چھوٹا سا ذاتی مکان ہو یعنی سر چھپانے کی جگہ ہو لیکن اپنی اور اہل وعیال کی گزراوقات کے لیے کوئی آمدنی نہ ہو؟

الجواب باسم الملک الوهاب

اگر شخص مذکورہ مستحق زکوۃ ہے تو اس کو زکوۃ دینا درست ہے اور مستحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سید نہ ہو اور ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مقدار سامان تجارت ضرورت سے زائد نہ ہو۔

"ذکر ابن محمد اذاکان لرجل دار تساوی عشرة آلاف درهم لجودة موضعه وقربه من السوق ولیس فیها فضل عن سکناه مایساوی مائتی درهم قال تحل له الزکوة "......(فتاوی التاتارخانیة: ۳/۲۱۵)

"ولایجوز دفع الزکوة الی من یملک نصابا ای مال کان دنانیر اودراهم اوسوائم اوعروضا للتجارة اولغیر التجارة فاضلاعن حاجته فی جمیع السنة هکذافی الزاهدی...... ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا کذافی الزاهدی ......ولایدفع الی بنی هاشم "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"قوله وبنی هاشم ومواليهم ای لایجوز الدفع لهم لحديث البخاری نحن اهل بيت لاتحل لنا الصدقة "......(البحر الرائق: ۲/۴۲۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

امام مسجد کو تنخواہ میں زکوۃ دینا جائز نہیں ہے:

مسئلہ نمبر(۵۲۷): محترم مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مسجد کے امام کو تنخواہ کے طور پر عشر یا زکوۃ کے پیسے دیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کسی کی پچاس ہزار روپیہ سالانہ زکوۃ ہو اور ماہانہ امام کو تین ہزار روپے دے دیا کریں تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مسئولہ میں امام صاحب کو زکوۃ کے مال میں سے ماہانہ تنخواہ ادا نہیں کرسکتے البتہ غیر معین مقدار بطور امداد دے سکتے ہیں، بشرطیکہ امام مسجد مستحق ہوں۔

"ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لم يعطه صح والالا قوله والالا ای لان المدفوع يكون بمنزلة العوض "......(فتاویٰ شامی: ۲/۷۷)

"ولو دفع الزكوة الى صبيان اقربائه برسم العيد اوالى مبشريبشره اوالى من يهدى اليه باكورة لايساوى شيئا يجوز عن الزكوة الااذانص على التعويض وكذلك صدقة الفطر والصدقات المنذورة فی اليتيمية سئل عن معلم له خليفة فی المكتب يعلم الصبيان ويحفظهم ويكتب الواحهم ولم يستاجره بشیء معلوم وماالشترط شيئا والمعلم يعطه فی الاحالين دراهم بنية الزكوة هل يجوز عن زكوة نعم الاان يكون بحيث لولم يعطه لم يعمل له ذلك فی مكتبه "......(فتاویٰ التاتارخانية: ۳/۲۱۸)

"ولونوی الزكوة بمايدفع المعلم الى الخليفة ولم يستاجره ان كان الخليفة بمال لولم يدفعه يعلم الصبيان ايضااجزأه والافلا وكذامايدفعه الى الخدم من

الرجال والنساء في الاعياد وغيرها بنية الزكوة كذافي معراج الدراية "

......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۹۰)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تندرست غریب آدمی کو زکوۃ دی جاسکتی ہے:

مسئلہ نمبر (۵۳۸): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسے شخص کو زکوۃ دینا کیسا ہے جو غریب ہو لیکن صحیح سالم ہو اور کام کاج کرسکتا ہو۔

الجواب باسم الملك الوهاب

بشرط صحت سوال مذکورہ شخص کو زکوۃ دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مسلمان ہو اور سید نہ ہو۔

"ولايجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا من اى مال كان ......ويجوز دفعها الى من يملك اقل من ذالك وان كان صحيحا مكتسبا لانه فقير والفقراء هم المصارف "......(الهدايه: ۱/۲۲۴)

"واما اهل الذمة فلايجوز صرف الزكوة اليهم بالاتفاق "......(فتاوىٰ الهندية ۱/۱۸۸:)

"ولايدفع الى بنى هاشم "......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

ہمسایہ کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر (۵۳۹): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک ہمسایہ ہے وہ کوئی کاروبار نہیں کرتا اس کا ایک بچہ زمینداری کرتا ہے، کیا اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملك الوهاب

اگر ہمسایہ کے پاس بقدر نصاب مال موجود نہیں ہے تو ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ سید نہ ہو۔

"ويجوز دفعها الى من يملك اقل من النصاب وان كان صحيحا مكتسبا"......(فتاوىٰ الهندية: ۱/۱۸۹)

"کذالو کان معیلاجاز ان یعطی له مقدار مالووزع علی عیاله یصیب کل واحد منهم دون المأتین "......(فتاوی الهندیة:۱/۱۸۸)

"الفقیر من له قوت یومه وعیاله اویقدر علی کسب ما ینفق علی نفسه وعیاله تحل له الزکوة ولایحل له السوال "......(فتاوی التاتارخانیة: ۲/۲۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کھیتی باڑی کرنے والے کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۰): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک سالی ہے ان کے بچے ہیں خاوند کھیتی باڑی کرتے ہیں لیکن وہ اتنے خوشحال نہیں ہیں کیا ان کو زکوۃ دے سکتے ہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

اگر آپ کی سالی کے پاس بقدر نصاب مال موجود نہیں ہے تو ان کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

"ویجوز دفعها الی من یملک اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا"......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۹)

"کذالو کان معیلا جازان یعطی له مقدار مالووزع علی عیاله یصیب کل واحدمنهم دون المأتین "......(فتاوی الهندیة: ۱/۱۸۸)

"الفقیر من له قوت یومه وعیاله اویقدر علی کسب ماینفق علی نفسه وعیاله تحل له الزکوة ولایحل له السوال"......(فتاوی التاتارخانیة: ۲/۲۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سوتیلی ماں کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۱): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی سوتیلی ماں بہت غریب ہے جس کی کوئی اولاد نہیں ہے تو کیا یہ شخص اپنی اس سوتیلی ماں کو زکوۃ دے سکتا ہے؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہ شخص اپنی سوتیلی ماں کو زکوۃ دے سکتا ہے۔

"ویجوز دفع الزکوۃ الی من سوی الوالدین والمولودین من الاقارب ومن الاخوۃ والاخوات لانقطاع منافع الاملاک بینھم "......(بدائع الصنائع: ۲/۱۶۲)

"ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ "......(ردالمحتار: ۲/۳۴۶)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

کیا وکیل زکوۃ کی رقم اپنی بیوی کو دے سکتا ہے؟

مسئلہ نمبر(۵۴۲): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک آدمی نے زکوۃ کی رقم دوسرے آدمی کو دی کہ یہ رقم مساکین میں تقسیم کردیں، وہ آدمی خود صاحب نصاب ہے لیکن اس کی بیوی مسکین ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ آدمی اس زکوۃ کی رقم میں سے اپنی مسکین بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہ آدمی اس کی دی ہوئی زکوۃ کی رقم سے اپنی بیوی کو دے سکتا ہے۔

"وللوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر وزوجتہ لالنفسہ قولہ وزوجتہ ای الفقیر"......(الدرمع الرد: ۲/۱۲)

"وفی الجامع الصغیر سئل الشیخ الامام ابو حفص عمن دفع زکاۃ مالہ الی رجل وامران یتصدق بھا فاعطی ولدنفسہ الکبیر والصغیر اوامرأتہ ھومحاویج وفی الخانیۃ ولایمسک لنفسہ شیئا جاز "......(التاتارخانیۃ: ۲/۲۱۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مقروض کو زکوۃ دینے کا حکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۳): کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کچھ عرصہ پہلے اپنے اور گھر والوں کی ضرورت کے لیے ایک گاڑی خریدی ہے جس کی وجہ سے مجھ پر ۲۵ ہزار روپے قرضہ ہوگیا میرے پاس ایک

عدد کمپیوٹر بھی اپنی ضرورت کے لیے موجود ہے، میرے بہن بھائی مجھے زکوۃ دینا چاہتے ہیں تاکہ میں اپنا قرض اتار سکوں، کیا میرے لیے زکوۃ لینا درست ہے اور میرے پاس کوئی سونا چاندی وغیرہ بھی نہیں ہے؟

الجواب باسم الملک الوهاب

صورت مذکورہ میں اس مقروض آدمی کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے، بشرطیکہ ان کے پاس ضرورت سے زائد اشیاء ٹی، وی وغیرہ اتنی مقدار میں نہ ہوں کہ جس کی قیمت سے قرض اتارنے کے بعد بقدر نصاب باقی رہے۔

"ومنها الغارم وهو من لزمه دين ولا يملك نصابا فاضلا عن دينه او كان له مال على الناس لايمكنه اخذه كذا في التبيين والدفع الى من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير كذا في المضمرات "......(فتاوىٰ الهندية: ١٨٨/١)

"والمديون اطلقه كالقدوري وقيده في الكافي بان لايملك نصابا فاضلا عن دينه لانه المراد بالغارم في الآية وهو في اللغة من عليه دين ولايجد قضاء كماذكره القتبي وانما قيده المصنف لان الفقر شرط في الاصناف كلها الاالعامل وابن السبيل اذا كان له في وطنه مال بمنزلة الفقير وفي الفتاوىٰ الظهيرية والدفع الى من عليه الدين اولى من الدفع الى الفقير " ......

(البحر الرائق: ٢/٤٢٢)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

مال زکوۃ سے جلسہ منعقد کروانے کا حکم:

مسئلہ نمبر (٥٤٤): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم سے کسی جلسہ یا دینی مجلس کا اہتمام کیا جائے اور واعظ کے لیے مدعو کو کرایہ اور وظیفہ وہدیہ دیا جائے اور حاضرین مجلس کے لیے طعام وغیرہ اکرام کا انتظام کیا جائے تو یہ شرعاً کیسا ہے؟ اس سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب باسم الملک الوهاب

مال زکوۃ کا کسی مستحق کو بلاعوض ومنفعت مالک بنانا ضروری ہے لہذا مال زکوۃ سے جلسہ منعقد کرنے اور حاضرین کو کھانا کھلانے سے زکوۃ ادا نہ ہوگی، آنے والے مہمانوں کو کرایہ یا ہدیہ مال زکوۃ سے دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مستحق بھی ہو اور کسی وعظ وغیرہ کے عوض میں بھی نہ ہو۔

"ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لااباحۃ کمامر لایصرف الی بناء نحو مسجد ولاالی کفن میت اہ (قولہ تملیکا)فلایکفی فیہ الاطعام الابطریق التملیک ولواطعمہ عندہ ناویا الزکوۃ لاتکفی"......(ردالمحتار:۲/۶۸)

"الزکوۃ ھی تملیک المال من فقیر مسلم غیرھاشمی ولامولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ للہ تعالیٰ"......(کنزعلی البحرالرائق: ۲/۳۵۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

سسرکوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۵): کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے سسر میرے سگے تایاجان ہیں، ان کی عمر ۹۰ سال ہے، ان کے پاس کوئی جائیداد، مال، ذاتی گھر، زیوروغیرہ نہیں ہے، ان کی اولاد سب ماشاءاللہ اپنے اپنے گھروں میں خوشحال ہیں، میرے سسراپنے مرحوم بیٹے کے گھر میں رہتے ہیں، جہاں ایک بیوہ اور تین بچے ہیں، ایک بچہ کہیں ملازم ہے اور دوبچے زیرتعلیم ہیں، میرے سسر کی ماہانہ پنشن 6044 روپے ہیں، گھر کی بیوہ بہو کی پنشن 4000 روپے ہے، میرے سسراپنی پنشن چنددنوں میں گھریلواخراجات وغیرہ میں خرچ کردیتے ہیں۔

مندرجہ بالاصورت حال کے پیش نظرمیرے سوالات یہ ہیں کہ

(۱) کیامیراسسرزکوۃ لینے کامستحق ہے؟

(۲) کیامیں اپنے سسرکویعنی تایاجان کوزکوۃ دے سکتی ہوں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

اگرخسرموصوف کاپنشن کی رقم میں گذربسرمشکل ہورہاہے اوران کے پاس کوئی سوناچاندی وغیرہ بھی نہیں ہے اورنہ ہی کوئی پلاٹ وغیرہ خریداہواہے توان کوآپ اپنی زکوۃ کی رقم دے سکتی ہیں، بشرطیکہ خسرموصوف سیدبھی نہ ہوں، لیکن اپنے شوہرکے مال کی زکوۃ خسرکودیناجائزنہیں ہوگا، کیونکہ اولاداپنے والدین کوزکوۃ نہیں دے سکتی۔

"قولہ ولاالی من بینھما ولاد...... وقیدبالولادۃ لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ"......(الدرمع الرد:۲/۶۹)

"یجوزدفع الزکوۃ الی من یملک مادون النصاب اوقدرنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجۃ" ......(البحرالرائق: ۲/۴۱۹)

"قولہ وبنی ھاشم وموالیھم ای لایجوز الدفع لھم لحدیث البخاری نحن اھل بیت لاتحل لناالصدقۃ" ......(البحرالرائق: ۲/۴۲۹)

"ویجوزصرفھا الی الاب المعسر وان کان ابنہ موسرا"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

تنخواہ کے علاوہ فقیرامام کوزکوۃ دے سکتے ہیں:

مسئلہ نمبر(۵۴۶): حضرت مفتی صاحب عرض یہ ہے کہ بندہ ایک امامت کرتاہے یہ بہت غریب آدمی ہے 2000روپے تنخواہ لیتاہے جس سے گذران مشکل ہوتاہے،تو کیا ایسا آدمی زکوۃ صدقات خیرات وصول کرسکتاہے یانہیں؟اورکیازکوۃ صدقات خیرات کے لینے سے نماز کی صحت پرکچھ اثرہوتاہے یانہیں؟

الجواب باسم الملک الوھاب

بشرط صحت سوال اصل میں تنخواہ الگ مقررہے، چاہے 2000ہی کیوں نہ ہو،امام صاحب چونکہ ایک فقیر آدمی ہے،لہذا تنخواہ کے علاوہ امام صاحب کوزکوۃ وغیرہ لیناجائزہے،اوراس سے نماز کی صحت پرکوئی اثرنہیں ہوتا۔

"منھاالفقیر وھومن لہ ادنی شیء وھومادون النصاب اوقدرالنصاب غیرنام وھومستغرق فی الحاجۃ"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

"التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل"......(فتاویٰ الھندیۃ: ۱/۱۸۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

بدعتی حضرات کوزکوۃ دینے کاحکم:

مسئلہ نمبر(۵۴۷): کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بدعتی حضرات

اکثریت میں ہیں، تو ہم اگر ان کو زکوۃ دیں تو کیا حکم ہے؟ جب کہ وہ ہمارے مدرسہ یا مسجد میں صرف اس وجہ سے امداد نہیں کرتے کہ یہ وہابیوں کی مسجد اور مدرسہ ہے، راہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم الملک الوھاب

بدعتی بھی مسلمان تو ہوتا ہے اور زکوۃ وغیرہ ہر مستحق مسلمان کو دے سکتے ہیں۔

"قوله تعالىٰ انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها الآية"

......(التوبة:

"مصرف الزكوة والعشر ......هو فقير وهو من له ادنى شيء ومسكين وهو من لاشيء له وعامل الخ" ......(الدر على الرد : ۲/۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

طلبہ کی طرف سے مہتمم کا وکیل بننے کی شرعی حیثیت:

مسئلہ نمبر (۵۴۸): کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ والے یعنی مہتمم اور ناظم وغیرہ طلباء مدرسہ کی طرف سے وکیل کی حیثیت سے ضرورت کے وقت زکوۃ کی رقم کیا مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کے لیے جگہ خریدنے پر خرچ کرسکتے ہیں؟ مدلل وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء

الجواب باسم الملک الوھاب

صورت مرقومہ کے بارے میں اکابر کے تمام تر فتاویٰ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بھی احقر کے ذہن میں چند ایسے مسائل گردش کر رہے ہیں کہ جس کی وجہ سے مہتمم حضرات کو فقراء طلبہ کا وکیل کہنا صحیح اور درست نہیں۔

۱۔ مؤکل اپنے وکیل کو جب اور جیسے چاہے معزول کرسکتا ہے، جبکہ طلبہ مہتمم مدرسہ کو وکالت سے معزول نہیں کرسکتے۔

"قال: (وللموكل أن يعزل الوكيل عن الوكالة) لأن الوكالة حقه فله أن يبطله إلا إذا تعلق به حق الغير بأن كان وكيلا بالخصومة بطلب من جهة الطالب لمافيه من إبطال حق الغير"......(فتح القدير:۷/۱۳۸)

۲۔ مؤکل کے انتقال کے بعد اس کا مال لامحالۃ اس کے ورثاء کی ملکیت میں داخل ہوتا ہے، جبکہ مدرسہ میں مہتمم کے پاس طلبہ کے مال پر ان کے ورثاء کی ملکیت تسلیم نہیں کی جاتی۔

۳۔ جب مدرسہ میں اتنی رقم جمع ہوجائے کہ مجموعہ طلبہ پر تقسیم کرنے سے ہر شخص کا حصہ بقدر نصاب ہوجائے، تو اس کے بعد مہتمم کے لیے کسی سے مزید رقم مدرسہ کے لیے لینا جائز نہ رہے گا، بلکہ حولان حول کے بعد ہر طالب علم پر زکوۃ فرض ہوجائے گی، اور زکوۃ دینے والے کو اس کا علم ہونے کے باوجود اگر اس نے زکوۃ دی تو ان کی زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

"ولو خلط زكوة مؤكليه ضمن وكان متبرعا إلا إذا وكله الفقراء، قال صاحب ردالمحتار: تحت قوله: (إذا وكله الفقراء) لأنه كلما قبض شيئا ملكوه وصار خالطا مالهم بعضه ببعض ووقع الزكوة عن الدافع لكن بشرط أن لا يبلغ المال الذى بيد الوكيل نصابا، فلو بلغه وعلم به الدافع لم يجزه إذا كان الأخذ وكيلا عن الفقير كما في البحر عن الظهيرية. قلت: وهذا إذا كان الفقير واحداً، فلو كانوا متعددين لابد أن يبلغ لكل واحد نصابا، لأن ما في يد الوكيل مشترك بينهم، فإذا كانوا ثلاثة وما في يد الوكيل بلغ نصابين لم يصيروا أغنياء فتجزئ الزكوة عن الدافع بعده إلى أن يبلغ ثلاثة أنصباء إلا إذا كان وكيلا عن كل واحد بانفراده فحينئذ يعتبر لكل واحد نصابه على حدة وليس له الخلط بلا إذنهم فلو خلط أجزأ عن الدافعين وضمن للمؤكلين، وأما إذا لم يكن الأخذ وكيلا عنهم فتجزئ وان بلغ المقبوض نصبا كثيرة لأنهم لم يملكوا شيئا مما في يده"...... (ردالمحتار: ۲/ ۱۴)

۴۔ مؤکل اپنے وکیل سے اپنے مال کا مطالبہ کر کے بہر صورت وصول کرسکتا ہے، جبکہ طلبہ مہتمم مدرسہ سے اپنے حصہ کی رقم نہیں لے سکتے اور نہ وہ دینے کو تیار ہے۔

۵۔ حکومت وقت اموال زکوۃ کو غیر مصرف میں صرف کرنے کی مجاز نہیں، حالانکہ اس کو ولایت عامہ اور ولایت تامہ حاصل ہوتی ہے، چہ جائیکہ مدارس مہتمم حضرات اموال زکوۃ کو غیر مصرف میں صرف کریں، جبکہ ان کو ولایت عامہ اور تامہ بھی حاصل نہیں۔

"قال صاحب ردالمحتار: تحت قوله (بيوت المال أربعة) أن على الامام أن يجعل لكل نوع بيتا يخصه ..... وقال الشرنبلالي في رسالته ذكروا أنه يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتا يخصه ولا يخلط بعضه ببعض، وأنه إذا احتاج إلى مصرف خزانة وليس فيها ما يفي به يستقرض من خزانة غيرها ثم إذا حصل للتي استقرض لها مال يرد إلى المستقرض منها إلا أن يكون المصروف من

الصدقات أو خمس الغنائم علی أهل الخراج وهم فقراء فإنه لایردشیئاً لاستحقاقهم للصدقات بالفقراء وکذافی غیره إذاصرفه إلی المستحق......الخ"......(ردالمحتار: ۲/۲۳)وکذافی (الهندیة: ۱/۱۹۰)

۶۔ اور جورقم یہ کہہ کردی جائے کہ یہ زکوۃ کی رقم ہے اس کو مستحقین طلبہ وغیرہ میں صرف کردیا جائے، اس میں متولی کے قبض کرنے سے ملک معطی زائل نہ ہوگی، بلکہ تقسیم علی الفقراء سے ملک زائل ہوجائے گی، اور باہم اموال زکوۃ کے خلط سے وکیل ضامن ہوگا۔

"لأن الخلط استهلاک (اذالم یمکن تمییزه عندأبی حنیفةؒ"......(الدرمع الرد: ۲/۲۷)

اب اگر یہ خلط اجازت کے ساتھ ہوا ہے تب تو متولی ضامن نہ ہوگا، اور اس کا بعد میں زکوۃ ادا کرنا ایسا ہوگا جیسا کہ کسی کے امر سے اس کی زکوۃ ادا کی جائے، کہ اس صورت میں اداء غیر سے زکوۃ ادا ہوجاتی ہے، متبرع فی الاداء نہ ہوگا، اور اگر بغیر اجازت خلط کیا ہے تو ضامن ہوگا، اب اگر قبل ادا اذن ہوگیا تب بھی ضامن نہیں ورنہ اس کا تبرع ہے اور ضمان اس پر باقی ہے۔

"قوله (وکان متبرعا)لأنه ملکه بالخلط وصارمؤدیامال نفسه،قال فی التتارخانیة إلاإذاوجدالإذن أوأجازالمالکان اه أجازاقبل الدفع إلی الفقیر لمافی البحر،لوأدی زکوة غیره بغیرأمره فبلغه فأجازلم یجز لأنها وجدت نفاذاعلی المتصدق لأنهاملکه ولم یصرنائباعن غیره فنفذت علیه اهلکن قدیقال تجزئ عن الآمرمطلقالبقاء الاذن بالدفع اه"...... (ردالمحتار: ۲/۲۷)

بہرحال اس مسئلہ میں جتنا غور وفکر کریں گے اس میں اور بھی شرعی اشکالات بڑھیں گے، لہٰذا اموال زکوۃ کو مدرسہ میں موجود طلبہ پر تقسیم کرکے ان کو اس مال کا حقیقی مالک بنایا جائے، اور پھر ان سے تعلیمی فیس، رہائشی فیس، اور کھانے وغیرہ کی فیس کی صورت میں واپس لے سکتے ہیں، جس سے پھر مدرسہ کا نظام آسانی سے چلایا جاسکتا ہے، اور جس مصرف میں چاہے خرچ کرلیں، اور یہی طریقہ ہمارے اکابر میں مروج تھا جو آجکل ناپید ہورہا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆☆☆☆☆☆☆

جلد پنجم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکمل ہوئی، چھٹی جلد انشاء اللہ بہت جلد چھپ کر منظر عام پر آرہی ہے۔

یہ جلد حاضرِ خدمت، اگلی جلد بہت جلد